

توضیحات

بسم الله

امام طبری کون۔۔۔ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟

المعروف بہ

کھلا خط (الحجۃ القویۃ)

بنام

چیف ایڈیٹر روزنامہ اسلام

مفتی محمد زرین خان

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی



توضیحات (حصہ اول)

بلسلہ

امام طبری کون مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟

المعروف بہ

کھلا خط (الحجۃ القویۃ)

بنام

چیف ایڈیٹر روزنامہ اسلام

مفتی محمد زرین خان

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

وَحَاجُّهُ قَوْمُهُ ۚ قَالِ اتَّخَذَ الْجَبَرَتِيُّ فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ۚ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يُشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ (۸۰) وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا جَافًا ۚ الْفَرِيقَيْنِ آخُذٌ بِالْأَمْنِ صَلَٰهُ إِنْ كُنْتُمْ تُعَمَلُمُونَ (۸۱) الْإِنِّينَ أَمْنًا وَلَكُمْ يَلْبَسُوا إِيْمَانَهُمْ يَطْلُمُ أُولَٰئِكَ لَهُمْ الْآمَنُ وَهُمْ مُنْتَلُونَ (۸۲) (سورة الانعام)

اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا، اس نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے ایک ہونے میں جھگڑتے ہو اور اس نے تو میری رہنمائی کی ہے، اور میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم شریک کرتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ (تکلیف پہنچاتا) چاہے، میرے رب نے اپنے علم سے سب چیزوں پر احاطہ کیا ہوا ہے، کیا تم سوچتے نہیں۔

اور کیوں ڈروں تمہارے شریکوں سے حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اس چیز کو جس کی اللہ نے تم پر کوئی دلیل نہیں اتاری، سو دونوں جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے، اگر تم کو سمجھ ہے۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک نہیں ملایا انہیں کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۰ محرم ۱۴۳۸ھ

یکم نومبر 2016ء

حضرت المحترم مفتی محمد زریں خان صاحب زیدت معالیکم

چیف ایڈیٹر روزنامہ اسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید بعافیت!

مجھے آپ سے ابھی تک بالمشافہ ملاقات کا شرف تو حاصل نہیں ہو سکا البتہ آپ کے نام اور کام سے کسی حد تک ضرور آگاہی حاصل ہے۔

آپ کے ایک ”فتویٰ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی میرے نام اور کام سے ”کچھ کچھ“ واقف ہیں۔ آپ نے اپنے ایک ”فتویٰ“ میں ہری پور کے چند سالکین کو ”جماعت المسلمین“ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں اس جماعت کے ”گمراہ کن عقائد“ سے آگاہ کرتے ہوئے آخر میں یہ لکھا تھا کہ:

”مزید تفصیل کے لئے ”فروق مسعودیہ کا علمی محاسبہ“ از قاضی محمد طاہر... ملاحظہ فرمائیں“ (ہفت روزہ ضرب مومن ۵ تا ۱۱/ اگست ۲۰۰۵ء۔ تحت ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“، زیر عنوان ”جماعت المسلمین کے گمراہ کن عقائد“)

سخت حیرت ہے کہ آپ قارئین کو تو اس بات کی تلقین کر رہے ہیں کہ ”مزید تفصیل کے لئے...“ مگر کتاب اور مؤلف کا پورا نام لکھنا گوارا نہ کیا۔ یہ کتاب ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی ہے اور ملک کے مختلف دینی جرائد و رسائل نے اس پر خوب تبصرے لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہونا ہنرمند نقیب ختم

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

نبوۃ مآلکان جون ۱۹۹۶ء، ماہنامہ نصرت العلوم کوچرا نوالہ جون ۱۹۹۶ء، ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جون ۱۹۹۷ء اور ماہنامہ القاسم نوشہرہ (حقانی تبصرے)

ظاہر ہے کہ آپ نے بھی کتاب پڑھ کر ہی اپنے قارئین اور سائلین کی راہنمائی کی تھی۔

اس کتاب کے خوبصورت ٹائٹل پر نام کچھ اس طرح لکھا ہوا ہے:

فرقہ مسعودیہ (نام نہاد جماعت المسلمین) کا علمی محاسبہ

مؤلفہ پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

یہ کتاب ”قاضی چن پیر الہاشمی اکیڈمی مرکزی جامع مسجد سیدنا معاویہؓ چوک حویلیاں۔ ہزارہ نے طبع کی ہے۔ مکمل نام اور پتہ لکھ دینے سے سائلین (جو حویلیاں سے صرف چند رکلو میٹر کے فاصلے پر مقیم تھے) کو بہتر راہنمائی مل سکتی تھی۔

یہاں یہ اشارہ کر دینا بھی بے محل نہ ہوگا کہ میرا تعلق حضرت پیر فقیر اللہ بک کوٹی رحمہ اللہ کے خانوادے سے ہے جن کی دینی، علمی اور تبلیغی خدمات سے پاکستان بالخصوص کشمیر کے تمام طبقات بخوبی آگاہ ہیں۔ میرے والد صاحب (قاضی چن پیر الہاشمی) نے اس سلسلہ کو بام عروج تک پہنچایا ہے۔ ان کی وفات (۱۹۹۰ء) کے بعد گذشتہ ۲۶ سالوں سے مسلسل مجھے بھی اس تبلیغی سلسلہ کو جاری رکھنے کی سعادت حاصل ہے۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تو ”عراق، کویت، اردن، شام اور سعودی عرب“ کے دوروں میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدروفاق المدارس کے رفیق سفر بھی رہے ہیں۔ حضرت والد صاحبؒ یا میرے متعلق آپ کو مولانا سمیع الحق صاحب امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان، مولانا محمد طیب کاشمیری صاحب سابق امیر جمعیت علماء اسلام آزاد جموں و کشمیر خطیب سہیل مسجد کراچی، مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مہتمم الجامعۃ الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب کراچی اور مفتی اعظم آزاد کشمیر مولانا مفتی محمد رویس خان ایوبی میرپور سے بھی معلومات مل سکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختلف موضوعات پر میری ۲۰ کتابیں طبع ہو چکی ہیں جبکہ دو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

مزید کتابیں ابھی طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔ ان کتب میں پیش کی گئی اپنی کسی رائے یا تحقیق کو کبھی ”حرف آخر“ نہیں سمجھا اور نہ ہی اپنی رائے قارئین پر مسلط کرنے کی کوئی کوشش کی ہے۔ صرف یہ بتایا ہے کہ تصویر کا ایک ”رخ“ یہ بھی ہے۔

البتہ ”تحدیثِ نعمت“ کے طور پر اس بات کا ذکر کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ: محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحابہ کرامؓ کے ماموس کے تحفظ کے لئے میں تحریری، تقریری اور مسلسل آٹھ سال تک بھرپور عدالتی جنگ بھی لڑ چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بیش از بیش دین کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائیں آمین۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عرض کر دوں کہ میں ”بحث برائے بحث“ یا کسی مروجہ مناظرے و مجادلے کا قائل نہیں ہوں۔ دلیل کے ساتھ اپنا موقف پیش کر دیتا ہوں جسے قوی دلیل کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے۔ الحمد للہ اس طرح کی دلیل مل جانے کے بعد اپنے موقف سے رجوع کرنے میں کسی قسم کا کوئی عذر کبھی مانع نہیں ہوتا۔ باری تعالیٰ ایک لمحے کے لئے بھی غلطی اور باطل نظر پر قائم رہنے کی توفیق نہ دے۔

روزنامہ اسلام اور ہفت روزہ منہرب مومن کے اجراء کے بعد میں ان کا مستقل قاری رہا ہوں لیکن بعد میں ”کبھی کبھار“ پر فوج پھینچ گئی۔ ایک عرصہ تک بلاشبہ ان میں اہل حق اور دینی تحریکات کی سرپرستی اور ترجمانی کا جذبہ غالب رہا مگر رفتہ رفتہ پرنٹ میڈیا کے ”قومی دھارے“ میں شمولیت کے جذبہ شوق نے ادارہ کو مصلحت بلکہ مصلحت کی حد تک ”نرم گوشہ“ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا حتیٰ کہ جس عظیم شخصیت کی زیر سرپرستی اور ”دعا“ سے اس نیک کام کا آغاز ہوا تھا خود ان کا اسم گرامی ہی ”روزنامہ اسلام“ سے ہٹا دیا گیا!

جس آیت کا ترجمہ ”روزنامہ اسلام“ کی لوح کے عین اوپر دیا گیا ہے (بلاشبہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے) وہ ”روزنامہ اسلام“ کے ساتھ ہی کچھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دیگر اخبارات کے مسلم مالکان اور پوری امت مسلمہ اس کی قائل ہے۔ اس ”روزنامے“ کا نام اگر ”اسلام“ نہ بھی رکھا جانا یا یہ آیت اس کی ”لوح“ پر نہ بھی رقم کی جاتی تو پھر بھی مذہبی حوالے سے اس کے سرپرستوں کے نام سامنے آنے کے بعد قارئین کو اس سے اسلام اور اہل حق کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
ترجمانی ہی کی توقع تھی۔ مگر صد افسوس کہ اس میں دین اسلام کے تقاضے کے برعکس منافی
عصمت انبیاء و نبی بر توہین روایات پر مشتمل انتہائی زہریلے، مہلک اور قاتل ایمان مواد کی نہ
صرف اشاعت کی گئی بلکہ اس کا پورا پورا دفاع بھی کیا گیا۔

کھلا خط لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

حضرت مفتی صاحب!

اس ”کھلے خط“ کے لکھنے کا ایک اہم سبب و مقصد جہاں روزنامہ اسلام کے ”ادارے“
کو خواب غفلت سے بیدار کرنا ہے وہیں روزنامہ اسلام میں چند روزہ ماہ کے طویل سکوت کے
بعد ۱۶، ۱۷، ۱۸/ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو شائع ہونے والے تین قسطوں پر مشتمل تاڑہ ”مضمون“ کیا
تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟ کی تیسری اور آخری قسط کے حوالے سے آپ کو اپنے باضابطہ
احتجاج سے بھی آگاہ کرنا ہے۔

اس قسط کی اشاعت کے بعد کئی دن تک پاکستان و آزاد کشمیر کے مختلف شہروں سے
”احباب“ رابطہ کرتے رہے۔ بعض نے سخت سست اور برا بھلا بھی کہا، ان میں دونوں طرح
کے احباب شامل تھے یعنی میری کتاب: ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ کا
مطالعہ کرنے والے بھی اور نہ کرنے والے بھی۔

ان حضرات نے یہ اقدام ایک دینی و مذہبی اخبار کے ادارتی صفحہ پر شائع ہونے والے کالم
پر اندھا دھند اعتماد کرتے ہوئے اٹھایا کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ”حق“ اور ”صحیح“ ہے اور
میں نے فی الواقع قیس بن ابی حازم کو منکر الحدیث اور عروہ بن زبیر، امام زہری، خلیفہ بن خیاط اور
محمد بن سعد پر نقد و جرح کر کے حدیث دنا رنچ کے راویوں پر ظلم عظیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں روزنامہ اسلام کے قارئین علماء، طلبہ اور عام دیندار حضرات کی ایک بڑی تعداد بھی
میرے بارے میں اس دینی و مذہبی اخبار پر محض ”اعتماد“ کرنے کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو گئی
ہے لہذا اس کے زائلے کے لئے زیر بحث قسط پر تبصرہ کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔

کیا چیف ایڈیٹر ”مسئول“ نہیں ہیں؟

حضرت مفتی صاحب!

☆ آپ روزنامہ اسلام کے چیف ایڈیٹر ہیں اس لئے اس اخبار میں مختلف فیہ مسائل پر شائع ہونے والے متنازعہ کالموں کی ذمہ داری سے آپ کو خلافت، قانوناً اور شرعاً بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا بالخصوص ان کالموں سے جن میں انبیاء عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین و تنقیص پائی جاتی ہو۔

☆ ”مشاجرات صحابہ“ کی بحث کے لئے روزنامہ اسلام کا فورم استعمال کرنے کی اجازت دینا آپ کے لئے بحیثیت ایک مفتی بھی جائز نہیں تھا اور یوں بھی ایک اخبار میں اس بحث کا چھیڑا جانا قطعی طور پر کسی ”ضرورت شرعیہ و شدیدہ“ کے زمرے میں نہیں آتا۔

☆ ۲۱ جولائی ۲۰۱۵ء کو روزنامہ اسلام میں ”تاریخ صحابہ اور راہ اعتدال“ کی پہلی قسط کی اشاعت کے ساتھ ہی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہونا شروع ہو گئی تھی اور اس احتجاج سے روزنامہ اسلام کے ذمہ داروں کو باضابطہ طور پر آگاہ بھی کر دیا گیا تھا۔ مگر اس کے باوجود سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص پر مبنی اس مکروہ مضمون کی ۲۲ جولائی ۲۰۱۵ء کو دوسری قسط بھی شائع کر دی گئی جس سے احتجاج میں تیزی آئی اور ملک بھر سے مجاہد و جانثاران صحابہؓ نے اپنے غم و غصے کا اظہار کیا اور آپ ہرگز اس معاملے سے بے خبر نہیں تھے۔ تین دن کے قفل کے بعد ۲۶، ۲۷، ۲۸ جولائی ۲۰۱۵ء کو اس مضمون کی تیسری، چوتھی اور پانچویں قسط بھی شائع کر دی گئی۔

☆ مذکورہ پانچ قسطوں کی اشاعت کے بعد بھی صحابی رسول سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین و تنقیص کا سلسلہ رکنے کے بجائے جاری رہا اور سوشل میڈیا فیس بک کے ساتھ ساتھ روزنامہ اسلام میں ایک مرتبہ پھر ۲ اور ۵ ستمبر ۲۰۱۵ء کو ایک خط اور اس کا جواب ”پر مشتمل دو قسطیں مزید شائع کر دی گئیں۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ آپ سمیت

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اخبار کے دیگر ذمہ دار اس مکروہ مضمون کے مندرجات کے ساتھ مکمل طور پر مشتق ہیں۔

☆ زیر بحث مضمون کی سات اقساط میں روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحات پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قطعی طور پر ”بلا جواز اور بلا کسی ضرورت شرعیہ و شدیدہ“ کے ہدف تنقید بنایا گیا ہے اور اس موصوف کی ”مزعومہ و مفروضہ“ بغاوت کو اکابر کے اقوال کی آڑ میں اس کثرت اور تکرار سے زیر بحث لایا گیا ہے جو کسی محب صحابہ کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تمام تر ”تکرار“ مشاجرات صحابہ کے شرعی حکم سے بھی واضح طور پر انحراف کے زمرے میں آتا ہے جو ”براہ راست“ کالم اکابر ادرستی رسول، خال المسلمین، فاتح عرب و عجم، مدبر اسلام، کاتب وحی، بانی اسلامی بحریہ خلیفہ راشد عادل و مدحق، ہادی و مہدی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی ذات اقدس پر ”براہ راست“ ناپاک و ناروا حملہ ہے۔

تفصیل کے لئے میری کتاب ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟“ (از ص ۳۱۶ تا ۳۷۶) کی طرف مراجعت فرمائیں۔

☆ روزنامہ اسلام کی سات اقساط (21، 22، 26، 27، 28 جولائی، 2، 5 ستمبر 2015ء) میں ”بغاوت، بغاوت اور باغی، باغی کی رٹ لگانے کے علاوہ ایک جلیل القدر صحابی کے خلاف جارحیت، غیر مناسب طرز استدلال، تنقید انداز بیان اور تنقیصانہ لب و لہجہ اختیار کرنے کے بعد ”کالم براہ راست“ کا رخ فوری اور بالکل غیر ضروری طور پر ”عصمت انبیاء کے سراسر منافی اور صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت معاویہؓ کی توہین پر مبنی روایات کا انبار لگانے والے امام طبری کے دفاع کی طرف مڑ جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کے زیر ادارت روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحات پر 29، 30، 31 جولائی، 1، 2 اگست 2015ء کو پہلے ”علامہ طبری..... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ کے عنوان سے پانچ اقساط اور پھر 9، 10، 11، 12 اگست 2015ء زیر عنوان ”احتیاط لازم ہے“ چار اقساط (یعنی کل 9 قسطوں) پر مشتمل طویل سلسلہ میں سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کو داغ دار اور مخدوح کرنے والے ضعیف اور غیر معتبر روایات اور نقلین کا پورا پورا دفاع کیا گیا ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

☆ بیکرحصیت اور چذہ جب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار عظیم اور عالمی شہرت یافتہ کالم نگار جناب اوریا مقبول جان صاحب نے اپنے ایک کالم میں تاریخ طبری میں نقل کئے گئے دو بیّن آمیز واقعات کا اشارتاً اور بالکل مبہم انداز میں ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ:

”طبری عام مسلمانوں کی بات کرتا تو برداشت تھا لیکن اس نے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں بھی دو عدد من گھڑت قصے اس قدر فضول اور یہودہ انداز میں تحریر کئے ہیں کہ انہیں درج کرنے کی بھی ہمت نہیں پاتا۔ ان دونوں فضول قصوں کا نہ کہیں قرآن میں ذکر ہے اور نہ ہی احادیث کی کتابوں میں۔ لیکن طبری نے اپنے ذہن کی غلاظت کو تاریخ کی چاشنی بنا کر پیش کیا ہے۔“ (روزنامہ ایکسپریس۔ ۷ جولائی ۲۰۱۵ء، بعنوان: ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“)

اس اقتباس میں جناب اوریا مقبول جان صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام میں ان دو من گھڑت اور بے ہودہ قصوں کو نہ صرف یہ کہ نقل کرنے کی ہمت نہیں کر سکے بلکہ موصوف نے ان کی نشاندہی تک نہیں کی، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ منافق عصمت اور مبنی بر توہین ان جھوٹے قصوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہرگز منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اوریا مقبول جان صاحب نے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور عصمت کے تحفظ و دفاع میں امام طبری پر نقد کیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱)	کیا روزنامہ اسلام کے ذمہ داروں کے لئے یہ بات کسی بھی درجے میں مناسب تھی کہ وہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے بجائے امام طبری کے دفاع میں خم ٹھونک کر اور کشتیاں جلا کر میدان عمل میں اتر پڑتے؟
(۲)	کیا ایک صحافی کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں امام طبری کو ان دو جھوٹے قصوں کی بناء پر ”افسانہ ساز“ قرار دینے کا ”جرم“ نظر انداز کر دینے کے قابل نہ تھا؟
(۳)	اگر یہ کوئی ”نا قابل معافی جرم“ تھا تو ملک میں ہزاروں مدارس، ہزاروں علماء اور سینکڑوں علمی و تحقیقی رسائل و جرائد نے اس ”گستاخی“ کا نوٹس کیوں نہ لیا؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۴) جب اوریا مقبول جان صاحب نے منافی عصمت اور بی برہنہ ہونے کی بناء پر ان قصوں کی خود کوئی نشاندہی نہیں کی تو اس توہین آمیز بحث کو ”چھیڑنے“ کی خاطر کیا روزنامہ اسلام کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ بتکرا ران سے یہ استفسار کرتے کہ: ”چاہے آپ انہیں نقل کرنے کی ہمت نہ پاتے ہوں لیکن ان کا حوالہ تو دیجئے، ضروری نہیں کہ کسی روایت کا وہی مطلب ہو جو آپ سمجھے ہوں؟“

حالانکہ روزنامہ اسلام کے استفسار سے کئی دن پہلے اوریا مقبول جان صاحب قارئین کو اس غلط فہمی سے نکالنے کے لئے اپنی ویبی، شرعی اور اخلاقی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے زیر بحث موضوع سے غیر متعلقہ کالم کے آخر میں یہ نوٹ تحریر کر چکے تھے کہ:

”مارتے طبری کے حوالے سے ایک قرض تھا، جو میں نے ادا کیا ہے۔ میں اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو گستاخانہ من گھڑت افسانے تخلیق کرنے کا مصنف سمجھتا ہوں، جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہے نہ احادیث کی کتب میں، اور میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کی وجہ سے طبری سے نفرت کرتا ہوں۔ ایک واقعہ حضرت زیدؓ کی سیدہ زینبؓ سے طلاق کا، جسے کمال بے ہودگی سے اس نے تحریر کیا اور دوسرا واقعہ غرائیق۔ کسی معترض کالم نگار اخبار نویس یا دانشور میں حوصلہ بہ تو صرف سیدہ زینبؓ والا واقعہ پڑھ کر دیکھ لے اور اس کے باوجود جرأت رکھتا ہے تو اسے سن و عن اپنے کالم کی زینت بنا کر دکھا دے۔“ (روزنامہ ایکسپریس 13 جولائی 2015ء، تحت ”مسلم ہولو کا سٹامٹ کا اجتماعی قتل عام“)

حضرت مفتی صاحب!

(۵) کیا روزنامہ اسلام کے لئے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں اس بحث سے ”مسکوت“ اختیار کرنا ”فرض عین“ نہیں تھا؟

مگر صد افسوس کہ ”مسکوت“ اختیار کرنے کے بجائے 13 جولائی 2015ء کے مذکورہ صرف ”چھ سٹری نوٹ“ کے بعد روزنامہ اسلام نے معلوم نہیں کہ کس طبقے کی خوشنودی کی خاطر (کیونکہ کتاب و سنت کی روشنی میں 9 سطروں پر مشتمل جوابی طویل مضمون میں ہرگز

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں پائی جاتی) 29 جولائی تا 12 اگست 2015ء اپنے ادارتی صفحات
میں یہ مکروہ اور توہین آمیز بحث چھیڑ دی!

☆ ستم بالائے ستم یہ کہ اس سلسلہ کے 15 ماہ کے بعد 16، 17، 18 اکتوبر
2016ء کو روزنامہ اسلام کے ان ہی صفحات پر عام صحافتی ہی نہیں بلکہ خالص اسلامی آداب
کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس بد مزہ بحث کا پھر اعادہ کر دیا گیا۔ فی اللعجب۔ فی اسفا

☆ محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے ”چھ سٹری نوٹ“ میں
نہایت ہی پُر اعتماد انداز میں یہ چیلنج دیا تھا کہ: ”کسی معترض کا لم نگار، اخبار نویس یا دانشور میں حوصلہ
ہے تو صرف سیدہ زینب والا واقعہ پڑھ کر دیکھ لے اور اس کے باوجود جرأت رکھتا ہے تو اسے من
و عن اپنے کالم کی زینت بنا کر دکھا دے۔“ (روزنامہ ایکسپریس 13 جولائی 2015ء)

موصوف کا یہ اعتماد اپنی جگہ درست تھا کہ کوئی مسلم کالم نگار، اخبار نویس یا دانشور یا کوئی عام
مسلمان اس جھوٹے، لغو اور باطل قصے کو نہ تو پڑھنے کی ہمت کر سکتا ہے اور نہ ہی اسے من و عن
لکھنے کا حوصلہ۔ پاکستان میں موجود ہزاروں مسلم کالم نگاروں، اخبار نویسوں اور دانشوروں حتیٰ
کہ سیکولر طبقہ نے بھی اس ”اعتماد“ کو ٹھیس نہیں پہنچائی اور انہوں نے باقاعدہ اس اعتماد پر پورا اثر
کر بھی دکھا دیا۔ مگر صد افسوس کہ جناب اور یا مقبول جان صاحب کے اس چیلنج کو قبول کرتے
ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے سراسر منافی اور توہین پر مبنی اس قصے کو روزنامہ
اسلام میں نہ صرف یہ کہ ”من و عن“ نقل کیا گیا بلکہ الٹا یہ باطل دعویٰ بھی داغ دیا گیا کہ:

”اس میں کون سی بات ایسی ہے جسے بے ہودہ اور گستاخانہ کہا جائے اور طبری پر توہین
رسالت کا الزام عائد کیا جائے، کیا یہ بات معیوب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت
کو جسے طلاق ملنے والی تھی اور سیرت و صورت، حسب و نسب ہر لحاظ سے اعلیٰ تھی، سہارا دینے کا
سوچ رہے تھے... اسے عیب شمار کیا جائے گا یا اخلاق کی انتہاء۔ (حالانکہ طلاق کا ذکر تو بقول
طبری نگاہ پڑنے اور ان کی محبت کے دل میں کھب جانے کے بعد آیا تھا۔ ازراقم) کیا یہ بات
ما قابل یقین ہے کہ ایک دن سیدہ رضی اللہ عنہا دوپٹے کے بغیر گھر میں تشریف فرما تھیں؟ اگر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ایسا تھا تو یہ کوئی محال بات نہیں۔ ایک گرم ملک میں، گھر کی تنہائی میں کوئی عورت کچھ دیر کے لیے اوڑھنی اتارے ہوئے ہو تو کیا اسلام میں اس پر پابندی ہے! یا یہ اخلاق سے ماوراء حرکت ہے! یا غیر محرم پر نگاہ رسالت کا اچانک پڑ جانا محال بات ہے؟ اس کا ذکر عصمتِ انبیاء کے منافی اور اسے نقل کرنا تو بڑی رسالت ہے؟ یہ تو تب ہوتا جب انبیاء کرام بشری تقاضوں یا سہو سے مبرا ہوتے۔ (یہ اسلوب بھی صریح تو بین پر مبنی ہے یعنی چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشری تقاضوں اور سہو سے مبرا نہیں تھے اس لئے کسی کی منکوحہ کی محبت کا دل میں واقع ہو جانا نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے کوئی بعید نہیں۔) اُمت کا کبھی بھی یہ عقیدہ نہیں رہا کہ پیغمبر اپنے تمام کمالات و امتیازات کے باوصف بشری خصوصیات سے بے نیاز ہوتے ہیں... اگر کوئی اصل عربی میں طبری کی روایت پڑھے شاید روایت کا یہ فقرہ سب سے زیادہ عجیب بلکہ سخت ماکوار محسوس ہوگا۔ ”توقع اعجابها فی قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پسندیدگی آئی۔) ہم اپنی سطحی وجہ باقی ذہنیت کی بناء پر کم از کم اس عبارت کو ضرور گستاخانہ قرار دے دیتے مگر کیا سمجھتے کہ خود اللہ کے فرمان کے مطابق یہ ناممکن بات نہیں۔ پیغمبر کے دل میں حسن کی پسندیدگی آ جانے کے امکان کا ذکر خود خالق کائنات نے کیا ہے: ”لَا يَجِلُّ لَكَ الْبَسَاءُ مِنْ بَعْدِ وَلَا أَنْ يَكُنْ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَنْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ“ ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان بیویوں کی جگہ دوسری بیویاں کر لیں اگرچہ آپ کو ان (دوسری عورتوں) کا حسن اچھا معلوم ہو (الاحزاب: ۵۲) طبری کی روایت میں صرف ”عجاب“ (پسندیدگی) کا ذکر ہے۔ آیت میں زیادہ صراحت کے ساتھ ”عجاب حُسن“ (حسن کی پسندیدگی) کا لفظ ہے۔ اچھی چیز کا اچھا لگنا، ایک فطری بات ہے۔ قلب و نظر کے صحت مند ہونے کی علامت ہے۔ خوشبو ہر کسی کے مشام کو معطر کرتی ہے اور اگر کسی کو نہیں محسوس ہوتی تو یہ خوبی نہیں، احساس کی کمزوری شمار ہوگی۔ پس اس روایت کو کس لحاظ سے گستاخانہ کہا جائے گا! ایک متاثر کن شخصیت سے متاثر ہونا کوئی انہونی بات ہو سکتی ہے؟ جمال اور بد صورتی میں فرق کر لیا اگر گناہ ہے تو ضرور روایت کو عصمتِ انبیاء کے مخالف قرار دیا جاسکتا ہے، اور اگر یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ اللہ کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

دی ہوئی ان فطری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو کم و بیش ہر انسان کو نصیب ہے۔ تو پھر اس واقعے کو توڑیں رسالت پر مبنی قرار دے کر طبری کو گستاخ قرار دینا بھی غلط ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ طبری میں اس امکان کو واقعاتی شکل میں بیان کیا گیا ہے، یعنی ایسا ہوا تھا۔ قرآن مجید میں امکان بیان کیا گیا ہے یعنی ایسا ہو سکتا ہے، یہ ذکر نہیں ہے کہ ایسا کبھی ہوا بھی تھا؟ (روزنامہ اسلام 10 اگست 2015ء۔ احتیاط لازم ہے)

حضرت مفتی صاحب!

(۶)	کیا ”آیت و روایت“ کے مذکورہ تقابل میں کوئی توہین و تحقیر نہیں پائی جاتی؟
(۷)	کیا فاسد قیاس کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال ہو سکتی ہے؟
(۸)	کیا حضرت زیدؓ کی منکوحہ کے حسن سے متاثر ہو جانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہے؟
(۹)	کیا کسی دوسرے کی ”منکوحہ“ کی ”محبت“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں واقع ہو سکتی ہے؟
(۱۰)	کوئی مفسر مجتہد اور مؤرخ اس ”امکان“ کو باقاعدہ ”وقوع“ میں تبدیل کر دے تو کیا پھر بھی یہ روایت منافی عصمت اور گستاخانہ قرار نہیں پائے گی؟
(۱۱)	کیا قرآن میں مذکور ”امکان“ کا پہلو ٹھوڑا رکھتے ہوئے ہمارے لئے اس روایت کو عصمت کے منافی اور مبنی بر توہین کہنے کی بھی گنجائش نہیں رہتی؟
(۱۲)	اگر ایسا ہے تو پھر جن مفسرین و محدثین اور علماء (حوالے آگے آرہے ہیں) نے اس روایت کو گستاخانہ اور منافی عصمت قرار دیا ہے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟
(۱۳)	کیا ”امکان“ کے پہلو کا شوشہ نکال کر یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بذات خود اتہام نہیں ہے؟
(۱۴)	کیا دوسرے کی منکوحہ کو دیکھ کر اس کے حسن و جمال میں فرق کرنا بھی بشری تقاضوں میں آتا ہے؟

امام طبری کا تشیع

حضرت مفتی صاحب!

چونکہ آپ ”عظیم الفرصت اور کثیر المشاغل“ ہونے کی بناء پر 15 ماہ کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اس انتہائی اہم اور حساس ترین مسئلہ کو وقت نہیں دے سکے ہیں اس لئے آپ کی سہولت کے پیش نظر امام طبری کی تاریخ اور تفسیر سے انبیاء عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام کی توہین و تنقیص پر مبنی چند روایات پیش کی جاتی ہیں تاکہ ان کی روشنی میں آپ کسی نتیجے پر پہنچ جائیں۔ ملاحظہ فرمائیں:-

”سنی“ مفسر، محدث، مجتہد، فقیہ اور مؤرخ محمد بن جریر بن یزید طبری کی: ”آیت وضو، آیت مباہلہ، آیت ولایت، آیت موذت قرنی، آیت تطہیر اور حدیث کساء کی تفسیر و تشریح میں اہل تشیع کے نظریات و افکار کے ساتھ، مشابہت، موافقت اور کامل مطابقت کے علاوہ خوارزمی، محمد سلیمان، اور مفسر ابو حیان اندلسی امام طبری کے رفض سے متعلق شہادات کو اگر قبول نہ بھی کیا جائے تو یا قوت حوی، ابن اثیر جزری، امام ابن کثیر، امام ذہبی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی کوایہی اور اعتراف کے مطابق ”قیۃ تشیع و موالات“ کو تو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا حتیٰ کہ ”روزنامہ اسلام“ کے ادارتی صفحہ پر بھی یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ ”امام ذہبی اور ابن حجر کی ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ امام طبری میں معمولی سا تشیع اور اصحاب علی کی طرف جھکاؤ پایا جاتا تھا جو مفسر نہیں تھا نیز پہلی صدی ہجری سے تیسری صدی ہجری کے اواخر تک تشیع کا مطلب آج کل بھی شیعیت نہ تھا جبکہ صحابہ سے بیزار طبقہ کو اس دور میں رافضی کہا جاتا تھا لہذا امام طبری کے ترجمہ میں ”قیۃ تشیع“ کی جرح سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا“ (روزنامہ اسلام 31 جولائی 2015ء)

حضرت مفتی صاحب!

(۱۵)	روزنامہ اسلام کے مضمون کے مطابق امام طبری میں تشیع و موالاة جب دونوں جمع ہیں تو پھر امام طبری کا ”تشیع“ سیر یا غیر مضر کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے؟
------	--

توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلا خط
روزنامہ اسلام میں امام طبری کے متعلق یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ ان میں ”تشیع،
موالات، علویوں کی حمایت، اہل بیت کی طرف جھکاؤ میں غلو پایا جاتا تھا اور موصوف نے
حدیث غدیر خم کو ثابت کرنے کے لئے ”چار اجزاء“ پر مشتمل کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے“
حضرت مفتی صاحب!

(۱۶) ان حقائق کو تسلیم کر لینے کے بعد اس دلیل سے استدلال کرنا کہ ”پہلی صدی
ہجری سے تیسری صدی ہجری کے اواخر تک تشیع کا مطلب آج کل جیسی
شیعیت نہ تھا۔“ کیا یہ خود فریبی اور فریب دہی کی ایک بدترین مثال نہیں ہے؟

☆ تفصیل کے لئے میری کتاب ”امام طبری کون؟ مورخ، مجتہد یا افسانہ
ساز“ صفحہ نمبر 126 تا 138 ملاحظہ فرمائیں۔

رفض طبری اور توہین صحابہؓ

روزنامہ اسلام (31 جولائی 2015ء) میں تو اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ
”محققین کے دور میں صحابہؓ سے بیزار طبقہ کو ”رافضی“ کہا جاتا تھا“
”سنی“ امام طبری نے اپنی ”مابیانہ“ کتاب ”تاریخ الامم والملوک“ میں کذاب راویوں
کے کندھے پر بندوق رکھ کر صحابہ کرامؓ پر جو ”چاند ماری“ کی ہے اس سے تو خود روزنامہ اسلام کے
اپنے ”اعتراف“ کے مطابق امام طبری کا صرف شیعہ ہونا ہی نہیں بلکہ رافضی ہونا بھی ثابت
ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تاریخ طبری میں واضح طور پر صحابہ کرامؓ سے بیزار پائی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۷) کیا کوئی ”سنی مورخ“ یا مؤمن بالقرآن صحابہ کرامؓ کی ”تفسیق، تکفیر اور انؓ پر
لعنت بھیجنے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟

اب مختصر امام طبری کی صحابہ کرامؓ پر ”چاند ماری“ ملاحظہ فرمائیں:

☆ امام طبری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھیڑو بھینٹیں اور تدفین سے پہلے سقیفہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

بنو ساعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے انعقاد کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

... عن أبي مخنف... فأقبل الناس من كل جانب يبائعون أبا بكر و
كادوا يطيرون سعد بن عبادۃ، فقال ناس من أصحاب سعد: اتقوا سعدا لا تطؤوه،
فقال عمر: اقلوه قتله الله، ثم قام على رأسه فقال: لقد هممت أن أطأك حتى
تنلر عضرك، فأخذ سعد بلحية عمر، فقال: والله لو حصصت منه شعرة
مارجعت و قى فيك واضحة...

لما قام الحباب بن المنذر اتغنى سيفه... فحامله عمر، فضرب يده
قنبر السيف فأخلده، ثم وثب على سعد، و وثبوا على سعد، و تابع القوم على
البيعة، و بايع سعد، و كانت قلعة كفلتات الجاهلية، قام أبو بكر دوتها و قال
قائل حين أوطى سعد قتلتم سعدا، فقال عمر: قتله الله إنه منافق...

(تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۴۵۹ - تحت سید ۱۱ھ طبع بیروت)

”اب ہر طرف سے لوگ آ کر ابو بکرؓ کی بیعت کرنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ سعدؓ کو روند
ڈالتے۔ اس پر حضرت سعدؓ کے اصحاب میں سے کسی نے کہا: سعدؓ کو بچاؤ، ان کو روندو۔
عمرؓ نے کہا: اللہ اسے ہلاک کرے، اس کو قتل کر دو۔ اور خود ان کے سر پر آ کر کھڑے
ہو گئے اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم کو روند کر ہلاک کر دوں۔ سعدؓ نے عمرؓ کی داڑھی پکڑ لی عمرؓ نے
کہا: چھوڑ دو اگر اس کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو تمہارے منہ میں ایک دانٹ بھی نہ رہے گا۔
عمرؓ نے اس (حباب بن منذرؓ) پر حملہ کیا، اس کے ہاتھ پروا کر کیا، تلوار گر پڑی تو عمرؓ
نے اسے اٹھالیا اور پھر سعدؓ پر چھپے۔“

اس وقت عہد جاہلیت کا سا منظر پیش آیا اور تو تو، میں میں ہونے لگی۔ ابو بکرؓ اس
جھگڑے سے دور رہے۔ جس وقت سعدؓ پر لوگ چڑھ گئے، کسی نے کہا کہ: تم نے سعدؓ کو مار
ڈالا۔ عمرؓ نے کہا: اللہ اسے ہلاک کر دے۔ یقیناً وہ منافق ہے۔“ العیاذ باللہ!

(تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص 459 - تحت سید 11ھ طبع بیروت، تاریخ

طبری حصہ دوم۔ خلافت راشدہ حصہ اول مترجمہ محمد امجد ایم ص 34)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

امام طبری نے کذاب اور جلعے بھنے شیعہ راوی ابو جحیف کی سند سے مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ کا جاہلی حمیت و عصبيت اور شدید ترین توہین پر مبنی یہ مکروہ ترین منظر نامہ اس وقت کا پیش کیا ہے کہ ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو نہ تو غسل دیا گیا تھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین و تدفین عمل میں آئی تھی۔

امام طبری نے مہاجرین و انصار کے اس ”تصادم“ کو عہد جاہلیت کی ”حمیت و عصبيت“ کے ساتھ تشبیہ دی جو کفار کا طرہ اتیا زتھی۔ سخت حیرت ہے کہ اس ”تاریخ“ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی رئیس انصار اور بدری صحابی حضرت سعد بن عبادہ کو ”منافق اور واجب القتل“ قرار دے دیا گیا!

اس موقع کے لحاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات تو یہ ہیں کہ: تم پر کوئی حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جائے تو اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو، جو ایسی حالت میں مرا کہ اس نے بیعت نہیں کی تو وہ جاہلیت کی موت مرا، جس نے جماعت چھوڑ دی وہ جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۸)	کیا مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ کے اس اختلاف کو عہد ”جاہلیت کی حمیت و عصبيت“ کے ساتھ تشبیہ دینا ان شخصیات مقدسہ کی بدترین توہین نہیں ہے؟
(۱۹)	کیا حضرت عمرؓ ایک بدری صحابی اور رئیس انصار حضرت سعد بن عبادہ کو ”منافق“ قرار دے سکتے تھے؟
(۲۰)	کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ اس مازک موقع پر ”سکوت“ اختیار کر سکتے تھے؟
(۲۱)	کیا یہ اولین ”انتخابی“ منظر نامہ ”اشلاء علی الکفار رحماء بینہم“ کی عکاسی کرتا ہے؟
(۲۲)	”سنی“ مؤرخ طبری کے بیان کے مطابق کیا حضرت سعدؓ نے بیعت سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ احکامات کی تعمیل کی تھی؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اس کے بعد بقول طبری حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا کہ کچھ لوگ حضرت فاطمہؓ کے گھر پر جمع ہیں اور وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کرنے سے انکار کر رہے ہیں تو ”عمرؓ علیؓ کے مکان پر آئے وہاں طلحہؓ، زبیرؓ اور دوسرے مہاجر صحابہؓ موجود تھے:

”أتی عمر بن الخطاب منزل علیؓ، وقیہ طلحة والزبیر ورجال من المهاجرین، فقال: واللہ لأحرقن علیکم أو لتخرجن إلی البیعة، فخرج علیہ الزبیر مصلتاً بالسیف، فعثر فسقط السیف من یدہ، فوثبوا علیہ فأخذوه“

(تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۴۴۳۔ طبع بیروت)

”عمر بن خطابؓ، حضرت علیؓ کے مکان پر آئے وہاں طلحہؓ، زبیرؓ اور دوسرے مہاجر صحابہؓ موجود تھے۔ عمرؓ نے کہا: اللہ کی قسم! میں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب کو ضرور جلا دوں گا یا تم ضرور بیعت کے لئے باہر نکلو گے۔ تو اس دھمکی پر زبیرؓ اور نکال کر عمرؓ کی طرف بڑھے تو فرش میں پاؤں الجھ جانے کی وجہ سے گر پڑے اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ تب اور لوگوں نے زبیرؓ پر پوش کر کے ان کو قابو میں کر لیا۔“ (تاریخ طبری اردو جلد اول۔ سیرت النبی مص ۵۲۹۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

تاریخ طبری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ اقدام بھی حضرت ابو بکرؓ کی مشاورت سے اٹھایا تھا۔ اسی لئے ۱۳ھ میں اپنی مرض موت میں انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اپنی ندامت کا اظہار کیا تھا کہ تین کام ایسے تھے کہ میری خواہش اور چاہت یہ ہے کہ کاش میں نے وہ چھوڑ دیئے ہوتے۔ ان میں سے ایک بیت فاطمہؓ کا معاملہ بھی ہے۔ ”فأما الثلاث الآلاتی وددت أنى ترکتهن: فوددت أنى لم أکشف بیت فاطمة عن شئى و لى کاتوا قد غلقوه علی الحرب... (تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۶۱۹۔ طبع بیروت)

حضرت مفتی صاحب!

(۲۳) حضرت عمرؓ کا ”بیت فاطمہؓ کو آگ لگانے کے لئے جانا کیا اہل تشیع کا نظریہ نہیں ہے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۲۴)	کیا اہل سنت کے نزدیک بھی یہ بات درست کہ حضرت عمرؓ بیت فاطمہؑ کو آگ لگانے کے ارادے سے گئے تھے؟
(۲۵)	کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت عمرؓ بیت فاطمہؑ پر حملہ کرنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کی مشاورت کے ساتھ گئے تھے؟

امام طبری حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حضرت ابوسفیانؓ پر بہتان طرازی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”قال أبوسفیان لعلی: ما بال هذا الأمر فی أقل حی من قریش، والله لئن شئت لأملأ نھا علیہ خیلاً ورجالاً، قال فقال علی: یا أبا سفیان طال ما عادیت الإسلام و أهله فلم تضره بئلك شیئا، إنا وحبنا أبابکر لها أهلاً...
لما اجتمع الناس علی بیعة أبی بکر أقبل أبوسفیان وهو یقول: والله انی لأری عجاجة لا یطفئها إلا دم، یا آل عبد مناف فیم أبوبکر من أمورکم؟ این المستضعفان؟ این الأذلان علی والعباس؟ و قال: أبا حسن، ابسط یدک حتی أبا یدک فأبى علی علیه...”

قال فنزجره علی وقال: إتك والله ما أردت بهذا إلا الفتنة وإتك والله طال ما بغیت الاسلام شراء لا حاجة لنا فی تصیحتك...
قال هشام بن محمد وأخبرتني أبو محمد القرشی قال لما بیع أبوبکر قال أبوسفیان لعلی والعباس: أنتم الأذلان...

(تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۴۴۹ - طبع بیروت)

ابوسفیانؓ نے علیؓ سے کہا: یہ کیا ہوا کہ حکومت قریش کے سب سے کم تعداد قبیلے میں چلی گئی۔ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں ایک زبردست فوج سے اس حکومت کو ابو بکرؓ سے چھین لوں۔
علیؓ نے کہا: اے ابوسفیانؓ! تم ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہے مگر تمہاری دشمنی سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ہم نے ابو بکرؓ کو حکومت کا اہل سمجھا ہے...

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

جب لوگ ابو بکرؓ کی بیعت کے لئے اکٹھے ہوئے تو ابوسفیانؓ سب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ: مجھے یقین ہے کہ اس کارروائی سے ایک ہنگامہ برباد ہو جائے گا جس میں خون ریزی ہو کر رہے گی۔ اے آل عبد مناف! ابو بکرؓ تو تمہارے معاملات میں مداخلت کرنے کا کیا حق ہے؟ وہ دونوں ذلیل کہاں ہیں؟ جن کو کمزور اور حقیر سمجھا گیا ہے یعنی علیؓ اور عباسؓ۔ اے ابوالحسن تم ہاتھ بڑھاؤ میں تمہاری بیعت کرنا ہوں مگر علیؓ نے اس کی بات نہ مانی..... پس علیؓ نے ابوسفیانؓ کو ڈانٹا اور کہا اس تجویز سے تیرا مقصد صرف فتنہ و فساد برپا کرنا ہے تو نے ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں تیری اس نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں۔

ہشام بن محمد کلبی ابو محمد القرشی سے روایت کرتے ہیں کہ: ابو بکرؓ کی بیعت کے بعد ابوسفیانؓ نے علیؓ اور عباسؓ سے کہا کہ: تم دونوں ذلیل ہو کہ اس موقع پر خاموش ہو...

حضرت مفتی صاحب!

(۲۶) کیا اس ”مکالمے“ میں حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت ابوسفیانؓ کی شدید ترین توہین نہیں پائی جاتی؟

مولانا مودودی صاحب نے بھی امام طبری کی اسی روایت کی بناء پر یہ لکھا ہے کہ:
”حضرت ابوسفیانؓ کو بھی عصیبت ہی کی بناء پر ان (یعنی ابو بکر صدیقؓ) کی خلافت ناکوار ہوئی تھی اور انہوں نے حضرت علیؓ سے جا کر کہا تھا کہ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی کیسے خلیفہ بن گیا؟ تم اٹھنے کے لئے تیار ہو تو میں وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں، مگر حضرت علیؓ نے یہ جواب دے کر ان کا منہ بند کر دیا کہ تمہاری یہ بات اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی پر دلالت کرتی ہے...“ (خلافت و ملوکیت ص 97)

حضرت مفتی صاحب!

(۲۷) کیا آپ اور مولانا مودودی صاحب اس روایت کے حوالے سے ایک ہی بیچ پر نہیں آ گئے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا: ”مجھے خبر ملی ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ ماہیوں نے اسے (یعنی خلافت کو) ہم سے حسد اور ظلم کی وجہ سے الگ کر رکھا ہے۔“ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ”آپ نے ظلم کا ذکر کیا ہے تو ہر جاہل اور عقل مند پر ظاہر ہے۔ جہاں تک حسد کا ذکر ہے تو حسد تو ایلیس نے حضرت آدمؑ پر بھی کیا تھا۔ ان ہی کی اولاد ہم ہیں جن پر حسد کیا جا رہا ہے۔“ (تاریخ طبری اردو حصہ سوم خلافت راشدہ حصہ دوم ص ۲۸۲)

(۲۸)	کیا اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زبانی حضرت عمرؓ کو ”ظالم اور حاسد“ نہیں قرار دیا گیا ہے؟
(۲۹)	کیا ظلم و حسد سے ان کے مابین باہمی محبت پیدا ہو سکتی ہے؟

امام طبری حضرت عثمانؓ کی بیعت کے موقع پر حضرت علیؓ کا احتجاج بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کیا تو لوگ حضرت عثمانؓ کے چاروں طرف چھا گئے سب نے بیعت کی مگر حضرت علیؓ پیچھے رہ گئے۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا: ”جو عہد شکنی کرے گا اس کی عہد شکنی اس کی ذات کے لئے نقصان دہ ہوگی۔“ یہ سن کر حضرت علیؓ نے بیعت کی اور فرمایا: ”دھوکا اور فریب! کس قدر فریب دیا گیا ہے۔“ (تاریخ طبری حصہ سوم، خلافت راشدہ حصہ دوم ص ۳۱۰۔ مترجمہ رشید احمد)

حضرت مفتی صاحب!

(۳۰)	کیا حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کی بیعت کرنے میں پیچھے رہ گئے تھے؟
(۳۱)	کیا حضرت علیؓ نے عہد شکنی کی تھی، جس کی بناء پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے انہیں اپنا عہد اور اقرار یاد دلایا؟
(۳۲)	کیا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ دھوکا اور فریب کیا تھا؟

امام طبری خود اپنے حوالے ”قال أبو جعفر“ سے لکھتے ہیں کہ:

”وقد كان الناس اتهموا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم... وقر عثمان بن

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

عفان و عقبہ بن عثمان و سعد بن عثمان رجلا من الأنصار حتى بلغوا الجلبع
جبلا بناحية المدينة مما يلي الأعوص، فأقاموا به ثلاثاً ثم رجعوا إلى رسول الله صلى
الله عليه وسلم... (تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی ص ۳۳ - طبع بیروت)

اس روایت میں امام طبری (۳۱۰ھ) خود حضرت عثمانؓ کی توہین کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ
غزوہ احد سے فرار ہو کر مدینہ کے کنارے میں واقع ایک پہاڑی ”جلعب“ کے قریب چلے گئے
جہاں وہ تین دن روپوش رہنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے۔

ترجمان شیعہ غلام حسین نجفی اس روایت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں:

”اسلام علیکم یا سرکار نبیوں کے سردار! تو کون ہے؟ اُجی میں آپ کا پہلا رخسار

شو کون ہے میاں؟ اُجی میں دوسرا رخسار، حاضر دربار، فاروقِ نابعدار

ارے شو کون ہے؟ اُجی خاکسار عثمان بن عفان جو تین دن سے فرار لیکن اس وقت ہوشیار اور
خبردار، تنخواہ کا حقدار، مالِ غنیمت میں حصہ دار۔

خلاصہ نبی کریمؐ کے زمانے میں جتنی فتوحات ہوئی ہیں ثلاثہ کا جنگ سے بھاگنے میں نہر
فرسٹ رہا ہے۔“ (قول مقبول ص 386)

امام طبری نے ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی حضرت عثمان کو
کافراور یہودی کہہ کر واجب القتل قرار دیا۔ ملاحظہ فرمائیں:

”اقتلوا تعذلاً فقد كفر قالت إنهم استأبوه ثم قتلوه...“

(تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۷۷ - تحت سنة ۳۶ھ)

اس طرح امام طبری نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ایک قول سے
قاتلین عثمانؓ کو قتل عثمان کے جواز کی ایک ”دلیل“ فراہم کر دی۔

حضرت مفتی صاحب!

آپ جانتے ہیں کہ حدیث میں جنگ کے موقع پر بھاگنے کو ”کبر الکبر“ میں شمار کیا گیا ہے۔

(۳۳) کیا حضرت عثمانؓ غزوہ احد کے موقع پر جنگ سے پیٹھ پھیر کر فرار ہو گئے تھے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۳۴) کیا حضرت عائشہؓ نے حضرت عثمانؓ کو واجب القتل قرار دیا تھا؟

موصوف نے محارثین علیؓ ہی کو نہیں بلکہ جاہل جاہل حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، زبیر، سعد بن عبادہ، ابو موسیٰ اشعری، عمرو بن العاص، ابوسفیان، عباس بن عبدالمطلب اور حسین رضی اللہ عنہم کو بھی ہدف تنقید بنا ڈالا۔

جنگ صفین کے موقع پر ایک کذاب راوی کی روایت کی بنیاد پر تمام محارثین علیؓ کو فاسق اور باطل پر قرار دے دیا۔

”قال أبو مخنف... ان عمار بن ياسر خرج إلى الناس فقال: اللهم إناك تعلم أني لو أعلم ان رضاك في أن أقتل نفسي في هذا البحر لفعلته - اللهم إناك تعلم أني لو أعلم ان رضاك في أن أضع ظبة سيفي في صدرى ثم أتحني عليها حتى تخرج من ظهري لفعلت، وإني لا أعلم اليوم عملاً هو أَرْضَى لك من جهاد هؤلاء الفاسقين، ولو أعلم أن عملاً من الأعمال هو أَرْضَى لك منه لفعلته...“

والله إني لأرى قوماً يضربونكم ضرباً يرتاب منه المبتلون و أيم الله لو ضربونا حتى يبلغوا بنا سبعافات هجر لعلمنا أنا على الحق وإتهم على الباطل“
(تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص ۲۶-۲۷ تحت سید ۳۷- طبع بیروت)

”ابو مخنف (کذاب) سے روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا: اے اللہ! آپ جانتے ہیں: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کی رضا اس میں ہے کہ میں اپنے آپ کو اس سمندر میں غرق کر دوں تو میں یہ بھی کر گزرتا۔ اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ مجھے اس کا علم ہوتا کہ آپ کی رضا اس میں ہے کہ میں اپنے سینے پر تلوار کی نوک رکھ کر اس پر گر جاؤں اور وہ میری پشت سے نکل جائے تو میں یہ بھی کر گزرتا۔ آج کے روز مجھے کسی ایسے عمل کا علم نہیں جو ان ”فاسقوں“ کے ساتھ جہاد کرنے سے بہتر ہو اور اگر مجھے کسی ایسے عمل کا علم ہوتا جو اس عمل سے زیادہ آپ کی رضا کا باعث ہوتا تو میں اسے ضرور انجام دیتا۔“

اللہ کی قسم میں ایک ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں خوب مارے گی اور جس کی مار سے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
 باطل پرست روگردانی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ ہمیں مارتے مارتے ہجر کے کھجوروں کے
 بانگوں تک بھی پہنچادیں گے تب بھی ہم یہی یقین رکھیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر۔“
 حضرت مفتی صاحب!

(۳۵)	کیا محاربین علیؑ بالخصوص حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاص اور دیگر صحابہ تابعین فاسق تھے؟
(۳۶)	کیا محاربین علیؑ بالخصوص حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاص اور دیگر صحابہ تابعین باطل پر تھے؟

صفین کے مقام پر جنگ کے خاتمے کے لئے اہل شام کی طرف سے جب مصاحف
 بلند کئے گئے تو بقول امام طبری حضرت علیؑ نے فرمایا کہ:

”عباد اللہ! امضوا علیٰ حقکم و صلیکم قتال علوکم، فان معاویہ و
 عمر بن العاص و ابن ابی معیط و حبیب بن مسلمہ و ابن ابی سرح و الضحاک
 بن قیس لیسوا بأصحاب دین و لا قرآن، انا أعرف بهم منکم وقد صحبتهم
 أطفالاً و صحبتهم رجالاً فکاتوا شرّ أطفال و شرّ رجال...“

(تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص ۳۴۲ تحت سہ ۳۷ طبع بیروت)

”اے اللہ کے بندو! تم اپنے حق و صداقت اور اپنے دشمنوں سے جنگ پر قائم رہو۔ کیونکہ
 معاویہ، عمرو بن العاص، عقبہ بن ابی معیط، حبیب بن مسلمہ، عبداللہ بن ابی سرح اور ضحاک بن قیس
 ندین والے ہیں اور نہ قرآن والے۔ (یعنی نہ ان کا دین ہے اور نہ ہی ان کا ایمان) میں تم سے زیادہ
 ان لوگوں سے واقف ہوں۔ میں تو بچپن میں بھی ان لوگوں کے ساتھ رہا اور بڑے ہو کر بھی ان کے
 ساتھ رہا۔ یہ بچپن میں نہایت شریک تھے اور بڑے ہو کر بھی نہایت شریک آدمی بن گئے۔“

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری نے صحابہ کرام کا کس قدر کمروہ نقشہ پیش کیا ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۳۷)	کیا بے دین، بے ایمان اور شریر لوگ ”رضی اللہ عنہم و رضواعنہ“ کا مصداق ہو سکتے ہیں؟
(۳۸)	کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء بے دین اور منکر قرآن ہیں؟
(۳۹)	کیا حضرت علیؑ اصحاب رسول سے متعلق یہ اندازِ تکلم اختیار کر سکتے ہیں؟

امام طبری اپنے ”مشارح“ ابو جعفر اور محمد بن السائب کلبی کی روایت سے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا ”تکلیف“ کے موقع پر ایک یہ کردار پیش کرتے ہیں کہ: ”فقال أبو موسى: مالك لا وفقك الله، غدرت وفجرت، إنما مثلك كمثل الكلب، إن تحمل عليه يلهث أو تتركه يلهث۔ قال عمرو: إنما مثلك كمثل الحمار يحمل أسفارا۔۔۔۔۔“

(تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص ۵۲۔ تحت سنة ۳۷ھ طبع بیروت)
 ”ابوموسیٰ نے کہا: اے عمرو: تجھے کیا ہو گیا۔ اللہ تجھے نیک کام کی توفیق نہ دے تو نے غداری کی اور دھوکا دیا۔ تیری مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر اسے کچھ ڈالیں تو وہ بھی زبان نکالے رہتا ہے اور اگر چھوڑ دوں تو بھی زبان نکالے رہتا ہے۔ اس پر عمرو بن عاصؓ نے جواب دیا کہ: اے ابوموسیٰ! تیری مثال گدھے کی مثال کی طرح ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہو۔“

حضرت مفتی صاحب!

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔ انہوں نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے جنگ صفین میں ”حالی“ کا کردار ادا کیا تھا۔

(۴۰)	امام طبری نے ”کان یضع للرواقض“ کے مطابق خود یہ روایت گھڑ لی یا پھر کسی دشمن صحابہ کے الفاظ نقل کر دیئے۔ دونوں صورتوں میں کیا ”حضرت موصوف“ مجرم نہیں ٹھہرتے؟
------	---

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ: ”اے اللہ اس کو باعزت مقام میں داخل کر، وہ مجھ سے ہیں، میں ان سے ہوں“ (صحیح مسلم ابواب الفصائل)
اور عمرو بن العاص کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”لوگ اسلام لائے اور عمرو بن العاص ایمان لائے اور اپنی وفات تک ان سے محبت کرتے رہے“ (مسند احمد)
امام طبری نے ان عظیم لوگوں کا کردار جس کمزور اور بھونڈے طریقے سے پیش کیا ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فریضۂ نبوت (ویز کیہم) ادا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

امام طبری کے مطابق حضرت علیؓ کو جب اس فیصلے سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے صبح کی نماز میں ”قنوت“ میں ”دعا“ پڑھنا شروع کر دی کہ

”کان إذا صلى الغداة بقنت فيقول: اللهم العن معاوية وعمر، وأبا العور السلمي وحبیباً و عبد الرحمن بن خالد (بن ولید) والضحاك بن قيس و الوليد... قبل ذلك معاوية فكان إذا قنت: لعن علياً وابن عباس والأشتر و حسناً و حسينا...“ (حوالہ مذکور ص ۵۲)
اے اللہ معاویہ، عمرو بن عاص، ابوالاعور سلمیٰ، حبیب بن مسلمہ، عبدالرحمن بن خالد (بن ولید) ضحاک بن قیس اور ولید بن عقبہ پر لعنت نازل فرما پھر جب حضرت معاویہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے بھی قنوت میں حضرت علیؓ، ابن عباس، اشتر، حسن اور حسین پر لعنت بھیجنی شروع کر دی۔

حضرت مفتی صاحب!

(۴۱)	کیا حضرت علیؓ بحالت نماز ”قنوت“ میں حضرت معاویہؓ، حضرت عمروؓ، اور حضرت ابوالاعور السلمیؓ اور حضرت حبیبؓ بن مسلمہ اور حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولیدؓ اور ضحاک بن قیسؓ پر لعنت بھیجا کرتے تھے؟
(۴۲)	کیا حضرت معاویہؓ بھی نماز میں حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ پر لعنت بھیجا کرتے تھے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ قلعة الله على الكاذبين
گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امام طبری نے متعدد کبار صحابہ کرام کو اپنے
مشارخ و رواۃ کے ذریعے تنقید کا نشانہ بنایا ہے مگر حضرت معاویہؓ پر موصوف نے جو قسم ڈھایا
ہے وہ کم از کم کسی کلمہ کو مسلمان کے تو کیا بلکہ کسی عام شریف انسان کے شایان شان بھی ہرگز
نہیں ہے۔ تاریخ طبری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ”رافضیت“، ”مجوسیت“، سہانیت کے
گٹھ جوڑیا ”مکذّم“ نے ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (سنی) طبری کا روپ دھار لیا ہے، بالفاظ
دیگر امام طبری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس ”مکذّم“ پر اندھا اعتماد
کر کے اسے اپنی تاریخ کا حصہ بنا دیا ہے۔

اگر امام طبری بالقرض حضرت معاویہؓ ہی کو ہدف تنقید بناتے تو پھر بھی اس کا یہی
مطلب لیا جاتا کہ وہ جملہ صحابہ کرام کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ جس طرح ایک نبی
یا رسول کا انکار سب انبیاء و رسل کے انکار کو مستلزم ہے۔ اسی طرح ایک صحابی کی توہین بھی
جملہ صحابہ کی توہین سمجھی جائے گی قوم عاد قوم ثمود قوم لوط اور قوم نوح نے اگر چہ اپنے اپنے
رسول ہی کی تکذیب کی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے سب رسولوں کی تکذیب قرار دیا۔ ملاحظہ ہو:

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الحجر آیت ۸۰)

اور حجر والوں (یعنی قوم ثمود) نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الشعراء آیت ۱۰۵)

نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الشعراء آیت ۱۲۳)

قوم عاد نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الشعراء آیت ۱۴۱)

قوم ثمود نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الشعراء آیت ۱۶۰)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

قوم لوط نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

كُلُّهُمْ اَصْحَابُ لَيْكِكَةِ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الشعراء آیت ۱۷۶)

ایکہ والوں (قوم شعیب) نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری نے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت متعدد صحابہ کے خلاف بہ تصریح مامنی بر توہین روایات نقل کی ہیں؛ جن میں جاہد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے ساتھ ”لعنہ اللہ“ کے الفاظ اور جواز لعنت کے دلائل تحریر کئے گئے جو صدیوں سے مسلسل نقل ہوتے چلے آ رہے ہیں جنہیں براہ کھیا اور پڑھا بھی جا رہا ہے۔ حضرت معاویہ کو بہ تصریح نام ”ضال و مضل“ لکھا گیا، پھر امام طبری نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جس کا کوئی شریف انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری کے چہرے پر سے نقاب تقیہ اتارنے اور ان کی اصل تصویر دکھانے کی خاطر بکثرت تو بہ واستغفار کرتے ہوئے، ”نقل کفر، کفر نباشد“ کے اصول کے تحت انتہائی دل آزار اور ناقابل برداشت عبارات آپ کی نذر کی جا رہی ہیں تاکہ آپ یہ فیصلہ کریں کہ:

(۴۳)	کیا امام طبری مذکورہ آیات کریمات کی روشنی میں جملہ صحابہ کرام کی توہین کے مرتکب نہیں ہوئے؟
(۴۴)	کیا اس موقع پر یہ جواب کسی بھی لحاظ سے اطمینان بخش ہو سکتا ہے کہ امام طبری سند لکھ کر برائی الذمہ ہو گئے ہیں؟
(۴۵)	اگر بالفرض کسی مفسر، محدث، فقیہ، مؤرخ، عالم، مفتی اور صوفی کے والد محترم کو کوئی راوی ”ضال و مضل، فرعون و ملعون“ کے ”القبایات“ سے نوازا تا تو کیا وہ انہیں ”دیامنا“ اپنی کتب میں ”باسند“ نقل کر کے راوی کی چھان پھٹک کی ذمہ داری اپنے بعد آنے والے علماء پر چھوڑ سکتا تھا؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۴۶)	کیا اس ”منظر یہ فکر“ کے حامی علماء کرام اپنے اکابر کے بارے میں اس طرح کے الفاظ استعمال کرنے پر محض روایت کی سند دیکھ کر مطمئن یا خاموش رہ سکتے تھے؟
(۴۷)	کیا وہ تب بھی یہ بودی دلیل دے سکتے تھے کہ مؤرخ ”سند“ لکھ کر بری الذمہ ہو گیا ہے اور یہ مستقبل کے محققین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ”سند“ کی چھان پچھان کریں؟
(۴۸)	کیا جس سے اللہ راضی ہو جائے وہ لعنت کا مستحق ہو سکتا ہے؟
(۴۹)	کیا اللہ تعالیٰ کے دئیے ہوئے اعزاز ”رضی اللہ عنہم“ کو، کوئی مؤرخ یا راوی ”لعنہم اللہ“ میں تبدیل کر سکتا ہے؟
(۵۰)	اگر کوئی شخص فی الواقع لعنت کا مستحق نہ ہو تو کیا از روئے شریعت اس پر لعنت کرنے والا یا لعنت کے الفاظ نقل کرنے والا یا ان کی تصدیق کرنے والا یا اس ناقص کی وکالت کرنے والا خود لعنت کا مستحق نہیں ہو جاتا؟

حضرت مفتی صاحب!

حضرت معاویہؓ سمیت جملہ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے بیغہ ماضی، ابدلاً بابتک ”رضی اللہ عنہم“ کے اعزاز سے نوازا۔ چنانچہ اس ”الہی اعزاز“ سے کبھی بھی محروم نہیں کئے جاسکتے۔ امام طبری کے دکلئے صفائی کا یہ جواب کہ وہ ”سند“ بیان کر کے بری الذمہ ہو گئے ہیں قرآن و حدیث کے حکم کے صریح خلاف ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

اس تمہید کے بعد حضرت معاویہؓ کے بارے میں امام طبری کی منقولہ چند توہین آمیز عبارات ملاحظہ فرمائیں:

”وإنهم على الباطل“ حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی باطل پر ہیں، ”فؤلاء الفاسقین“ یہ لوگ فاسق ہیں۔ ”قال علی: فان معاویة... ليسوا بأصحاب دين ولا قرآن، أنا اعرف

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

بہم منکم... فکنا شرّ اطفال و شرّ رجال۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی دین والے اور قرآن والے نہیں ہیں (یعنی بے دین اور بے ایمان ہیں) میں تم سے زیادہ ان لوگوں سے واقف ہوں۔ وہ بچپن میں بھی شریر تھے اور بڑے ہو کر بھی شریر ہی رہے۔
 ”کان إذا صلی الغداة یقنت فیقول: اللّٰھم العن معاویہ...“ حضرت علیؑ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے اور فرماتے اے اللہ معاویہؓ (اور ان کے ساتھیوں) پر لعنت کر۔ (تاریخ الامم والملوک، الجزء الرابع ص ۲۷، ۳۲، ۲۵)

”قُرّ معاویہ سمرة بن (جندب) بعد زیاد سنة أشهر، ثم عزله، فقال سمرة لعن الله معاویہ، والله لو اطعت الله كما اطعت معاویہ ما عذبني أبداً۔“ (حوالہ مذکور ص ۲۷)
 زیاد کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے سمرة بن جندبؓ کو بصرہ پر چھ ماہ تک حاکم رکھا پھر انہیں معزول کر دیا، سمرة کہتے تھے کہ اللہ لعنت کرے معاویہؓ پر۔ یعنی اطاعت اس کی میں نے کی اگر اللہ کی کرنا تو عذاب ابدی سے نجات پاتا۔

وکان جعفر بن ابی سفیان ممن ثبت يوم حنین مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من أصحابه، ولم يزل مع أبيه ملازماً لرسول الله حتى قبض، وتوفي جعفر في وسط خلافة معاویہ لعنه الله (تاریخ الرسل والملوک، القسم الرابع جلد ۱ ص ۲۳-۲۴)
 ”جعفر بن ابی سفیان ان صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں جو غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور زندگی بھر اپنے والد (ابو سفیانؓ) کے ساتھ آپؐ کی بارگاہ میں حاضر رہے۔ حضرت جعفر، معاویہ ”لعنه الله“ (اللہ اس پر لعنت کرے) کی خلافت کے درمیان میں فوت ہوئے۔“

”وقد روى نوفل بن معاویة عن النبي صلى الله عليه وسلم، وتوفي نوفل في خلافة يزيد بن معاویة لعنهما الله۔“ (المنتخب من كتاب ذیل المزیل من تاریخ الصحابة والتابعين۔ الملحق بالجزء الثامن ص ۳۷۔ طبع بیروت تحت ”تذکر من مات لوفل سنة ۵۸۰)
 نوفل بن معاویہؓ نے نبیؐ سے حدیث روایت کی ہے اور نوفلؓ مدینہ منورہ میں یزید بن

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

معاویہ ”لعنہما اللہ“ (ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہو) کی خلافت میں فوت ہوئے۔

امام طبری نے حضرت معاویہ کو مرض الموت میں بھی نہیں بخشا حالانکہ اس مازک وقت میں تو بڑے سے بڑے گناہگار کو بھی فکر آخرت دامن گیر ہو جاتی ہے مگر ان کی طرف ایک من گھڑت وصیت نامہ کو منسوب کر دیا۔ چنانچہ موصوف نے حضرت معاویہؓ کے آخری لمحات کے موقع پر بھی سقیفہ بنی ساعدہ والا نقشہ کھینچ دیا جس میں حضرت معاویہ، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم تینوں کی شدید ترین توہین پائی جاتی ہے چنانچہ امام طبری لکھتے ہیں کہ: ”معاویہؓ کو جب مرض موت لاحق ہوا تو اپنے بیٹے یزید کو بلایا اور کہا: اے میرے بیٹے! میں نے تجھے زحمت و مشقت سفر سے بچا لیا۔ تیرے ہر امر کو آسان کر دیا، تیرے لئے دشمنوں کو میں نے رام کر دیا، تیرے لئے عرب کی گردنوں کو میں نے جھکا دیا۔ تیرے لئے جو کچھ میں نے جمع کیا ہے وہ کسی نے نہ کیا ہوگا۔ مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو تیرے لئے یقینی ہو چکا ہے قریش میں سے چار شخصوں کے سوا کوئی تجھ سے اس باب میں نزاع کرے گا: حمین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہم)۔“

فأما عبدالله بن عمر فرجل قد وقفته العبادة، واذلم يبق أحد غيره باهلك واما الحسين بن عليّ فإن أهل العراق لن يدعوه حتى يخرجه، فإن خرج عليك فظفرت به قاصفح عنه، فإن له رحماً ماسة وحقاً عظيماً، واما ابن أبي بكر فرجل لن رأي أصحابه صنعوا شيئاً صنع مثلهم ليس له همة إلا في النساء واللهم واما الذي يحتم لك جنوم الأسد ويراوغك مرواغة الثعلب فإذا أمكنته فرصة وثب فذاك ابن الزبير فإن هو فعلها بك فقد ردت عليه فقطعه لرباً إريباً۔ (تاريخ الامم والملوك۔ الجزء الرابع ص ۲۳۸۔ تحت سنة ۵۶۰)

”ان میں سے عبداللہ بن عمر کا عبادت نے کام تمام کر دیا ہے اور جب وہ دیکھیں گے کہ ان کے سوا کوئی باقی نہیں رہا تو وہ بھی تجھ سے بیعت کر لیں گے۔ اور حسینؓ بن علیؓ کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر آمادہ نہ کر لیں گے، ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اگر وہ تجھ پر خروج کریں اور تو ان پر قابو پا جائے تو درگزر کرنا۔ ان کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور بہت بڑا احق

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

رکھتے ہیں۔ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ وہ شخص ہے کہ اپنے ساتھیوں کو جو کام کرتے دیکھو یہاں ہی خود بھی کرے گا۔ اسے عورتوں اور لہو و لعب کے سوا کسی بات کا خیال نہیں۔

ہاں جو شخص شیر کی طرح تیری گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تجھے دھوکہ دے گا جب اسے موقع ملے گا حملہ کر دے گا وہ ابن زبیرؓ ہے۔ اگر ایسی حرکتیں وہ تیرے ساتھ کرے اور تیرے قابو میں آ جائے تو اس کے ٹکڑے اڑا دیتا۔“

امام طبری نے حضرت معاویہؓ کا یہ وصیت نامہ اپنے ”مشارح“، ہشام بن محمد بن سائب کلبی اور ابو جعفر لوط بن یحییٰ کی سند سے نقل کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ امام طبری نے اپنی تاریخ کا اکثر حصہ انہی راویوں اور ان کے ہم خیال و ہم مسلک حضرات کے ”تعاون“ سے ہی مرتب کیا ہے۔ ائمہ رجال نے کلبی اور ابو جعفر پر شدید قسم کی تہرج کی ہے کہ یہ غیر معتبر، ضعیف و متروک، قصہ گو، اخباری، کذاب، دجال، رافضی اور آگ لگانے والے شیعہ ہیں۔ ان کذاب راویوں کے مفصل حالات جاننے کے لئے میری کتاب ”امام طبری کون؟“ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ کی طرف مراجعت فرمائیں۔

حضرت مفتی صاحب!

صد افسوس کہ امام طبری نے ابن کلبی اور ابو جعفر جیسے غیر معتبر، ضعیف، متروک، قصہ گو، اخباری، کذاب، دجال، رافضی اور آگ لگانے والے شیعہ راویوں پر اعتماد کر کے حضرت معاویہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ پر الزامات عائد کر کے صحابہ کرامؓ کے بارے میں قرآن و حدیث کے واضح احکامات کو پس پشت ڈال دیا۔

اگر بغرض محال یہ سارے راوی اور ناقل رافضی اور کذاب نہ بھی ہوتے تو پھر بھی اس ”وصیت نامے“ کے جھوٹے اور جعلی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا اسم گرامی ہے۔ حضرت معاویہؓ کی یہ وصیت رجب ۶۰ ہجری میں ان کے مرض الموت میں تحریر کی جا رہی ہے مگر آنحضرتؐ جیسے صاحب بصیرت، ملکی اور عالمی حالات، شخصیات اور واقعات پر گہری نظر رکھنے والے عظیم مدبر اور سیاست دان کی زبان سے حضرت عبدالرحمن

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

بن ابی بکرؓ کا نام نکلوا یا جارہا ہے جو وصیت نامہ تحریر ہونے سے سات سال پہلے ۵۳ھ میں وفات پا چکے تھے۔ اگر کسی شخص کو ان کے سن وفات سے اختلاف ہو تو پھر بھی یہ بات قطعی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ وصیت نامہ کی تحریر یا املاء سے پہلے وفات پا چکے تھے۔

علاوہ ازیں ان پر یہ بدترین الزام بھی لگایا گیا ہے کہ انہیں ”عورتوں اور لہو و لعب“ کے سوا کسی بات کا خیال نہیں جبکہ ان کی ساری زندگی جہاد اور اللہ کا کلمہ سر بلند کرنے میں گزری۔ اول تو وہ مذکورہ وصیت کے وقت دنیا میں موجود ہی نہیں تھے اور اگر بالفرض وہ اس وقت زندہ بھی ہوتے تو اس وقت ان کی عمر ۷۰ سال سے کچھ زائد ہوتی۔

(۵۱) کیا یہ عمر کھیل کود، لہو و لعب اور عورتوں سے دلچسپی کی ہوتی ہے؟

امام طبری نے حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد حضرت حسینؓ کی زبانی حضرت معاویہؓ کو ”طاعیہ و فرعون“ کا لقب بھی دلایا ہے۔ حالانکہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے حضرت معاویہؓ کے ساتھ آخر وقت تک مثالی تعلقات قائم رہے اور ان حضرات نے باہمی ادب و احترام میں بھی کبھی کوئی فرق نہ آنے دیا۔ چنانچہ امام ابن کثیر (۷۴۷ھ) فرماتے ہیں کہ: ”فبکرمہما معاویۃ اکراما زائداً و یقول لہما مرحبا و اھلا، و یعطیہما عطاء جزیل، و قد أطلق لہما فی یوم واحد ما یتبی ألف...“ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۱)

”حضرت معاویہؓ ان دونوں کی بہت زیادہ تکریم کرتے، مرحبا و اھلا کے الفاظ سے ان کا استقبال کرتے، عطیات کثیرہ سے نوازتے اور بعض اوقات ایک دن میں دو، دو لاکھ درہم بھی پیش کر دیتے تھے۔“

حضرت مفتی صاحب!

حضرت حسنؓ کی وفات (۵۰ھ) کے بعد بھی حضرت حسینؓ باقاعدہ ہر سال شام شریف لے جاتے رہے۔ اگر بالفرض حضرت معاویہؓ منصب خلافت پر فائز نہ بھی ہوتے تو پھر بھی بحیثیت صحابی اور عمر میں بڑے ہونے کی بناء پر حضرت حسینؓ پر ان کا ادب و احترام فرض تھا لیکن امام طبری نے (اپنے راوی کے ذریعے) حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد حضرت حسینؓ کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

زبان مبارک سے جو الفاظ نکلوائے وہ کسی عام مسلمان کے بھی شایان شان نہیں ہیں تو پھر حضرت حسینؑ جیسی شخصیت کی طرف ان کو کیوں کر منسوب کیا جاسکتا ہے؟ مگر امام طبری کو اس سے کیا غرض؟ ان کا مقصد تو محض حضرت معاویہؓ کو کسی نہ کسی طرح مطعون کرنا ہے۔

امام طبری کے بقول حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد کورنر مدینہ ولید بن عتبہ نے اپنے قاصد کے ذریعے حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو طلب کیا:

”فوجدنہما فی المسجد وھما جالسان فاتھاھما فی ساعة لم یکن الولید یجلس فیھا للناس ولا یأتیانہ فی مثلھا فقال: أحییا الأمير بدعوکما۔ فقال لہ: انصرف الآن نأتیہ، ثم أقبل أحدهما علی الآخر، فقال عبداللہ بن الزبیر للحسین: ظنّ فیما تراء بعث إلینا فی هذه الساعة التي لم یکن یجلس فیھا فقال حسین: قد ظننت أری ”طاغیتهم“ قد هلك فبعث إلینا لیاخذنا بالبیعة قبل أن یفتنوا فی الناس الخیر فقال و أنا ما ظنّ غیرہ... فدخل فسلم علیہ بالامرة، و مروان جالس عنده، فقال حسین: كأنہ لا یظن ما یظن من موت معاویہ، الصلة خیر من القطعة، أصلح الله ذات ینکما فلم یجیبھا فی هذا بشئ، وجاء حتی جلس فأقرأ الولید الكتاب و نعی لہ معاویہ و دعاه الی البیعة۔ فقال حسین: إنا لله و إنا الیہ راجعون و رحم الله معاویہ و عظم لك الأجر... (تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص ۲۵۱ تحت سنة ۶۰ھ بطبع بیروت)

اس (قاصد) نے ان دونوں (حضرت حسینؑ اور عبداللہ بن زبیرؓ) کو مسجد میں پایادہ بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے آ کر کہا: امیر نے تم دونوں کو طلب کیا ہے۔ یہ وقت ایسا تھا کہ ولید اس وقت لوگوں سے نہیں ملتا تھا، نہ ہی یہ دونوں حضرات کبھی ایسے وقت میں اس سے ملنے کو جاتے تھے۔ دونوں نے یہ جواب دیا: اس وقت تم جاؤ، ہم ابھی آتے ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے اب حسینؑ سے پوچھا اس وقت تو ولید کسی سے ملتا نہیں۔ بتاؤ کیوں ہم لوگوں کو بلایا ہے؟ حسینؑ نے کہا: میں سمجھتا ہوں ان لوگوں کا ”فرعون“ ہلاک ہو گیا ہے ہم کو اس لئے بلا بھیجا ہے کہ اس خبر کے فاش ہونے سے پہلے ہی بیعت کے لئے ہم پر مواخذہ کرے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ابن زبیرؓ نے کہا: میں بھی یہی سمجھتا ہوں (پھر پوچھا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کہا اسی وقت اپنے جوانوں کے ساتھ ولید کے پاس جاتا ہوں۔ دروازے پر ان لوگوں کو روک دوں گا اور خود اس کے پاس جاؤں گا۔ ابن زبیرؓ نے کہا: اگر تم اس کے پاس گئے تو مجھے تمہاری جان کا اندیشہ ہے۔ حسینؓ نے کہا: میں اس طرح جاؤں گا کہ نکل بھی سکوں)

حضرت حسینؓ داخل ہوئے اور السلام علیک یا امیر کہا۔ مروان اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ حسینؓ نے موت معاویہؓ سے انجان ہو کر کہا: میل رکھنا ترک ملاقات سے بہتر ہے۔ خدا نے تم دونوں آدمیوں میں صلح کرا دی، دونوں نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ حسینؓ آ کر بیٹھ گئے تو ولید نے خط پڑھ کر سنایا، معاویہؓ کے مرنے کی خبر دی اور بیعت کا طالب ہوا۔ حسینؓ نے یہ سن کر ”انا للہ و انا الیہ راجعون“ کہا اور کہا کہ خدا معاویہؓ پر رحم کرے (اور بیعت کا جو تم نے مجھ سے سوال کیا تو میں پوشیدہ طور پر بیعت کرنے والا نہیں...) (تاریخ طبری جلد چہارم ص ۱۶۴۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

امام طبری نے ایک ہی صفحہ پر حضرت حسینؓ کا متضاد کردار پیش کیا ہے کہ پہلے مسجد نبوی میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے سامنے حضرت معاویہؓ کے بارے میں تو یہ کہتے ہیں کہ ”ان کا فرعون ہلاک ہو چکا ہے“ (یہ کردار کسی بھی مسلمان کے شایان شان نہیں) پھر کورز کے سامنے تعزیت کرتے ہوئے کلمہ ”استرجاع“ پڑھتے ہیں۔

(۵۲) کیا یہ دوغلا کردار سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے شایان شان ہے؟

امام طبری (م ۳۱۰ھ) اپنی تاریخ میں ۶۱ھ کے واقعات کے تحت بروایت ابوحنیفہ لکھتے ہیں کہ: یزید بن معقل نے یر سے کہا کہ تم کو یاد ہوگا کہ میں بنی لؤذان میں تمہارے ساتھ چل رہا تھا اور تم یہ کہتے جاتے تھے کہ: ”إن عثمان بن عفان كان على نفسه مسرفاً و ان معاوية بن أبي سفيان ضال مضل و ان امام الهلبي والحق علي بن أبي طالب۔ فقال له يري: اشهد أن هذا رأي و قولی...“

عثمان بن عفان نے اپنے نفس کے ساتھ اصراف کیا اور معاویہؓ کو گمراہ و گمراہ کنندہ ہے۔ اور

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

امام ہدیٰ و برحق علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ بربر نے کہا ہاں ہاں یہی میرا عقیدہ ہے اور یہی میرا قول ہے۔ (تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع ص ۳۲۸ تحت سہ ۶۱ طبع بیروت۔ لبنان)

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری، حضرت علیؑ (م ۴۰ھ) اور حضرت معاویہؓ (م ۶۰ھ) دونوں کی وفات کے بعد کاملہ لکھ رہے ہیں۔

(۵۳)	حضرت علیؑ کے خلیفہ برحق و راشد ہونے میں تو کوئی مومن شک نہیں کر سکتا مگر کیا اس کے ساتھ ساتھ حضرت معاویہؓ کو ”ضال و مضل“ کہنا بھی ضروری ہے؟
(۵۴)	کیا مذکورہ کلمات میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی توہین نہیں پائی جاتی؟

امام طبری نے ایک بدترین ظلم یہ کیا ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے خلاف خلیفہ ”المأمون“ (م ۲۱۸ھ) عباسی کی تیار کردہ ”خفیہ دستاویز“ (جو المعتمد باللہ (م ۲۷۹ھ) کے برسر اقتدار آنے تک ”خفیہ“ رہی) کو اپنی تاریخ میں محفوظ کر کے حضرت معاویہؓ پر لعن و طعن اور سب و شتم کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھول دیا جس سے ہر دور میں خود اہل سنت کا ایک طبقہ متاثر ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔

مذکورہ ”خفیہ دستاویز“ کے متعلق امام طبری لکھتے ہیں کہ:

اسی سال (یعنی ۲۸۴ھ میں) المعتمد باللہ نے منبروں پر حضرت معاویہ بن ابی سفیان پر لعنت کرنے کا پختہ ارادہ کیا اور اس کے متعلق ایک فرمان لکھنے کا حکم دیا کہ لوگوں کو پڑھ کر سنایا جائے۔ عبید اللہ بن سلیمان بن وہب نے عوام کے اضطراب کا خوف دلایا کہ اندیشہ ہے کہ فتنہ ہوگا مگر اس نے اس کی پروا نہ کی۔

”وقی هذه السنة عزم المعتضد بالله على لعن معاوية بن أبي سفيان على المنابر وأمر بإنشاء كتاب بالملك يقرأ على الناس فحذّوه... قلم يلتفت إلى ذلك...“
پھر المعتمد نے یہ فرمان جاری کیا کہ جو لوگ مناظرہ یا بحث کے لئے جمع ہوں گے سلطنت ان سے بری الذمہ ہے جو شخص یہ کرے گا وہ اپنے لئے زور کو بکھلا کر دے گا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط
 پھر سب کو یہ حکم دیا گیا کہ معاویہ پر رحمت نہ بھیجیں (یعنی رحمۃ اللہ علیہ نہ کہیں) اور نہ بھلائی کے
 ساتھ ان کا ذکر کریں۔ ("... الا یترحموا علی معاویۃ ولایذکروه بخیر")
 بعد ازاں المصنف نے اس کتاب کے نکالنے کا حکم دیا جو لعن معاویہ میں الماسون کے
 حکم سے لکھی گئی تھی یہ کتاب اس کے حکم سے دفتر سے نکالی گئی اس کے جمع کرنے والوں سے
 اس کتاب کی نقل لے لی گئی۔

اس کتاب میں قرآن اور حدیث کی رو سے ثابت کیا گیا کہ بنی امیہ "شجر ملعونہ" ہے۔
 (والشجرة الملعونة فی القرآن) یہ خاندان نبوت کے دشمن ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا
 مخالف بنو امیہ کا ابوسفیان بن حرب اور اس کا گروہ ہے جن پر کتاب اللہ میں لعنت کی گئی، جن
 پر لسان نبوت سے لعنت کی گئی، یہ لوگ اسلام کے غلبہ کی وجہ سے منافقانہ اسلام لائے، نبی
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھے پر سوار ابوسفیان اور اسے کھینچنے والے معاویہ اور ہانکنے
 والے یزید بن ابی سفیان کے متعلق فرمایا کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے۔
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے لئے فرمایا:

"یطلع من هذا الفج رجل من امتی یحشر علی غیر ملکی فقطع معاویة
 اذا رأیتم معاویة علی منبری فاقتلوه۔"

"اس پہاڑی راستے سے میری امت میں سے ایک شخص نکلے گا جس کا شرمیرے دین
 کے خلاف ہوگا۔ اس کے بعد اس راستے سے معاویہ نمودار ہوا۔ ایک دوسری حدیث میں آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تم لوگ معاویہ کو میرے منبر پر دیکھنا تو اسے قتل کر دینا"
 منجملہ ان کے وہ حدیث مرفوع و مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:
 معاویہ آگ کے ایک صندوق میں ہے جو اس کے سب سے نیچے کے درجے میں ہے
 جو یا حنان یا منان کی صدا لگاتا ہے کہ یا اللہ اس وقت مجھ پر رحم کر، حالانکہ اس کے قبل میں
 نے بافرمانی کی تھی اور میں مفسدین میں سے تھا، معاویہ نے حضرت علیؑ سے ناحق جنگ کی،
 ان ہی افعال کا ارتکاب کیا جس کا ارتکاب اس کے باپ دادا کرتے رہے جو اللہ کے نور کا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

گل کرنا اور اس کے دین کا انکار کرنا تھا حالانکہ اللہ کو سوائے اپنے نور کے پورا کرنے کے اور سب چیزوں سے انکار ہے، جو اپنے اس مکروہ بغاوت سے بے وقوفوں کو مائل کرتا تھا، دانوں کو فریب دیتا تھا جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے خبر دے دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارؓ سے فرمایا کہ: تجھے ایک باغی جماعت قتل کرے گی، تو انہیں جنت کی طرف بلائے گا اور وہ تجھے دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

جس نے دنیا کو اختیار کیا تھا، آخرت سے اسے انکار تھا، جو اسلام کے حلقے سے خارج تھا، جو حرام خون کو حلال سمجھتا تھا یہاں تک کہ اس نے اپنے فتنے میں اور اپنی گمراہی کے راستے میں ان مسلمانوں کے اتنے خون بہائے جن کا شمار نہیں ہو سکتا، ایسے مسلمانوں کے خون بہائے جو برگزیدہ تھے، اللہ کے دین کے محافظ تھے، اس کے حق کے مددگار تھے، یہ (معاویہ) اللہ سے جہاد کرنے والا، اس امر کی کوشش کرنے والا تھا کہ اللہ کی نافرمانی کی جائے، اس کی اطاعت نہ کی جائے، اس کے احکام اس طرح باطل ہو جائیں کہ پھر نہ قائم ہوں، اس طرح اس کے دین کی مخالفت ہو کہ پھر دین ہی باقی نہ رہے، گمراہی کا بول بالا ہو، باطل کی دعوت بلند ہو، حالانکہ اللہ ہی کا بول بالا ہے، اسی کا دین منصور ہے، اسی کا حکم مانا جاتا ہے اور نافذ ہے اور اسی کا حکم غالب ہے اس شخص کا مکر مغلوب اور باطل ہے جو اللہ سے عداوت کرے۔

یہاں تک کہ اس (معاویہ) نے ان تمام جنگوں کے اور جوان کے بعد ہونے سب کے بوجھ برداشت کئے، ان خونوں کا طوق اور جوان کے بعد ہوئے اپنی گردن میں ڈالا، ایسے فساد کے طریقے ایجاد کئے کہ ان کا بھی گناہ اس پر ہوا و قیامت تک اس کا بھی گناہ اس پر ہے جو اس پر عمل کرے گا ان امور میں سے جن کی وجہ سے اللہ نے اس پر لعنت واجب کر دی اور اس (معاویہ) کا ان اہل فضیلت و دیانت نیک صحابہ و تابعین کا قتل کرنا ہے جو جر کے ساتھ قتل کئے گئے مثلاً: عمرو بن الحمق اور حجر بن عدی۔ ان کو محض اس لئے قتل کیا کہ عزت اور ملک اور غلبہ اسی کا ہو۔ حالانکہ اللہ ہی کے لئے ملک و قدرت ہے۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے: ”جو مومن کو عداوت قتل کرے گا اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور لعنت

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ہے اور اللہ نے اس کے لئے عذاب دردناک تیار کیا ہے۔“

وَمَا اسْتَحَقَّ بِهِ اللَّعْنَةُ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ:

مجملہ ان امور کے جن کی وجہ سے وہ (معاویہ) اللہ و رسول کی لعنت کا مستحق ہے، اس کا زیادہ بن سمیہ کا، اللہ پر جرأت کر کے، استلحاق ہے۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ انہیں ان کے باپ کے نام سے پکارو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ درست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وہ شخص ملعون ہے جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی کو باپ بنایا اور اپنے آقا کے سوا اپنے کو کسی اور سے منسوب کیا اور فرماتے ہیں کہ: بیٹا (جو زنا سے ہو) ماں کا ہے اور زانی کی سزا یہ ہے کہ اس پر سنگ باری ہو۔ اس (معاویہ) نے اللہ عزوجل کے حکم کی اور اس کے نبی کی سنت کی خلاف ورزی کی، اولاد کو غیر صاحب الفرائض کے لئے کر دیا۔

مجملہ ان کے اللہ کے دین کے لئے اس کا اپنے بیٹے یزید کو اختیار کرنا ہے اور اللہ کے بندوں کو اس کی طرف دعوت دینا ہے جو بکثرت شراب خوار، منکبر، مرغ والا، ہنر والا، چھتے والا تھا۔ اس (معاویہ) کا بہترین مسلمانوں سے قہر و غلبہ و دہشت و خوف و جبر و اکراہ سے اس کی بیعت لینا ہے حالانکہ وہ اس کی مافی کو جانتا تھا۔ یزید کے جرائم میں اہل حر کے علاوہ سب سے بڑا جرم، عظیم ترین قتل حضرت حسین بن علیؑ و فاطمہؑ کا قتل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر جرأت کے باعث، اللہ کے دین پر کفر کے سبب، اللہ کے رسول کی عداوت رکھنے کی بناء پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو مشقت میں ڈالنے اور ان کے احترام میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے یہ حرکتیں اس سے ہوئیں۔ اہل بیت نبوت کو اس طرح تیغ کر رہا تھا کہ گویا کفار کدو کا نام کی جماعت کو قتل کرتا تھا...

”وَالْعَنَّا مِنْ لَعْنَةِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَفَارَقُوا مَنْ لَا تَنَالُونَ الْقُرْبَةَ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَّا

بِمَفَارَقَتِهِ، اللَّهُمَّ الْعَنِ أَبَا سَفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ وَ مَعَاوِيَةَ ابْنَهُ وَ يَزِيدَ بْنَ مَعَاوِيَةَ وَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَ وَلَدَهُ، اللَّهُمَّ الْعَنِ أُمَّةَ الْكُفْرِ وَ قَادَةَ الضَّلَالَةِ وَ أَعْدَاءَ الدِّينِ وَ مُحَاهِدِي الرِّسُولِ وَ مُغَيِّرِي الْأَحْكَامِ وَ مُبَدِّلِي الْكِتَابِ وَ سَفَاكِي الدِّمِ الْحَرَامِ۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنْ مَوَالِدِ أَهْلَائِكَ وَ مِنْ الْإِعْمَاضِ لِأَهْلِ مَعْصِيَتِكَ كَمَا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

قلت: "لا تجد قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله".

اور اس پر لعنت کرو جس پر اللہ و رسول نے لعنت کی، اس سے مفارقت اختیار کرو جس کی مفارقت کے بغیر تم اللہ کی قربت نہیں حاصل کر سکتے۔ اے اللہ! لعنت کر ابو سفیان بن حرب اور اس کے بیٹے معاویہ پر، یزید بن معاویہ پر، مروان بن الحکم پر اور اس کی اولاد پر۔ اے اللہ! لعنت کر کفر کے ماموں، مگر اہی کے پیشواؤں، دین کے دشمنوں، رسول سے لڑنے والوں، احکام میں تغیر کرنے والوں، کتاب کے بدلنے والوں اور محترم خون بہانے والوں پر۔ اے اللہ! ہم تیرے دشمنوں کی دوستی سے، تیرے گناہ گاروں سے چشم پوشی کرنے سے، تیرے سامنے اپنی بے زاری ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ تو نے کہا ہے کہ: "تو کسی جماعت کو جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں ایسا نہ پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور رسولؐ کے دشمن ہیں..."

(تاریخ الامم والملوک - الجزء الثامن طبع بیروت لبنان ص ۱۸۲ تا ۱۹۰، تاریخ طبری حصہ دہم خلافت بغداد کا دور انحطاط حصہ دوم ۲۵۷ھ تا ۳۰۲ھ مترجم علامہ عبد اللہ العمادی ص ۲۶۱ تا ۲۵۳ - مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت مفتی صاحب!

(۵۵) کیا اس حقیقت سے انکار ممکن ہے کہ کیا سنی اور کیا شیعہ، حضرت معاویہؓ کے جملہ معاندین و ناقدرین کا اصل مأخذ امام طبری کا تصنیف کردہ یہی رسالہ یا کتاب ہے جسے موصوف نے اپنی تاریخ الامم والملوک میں محفوظ کر دیا ہے؟

امام طبری (۳۱۰ھ) کی "تحقیق" کے مطابق مذکورہ "کتاب" مامون الرشید نے اپنی خلافت (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) کے دوران میں لکھوائی تھی جامعین اور مؤلفین کا کوئی اتنا پتہ نہیں ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ اس "کتاب" کو پڑھنے اور نافذ کرنے کے بجائے دفتر میں محفوظ کر دیا گیا۔ مامون کی وفات کے بعد معتضد کی خلافت سے پہلے آٹھ عباسی خلفاء معتصم باللہ، واثق باللہ، متوکل علی اللہ، منصر باللہ، مستعین باللہ، معز باللہ، بہتدی باللہ، معتمد علی اللہ (۲۱۸ھ تا ۲۷۹ھ) گزرے ہیں مگر یہ کتاب "دیوان" میں ہی محفوظ رہی جسے معتضد باللہ نے ۲۸۴ھ میں نکلوا یا اور

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

بزور شمشیر نافذ کرنے کا اعلان کیا مگر قاضی کے مشورے کے مطابق اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

مؤمنین نے مامون اور معتضد کے شیعہ ہونے کی تصریح کی ہے اور ان دونوں کے درمیان ۲۸ھ ”سنی“ خلفاء گزرے ہیں مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس کتاب کو تلف نہیں کرایا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مامون کی طرف اس کتاب کی ”نسبت“ مشکوک ہے۔

(۵۶) سوال یہ ہے کہ خلیفہ کے دفتر میں محفوظ یہ کتاب امام طبری تک کیسے پہنچی جو موصوف کی ولادت (۲۲۴ھ) سے پہلے لکھی گئی تھی؟

جب معتضد نے ۲۸۴ھ میں نکلویا اس وقت طبری کی عمر ۶۰ سال تھی اور ماشاء اللہ تفسیر لکھنے میں مصروف تھے۔ پھر تاریخ پر کام شروع کیا جسے اپنی وفات سے ۲۰ سال پہلے ۳۰۲ھ تک مکمل کر لیا۔ معتضد باللہ کی خلافت ۲۷۹ھ سے ۲۸۹ھ تک قائم رہی پھر امام طبری کی وفات (۳۱۰ھ) تک دو خلفاء ملکی باللہ (۲۸۹ تا ۲۹۵ھ) و معتضد باللہ (۲۹۵ تا ۳۲۰ھ) گزرے ہیں۔ مؤرخ الذکر دونوں خلفاء معتضد باللہ کے بیٹے ہیں اور یہ تینوں اس کے نفاذ میں ناکام رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اموی صحابہ کی شدید ترین توہین پر مبنی زیر تبصرہ کتاب امام طبری تک پہنچانے میں ان تینوں خلفاء میں سے کسی ایک ہی خلیفہ کا کردار ہو سکتا ہے لیکن یہ کیوں کر ممکن ہے کہ سرکاری دستاویز سرکاری دفتر سے نکلوا کر اسے امام طبری تک پہنچا دیا جائے اور کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی ہو۔

معتضد جیسا ظالم اور شیعہ خلیفہ شدید خواہش کے باوجود محض اس خوف سے کتاب کے نفاذ سے باز آ گیا تھا کہ کہیں خلافت عباسیوں سے نکل کر ”اہل بیت“ میں نہ پہنچ جائے، لہذا وہ تو اسے طبری کے حوالے کر کے اپنی خلافت کو غیر مستحکم نہیں کر سکتا تھا جبکہ کتاب لکھنے والا اس کا ذریعہ اللہ بن سلیمان اور قاضی یوسف بن یعقوب تو ابتداء ہی سے اس کے نفاذ کے حق میں نہیں تھے۔

یہ بات یقیناً باعث حیرت ہے کہ امام طبری نے اتنی اہم ”کتاب“ کی کوئی سند نہیں دی اور نہ ہی ان ”جامعین“ کے نام بتائے جنہوں نے یہ نسخہ نقل کر کے معتضد کو دیا تھا۔ پھر آخر میں ”ڈکڑ“ (یعنی مذکور ہے) کے صیغہ سے اس کتاب کا ”ڈراپ سین“ بتایا گیا ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کتاب کے ”مصنف“ دراصل امام طبری خود ہی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ہیں جنہیں بنو امیہ بالخصوص حضرت معاویہؓ کے ساتھ شدید بغض تھا اس کی ایک جہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ طبرستان حضرت معاویہؓ کے دور میں فتح ہوا تھا۔ انہوں نے ۲۸۲ھ میں اس کتاب کے ”وجود“ میں آنے سے بہت پہلے حضرت معاویہؓ کے نام کے ساتھ متعدد مقامات پر ”لعنہ اللہ“ کے الفاظ لکھے تھے جبکہ اس کتاب میں بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں موجبات لعن ہی بتائے گئے ہیں۔ طبری کی اس ناپاک جسارت پر ترجمان اہل سنت مولانا محمد مافع صاحب جیسے معتدل مفکر بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ:

”منو رطلب یہ بات ہے کہ صاحب التاریخ محمد ابن جریر الطبری کے لئے عباسیوں کے اس فراہم کردہ غلیظ مواد کو من وعن نقل کر کے اپنی تصنیف میں شامل کرنے کا کون سا داعیہ تھا؟ اور اس نے کون سی مجبوری کی بناء پر یہ کار خیر پورا کیا؟ گویا الطبری نے اس مواد کو اپنی تاریخ میں درج کر کے آنے والے لوگوں کو اس پر آگاہ کیا اور سب دشتم اور لعن طعن کے جو دلائل عباسیوں نے مرتب کر دئے تھے ان پر آئندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا۔ چنانچہ شیعہ اور روافض رسالہ مذکورہ میں مندرجہ مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کتب میں ابوسفیانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ پر مطاعن قائم کرتے ہیں اور شدید اعتراضات پیدا کرتے ہیں۔ درحقیقت الطبری نے اہل اسلام میں انتشار پھیلانے اور افتراق ڈالنے کے لئے بڑی عجیب تدبیر اور حکمت عملی اختیار کی، جس سے مخالفین صحابہ کو ایک کونہ رزمنائی حاصل ہوئی اور ان کو عداوت پوری کرنے کے لئے ایک تیار شدہ مواد دستیاب ہو گیا۔

کئی لوگ ان دلائل پر نظر کرنے سے متذبذب ہوں گے، کئی ناظرین صحابہ کرام سے متفرق ہوں گے اور بعض قارئین دل برداشتہ ہو کر اموی صحابہ سے منحرف ہو جائیں گے۔ الطبری کو اس باطل مواد کا اس تفصیل سے ذکر ہی نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ صرف ایک واقعہ تاریخی حیثیت سے اجمالاً ذکر کر دینا کافی تھا جیسا کہ باقی مؤرخین نے واقعہ خدا کو اجمالاً درج کیا ہے اور دلائل کی تفصیل کی طرف نہیں گئے۔ اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ذکر کیا تھا تو پھر اس مواد کے بطلان پر کچھ کلام کرنا لازم تھا تا کہ لوگ اس سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں لیکن الطبری نے ایسا نہیں کیا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب التاریخ الطبری کی نیت بخیر نہ تھی بلکہ فاسد تھی اور ان صحابہ کرامؓ کے حق میں ”الطبری“ خود وہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ظن کامریض تھا۔“ (فوائد جلد اول ص ۵۸۰-۵۸۱ طبع اگست ۲۰۰۵ء)

یہ ملحوظ رہے کہ جن مؤرخین نے اس واقعہ کو اجمالاً ذکر کیا ہے تو ان کا مآخذ بھی تاریخ طبری ہی ہے لہذا اس من گھڑت، باطل اور سراسر کذب و افتراء پر مبنی واقعہ کو اجمالاً بھی ذکر نہیں کرنا چاہئے تھا۔ ہر حال تاریخ طبری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی کردار کشی اور جواز لعن پر مبنی روایات کا ہی یہ نتیجہ نکلا کہ امام طبری کی وفات کے صرف ۱۰ سال بعد یعنی ۳۲۰ھ میں آل بویہ جیسے ظالم اور سفاک شیعہ اقتدار میں آگئے جنہوں نے امام طبری کی پیروی میں جامع مسجد بغداد کے دروازے پر ”عن اللہ معاویہ بن ابی سفیان“ کے الفاظ لکھوا دیئے۔

حضرت مفتی صاحب!

<p>(۵۷) جس کتاب میں حضرت معاویہؓ کے اسم گرامی کے ساتھ نہ صرف ”لعنہ اللہ“ کے الفاظ لکھے ہوں بلکہ ان پر لعنت کے جواز کو بہ دلائل بھی ثابت کیا گیا ہو تو ”روزنامہ اسلام“ میں اس کتاب اور مؤلف کا دفاع کرنے والے کیا تو ہیں صحابہ کے جرم میں برابر کے شریک نہیں سمجھے جائیں گے؟</p>	<p>(۵۸) وہ کونسا مسلمان ہے جو تاریخ طبری میں حضرت معاویہؓ، حضرت ابوسفیانؓ اور ان کے رفقاء کے بارے میں معتضد باللہ کی مرتب کردہ ”دستاویز“ پڑھ کر بھی دل میں کوئی خلش محسوس نہ کرے اور اس کی ایمانی غیرت بیدار نہ ہو؟</p>
<p>(۵۹) کیا یہ ”مواد“ بھی روزنامہ اسلام کے اس جملہ کا مصداق بن سکتا ہے کہ ”اہل علم تو ان کا اصل مطلب جانتے ہیں، اس لئے بار بار پڑھ کر بھی کوئی پریشانی نہیں ہوتی“؟ (روزنامہ اسلام 31 جولائی 2015)</p>	

حضرت مفتی صاحب!

محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم میں صرف اس قدر لکھا تھا کہ: ”حالت یہ ہے کہ عباسی حاکم معتضد باللہ کا رسالہ بغیر کسی چھان پھٹک کے تاریخ کا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حصہ بنایا گیا جو خالصتاً بنو امیہ سے بغض و عناد اور قبائلی دشمنی کی بناء پر تحریر کیا گیا تھا۔“
(روزنامہ ایکسپریس 4 ستمبر 2015ء)

موصوف ایک دوسرے کالم میں لکھتے ہیں کہ:

”یہ وہ تاریخ ہے جس کے متر مندرجات آج تک امت مسلمہ میں فتنہ و فساد اور فرقہ بندی اور نفرت کا باعث بنے ہوئے ہیں... (قصہ زید و زینب کے حوالے سے لکھتے ہیں) لیکن طبری نے اپنے ذہن کی غلاظت کو تاریخ کی چاشنی بنا کر پیش کیا ہے“ (روزنامہ ایکسپریس 7 جولائی 2015ء تحت ”ہمارے افسانہ ساز مورخین“)

سخت تعجب ہے کہ اوریا مقبول جان صاحب کی مذکورہ تحریر سے ”روزنامہ اسلام“ کے سیکریٹریٹ کے ”در و بام“ لکرا لٹھے۔ جبکہ حضرت مولانا محمد رفیع صاحب نے اوریا صاحب کے مذکورہ کالموں سے 10 سال پہلے امام طبری کے متعلق اوریا صاحب کی نسبت کچھ زیادہ ہی نقد کیا تھا:

”... غلیظ مواد کو من و عن نقل کرنے کا کون سا داعیہ تھا؟

اس نے کون سی مجبوری کے تحت یہ کار خیر پورا کیا؟

گویا الطبری نے سب و شتم اور لعن طعن کے دلائل سے آئندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا۔

شیعہ و روافض اسی مواد کے پیش نظر حضرت ابوسفیان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما پر اعتراضات و لعن طعن کرتے ہیں۔

درحقیقت الطبری نے اہل اسلام میں انتشار پھیلانے اور افتراق ڈالنے کے لئے بڑی عجیب تدبیر اور حکمت عملی اختیار کی جس سے مخالفین صحابہ کو ایک کونہ راہنمائی حاصل ہوئی اور ان کو عداوت پوری کرنے کے لئے ایک تیار شدہ مواد دستیاب ہو گیا۔ کئی لوگ ان دلائل سے متذبذب ہوں گے، کئی لوگ صحابہ کرام سے متنفر ہوں گے اور کئی اموی صحابہ سے منحرف ہو جائیں گے...

الطبری کی نیت بخیر نہ تھی بلکہ فاسد تھی اور ان صحابہ کرام کے حق میں الطبری خود سوء ظن کا مریض تھا۔ (فوائد فہمہ جلد اول ص 580، 581 طبع اگست 2005ء - ملخصاً)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

(۶۰)	روزنامہ اسلام کی ٹیم امام طبری کے دفاع میں مولانا محمد نافع صاحبؒ کے خلاف میدان عمل میں کس داعیہ کے تحت نہیں اتری؟
(۶۱)	مولانا محمد نافع صاحب کی امام طبری پر شدید ترین تنقید کے دس سال بعد اور یا مقبول جان صاحب کی امام طبری پر نسبتاً ملکی تنقید کے رد عمل میں روزنامہ اسلام کے دارتی صفحات پر ۹ کالم امام طبری کے دفاع میں لکھنے کی گنجائش کیسے پیدا ہو گئی تھی؟

حضرت مفتی صاحب!

جناب اور یا مقبول جان صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے دفاع میں یہ لکھا تھا کہ: ”طبری نے اپنے ذہن کی غلاظت کو تاریخ کی چاشنی بنا کر پیش کیا ہے“ جبکہ مولانا محمد نافع صاحب نے حضرت ابوسفیانؓ اور حضرت معاویہؓ کے دفاع میں یہ لکھا تھا کہ: ”...”شور طلب یہ بات ہے کہ صاحب التاریخ محمد ابن جریر الطبری کے لئے عباسیوں کے اس فراہم کردہ غلیظ مواد کو من و عن نقل کر کے اپنی تصنیف میں شامل کرنے کا کون سا داعیہ تھا؟ اور اس نے کون سی مجبوری کی بناء پر یہ کار خیر پورا کیا؟ کو یا الطبری نے اس مواد کو اپنی تاریخ میں درج کر کے آنے والے لوگوں کو اس پر آگاہ کیا اور سب دشتم اور لعن طعن کے جو دلائل عباسیوں نے مرتب کروائے تھے ان پر آئندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا۔ چنانچہ شیعہ اور رد افض رسالہ مذکورہ میں مندرجہ مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کتب میں ابوسفیانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ پر مطاعن قائم کرتے ہیں اور شدید اعتراضات پیدا کرتے ہیں۔

درحقیقت الطبری نے اہل اسلام میں انتشار پھیلانے اور افتراق ڈالنے کے لئے بڑی عجیب تدبیر اور حکمت عملی اختیار کی، جس سے مخالفین صحابہ کو ایک کوندہ رہنمائی حاصل ہوئی اور ان کو عداوت پوری کرنے کے لئے ایک تیار شدہ مواد دستیاب ہو گیا۔

کئی لوگ ان دلائل پر نظر کرنے سے متذبذب ہوں گے، کئی ناظرین صحابہ کرام سے متعذر ہوں گے اور بعض قارئین دل برداشتہ ہو کر اموی صحابہ سے منحرف ہو جائیں گے...

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب التاریخ الطبری کی نیت، تخریج تھی بلکہ فاسد تھی اور ان صحابہ کرامؓ کے حق میں ”الطبری“ خود سوء ظن کا مریض تھا۔“ (فوائد فعیلہ جلد اول ص ۵۸۰-۵۸۱)

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں اور یا مقبول جان صاحب کے متعلق تبصرہ کرتے ہوئے لکھا گیا کہ:
”جس قسم کی غلاظت کا ذکر آپ فرما رہے ہیں وہ اپنے علم و فہم کی کمی کا کرشمہ بھی ہو سکتا ہے... ہمارے اسلاف کا ذہن غلیظ نہیں تھا بلکہ دینی علوم سے ما واقف بزمِ خود اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کا زاویہ نگاہ غلط ہے۔“ (روزنامہ اسلام 31 جولائی، یکم اگست 2015)

مولانا محمد مافع صاحب اور اور یا مقبول جان صاحب دونوں نے طبری کے جمع کردہ مواد کی غلاظت کا ذکر کیا ہے۔

(۶۲)	کیا مولانا محمد مافع صاحب کے لئے بھی روزنامہ اسلام والے اس قسم کا تبصرہ کرنے کی جسارت فرما سکتے ہیں؟
------	--

حضرت مفتی صاحب!

صحابہ کرام سے متعلق امام طبری کی جارحیت اور بیزارى آپ نے ملاحظہ فرمائی، اب ”موزحیت و مجتہدیت“ کے چند وہ نمونے ملاحظہ فرمائیں جو امام طبری نے حضرات انبیاء کرام سے متعلق امت کو عطا فرمائے ہیں۔ یاد رہے کہ اس وقت ہمارے پیش نظر ”تفسیر“ کے مواد کو پیش کرنا ہے، تاکہ تفسیر کے ”احتیاط و اجتہاد“ پر تاریخ کو خود ہی قیاس کر لیا جائے۔

تفسیر طبری اور توہین انبیاء علیہم السلام

اہل سنت کے محقق علماء، متکلمین، مجتہدین اور مفسرین نے واضح طور پر اس بات کا اعلان کیا کہ: انبیاء کرامؓ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد کبیرہ و صغیرہ گناہوں اور عیبوں سے ”عمداً، سہواً، ہمزاً، جہراً“ پاک اور معصوم ہوتے ہیں اور جن حضرات نے انبیاء کرامؓ سے ”سہواً“ صفائے کاصد و تسلیم بھی کیا ہے تو انہوں نے اس کے ساتھ ہی اس بات کی بھی تصریح

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کردی ہے کہ ”سہو“ صفائر کے صدور کے باوجود ان سے ایسے صفائر کا ہرگز صدور نہیں ہو سکتا جو ”ذلت، رسوائی، کمینہ پن اور گھٹیا پن“ پر دلالت کرتے ہوں۔

جبکہ ”زآفت“ (جس کا صدور انبیاء کرام سے ممکن ہے) پر صغیرہ گناہ کا بھی اطلاق نہیں ہوتا۔ خبر واحد کے ذریعے منقول ایسی تمام روایات مردود سمجھی جائیں گی البتہ بطریق تواتر منقول روایات کی ہر ممکن طریقے سے تاویل کی جائے گی بصورت دیگر ”ترك اولیٰ و ترك افضل اور قبل البعث“ کے حالات پر محمول ہوں گی۔

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری نے ”عصمت انبیاء“ سے متعلق اہل سنت والجماعت کے اجماعی مسلک کے برعکس اپنی تفسیر میں ”اسرائیلیات“ اور ”توہین و تنقیص انبیاء“ پر مبنی روایات کا کافی الواقع ایک ”توار“ بازار لگا دیا ہے جن سے استدلال کرتے ہوئے دشمنان اسلام، انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ستم بالائے ستم یہ کہ تفسیر طبری میں منقول روایات سے انبیاء کرام کی طرف صرف قبل از نبوت ہی نہیں بلکہ بعد از نبوت صرف سہو ہی نہیں بلکہ عمدہ و قصد بھی صرف صغیرہ گناہوں کی ہی نہیں بلکہ کبیرہ گناہوں کی بھی اور صرف ”سہو“ عام صفائر کی ہی نہیں بلکہ قصد و عمدہ انتہائی خفیس و گھٹیا صفائر و کبائر کی بھی نسبت کرنا پڑتی ہے۔ جن کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں:

تفسیر طبری اور توہین آدم علیہ السلام

”هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيًّا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْنَاهُمَا صَالِحًا لَنُكَوِّنَنَّ مِنَ الشَّكِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝“ (سورة الاعراف آیت ۱۸۹-۱۹۰)

”وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

تا کہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے لئے وہ چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے مل کر اپنے پروردگار اللہ سے دعا کی کہ اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ دیا تو ہم تیرے شکرگزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح و سالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی اس بخشش و عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرانے لگے۔ اللہ بہت بلند و برتر ہے ان شرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں“

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

۱۔۔۔ کانت حواء لا يعيش لها ولد، فنزلت لئن عاش لها ولد لتسمينه “عبدالحارث”، فعاش لها ولد، قسمته “عبدالحارث”، واما كان ذلك عن وحى الشيطان۔ (جامع البيان في تاويل القرآن المجلد السادس ص ۱۴۴ تحت رقم ۱۵۵۴۳)
”حضرت حوا کے لڑکے زندہ نہیں رہتے تھے تو انہوں نے نذرمانی کہ اگر لڑکا بچ گیا تو اس کا نام ”عبدالحارث“ رکھوں گی۔ پھر اس کا لڑکا بچ گیا تو اس نے اس کا نام ”عبدالحارث“ رکھ دیا، اور یہ چیز شیطان کی وحی سے تھی“ (یعنی یہ شیطان کے بہکانے سے ہوا)

۲۔۔۔ إن آدم عليه السلام سمى ابنه “عبدالحارث“

۳۔۔۔ سمى آدم ابنه “عبدالحارث“۔

آدم نے اپنے بیٹے کا نام ”عبدالحارث“ رکھا۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۵۵۴۳-۱۵۵۴۶)

۴۔۔۔ کانت حواء تلد لأدم، فتعبد هم الله، و تسميه: “عبدالله“ و “عبدالله“ و تحو ذلك، فيصيبهم الموت، فأناها إبليس و آدم فقال: إتكما لو تسمياته بغير النى تسمياته لعاش، فولدت له رجلا قسما “عبدالحارث“ فقيه أنزل الله تبارك و تعالى: “هو الذى خلقكم من نفس واحدة“، إلى قوله: “جعل له شركاء فيما اتهمنا“ إلى آخر الآية۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۵۵۴۷)

”حضرت حوا کی جو اولاد ہوتی تھی تو وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دیتی تھیں اور ان کے نام ”عبد اللہ و عبد اللہ“ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مر جاتے تھے۔ چنانچہ آدم اور

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ہواء کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ: اگر آپ اپنے بچے کا ان ناموں کے علاوہ کوئی دوسرا نام رکھیں گے تو وہ زندہ رہے گا۔ پس ہواء کا ایک بچہ پیدا ہوا تو ان دونوں نے اس کا نام ”عبدالحرث“ رکھا۔ اسی کے متعلق یہ آیات (الاعراف ۱۸۹-۱۹۰) نازل ہوئی ہیں۔

۵۔۔۔ فَأَنهَما الشَّيْطَانُ فَقَالَ: هَلْ تَدْرِيانِ مَا يُولَدُ لَكُمَا؟ أَمْ هَلْ تَدْرِيانِ مَا يَكُونُ؟ لَبِيمَةُ يَكُونُ أَمْ لَا؟ وَزَيْنَ لِهَما الْبَاطِلُ، إِنَّهُ غَوِيٌّ مَّبِينٌ، وَقَدْ كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ قَمَاتَا، فَقَالَ لِهَما الشَّيْطَانُ: إِنَّكُمَا لِي لَمْ تَسْمِيَاهُ بِي، لَمْ يَخْرُجْ سَوَاءً، وَمَاتَ كَمَا مَاتَ الْأَوَّلَانِ، فَسَمِيَاهُ وَلِهَما ”عَبْدُ الْحَارِثِ“ فَذَلِكَ قَوْلُهُ: ”فَلَمَّا أَنهَما صَالِحًا جَعَلَاهُ شُرَكَاءَ قِيَمًا أَنهَما فَتَعَلَّى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ“ (حوالہ مذکور ص ۱۳۵ تحت رقم ۱۵۵۲۸)

”تو شیطان آدم وحواء کے پاس آیا اور کہا: کیا تم دونوں جانتے ہو کہ تمہارے ہاں کیا بچہ پیدا ہوگا؟ (صحت مند یا معذور) کیا تم جانتے ہو کہ وہ کس جنس سے ہوگا؟ کیا وہ کسی جانور کی شکل کا ہوگا یا انسانی شکل والا؟ پس اُس صریح گمراہ شیطان نے انہیں پھسلا کر شروع کر دیا چنانچہ اس نے ان کے سامنے باطل کو خوش نما کر کے پیش کیا، اس سے پہلے ان کے دو بچے پیدا ہو چکے تھے جو دونوں مر گئے۔ پس آدم وحواء سے شیطان نے کہا کہ اگر تم اپنے بچے کا نام میرے نام پر نہیں رکھو گے تو نہ تو وہ صحیح پیدا ہوگا اور نہ ہی وہ زندہ رہے گا اور جس طرح پہلے دو مر گئے تھے یہ بھی مر جائے گا جس پر انہوں نے اپنے بیٹے کا نام ”عبدالحرث“ رکھ دیا جس کی بناء پر وہ دونوں یعنی حضرت آدم وحواء اس آیت ”فَلَمَّا أَنهَما صَالِحًا جَعَلَاهُ شُرَكَاءَ قِيَمًا أَنهَما“ کا مصداق بن گئے۔“

۶۔۔۔ لَمَّا وَلَدَ لَهُ نُورٌ وَلَدَ أُمُّهُ ابْلِسَ فَقَالَ: إِنِّي سَأُنْصَحُ لَكَ فِي شَأْنٍ وَلَدَكَ هَذَا، تَسْمِيَهُ ”عَبْدُ الْحَارِثِ“ فَقَالَ آدَمُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ طَاعَتِكَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَكَانَ اسْمُهُ فِي السَّمَاءِ ”الْحَارِثُ“ قَالَ آدَمُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ طَاعَتِكَ، إِنِّي أَطْعَمُكَ فِي أَكْلِ الشَّجَرَةِ فَأَخْرَجْتَنِي مِنَ الْجَنَّةِ، فَلَنْ أَطْعِمَكَ قَمَاتٍ وَلَدَهُ، ثُمَّ وَلَدَ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ وَلَدٌ آخَرُ، فَقَالَ: أَطْعَمْنِي وَإِلَّا مَاتَ كَمَا مَاتَ الْأَوَّلُ، فَعَصَاهُ، قَمَاتٍ، فَقَالَ: لَا أَزَالُ أَطْعِمُهُمْ حَتَّى تَسْمِيَهُ ”عَبْدُ الْحَارِثِ“ فَلَمْ يَزَلْ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

به حتى سماه "عبدالحارث" فذلك قوله: "جعل له شركاء فيما آتاهما" أشركه في طاعته في غير عبادة، ولم يشرك بالله، ولكن أطاعه (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۵۵۲۹)

”جب حضرت آدم کے ہاں پہلا بچہ پیدا ہوا تو ابلیس ان کے پاس آیا اور کہا: اگر آپ اپنے بچے کا بھلا اور خیر خواہی چاہتے ہیں تو میں آپ کو اس بچے کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کہ اس کا نام ”عبدالحارث“ رکھنا۔ حضرت آدم نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیری اطاعت کروں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ: شیطان کا نام آسمان میں حارث تھا۔ حضرت آدم نے کہا: میں تیری اطاعت کرنے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس لئے کہ میں نے درخت کے کھانے میں تیری اطاعت کی تھی تو، تو نے مجھے جنت سے نکلوا دیا لہذا میں ہرگز تیری بات نہیں مانوں گا۔ پس حضرت آدم کا یہ بچہ مر گیا۔ شیطان نے کہا: میں تیرے بچوں کو اسی طرح مانتا رہوں گا جب تک اس کا نام عبدالحارث نہ رکھو گے۔ وہ یہی کہتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے اپنے بچے کا نام ”عبدالحارث“ رکھ ہی لیا۔ پس اس سلسلے میں یہ آیت ”جعل له شركاء“ مازل ہوئی۔ آدم وحواء نے ”شرك في الطاعة“ کا ارتکاب کیا ہے نہ کہ ”شرك في العبادة“ کا۔ یعنی انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کیا، البتہ انہوں نے شیطان کی اطاعت کی۔“

۷۔ ... عن عكرمة قال: ما أشرك آدم ولا حواء، وكان لا يعيش لهما ولد، فأنتهما الشيطان فقال: إن شركما أن يعيش لكما ولد قسميها "عبدالحارث" فهو قوله: "جعل له شركاء فيما آتاهما" (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۵۵۳۰)

”عکرمہ کہتے ہیں کہ: حضرت آدم وحواء نے شرک نہیں کیا۔ دراصل ان کے بچے زندہ نہیں رہتے تھے تو شیطان نے ان کے پاس آ کر کہا: آپ کے بچوں کے زندہ رہنے کا راز اس میں ہے کہ اس کا نام ”عبدالحارث“ رکھو تو اس بارے میں آیت ”جعل له شركاء...“ مازل ہوئی۔“

۸۔ ... كان آدم عليه السلام لا يولد له ولد إلا مات، فجاء الشيطان فقال: إن شرك أن يعيش ولدك هذا قسمي "عبدالحارث" ففعل، قال: فأشركا في الاسم، ولم يشركا في العبادة۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۵۵۳۱)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتهد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

”حضرت آدمؑ کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا تھا وہ مر جانا تھا تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہا کہ: آپ کے لڑکے، کے زندہ رہنے کا راز اس میں ہے کہ آپ اس کا نام ”عبدالحارث“ رکھیں۔ پس آپ نے اس کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ راوی (قنادہ) نے کہا کہ حضرت آدمؑ اور حوہؑ نام میں شرک کیا ہے اور انہوں نے عبادت میں شرک نہیں کیا۔“

٩... أنه كان لا يعيش لهما ولد فأتاها الشيطان فقال لهما: سمياه

”عبدالحارث“ وكان من وحى الشيطان وأمره، وكان شركاً في طاعة، ولم يكن شركاً في عبادة. (حوله المذكور تحت رقم ١٥٥٣٢)

”قائدہ کہتے ہیں کہ ہمیں بتایا گیا کہ) آدم و حوا کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی تو ان دونوں کے پاس شیطان آیا اور ان سے کہا کہ: اس کا نام ”عبدالخارث“ رکھو۔ (تو انہوں نے شیطان کا تجویز کردہ بی نام رکھ لیا) اور یہ شیطان کی وحی اور حکم سے تھا، یہ شرک اطاعت میں ہے، عبادت میں شرک نہیں ہے۔“

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری نے زیر بحث آیت کی تفسیر میں ایسی ”روایات“ کا انکار کر دیا جن کی رو سے حضرت آدم اور حضرت نوح کو شیطان کا فرماں بردار اور شرک کا مرتکب تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ جو قطعی طور پر عقیدہ عصمت کے منافی ہے۔ (العیاذ باللہ)

تفسیر طبری چونکہ ”ام التفسیر“ کا درجہ رکھتی ہے اس لئے بعد کے بعض مفسرین نے بھی ان روایات کو نقل کر دیا۔ جبکہ بعض حضرات نے ”مناویات فاسدہ“ کا باب کھول دیا۔

امام طبری کی منقولہ روایات پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ نے سہواً ٹھٹھیں بلکہ بچوں کے یکے بعد دیگرے فوت ہو جانے کے بعد خوب سوچ و پکار غور و فکر اور شیطان کے بار بار پھسلانے، ورغلانے حتیٰ کہ دھمکانے کی بناء پر اپنے بچے کا نام شیطان کی طرف منسوب کر کے ”عبدالحارث“ رکھا۔

علاوہ ازیں امام طبری نے اسی واقعہ کو ”جَعْلًا لِّهِ شُرَكَاءَ“ کا شان نزول بتاتے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ہوئے اس آیت کا مصداق حضرت آدم اور حضرت حوا کفر اوردیا۔

مزید برآں اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا گیا کہ: ”أشركه في طاعته في غير عبادة، ولم يشرك بالله ولكن أطاعه، فأشركا في الاسم ولم يشركا في العبادة، وكان من وحى الشيطان وأمره، وكان شركا في طاعة ولم يكن شركا في العبادة“
 ”حضرت آدم وحواء نے شیطان کی وحی اور حکم پر اپنے لڑکے کا نام ’عبدالحارث‘ رکھ کر
 ”شُرک فی الطاعت“ کا ارتکاب کیا ہے جو ”شُرک فی العبادة“ کے زمرے میں نہیں آتا۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۶۳)	حضرت آدم اور حضرت حوا کو ”جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ“ کا مصداق قرار دینا درست ہے؟
(۶۴)	کیا اس سے ”شُرک فی الطاعت“ مراد لیا بغوی، فاسد اور باطل تاویل نہیں ہے؟
(۶۵)	کیا شرک فی الطاعت کے ارتکاب سے ایک نبی کی طرف شرک کی نسبت لازم نہیں آتی؟
(۶۶)	کیا نبی سے عدا گناہ صغیرہ کے ارتکاب کو منافی عصمت قرار دیا نہیں دیا گیا؟
(۶۷)	کیا اولاد کی محبت میں ایک نبی قصد أو عدا شرک فی الطاعت کا مرتکب ہو سکتا ہے؟
(۶۸)	کیا قصد أو عدا شیطان کی اطاعت کرنا منافی عصمت نہیں ہے؟

تفسیر طبری اور توہین ابراہیم علیہ السلام

”وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَوْنِيْ كَيْفَ تُخْبِي الْمَوْتِيْ قَالَ أَوْلَمْ تُؤْمِنِ - قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِّيُظَهِّرَنَّ قَلْبِي...“ (سورة البقرة آیت ۲۶۰)

”اور یا د کرو جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے پروردگار! دکھا مجھے کہ تو کیسے زندہ فرمائے گا مرنے والوں کو؟ فرمایا: (اے ابراہیم) کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے؟ عرض کی ایمان تو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ہے لیکن (یہ سوال اس لئے ہے) تاکہ مطمئن ہو جائے میرا دل“

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

”وَدَخَلَ قَلْبَ إِبْرَاهِيمَ بَعْضَ مَا يَدْخُلُ قُلُوبَ النَّاسِ، فَقَالَ: رَبِّ ارْنِي

كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى...“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں بھی وہی شک پر مبنی خیال پیدا ہوا جو عام لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے رب سے وہ سوال کر ڈالا۔ (جامع البیان فی تائیل القرآن المجلد الثالث ص 51)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”تَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: ”رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى...“

(حوالہ مذکور تحت رقم ۵۹۷۳)

ہم ابراہیم کے بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں جب انہوں نے کہا تھا: اے میرے پروردگار تو مجھے دکھا دے کہ تو فر دے کو کیسے زندہ کرے گا؟...

۵۔... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَذَكَرَ تَحْوَهُ

(حوالہ مذکور تحت رقم ۵۹۷۴)

ایک دوسری سند سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔

امام طبری مؤخر الذکر حدیث نقل کر کے قول فیصل (قال أبو جعفر) کے طور پر لکھتے ہیں کہ:

وَأُولَى هَذِهِ الْأَقْوَالِ بِتَأْوِيلِ الْآيَةِ مَا صَحَّ بِهِ الْخَبَرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: وَهُوَ قَوْلُهُ: تَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: رَبِّ ارْنِي

كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوْلَى أَوْلَمَ تُؤْمِنُونَ؟“، وَأَنْ تَكُونَ سَأَلَتْهُ رَبَّهُ مَا سَأَلَهُ أَنْ يَرِيَهُ مِنْ

إِحْيَاءِ الْمَوْتَى لِعَارِضٍ مِنَ الشَّيْطَانِ عَرَضَ فِي قَلْبِهِ۔

كَأَلَيْسَ ذَكَرْنَا عَنْ ابْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ: مَنْ أَنْ إِبْرَاهِيمَ لَمَّا رَأَى الْحَوْتَ الْبَنِي

بَعْضُهُ فِي الْبَرِّ وَبَعْضُهُ فِي الْبَحْرِ، قَدْ تَعَاوَرَهُ دَوَابُّ الْبَرِّ وَدَوَابُّ الْبَحْرِ وَطَيْرُ الْهَوَاءِ،

أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي نَفْسِهِ فَقَالَ: مَتَى يَجْمَعُ اللَّهُ هَذَا مِنْ بَطْنٍ هَؤُلَاءِ؟ فَسَأَلَ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ابراہیم حمینڈ رہے اُن پر یہ کیف یحی الموتی، لیعاین ذلک عینا، فلا یقدر بعد ذلک الشیطان اُن یلقى فی قلبہ مثل الذی ألقى فیہ عند رقیبہ مارأی من ذلک۔ فقال له رہ: ”لَوْلَمْ تُؤْمَرْ؟“ یقول: اُولَمْ تصدقْ یا ابراهیم بأُنی علی ذلک قادر؟ قال بلی یا رب! لکن سألْتُک اُن تریننی ذلک لیطمئن قلبی۔ فلا یقدر الشیطان اُن یلقى فی قلبی مثل الذی فعل عند رقیبِی هذا الحوت۔

امام طبری روایات نمبر ۵۹۷ تا ۵۹۷ میں مذکور قوال میں سے زیر بحث آیت کی تفسیر میں سب سے ادلی اس قول کو قرار دیتے ہیں جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کیا گیا ہے کہ: ”نحن اُحق بالمشک من ابراهیم“ ہم ابراہیم کے بہ نسبت مشک کرنے کے زیادہ حق دار ہیں جب انہوں نے کہا تھا اے میرے پروردگار! مجھے دکھا دے کہ تو تر دوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ (امام طبری فرماتے ہیں کہ) یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ”احیائے موتی“ سے متعلق اپنے رب سے سوال عارضہ شیطانی کی وجہ سے کیا ہو جو شیطان نے ابراہیم علیہ السلام کے دل میں ڈال دیا تھا۔

(پھر اس ”عارضہ شیطانی“ کی تائید میں امام طبری ابن زید کی یہ روایت لائے ہیں کہ) ابراہیم علیہ السلام نے جب (دریا کے کنارے پر) ایک بڑی مردہ مچھلی کو دیکھا کہ اس کا بعض حصہ خشکی میں ہے اور کچھ حصہ دریا میں۔ خشکی کے جانور، دریائی جانور اور فضا کی پرندے اس کا گوشت کھاتے رہے تو شیطان نے ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈال دی (کہ اس مچھلی کا گوشت دریائی و خشکی کے جانور اور فضاء کے پرندے بھی کھا رہے ہیں اس کا گوشت کتنے مختلف پیڑوں میں جا رہا ہے) تو انہوں نے کہا کہ ان مختلف جانوروں کے پیڑوں سے اللہ تعالیٰ اس کے مختلف اجزاء کس طرح اکٹھے کرے گا؟ تو اس موقع پر ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا؟ تا کہ وہ زندہ کرنے کی اس کیفیت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں۔

پھر اس کے بعد شیطان ابراہیم کے دل میں شک ڈالنے پر قادر نہ ہو سکا جس طرح

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اس نے ان کے دل میں اس مچھلی کو دیکھنے کے وقت ڈالا تھا۔ پس ان سے ان کے رب نے کہا: کیا تجھے یقین نہیں ہے یا ابراہیم! کیا آپ اس بات کی تصدیق نہیں کرتے کہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہوں۔ ابراہیم نے کہا: کیوں نہیں لیکن میں نے آپ سے اس لئے سوال کیا کہ آپ مجھے زندہ کرنے کی کیفیت دکھادیں تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ پھر شیطان کو یہ قدرت حاصل نہ ہوئی کہ وہ میرے دل میں یہ بات ڈال دے جس طرح اس نے مچھلی کو دیکھنے کے وقت ڈالی تھی۔

مذکورہ ”قول فیصل“ میں امام طبری نے واضح طور پر یہ قرار دیا ہے کہ شیطان نے ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ بات ڈالی تھی اس لئے وہ اپنے رب سے یہ سوال کر بیٹھے۔ پھر اس (یعنی سوال کرنے) کے بعد شیطان ان کے دل میں شک ڈالنے پر قادر نہ ہو سکا۔ امام طبری یہ دلائل اس عنوان کے تحت لائے ہیں کہ:

”قال ذلك لربه، لانه شك في قدرة الله على احياء الموتى“

”حضرت ابراہیم نے اپنے رب سے یہ سوال اس بناء پر کیا تھا کہ انہیں مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا اور یہ بات شیطان نے ان کے دل میں ڈالی تھی۔“
زیر بحث آیت کی تفسیر میں امام طبری کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک یہ آیت ”رَبِّ اَرْسِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى“ زیادہ امید افزا ہے کیونکہ عارضہ شیطانی کے باعث جو خیالات دل میں آتے ہیں ان پر مواخذہ نہیں ہے۔
۲۔ دخل قلب ابراهيم بعض ما يدخل قلوب الناس“ یعنی ابراہیم کے دل میں وہی شک پیدا ہوا جو عام لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے اگرچہ اس کی بی تاویل کی ہے کہ اس سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے (نہی من طلب المعاينة) لیکن یہ تاویل اس لئے صحیح نہیں ہے کہ امام طبری اسے ان لوگوں کے موقف کی تائید میں بطور دلیل لائے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نے ”احیاء موتی“ سے متعلق اللہ کی قدرت میں شک کی بناء پر یہ سوال (”رَبِّ اَرْسِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى“) کیا تھا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

۳۔ موصوف نے دو روایتیں پیش کی ہیں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کیا گیا ہے کہ ”نحن أحق بالشك من إبراهيم“
۴۔ پھر خود بھی زیر بحث آیت میں اس حدیث کو تمام اقوال اور دلائل میں سے سب سے اولیٰ قرار دیا ہے۔

۵۔ پھر واضح طور پر لکھا ہے کہ: ”وأن تكون سألته ربه ما سأله أن يريه من إحياء الموتى لعارض من الشيطان عرض في قلبه۔“

”اور یہ ہو سکتا ہے کہ ابراہیمؑ نے ”احیائے موتی“ سے متعلق اپنے رب سے سوال عارضہ شیطانی کی وجہ سے کیا ہو جو شیطان نے ابراہیمؑ کے دل میں ڈال دیا تھا۔“

۶۔ پھر امام طبری ”عارضہ شیطانی“ کی وضاحت کرتے ہوئے دریا کے کنارے پر پڑی ہوئی ایک بڑی مردہ مچھلی کا ذکر کرتے ہیں جس کا گوشت خشکی و دریا کی جانور اور فضائی پرندے بھی کھا رہے ہیں۔ اس موقع پر شیطان نے ابراہیمؑ کے دل میں یہ بات ڈالی تھی کہ وہ اپنے رب سے سوال کریں کہ اللہ تعالیٰ مختلف جانوروں کے پیٹوں سے اس مچھلی کے اجزاء کس طرح اکٹھے کر کے اسے زندہ کرے گا۔

”ألقي الشيطان في نفسه...، فلا يقدر بعد ذلك الشيطان أن يلقى في قلبه مثل الذي ألقي فيه عند رؤيته مارأي من ذلك،، فلا يقدر الشيطان أن يلقى في قلبي مثل الذي فعل عند رؤيتي هذا الحديث۔“

مذکورہ ”قول فیصل“ میں امام طبری نے نہ صرف یہ کہا ہے کہ شیطان نے ابراہیم علیہ السلام کے دل میں یہ شک دالی بات ڈالی تھی بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی بھی یہ اقرار کرایا ہے کہ شیطان نے میرے دل میں یہ بات ڈالی تھی پھر اس کے بعد وہ ایسا کرنے پر قدرت حاصل نہ کر سکا۔

امام طبری نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں دو باتیں بیان کی ہیں:

(۱) شک۔ (۲) یہ شک شیطان نے ان کے دل میں ڈالا تھا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

موصوف کی دونوں باتیں عقیدہ عصمتِ انبیاء کے منافی ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام صفائے کبار سے معصوم و پاک ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی شک یا عارضہ شیطانی اور وسوسہ شیطانی کی بناء پر نہیں بلکہ اپنے اطمینان قلب کے لئے سوال کیا تھا جو ہرگز ”یقین“ کے منافی نہیں ہے جبکہ ”شک“ ”یقین“ اور ایمان کے منافی ہے۔ پھر ”احیاء موتی“ سے متعلق ان کے ایمان و یقین کا اعلان ”ہلے“ کی صورت میں خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ جس کی وجہ سے اسے شک یا عارضہ شیطانی کا نام ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔

حضرت مفتی صاحب!

(۶۹)	کیا یہ بات کسی بھی درجے میں تسلیم کی جاسکتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ”احیاء موتی“ سے متعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی شک تھا؟
(۷۰)	کیا شیطان کسی نبی کے دل میں ”شک“ ڈالنے پر قادر ہے؟
(۷۱)	کیا امام طبری کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مذکورہ روایات عقیدہ عصمتِ انبیاء کے منافی نہیں ہیں؟

تفسیر طبری اور توہین یوسف علیہ السلام

امام طبری نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بدترین توہین پر مبنی موقف کو تقریباً دو درجن روایات میں پورے ”ہوش و حواس“ کے ساتھ بیان کیا ہے جن میں سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

امام طبری ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا“ (سورہ یوسف آیت 24) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

... ان امرأة العزيز لما همت به يوسف، و أرادت مراودته، جعلت تذكر له محاسن نفسه، و تشوقه إلى نفسها، كما: ...

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

...عزیز کی بیوی نے جب یوسفؑ کے ساتھ برائی کا عزم کر لیا تو اس نے انہیں اپنے
نفس کی طرف مائل کرنے کی خاطر، ترغیب دیتے ہوئے ان کے حسن و جمال کی تعریف
شروع کر دی۔ جیسا کہ:

۱۔ حدثنا ابن وکیع قال، حدثنا عمرو بن محمد قال، حدثنا أسباط،
عن السدي: "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا" قال: قالت له: يا يوسف، ما أحسن
شعرك! قال: هو أول ما ينتشر من جسمي - قالت: يا يوسف! ما أحسن
وجهك! قال: هو للشراب، يأكله - فلم تزل حتى أطمعته فهَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا،
فدخل البيت، وغلقت الأبواب، وذهب ليحلّ سراويله، فإذا هو بصورة يعقوب
قائما في البيت وقد عض على إصبعه... فربط سراويله... (تفسير الطبري - جلد ۷
ص ۱۸۱۔ تحت رقم ۱۹۰۲۳۔ طبع بیروت ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)

”...سَدِی سے روایت ہے کہ زوجہ عزیز نے حضرت یوسفؑ سے کہا: اے یوسفؑ!
آپ کے بال کتنے ہی اچھے ہیں۔ انہوں نے کہا: (میرے مرنے کے بعد) یہ سب سے
پہلے میرے جسم سے الگ ہو جائیں گے۔ پھر اس عورت نے کہا: آپ کا چہرہ کس قدر حسین
ہے۔ جواب دیا کہ: یہ مٹی کے لئے ہے جو اسے کھا جائے گی۔ یہ عورت برابر حضرت یوسفؑ
کو برے کام پر آمادہ کرنے کے لئے دعوت و ترغیب دیتی رہی ”قَهَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا“
پس اس عورت نے بھی اس کا عزم کر لیا اور یوسفؑ نے بھی اس کا ارادہ کر لیا۔ پھر وہ دونوں
خلوت خانے میں داخل ہوئے اور اس عورت نے تمام دروازے بند کر لئے اور یوسفؑ نے
اپنی شلوار اتار دی کہ اچانک یعقوبؑ کی تصویر دیکھ لی جو اپنی انگلی کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے
فرما رہے تھے کہ اے یوسفؑ اس کام میں مبتلا نہ ہونا پھر پرندے اور قیل کی مثالیں دے کر
سمجھاتے رہے۔ بعد ازاں یوسفؑ نے اپنی شلوار باندھ لی۔“

یہ ملحوظ رہے کہ یہ روایت امام طبری نے ”سَدِی“ سے روایت کی ہے جس کے جھوٹا ہونے پر
ائمہ رجال متفق ہیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ابن حمید، سلمہ، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ وہ عورت یعنی زوجہ عزیز یوسفؑ پر جھک گئی۔ ایک مرتبہ انہیں ترغیب و لالچ دیتی اور دوسری مرتبہ عدم تعمیل کے نتیجے سے انہیں ڈراتی اور انہیں اس عیش و لذت کی طرف دعوت دیتی رہی جو عورت کے حسن و جمال میں مردوں کی ضرورت و احتیاج ہوتی ہے اور یوسفؑ بھی تمام مردانہ صفات کے حامل ایک خوبصورت جوان تھے یہاں تک کہ اس عورت کی اپنے ساتھ بے تکلفی دیکھ کر اس کے لئے نرم پڑ گئے اور اس سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا یہاں تک کہ یوسفؑ نے اس عورت کا قصد کر لیا اور اس عورت نے بھی یوسفؑ کا قصد کر لیا۔ پھر مکان میں علیحدہ چلے گئے...

(امام طبری لکھتے ہیں کہ) ”ہم یوسفؑ اور ”ہم زوجہ عزیز“ کے بارے میں اہل علم نے جو کہا ہے میں انہیں یہاں ذکر کر رہا ہوں اور وہ یہ ہے:

۳۔ ”حدثنا أبو کریب، وسفيان بن وكيع و سهل بن موسى الرازي قالوا، حدثنا ابن عيينة، عن عثمان بن أبي سليمان، عن ابن أبي مليكة، عن ابن عباس: سئل عن هم يوسف ما بلغ؟ قال: حلّ الهميان، وجلس منها مجلس الخاتن، لفظ الحديث لأبي کریب“ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۲۵)

”حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ یوسفؑ کا قصد و خیال کہاں تک پہنچا؟ فرمایا: انہوں نے شلوار یا پاجامہ اتار لیا اور زوجہ عزیز کی اس جگہ پر بیٹھ گئے جہاں بیٹھ کر عورت سے مقاربت کی جاتی ہے۔ یہ ابو کریب کی حدیث کے لفظ ہیں۔“

۶۔ حدثني زياد بن عبد الله قال، حدثنا محمد بن أبي عدي، عن ابن جريج، عن ابن أبي مليكة قال: سألت ابن عباس: ما بلغ من هم يوسف؟ قال استلقت له، وجلس بين رجلها۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۲۸)

... ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ: یوسفؑ کا ارادہ و خیال کہاں تک پہنچا؟ فرمایا: زوجہ عزیز یوسفؑ کے سامنے چٹ لیٹ گئی اور وہ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گئے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

۷۔ حدثنا ابن وکیع قال، حدثنا یحییٰ بن ہمام، عن ابن جریر، عن ابن ابی ملیکہ: "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا" قال: استلقت له و حلّ ثیابہ۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۲۹)

ابن ابی ملیکہ نے آیت "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ: زوجہ عزیز یوسفؑ کے لئے سیدھی لیٹ گئی اور انہوں نے اپنے کپڑے اتار لئے۔

۸۔ حدثنی المثنیٰ قال، حدثنا قیسۃ بن عقبہ قال، حدثنا سفیان، عن ابن جریر، عن ابن ابی ملیکہ، عن ابن عباس: "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا" ما بلغ؟ قال: استلقت له، و جلس بین رجلیہا، و حلّ ثیابہ۔ أو: ثیابہا۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۳۰ ص ۱۸۲)

"...ابن ابی ملیکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے آیت "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا" کے تحت روایت کرتے ہیں کہ ان کا "نعم" (قصد و خیال) کہاں تک پہنچا؟ فرمایا: زوجہ عزیز یوسفؑ کے سامنے چٹ لیٹ گئی اور وہ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے اتار دیئے۔ یا اس عورت کے کپڑے اتار دیئے۔

"ثیابہ أو: ثیابہا" سے پہلے دونوں کے لئے "نحل" فعل مذکر استعمال ہوا ہے اور اس کا قائل یوسفؑ ہیں۔ پہلی روایات کے مطابق اپنی شلوار اور کپڑے اتارنے کا ذکر تھا جبکہ مذکورہ روایت میں یہ بتایا گیا ہے کہ "ہم یوسف" اس سے بھی آگے بڑھ گیا حتیٰ کہ اس عورت کے بھی کپڑے اتار دیئے۔"

۹۔ حدثنی المثنیٰ قال، حدثنا إسحاق قال، حدثنا یحییٰ بن سعید، عن ابن جریر، عن ابن ابی ملیکہ قال: سألت ابن عباس: ما بلغ من هم یوسف؟ قال: استلقت علی قفاہا و قعد بین رجلیہا لہنزع ثیابہ۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۳۱)

"...ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ: یوسفؑ کا قصد و خیال کہاں تک پہنچا؟ فرمایا: وہ عورت اپنی پیٹھ کے بل سیدھی لیٹ گئی اور یوسفؑ اس کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گئے تاکہ وہ اپنے کپڑے اتار دیں۔“

۱۰۔ ”حدثنا أبو کریب قال، حدثنا وکیع، وحدثنا ابن وکیع قال، حدثنا أبی، عن تاقع بن عمر، عن ابن أبی ملیکة قال: سئل ابن عباس عن قوله: ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا“ ما بلغ من هم يوسف؟ قال: حل الهميان، یعنی السراويل۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۳۲)

”ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا“ کے متعلق پوچھا گیا کہ اس میں حضرت یوسفؑ کا قصد و خیال کہاں تک پہنچا؟ فرمایا: انہوں نے ”ہمیان“ یعنی شلوار (سراویل) اتار دی تھی۔“

۱۱۔ حدثنا أبو کریب و ابن وکیع قالا، حدثنا ابن إدريس، قال سمعت الأعمش، عن مجاهد قی قوله: ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا“، قال: حل السراويل حتى ألیئیه، و استلقت له۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۳۳)

امام طبری ایک دوسری سند کے ساتھ آیت کی تفسیر میں امام مجاہد کا یہ قول لائے ہیں کہ یوسفؑ نے سرینوں تک اپنی شلوار اتار دی اور زوجہ عزیزان کے سامنے سیدھی لیٹ گئی۔

۱۳۔ حدثنا محمد بن عبدالأعلى قال، حدثنا محمد بن ثور، عن معمر، عن ابن أبی نجیح، عن مجاهد: ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا“، قال: جلس منها مجلس الرجل من امرأته۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۳۵)

”امام تفسیر حضرت مجاہد اس آیت کی تفسیر میں حضرت یوسفؑ کے ”ہم“ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: یوسفؑ زوجہ عزیز کے قریب اس طرح بیٹھ گئے جس طرح ایک آدمی اپنی عورت کے ساتھ مقاربت کے وقت بیٹھتا ہے۔“

۱۴۔ حدثني المثنی قال، حدثنا أبو حلیفة قال، حدثنا شبل قال، حدثني القاسم بن أبی بزة: ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا“، قال: أفا همها به، فاستلقت له، و أفا همها بها، فأنه قعد بين رجلیها و نزع ثیابه۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۱۹۰۳۶)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

امام طبری ایک نئی سند کے ساتھ ہر روایت القاسم بن ابی بزہ لکھتے ہیں کہ: زوجہ عزیز کا ”ہم“ یہ تھا کہ وہ ان کے سامنے بالکل چٹ لیٹ گئی۔ جبکہ یوسف کا ”ہم“ یہ تھا کہ وہ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے اتار دیئے۔

حضرت مفتی صاحب!

(۷۲) سب سے اہم سوال یہ ہے کہ امام طبری اور ان کے راویوں کو حضرت یوسفؑ کے ”ہم“ کے بارے میں کس نے آگاہ کیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے خود یا زوجہ عزیز نے؟ کیونکہ موقع پر تو کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔

سخت تعجب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تقریباً ۲۴۰۰ سال پہلے رونما ہونے والے ایک واقعہ کے بارے میں یہ حضرات ٹامک ٹونیاں مار رہے ہیں۔ امام طبری نے منقولہ اسرائیلی روایات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ و خیال کا جو انتہائی مکروہ اور قبیح نقشہ کھینچا ہے اور وہ باتیں ان کی طرف منسوب کی ہیں جو کسی ”فاسق“ کی طرف بھی منسوب نہیں کی جاسکتیں۔ (تفسیر بحر المحیط)

موصوف نے مذکورہ تمام روایات میں زوجہ عزیز کا ”ہم“ (جو ”ل“ اور ”قد“ کی تائید کے ساتھ بیان کیا گیا ہے) یہی بتایا ہے کہ وہ ان کے سامنے چٹ لیٹ گئی تھی ”استلقت لہ، استلقت علی قفاہا“ اس کے برعکس حضرت یوسف علیہ السلام (جن کا ”ہم“ بغیر تائید کے بیان ہوا ہے) کا ”ہم“ اور قصہ و خیال جس انداز سے بیان کیا ہے وہ اس عورت کے ”ہم“ سے کہیں زیادہ ہے:

”حتى رقی لہا، ولم یخوف منها، خلوا فی بعض بیوتہ، حل الہمیان، حل السر اویل، نزع ثیابہ، حل ثیابہ۔ او ثیابہا، جلس منها مجلس الخاتن، جلس منها مجلس الرجل من امرأۃ، جلس بین رجلیہا، قعد بین رجلیہا“

امام طبری تقریباً تمام ہی روایات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق مذکورہ الفاظ کی ”گردان“ پڑھتے اور لکھتے رہے اور تم بالائے ستم یہ کہ امام طبری اس ”ہم یوسف“ کو صحیح سمجھ کر نقل کرتے رہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

جب اللہ تعالیٰ اور زبیرہ عزیزہ سمیت شہر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ”برائی“ کی نفی کر دی تو پھر معلوم نہیں کہ امام طبری کو کیا ضرورت محسوس ہوئی کہ انہوں نے ڈیڑھ درجن سے زائد روایات نقل کر کے یوسف علیہ السلام کی ”برائی“ کو اجاگر کر دیا۔

حضرت مفتی صاحب!

(۷۳) کیا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی اس تعریف: ”كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ“ کا مستحق ہو سکتا ہے جو بقول طبری: ”جلس بین رجلیہا، فعملین رجلیہا، جلس منها مجلس الخاتن، جلس منها مجلس الرجل من امرأته و حلّ ثیابہ لوثیابہا، و حلّ الہیمان و حلّ السراویل“ اس کردار کا مظاہرہ کرے؟

یقیناً ہر مومن بالقرآن بغیر کسی ادنیٰ تاویل کے اپنے عقیدہ عصمت انبیاء اور ایمان کے تقاضے کے تحت اس مفتری، کذاب و دجال راوی کی بات کو ٹھکرا کر کلام الہی کی صداقت کو ہی تسلیم کرے گا۔

جن حضرات نے بشری تقاضے کے تحت غیر اختیاری طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کا ”ہم“ (قصد و خیال) ثابت کیا ہے۔ انہوں نے بھی اپنی حدود سے قدرے ”تجاوز“ ہی کیا ہے کیونکہ ”ہم“ کے معنی قصد و خیال اور ارادہ و فکر کے ہیں جس کا ادراک حواس کے ذریعے نہیں ہو سکتا اور اس کا حقیقی محل بھی دل ہے تو اب سوال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قلبی ارادے کو جس کا ادراک حواس کے ذریعے ممکن ہی نہیں تھا ان حضرات نے کیوں کر معلوم کر لیا؟ اور اگر بفرض محال ان کی غلط حرکات و سکنات کو دیکھ کر ان کا اصل ”قلبی ارادہ“ معلوم ہوا تو یہ چیز ”ہم“ سے نکل کر ”فعل“ کی حدود میں داخل ہو جائے گی۔ اگر بالفرض ”ہم“ (یعنی دل میں خیال) عند اللہ ”سوء“ کے درجے میں بھی ہے تو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے جب تک کہ اس کا ارتکاب نہ کیا جائے بلکہ اللہ کے خوف سے اس کے ترک کرنے والا بھی ثواب کا مستحق ہے نہ کہ ملامت کا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری نے ”وہم بہا“ کے تحت جس قدر جھوٹی روایات کا انبار لگایا ہے اور ان میں جن ”اعمال“ کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے وہ یقیناً ”ہم“ سے بڑھ کر ”افعال“ اور ”فحشاء“ کے درجے کے ہیں۔ جن کی نفی وتردید نہ صرف اللہ تعالیٰ نے کی ہے بلکہ شہر کی عورتوں اور خود صاحب واقعہ زیدہ عزیز نے بھی واشگاف الفاظ میں کر دی ہے۔ جب امام طبری کی پیدائش سے بھی صدیوں پہلے ایک واقعہ کی بے لاگ تحقیق و تفتیش کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت دیا کہ دائی کا اعلان کر کے اسے قرآن مجید میں محفوظ کر دیا گیا۔

(۷۴)	کس طبقہ کی خوشنودی کی خاطر امام طبری نے ان ناکردہ قبیح ترین افعال کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا؟
(۷۵)	حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ انہوں نے ”ہم“ کے درجے میں ہی ارادہ بد کیا تھا کیا یہ تصور بالکل باطل اور قرآن کریم کے صریح مخالف نہیں ہے؟
(۷۶)	کیا امام طبری نے اسے ”ہم“ کے درجے سے ترقی دیتے ہوئے پہلے ”سوء“ اور پھر ”فحشاء“ کے درجے میں نہیں پہنچایا؟

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری نے ”وہم بہا“ کی جو تفصیل دی ہے (کہ یوسفؑ کا اس عورت کی طرف میلان و جھکاؤ، خلوت گاہ میں جانا، اس عورت کا چٹ لیٹ جانا، یوسفؑ کا اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان اس جگہ بیٹھ جانا جہاں بیٹھ کر ایک مرد عورت سے مقاربت کیا کرتا ہے پھر اپنے کپڑے اور شلوار اتار دینا وغیرہ) یہ سب مبادی زنا شمار ہوتے ہیں۔ امام طبری اگر باقی تفصیل نہ بھی دیتے صرف ”حل سراویل“ (یعنی شلوار اتارنے) کا ہی ذکر کر دیتے تو پھر بھی اس میں مذکورہ جملہ امور شامل ہی سمجھے جاتے کیونکہ ”حل سراویل“ تک نوبت پہنچنے سے پہلے کچھ اور مبادی و مراحل بھی ہوتے ہیں مگر امام طبری نے ان تمام مبادی کی خود ہی تفصیل بھی جاری کر دی۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

(۷۷)	جو شخص امام طبری کے منقولہ ”مبادی“ میں مبتلا ہو جائے کیا انہیں معصوم کہا جاسکتا ہے؟
(۷۸)	کیا ان مبادی میں مبتلا ہونے والے پر ”الصدیق“ کا اطلاق ہو سکتا ہے؟
(۷۹)	کیا ان مبادی پر ”سوء و فحشاء و ذنب“ کا اطلاق نہیں ہوتا؟
(۸۰)	حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں امام طبری کی منقولہ روایات کیا منافی عصمت نہیں ہیں؟
(۸۱)	کیا حضرت یوسف علیہ السلام کو ان مذکورہ ”مبادی“ میں مبتلا دکھانے والے، ان ”مبادی“ کو نقل کرنے والے اور انہیں منافی عصمت نہ سمجھنے والے کیا عند اللہ ”ممول نہیں ہیں؟

حضرت مفتی صاحب!

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے ”سوء اور فحشاء“ دونوں کو بٹا دیا ہے۔ امام آلوسی کے نزدیک ”سوء“ مقدمات الفحشاء من القبلة والنظر بشهوة کو کہتے ہیں (روح المعانی جلد ۱۲ ص ۲۱۶)

”سوء“ کے معنی ہیں دل میں بے حیائی کا خیال لانا جبکہ ”فحشاء“ کے معنی بے حیائی کے فعل کا ارتکاب ہے خواہ وہ زنا ہو یا مبادی زنا۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام سے نہ صرف زنا اور ہر قسم کے مبادی زنا کی نفی کرتا ہے بلکہ اس گندے خیال کے آپ کے دل میں آنے کی بھی نفی کرتا ہے۔

امام طبری نے پہلے ”ہُمْ بِهَا“ کے تحت ۹ روایات لاکر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف انتہائی مکروہ انداز میں ”ہُمْ سُوء“ کی نسبت کی ہے پھر واقعہ کے تمام متعلقین کی طرف سے ان کی برائت کا اعلان کرنے کے بعد جب کوئی زمینی گواہ دستیاب نہ ہو سکا تو انہوں نے جبرئیل امین اور ایک دوسرے فرشتے کی کواہی سے معصوم پیغمبر کو ”ہُمْ سُوء“ کا مرتکب قرار دے دیا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

امام طبری نے سورہ یوسف کی آیت ۵۲-۵۳ کی تفسیر میں ۱۸ روایات کی رو سے یہ بات ”ثابت“ کی ہے کہ شاہی دربار میں زوجہ عزیز کی حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں اس کو ابی: ”الْكَانَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوُذُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ“ (اب حق کھل چکا ہے وہ میں ہی تھی جس نے اس کو پھسلانے کی کوشش کی تھی۔ بے شک وہ بالکل سچا ہے) کے بعد جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ”ذَلِكَ لِتَعْلَمَ آتَىٰ لَّمْ أَتُخَنُّ بِالْغَيْبِ“ (اس سے میری غرض یہ تھی کہ عزیز مصر یہ جان لے کہ میں نے درپردہ اس کی خیانت نہیں کی تھی) تو جبریل امین اور ایک فرشتہ (جو حضرت یوسفؑ کے ساتھ ڈیوٹی پر مقرر تھا) نے انہیں ٹوکتے ہوئے بٹھوکا لگاتے ہوئے اور وہ سابقہ منظر یاد کرتے ہوئے کہا کہ: کیا اس دن تم نے خیانت نہیں کی تھی جب اس عورت نے تیرے ساتھ برائی کا ارادہ کر لیا تھا اور تم نے بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ارادہ کیا تھا بلکہ کیا تم نے اس وقت خیانت نہیں کی تھی جب تم نے اپنی شلووار بھی اتار لی تھی؟ جبریل امین اور فرشتے کے اس طرح کے ہر سوال کے جواب میں یوسفؑ یہ اعتراف کرتے رہے کہ: میں کچھ اپنے نفس کی برأت نہیں کر رہا ہوں نفس تو بدی پر اکساتا ہی ہے لہذا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو۔ بے شک میرا رب بڑا بخور و رحیم ہے۔

امام طبری نے سورہ یوسف کی آیات: ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا“، ذَلِكْ لِتَعْلَمَ آتَىٰ لَّمْ أَتُخَنُّ بِالْغَيْبِ...، وَمَا أُبْرِئُ نَفْسِي...“ (یوسف: ۵۲، ۵۳) کے ذیل میں جو تفسیری اقوال نقل کئے ہیں انہیں صحیح سمجھنے کی صورت میں یقینی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت داغ دار ہوتی ہے۔

سخت تعجب ہے کہ امام طبری نے زوجہ عزیز کی کو ابی کے بعد بھی اپنی روش ترک نہیں کی۔ پھر جب وہ ”مقدمہ“ کی اصل مدعیہ کے اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہونے کے بعد اس کے ”اعترافی بیان“ سے بھی مایوس ہو گئے تو انہوں نے حضرت جبریل اور ایک دوسرے فرشتے کی کو ابی سے ”۱۸“ روایات لا کر اپنا باطل مدعا ”ثابت“ کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مفتی صاحب!

کیا آپ اس بات کی وضاحت کرنا پسند فرمائیں گے کہ:

(۸۲) امام طبری نے ”کراما کا تین“ اور جرنیل امین کے ”بیانات“ کا ریکارڈ کن ”ذرائع“ سے حاصل کیا؟

روزنامہ اسلام کے چیف ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے آپ پر، آپ کے ”ممدوح“ اور امام طبری کے تمام وکلاء صفائی پر اس سوال کا ”جواب“ ایسا قرض ہے جو شاید کبھی ادا نہ ہو سکے۔
امام فخر الدین رازیؒ (م ۶۰۶ھ) نے انبیاء کرام کی عصمت کے تحفظ کی خاطر ایسے ضدی اور ہٹ دھرم طبقے کے حق میں جس درد اور سوز سے جو حتمی بات کی ہے یقیناً اس پر کوئی اضافہ ممکن نہیں ہے چنانچہ حضرت موصوف حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر تمام اہم شہادتیں قلم بند کرنے کے بعد منکرین عصمت انبیاء سے یوں مخاطب ہوتے ہیں کہ:

”هؤلاء الجهال الذين تسبوا لى يوسف عليه السلام هذه الفضيحة ان كانوا من اتباع دين الله تعالى فليقبلوا شهادة الله تعالى على طهارته، وان كانوا من اتباع إبليس و جنوده فليقبلوا شهادة إبليس على طهارته“ (التفسير الكبير جلد ۶ ص ۴۴۱)

”جن جاہلوں نے ان قبیح حرکات و شنیع افعال اور گندے عمل و حرام قصد و ہم کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے اگر وہ: اللہ تعالیٰ کے قانون اور طریقے کی اتباع کرنے والے ہیں تو اس کی یوسف علیہ السلام کے حق میں اس کو ابی کو قبول کر لیں: ”وَهُمْ بِهَا أَوْلَىٰ أَنْ رَأَوْهُمَا بِرَبِّهِ ط كَذْلِكَ لِنُصْرِفَ عَنْكَ الشُّؤْمَ وَالْفَحْشَاءَ ط إِنَّكَ مِنْ عِبَادِنَا الْمُتَّخِلِّصِينَ“ (سورۃ یوسف آیت ۲۴)

(اور یوسف بھی اس عورت کا قصد کر لیتے اگر وہ اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے مگر چونکہ وہ برہان دیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے اس کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ یہ اس لئے کیا گیا تا کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو بھیر دیں بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔)
اور اگر وہ منکرین عصمت، جاہل لوگ ابلیس اور اس کے لشکروں کے پیروکار ہیں تو وہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کجلا خط

یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی پر ابلیس کی شہادت قبول کر لیں جب اس نے کہا تھا کہ:
 ”قَبِيعَتَكَ لَأُعْوَِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ“ (ص ۸۲-۸۳)
 (تیری عزت و جلال کی قسم! میں ان سب کو صراط مستقیم سے ضرور بہکاؤں گا مگر تیرے
 مخلص بندوں پر میرا کوئی داؤد فریب نہیں چل سکتا۔)“

لیکن صد افسوس! امام طبری و امثالہ نے ان سب گواہوں کی گواہیوں کو رد کر کے حضرت
 یوسف علیہ السلام کے خلاف جبرئیل اور فرشتے کی موعومہ و مفروضہ گواہی قبول کر لی۔ جس کا
 کسی بھی ذریعے سے ثابت ہونا ممکن ہی نہیں واللہ المستعان!

تفسیر طبری اور توہین داؤد علیہ السلام

امام طبری سورہ ”ص“ کی آیت 21 کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

كان داؤد قد قسم الدهر ثلاثه أيام: يوم يقضى فيه بين الناس، ويوم يخلو فيه لعبادة
 ربه، ويوم يخلو فيه لنسائه و كان له تسع وتسعون امرأة، وكان فيما يقرأ من الكتب
 أنه كان يجد فيه فضل إبراهيم وإسحاق ويعقوب، فلما وجد ذلك فيما يقرأ من
 الكتب قال: يا رب إن الخبر كله قد ذهب به أبائي الذين كانوا قبلي، فأعطني مثل ما
 أعطيتهم، وأفعل بي مثل ما فعلت بهم، قال: فأوحى الله إليه: إن آباءك ابتلوا ببلايا لم
 تبطل بهاء ابتلى إبراهيم بنبيح ابنه، وابتلى إسحق بنهاب بصره وابتلى يعقوب بحزنه
 على يوسف، انك لم تبطل من ذلك بشئ، قال: يا رب ابتلني بمثل ما ابتلتهم به،
 وأعطني مثل ما أعطيتهم، قال: فأوحى إليه: انك مبتلى فاحترس، قال: فمكث بعد
 ذلك ما شاء الله أن يمكث، إذ جاءه الشيطان قد تمثل في صورة حمامة من ذهب،
 حتى وقع عند رجله وهو قائم يصلي، فمد يداً لياخذنه، فتنحى فقبعه، فتبادلت حتى وقع
 في كوة، فذهب لياخذنه، فطار من الكوة، فنظر أين يقع، فبيعت في أثره قال: فأبصر
 امرأة تغتسل على سطح لها، قرأى امرأة من أجمل الناس خلقاً، فحانت منها التفاتة

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

فأبصرته، فألقت شعرها فاستمرت به، قال: فزاده ذلك قبيها رغبة، قال: فسال عنها، فأخبر أن لها زوجاً، وأن زوجها غائب بمسلحة كذا وكذا، قال: فبعث إلى صاحب المسلحة أن يبعث "أهرياً" (أوريا) إلى علو كذا وكذا، قال: فبعثه، ففتح له، قال: وكتب إليه بذلك، بأساء، قال: فبعثه ففتح له أيضاً، قال: فكتب إلى دلوذ بذلك، قال: فكتب إليه أن ابعثه إلى علو كذا وكذا، فبعثه فقتل المرأة الثالثة، قال: وتزوج امرأته۔ (تفسير الطبري۔ المجلد العاشر ص ۵۷۱۔ طبع بيروت ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء)

امام طبری زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

”حضرت داؤد علیہ السلام نے تقسیم کار کے پیش نظر اپنے معمولات کو تین دنوں پر اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ ایک دن حکومتی امور انجام دینے اور لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے، ایک دن انہوں نے اپنے رب کی عبادت کے لئے اور ایک دن گھریلو امور انجام دینے کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔

ان کی ننانوے (۹۹) بیویاں تھیں۔ انہوں نے سابقہ کتب میں اپنے آباء حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کے فضائل و مناقب پڑھ کر کہا: اے پروردگار! یہ تمام خوبیاں میرے آباء و اجداد جو مجھ سے پہلے گزرے ہیں وہ لے گئے ہیں۔ پس مجھے بھی وہ عطا کر جن سے آپ نے انہیں نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ جن آزمائشوں میں آپ کے آباء کو مبتلا کیا گیا ان سے آپ نہیں گزرے۔ ابراہیم کو بیٹے کے ذبح کرنے کے معاملے میں آزمایا گیا، اسحاق کو بصارت کے زائل ہونے پر اور یعقوب کو یوسف کے غم میں آزمائش کی گئی۔ آپ کو تو ان میں سے کسی چیز میں بھی نہیں آزمایا گیا۔ داؤد نے عرض کیا: اے پروردگار! مجھے بھی ان چیزوں میں مبتلا کر جن میں انہیں مبتلا کیا گیا تھا اور مجھے بھی وہ عطا کر جو آپ نے انہیں عطا کیا تھا تو ان کی طرف وحی کی گئی کہ آپ بھی عنقریب آزمائش میں ڈالے جائیں گے، اس کے بعد تھوڑی ہی وقت گزرا کہ ان پر یہ آزمائش آئی کہ:

ان کے پاس شیطان ایک سونے کی کبوتری کی صورت میں آیا اور وہ کبوتری آپ کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

پاؤں پر آ بیٹھی۔ حضرت داؤد اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے اسے پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھالیا وہ وہاں سے اڑ گئی، انہوں نے پیچھا کیا تو وہ دور ہو گئی حتیٰ کہ منڈیر پر جا کر بیٹھ گئی۔ حضرت داؤد پھر اس کے قریب گئے تاکہ اسے پکڑ لیں لیکن وہ منڈیر سے بھی اڑ گئی۔ وہ منڈیر پر پہنچے تاکہ دیکھیں کہ چڑیا اڑ کر کدھر گئی۔ جب انہوں نے نگاہ دوڑائی تو دیکھا کہ ایک خوبصورت ترین عورت اپنے ساتہان میں غسل کر رہی ہے۔ اس عورت نے بھی جب انہیں دیکھا تو اپنے بال جھٹک دیئے اور اس کے لمبے لمبے بالوں نے اس کے جسم کو ڈھانک لیا تو اس جھٹک سے داؤد کے دل میں اس عورت کی رغبت بڑھ گئی۔ انہوں نے اس کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو انہیں بتایا گیا کہ اس کا شوہر جہاد کے لئے گیا ہوا ہے۔ حضرت داؤد نے سپہ سالار فوج کو حکم دیا کہ ”موریا“ کو اس طرح کے دشمن کی طرف بھیج دے تو اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسے بھیج دیا تو وہ ہلاک ہونے کے بجائے فتح سے ہمکنار ہو گیا۔ سپہ سالار نے داؤد کو اس مہم سے آگاہ کیا تو انہوں نے جواباً ایک دوسری کٹھن مہم اور بڑے دشمن کی طرف بھیجنے کا حکم دیا جو پہلوں کی نسبت زیادہ طاقتور تھے چنانچہ سپہ سالار نے اسے ان کے مقابلے کے لئے بھیج دیا تو وہاں سے بھی وہ فاتح کی حیثیت میں لوٹا۔

سذی کہتے ہیں کہ سپہ سالار نے داؤد کو اس فتح سے آگاہ کیا تو انہوں نے جوابی خط لکھا کہ اب اسے ایسے ایسے دشمن کی طرف بھیج دیا جائے تو اس نے اسے بھیج دیا تو اس طرح تیسری مرتبہ وہ قتل ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے قتل ہو جانے کے بعد داؤد نے اس کی بیوہ سے شادی کر لی۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۸۳)	کیا حضرت داؤد علیہ السلام ”نماز“ جیسی عبادت چھوڑ کر چڑیا کو پکڑنے کی خاطر چلے گئے تھے؟
(۸۴)	کیا حضرت داؤد علیہ السلام اپنے پڑوسی اور سپاہی کی خوبصورت بیوی کو برہنگی کی حالت میں غسل کرتے ہوئے دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے تھے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۸۵)	کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی خاطر اس کے خاندان کو سازش کے ذریعے قتل کرایا تھا؟
(۸۶)	کیا یہ کردار حضرت داؤد علیہ السلام کے شایان شان تھا؟
(۸۷)	کیا یہ کورہ روایت عقیدہ عصمت انبیاء کے منافی نہیں ہے؟

”تورات“ کی حرف روایت میں حضرت داؤد علیہ السلام پر جو الزامات عائد کئے گئے تھے اور ان کا جو اخلاقی نقشہ پیش کیا گیا تھا معمولی فرق کے ساتھ (یعنی اوریا کی زندگی میں ہی اس عورت کے ساتھ صحبت کے علاوہ) امام التفسیر جناب طبری نے بھی بعینہ وہی نقشہ پیش کیا ہے بلکہ اس میں تو یہ اضافہ بھی ملتا ہے کہ حضرت داؤد نے ایک چڑیا کو پکڑنے کی خاطر نماز جھینسی عبادت کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ چڑیا تو اڑ گئی البتہ اپنے سپاہی کو ایک سازش کے ذریعے قتل کرانے کے بعد اس کی خوبصورت بیوی کو اپنے حرم میں داخل کرنے میں کامیاب ہو گئے!

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری نے ”اسرائیلی روایت“ ایک نئے ڈھنگ سے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے جو سراسر عقیدہ عصمت انبیاء کے منافی اور مبنی بر توہین ہے۔ اس داستان میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد ان کو نبی اور پیغمبر تو کچھ ایک صحیح اخلاق کا انسان بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔ دوسرے کی غسل کرتے ہوئے بالکل برہنہ بیوی پر نظر ڈالنا، اس پر فریفتہ ہو جانا پھر سازش کے ذریعے اس کے شوہر کو ماقہ قتل کروانے کے بعد اس کی بیوی کو اپنے حرم میں داخل کر لینا جیسے ”اعمال“ کے منافی عصمت اور مبنی بر توہین ہونے میں کوئی مومن بالقرآن شک نہیں کر سکتا۔ تفصیل کے لئے میری کتاب ”امام طبری کون؟“ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ کی طرف مراجعت فرمائیں۔

تفسیر طبری اور توہین سلیمان علیہ السلام

امام طبری سورہ ”ص“ کی آیت 34 میں فرماتے ہیں کہ:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

حَدَّثَنَا بِشْرٌ قَالَ: ثَنَا يَزِيدٌ قَالَ: ثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ قَوْلَهُ: "وَلَقَدْ قَتَلْنَا
سُلَيْمَانَ وَآلَافَهُنَّ عَلَى شُرُوبِهِ جَسَدًا ثُمَّ آتَاهُ..."

حضرت سلیمان کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ہوا کہ اس طرح بناؤ کہ لوہے کی آواز بھی
نہ سنی جائے۔ آپ نے ہر چند مدہیریں کیں لیکن کارگر نہ ہوئیں۔ پھر آپ نے سنا کہ سمندر
میں ایک شیطان ہے جو ایسی ترکیب بتا سکتا ہے۔ آپ نے اسے طلب کیا۔

ایک چشمہ سمندر میں ملتا تھا۔ ہر ساتویں دن اس میں لبالب پانی آ جاتا تھا اور یہی پانی
شیطان پیتا تھا۔ اس کا پانی نکال دیا گیا اور بالکل خالی کر کے، پانی کو بند کر کے اس کے آنے
والے دن اسے شراب سے پُر کر دیا گیا۔ شیطان جب آیا اور یہ حال دیکھ کر کہنے لگا: ہے تو یہ
مزرے کی چیز لیکن دشمن عقل ہے اور جہالت کو ترقی دینے والی ہے۔ (إِنَّكَ لَشَرَابٌ طَلِبٌ إِلَّا
أَنْ تَصِيْبِيْنَ الْحَلِيْمَ وَتَزِيْدِيْنَ الْجَاهِلَ جَهْلًا) چنانچہ وہ پیاسا ہی چلا گیا۔ جب پیاس کی
شدت ہوئی تو مجبوراً یہ سب کچھ کہتے ہوئے پیانا ہی پڑا۔ اب عقل جاتی رہی اور اسے حضرت
سلیمان کی انگوٹھی دکھائی گئی یا کندھوں کے درمیان اس سے مہر لگا دی گئی۔ شیطان بے بس
ہو گیا۔ حضرت سلیمان کی حکومت اسی انگوٹھی کے دم سے قائم تھی (فَكَانَ مَلِكُهُ فِيْ خَاتَمِهِ)
جب یہ حضرت سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے اسے اس کام کے سرانجام دینے کا حکم دیا۔
(چنانچہ اس نے حسب خواہش و ہدایت اپنی ترکیب و تدبیر سے بیت المقدس کی تعمیر کی)۔

حضرت سلیمان جب بیت الخلاء میں یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اتار جاتے۔ ایک
دن حمام جانا تھا اور یہ شیطان آپ کے ساتھ تھا۔ آپ اس وقت فرضی غسل کے لئے
جارہے تھے، انگوٹھی اسی کو سوپ دی اور حمام میں چلے گئے۔ شیطان نے انگوٹھی سمندر میں
پھینک دی اور شیطان پر سلیمان کی شکل ڈال دی گئی جس کی بناء پر آپ سے تخت و تاج
چھین گیا سب چیزوں پر شیطان نے قبضہ کر لیا بجز آپ کی بیویوں کے۔

اب اس سے بہت سی غیر معروف باتیں بھی ظہور میں آنے لگیں تو اس زمانے میں ایک
صاحب تھے جو ایسے ہی تھے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت عمر فاروقؓ۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

انہوں نے کہا: آزمائش کرنی چاہئے، مجھے تو یہ شخص سلیمان معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک روز انہوں نے سوال کیا: اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور سردی ہونے کی وجہ سے وہ سورج کے طلوع ہونے تک غسل نہ کرے تو کوئی حرج تو نہیں؟ اس نے جواب دیا: ہرگز نہیں۔

چالیس دن تک شیطان سلیمان کے تخت پر بیٹھ کر حکمرانی کرتا رہا۔ پھر آپ کو مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی مل گئی۔ ہاتھ میں پہنتے ہی پھر تمام چیزیں آپ کی مطیع ہو گئیں۔ اسی کا بیان اس (زیر بحث) آیت میں ہے (وَ اَلْقَيْنَا عَلٰی شُرَيْبٍ هَيْبَةٍ جَسَدًا) (راوی نے کہا ”هو الشيطان صخر“ وہ سلیمان کی شکل اختیار کر کے چالیس دن تک بادشاہت کرنے والا، شیطان صخر تھا۔) (تفسیر الطبری المجلد العاشر ص ۵۸۱ تحت رقم ۲۹۹۰۰ طبع بیروت)

حدثنا محمد بن الحسين ، قال : ثنا أحمد ، ثنا أسباط ، عن السدي في قوله : ”وَلَقَدْ قَتْنَا شَالِيْمًا...“

حضرت سلیمان کی ایک سو بیویاں تھیں۔ ان میں سے ایک بیوی کا نام ”جرادہ“ تھا، یہ تمام بیویوں میں سب سے زیادہ مؤثر، امین، آپ کی چیتنی اور قابل اعتماد تھی۔ جب آپ جنبی ہوتے یا رفع حاجت کے لئے جاتے تو اپنی انگوٹھی ان ہی کو سونپ جاتے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے کو اس پر امین مقرر نہ کرتے۔ ایک دن جرادہ نے کہا: میرے بھائی اور فلاں شخص کے درمیان کچھ جھگڑا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا بھائی جب آپ کے پاس آئے تو آپ اس کے حق میں فیصلہ کر دیں۔ آپ نے کہا اچھا۔ لیکن فیصلہ کیا نہیں۔ اسی قول پر آپ آزمائش میں مبتلا کئے گئے۔ غرض ایک دن مہر ”جرادہ“ کو دے کر بیت الخلاء کو چلے گئے۔ اس دوران میں ایک شیطان آپ کی شکل و صورت میں جرادہ کے پاس آیا اور کہا: مہر دے دو۔ اس نے (اسے سلیمان سمجھ کر) مہر دے دی پھر وہ سلیمان کے تخت پر بیٹھ گیا۔ پھر سلیمان بیت الخلاء سے باہر آئے اور جرادہ سے اپنی مہر طلب کی۔ تو اس نے کہا: کیا آپ نے ابھی نہیں لی تھی؟ آپ نے کہا: نہیں۔ پھر آپ یہاں سے نکل کر کسی دوسرے مقام پر چلے گئے۔ اور چالیس روز تک شیطان سلیمان کی شکل میں لوگوں پر حکومت کرتا رہا۔ لوگوں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

نے اس کے احکام کو (سلیمان کے احکام سے) بدلا ہوا پایا اور محسوس کیا تو بنی اسرائیل کے علماء اور قرآء آپ کی بیویوں کے پاس گئے اور ان سے کہا: ہم کو احکام سلیمانی سے اس کے احکام بدلے ہوئے نظر آتے ہیں اس لئے اگر یہ فی الواقع سلیمان ہی ہیں تو پھر ان کی عقل جاتی رہی ہے۔ اس پر بیویاں رونے لگیں۔ علماء اور قرآء چلے آئے اور آ کر تو رات کھول کر اس کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ شیطان نے جب یہ دیکھا تو ان کے سامنے سے اڑ کر روشن دان میں جا پڑا۔ مہر اس کے پاس ہی رہی۔ پھر وہاں سے اڑ کر سمندر کی طرف چلا گیا۔ پس مہر اس کے ہاتھ سے گر کر سمندر میں گر گئی جس کو سمندر کی مچھلیوں میں سے ایک مچھلی نے نگل لیا۔ حضرت سلیمان بھی سمندری شکاریوں کے پاس پہنچ گئے تھے اور سخت بھوکے تھے۔ اس لئے ایک شکاری سے اس کے شکار کی ایک مچھلی مانگی اور کہا میں سلیمان ہوں۔ یہ بات سن کر ایک شکاری نے اٹھ کر آپ کے لانگی ماری اور زخمی کر دیا۔ آپ سمندر کے کنارے بیٹھے خون دھونے لگے۔ پس دوسرے شکاریوں نے مارنے والے کو ملامت کی اور جو مچھلیاں پکڑی تھیں ان میں سے دو مچھلیاں آپ کو دے دیں۔ آپ نے دونوں کا پیٹ چاک کیا اور دھونے لگے۔ ایک مچھلی کے پیٹ کے اندر سے آپ کو اپنی مہر مل گئی اور آپ نے اس کو پہن لیا۔

اس طرح اللہ نے آپ کو حکومت اور شان و شوکت واپس کر دی اور پرندے آپ کے گرد گھومنے لگے۔ اس وقت لوگوں نے انہیں پہچان لیا کہ یہ سلیمان ہی ہیں۔ پھر لوگ اپنی حرکت پر معذرت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: نہ میں تمہاری اس معذرت کی تعریف کرتا ہوں اور نہ تمہارے فعل پر تمہیں ملامت کرتا ہوں۔ یہ معاملہ تو ہونا ہی تھا۔ اس کے بعد آپ اپنی حکومت پر آ گئے اور جس شیطان نے آپ کی مہر اڑائی تھی اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ وہ گرفتار ہو کر آ گیا۔ اس دن ہوا اور شیطان آپ کے لئے مسخر ہو گئے۔ اور اس سے پہلے اس طرح مسخر نہیں ہوئے تھے۔ پھر اس شیطان کو حاضر کیا گیا جسے لوہے کے ایک صندوق میں بند کر کے، اس صندوق کو مقفل کر کے، اس پر اپنی مہر لگا کر سمندر میں پھینکوا دیا۔ وہ قیامت تک اسی حالت میں رہے گا اور اس کا نام ”حقیق“ ہے۔ (تفسیر الطبری المجلد العاشر ص ۵۸۲ تحت رقم ۲۹۹۰۱ طبع بیروت)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

یہ امام طبری ہی کا حوصلہ ہے جنہوں نے یہودیوں کی وضع کردہ روایات کو اپنی تفسیر میں جگہ دے دی۔

خحت تعجب ہے جو شیطان خواب میں بھی نبی کی صورت اختیار نہیں کر سکتا وہ شیطان امام طبری کے شیخ اشیوخ کے بقول ۴۰۰ دن تک سلیمان کی صورت اختیار کر کے حکومتی و خانگی امور سرانجام دیتا رہا اور علماء و قراء، مصاحبین، وزراء حتیٰ کہ ان کی بیویاں بھی انہیں نہ پہچان سکیں اور یہ سارے شیطان کے ہی مطیع و فرمانبردار رہے۔

امام طبری کی منقولہ، مکذوبہ روایات میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سلیمان کی حکومت کا سارا راز اس انگوٹھی میں بند تھا کہ جس کے ہاتھ وہ انگوٹھی لگ جاتی اس کی شکل و صورت بھی سلیمان کی سی ہو جاتی اور اصلی سلیمان کو پہچاننے سے اس کی بیوی بھی انکار کر دیتی پھر یہی نہیں بلکہ وہ حکومت کے خخت پر بیٹھ کر حکم جاری کرتا اور سارے پرندے، درندے، جن، شیطین اور انسان اس کی اطاعت شروع کر دیتے۔ امام طبری تک اگر بالفرض حضرت سدی کی یہ روایت کسی ذریعے سے پہنچ ہی گئی تھی تو انہوں نے اسے اپنی تفسیر میں درج کرنے کے بجائے یہ کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ:

وَلَوْلَا إِذْ سَبَعْتُمْوَهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهِذَا سُبْحَنَكَ هَذَا يُهْتَنَأُ عَظِيمٌ (سورہ النور- ۱۶)

اور جب تم نے اسے سنا تھا تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم اس کے متعلق باتیں کریں۔ (اے اللہ) تو پاک ہے یہ تو ایک بہت بڑا بہتان ہے۔
قاضی عیاض (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

”لا يصح ما نقله الاخباريون من تشبيه الشيطان به و تسلطه على ملكه و تصرفه في أمته بالجور في حكمه ان الشياطين لا يسلطون على مثله و قد عصم الله تعالى الأنبياء من مثل هذا“ (تفسير الخازن جلد ۶ ص ۴۹)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کجلا خط

”شیطان کے حضرت سلیمان کی صورت اختیار کرنے، ان کی حکومت پر مسلط ہونے اور ان کی رعایا و امت پر ظالمانہ فیصلے ٹھونسنے کے سلسلے میں قصہ کولوکوں نے جو کچھ نقل کیا ہے، کچھ بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ شیاطین کا تسلط انبیاء کرام پر ممکن ہی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شیطانی تسلط سے بچایا ہوا ہے۔“

امام ابو حیان اندلسی (م ۴۵۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

”لن هذه المقالة من أوضاع اليهود و زنادقة السوفسطائية، ولا ينبغي لعاقل أن يعتقد صحة ما فيها، و كيف يجوز تمثل الشيطان بصورة نبي حتى يلتبس أمره عند الناس و يعتقدوا أن ذلك المصور هو النبي، ولو أمكن وجود هذا لم يوثق بإرسال نبي تسأل الله تعالى سلامة ديننا و عقولنا، و من أقبح ما فيها زعم تسلط الشيطان على نساء نبيه حتى وطئنهن و هن حيض، الله أكبر هذا بهتان عظيم۔“ (روح المعاني جلد ۲۳ ص ۱۹۹)

”یہ قصہ یہودیوں اور زنادقوں کا وضع کردہ ہے اور کسی عقل مند کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ ذرا ہر اہم بھی اس کی صحت کا اعتقاد رکھے۔ شیطان کا کسی نبی کی شکل و صورت اختیار کرنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ اور اگر یہ ممکن ہو تو پھر سارا منصب نبوت و رسالت باز پچھا اطفال بن جاتا ہے اور کسی بھی نبی و رسول کی شریعت کا اعتماد باقی نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سین اور عقل کو سلامت رکھے اس سلسلے میں سب سے زیادہ قبیح اور بے ہودہ بات یہ ہے کہ شیطان نبی کی بیویوں پر بھی تسلط حاصل کر کے ایام حیض کے دوران بھی ان سے طبعی کرتا رہا۔ (کوئی دشمن پیغمبر اور پرلے درجے کا بے غیرت و دیوث ہی اسے صحیح تسلیم کر سکتا ہے) اللہ اکبر! یہ بہت بڑا بہتان ہے۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۸۸) کیا شیطان ایک نبی کی صورت اختیار کر سکتا ہے؟

حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تو یہ ہے کہ شیطان خواب میں بھی میری صورت اختیار نہیں کر سکتا: ”من راى في المنام فقد راى فان الشيطان لا يتمثل في صورتي“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(صحیح بخاری - کتاب التعبير باب من رأى النبى فى المنام رقم الحديث ۶۹۹۴)

(۸۹)	کیا شیطان نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل اختیار کر کے چالیس دن تک حکومت کی تھی؟
(۹۰)	کیا شیطان، نبی پر اپنا تسلط قائم کر سکتا ہے؟
(۹۱)	کیا شیطان کا نبی پر تسلط قائم کرنا قرآن کے خلاف نہیں ہے؟
(۹۲)	کیا یہ قصہ یہودیوں اور زندقوں کا وضع کردہ نہیں ہے؟
(۹۳)	کیا یہ قصہ عقیدہ عصمت انبیاء کے سراسر منافی نہیں ہے؟

تفسیر طبری اور توہین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

روزنامہ اسلام میں بد مزہ بحث کا آغاز

امام طبری کی تاریخ الامم والملوک سے صحابہ کرام کی توہین اور تفسیر طبری سے حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق منافی عصمت اور نبی بر توہین روایات پیش کرنے کے بعد اب اصل ”نفس مسئلہ“ کے متعلق اظہار خیال کرنا چاہتا ہوں:

روزنامہ اسلام کے ادراقی صفحہ پر اس بحث کے آغاز کا یہ سبب بتایا گیا کہ:

”... یہ بد مزہ بحث تب شروع ہوئی جب محترم اور یا مقبول جان نے اپنے کالم ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“ میں تحریر کیا تھا: ”طبری عام مسلمانوں کی بات کرتا تو برداشت تھا، لیکن اس نے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں بھی دو عدد من گھڑت قصے اس قدر فضول اور بے ہودہ انداز میں تحریر کیے ہیں کہ انہیں درج کرنے کی بھی ہمت نہیں پاتا۔“

میں نے اس کے جواب میں محترم اور یا مقبول جان صاحب سے گزارش کی تھی: ”چاہے آپ انہیں نقل کرنے کی ہمت نہ پاتے ہوں، لیکن ان کا حوالہ تو دیجیے۔۔۔ ضروری

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

نہیں کہ کسی روایت کا وہی مطلب ہو، جو آپ سمجھتے ہوں۔“

اس کے بعد محترم کے ایک کالم کے آخر میں لگا ہوا درج ذیل جوابی نوٹ سامنے آیا:

”تاریخ طبری کے حوالے سے ایک قرض تھا، جو میں نے ادا کیا ہے۔ میں اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو گستاخانہ من گھڑت افسانے تخلیق کرنے کا مصنف سمجھتا ہوں، جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ہے نہ احادیث کی کتب میں اور میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کی وجہ سے طبری سے نفرت کرتا ہوں۔ ایک واقعہ حضرت زیدؓ کی سیدہ زینبؓ سے طلاق کا، جسے کمال بے ہودگی سے اس نے تحریر کیا اور دوسرا واقعہ غرائیق۔ کسی معترض کالم نگار، اخبار نویس یا دانشور میں حوصلہ ہے تو صرف سیدہ زینبؓ والا واقعہ پڑھ کر دیکھ لے اور اس کے باوجود جرأت رکھتا ہے تو اسے من و عن اپنے کالم کی زینت بنا کر دکھا دے۔“ (روزنامہ اسلام ۱۹ اگست ۲۰۱۵ء)

اس ”بد مزہ بحث“ کا جو سبب بتلایا گیا ہے وہ بوجہ صحیح نہیں ہے:

اولاً:-

محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“ میں من گھڑت قصوں کی کوئی نشاندہی نہیں کی تھی۔

ثانیاً:-

روزنامہ اسلام کی طرف سے بالکل بلا ضرورت انہیں اس بحث میں اتارنے کی دعوت دی گئی مگر اس کے باوجود وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال احترام میں اصل قصوں کو نقل کرنے کی ہمت نہیں کر سکے صرف اس قدر اشارہ کیا کہ ایک قصہ ”زید و زینبؓ“ ہے اور دوسرا ”غرائیق“۔

حضرت مفتی صاحب!

(۹۴)	کیا روزنامہ اسلام کے ذمہ داروں کے لئے کسی بھی اعتبار سے یہ مناسب تھا کہ وہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے اس ”بد مزہ“ اور توہین آمیز بحث	کا بغیر کسی دینی و شرعی تقاضے کے زبردستی آغاز کریں؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۹۵)	کیا عام قارئین دینی مسائل کے حوالے سے روزنامہ ایکسپریس پر اعتماد کرتے ہیں یا روزنامہ اسلام پر؟
(۹۶)	کیا دینی مسائل کے حوالے سے ایک عام دیندار یورو کریٹ اور صحافی ”حجت“ سمجھا جاتا ہے یا ایک ”صحیح المسلك عالم دین“؟
(۹۷)	روزنامہ اسلام کے ذمہ داروں نے بیسیوں دینی رسائل و جرائد اور ہزاروں علماء کی طرح اور یا مقبول جان صاحب کے کالم کو نظر انداز کیوں نہ کیا؟

ثالثاً:

روزنامہ اسلام کے اپنے اعتراف کے مطابق کہ:
 ”ابن جریر طبری کی کردار کشی کرتے ہوئے انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اس لئے اس کی کوئی علمی حیثیت نہیں“ (روزنامہ اسلام 29 جولائی 2015)

حضرت مفتی صاحب!

(۹۸)	جب جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم میں کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اور نہ ہی ان کے کالم کی کوئی علمی حیثیت ہے تو پھر آپ نے اس ”بد مزہ اور توہین آمیز“ بحث کے لئے روزنامہ اسلام کے صفحات کیوں مختص کئے؟
------	--

رابعاً:

جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“ میں ”تفسیر جلالین“ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا تھا۔ ان کے کالم میں اس کا ذکر ”پہلی اور آخری مرتبہ“ اس وقت کیا گیا جب روزنامہ اسلام میں 12 اگست 2015 کو اس سلسلہ کی 9 قسطیں شائع ہو چکی تھیں بلکہ آخری قسط کے بھی شائع ہونے کے 23 دن بعد۔ ملاحظہ ہو روزنامہ ایکسپریس 4 ستمبر 2015 تحت ”خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

جبکہ روزنامہ اسلام میں ”علامہ طبری..... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ کی پانچویں قسط (2 اگست 2015ء) کے بعد نئی بحث زیر عنوان ”احتیاط لازم ہے“ کا آغاز ہی امام طبری کے بجائے ”تفسیر جلالین“ سے کیا گیا اس کے بعد تاریخ طبری سے بروایت ”یونس، ابن وہب اور ابن زید“ قصہ زید و زینب عمن وعن نقل کر کے یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ قصہ نہ تو عصمت انبیاء کے عقیدہ کے منافی ہے اور نہ ہی مبنی بر توہین۔ ملاحظہ ہو روزنامہ اسلام 9 اگست 2015ء۔

خامساً:

روزنامہ اسلام میں یہ بتایا گیا ہے کہ مفسرین کا ایک گروہ قصہ زید و زینبؓ سے متعلق روایات کو سند کی کمزوری کی وجہ سے مسترد کرتا ہے اور اسی گروہ کی رائے کو ادارہ کی طرف سے درست بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

(99)	سوال یہ ہے کہ ایک مذہبی اخبار میں یہ ”تماشا“ آخر لگایا ہی کیوں گیا؟
(100)	جب یہ روایات سنداً و متنائاً صحیح نہیں ہیں تو پھر اس ساری خامہ فرسائی کا فائدہ کیا؟

سادساً:

روزنامہ اسلام میں یہ باور کرایا گیا کہ:

”مجھے یہ روایت نقل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر صورت حال ایسی بن گئی کہ اسے نقل کرنا ناگزیر ہو گیا۔ خاموشی کی صورت میں نہ صرف طبری بلکہ جلالین پڑھنے پڑھانے والے سبھی علماء و طلبہ اور اسلاف کی بہت سی نامی گرامی شخصیات پر کفر کی شدید ترین قسم یعنی توہین رسالت کا لیبل لگ رہا تھا۔ کچھ لوگ اسلاف کو بے ایمان اور گستاخ کہہ رہے تھے۔ اور کچھ لوگ دوسری انتہاء پر جا کر پوچھ رہے تھے کہ توہین رسالت پر سزا کیوں ہے جبکہ علماء خود اس کے مرتکب ہوتے آرہے ہیں اور انہیں کوئی سزا نہیں دی گئی۔ یہ مواد اخبارات اور سوشل میڈیا میں آکر عجیب بد مزگی پیدا کر رہا تھا، پس اظہار حقیقت کے لیے قلم حرکت

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

میں لانا لازم تھا۔“ (روزنامہ اسلام 9 اگست 2015)

یہ نرا ’مفروضہ‘ ہے کیونکہ جناب اوریا مقبول جان صاحب نے تو ”جلالین“ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا، انہوں نے تو اصل ”قصہ“ بتائے بغیر صرف تاریخ طبری کا حوالہ دیا تھا جس سے صرف اور صرف روزنامہ اسلام کے دفتر میں ”بے چینی و اضطراب“ کی لہر دوڑی کہ اس نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کا بھی کچھ پاس دلجا ظنہ رکھا۔ فی الاسف

حضرت مفتی صاحب!

(۱۰۱)	روزنامہ اسلام کے عوامی فورم پر ایک ”ہدمزہ بحث“ چھیڑنے کی خاطر یہ منگھوٹ، خود راہ شیدہ اور زامفروضہ کیا بچہ جواز بن سکتا ہے؟
(۱۰۲)	مذکورہ عبارت پر ایک ”طائرانہ“ نگاہ ڈال کر کوئی فیصلہ کر لیں کہ مذکورہ دعویٰ ”صدائت و دیانت اور حقیقت“ سے کس قدر دور ہے؟
(۱۰۳)	کیا یہ کذب بیانی، افتراء پر دازی، خود فریبی اور فریب دہی کی بدترین مثال نہیں ہے؟
(۱۰۴)	کیا پوری علمی دنیا میں بھانگی ہوش و حواس کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ ”تفسیر طبری، تاریخ طبری، جلالین اور درمنثور“ میں اسرائیلی روایات نہیں پائی جاتیں؟
(۱۰۵)	کیا مفسرین کرام نے ان روایات کو ”زنادقہ و ملاحظہ“ کی وضع کردہ قرار دے کر مسترد نہیں کیا؟
(۱۰۶)	کیا ایسی مکذوبہ موضوعہ اور باطل روایات کو رد کرنے سے ساری تفسیر طبری اور جلالین کو رد کرنا لازم آتا ہے؟
(۱۰۷)	کیا منافی عصمت انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی توہین، تنقیص، تنقیق اور تکفیر پر مبنی روایات پر تنقید کرنے یا ان کا انکار کر دینے سے ”اسلاف“ پر توہین رسالت کا لیلل لگ جاتا ہے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۱۰۸) کسی کتاب سے ”منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات“ کے محض پڑھنے سے ”پڑھنے یا پڑھانے والے“ پر توہین رسالت کا لیبل کیوں کر لگ سکتا ہے؟

حضرت مفتی صاحب!

البتہ جو ”علماء و طلبہ“ ایسی روایت کو ”منافی عصمت“ سمجھتے ہوئے ان کی تائید و تصدیق کریں گے یا پڑھیں گے یا پڑھاکیں گے یا انہیں اپنے کسی اخبار یا کتاب میں نقل کریں گے تو ان پر ”توہین رسالت“ کا لیبل ضرور چسپاں ہوگا اور دنیائے اسلام کا کوئی ”مفتی“ ان کی بدأت نہیں کر سکے گا۔

اے کاش! اس قسم کی ”حقیقت“ کے اظہار سے دوسرے اخبارات، رسائل و جرائد کی طرح روزنامہ اسلام کے صفحات بھی پاک ہوتے۔

سابعاً:

جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“ میں امام طبری کے منقولہ بے ہودہ قصوں کی طرف صرف اشارہ کیا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان قصوں کو منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ ان کے صحیح موقف کے جواب میں انہیں گستاخ امام طبری قرار دے کر ”رجوع“ کا مشورہ دے دیا گیا:

”اگر میری باتوں میں انہیں کوئی وزن محسوس ہو تو عشق رسالت ہی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی رائے سے رجوع کریں۔ شریعت یہی حکم دیتی ہے کہ جو غلطی علانیہ ہو، اس سے رجوع بھی علانیہ ہونا چاہیے۔ ایک جلیل القدر عالم کی اہانت، کوئی معمولی بات نہیں، آخرت میں اس پر شدید پکڑ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ حرکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی نہیں سخت ناراضی کا باعث بن سکتی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی تحریر کا یہ ٹکڑا غور سے پڑھیے: ”جو لوگ علمائے حق کے درپے آزار ہیں، ان کی اہانت اور تذلیل کو فخر سمجھتے ہیں اور کرتے ہیں، وہ غالباً بلکہ یقیناً علماء کی بہ نسبت اپنا نقصان زیادہ کر رہے ہیں۔ علماء کا تو زیادہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

سے زیادہ یہ نقصان کریں گے کہ کچھ دنیاوی متاع میں شاید نقصان پہنچائیں، بشرطیکہ وہ مقدر میں کچھ کی کرنے پر قادر ہوں یا دنیوی عزت و جاہ کو جو نہایت ہی بے وقعت اور ناپائیدار چیز ہے، نقصان پہنچائیں گے۔ مگر یہ لوگ اپنے آپ کو بدکردار ہے ہیں اور اپنا دینی نقصان کر رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص میری امت میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کی قدر نہ کرے (ترغیب)۔ اس ارشاد نبوی کے بعد علماء کو علی العموم گالیاں دینے والے، برا بھلا کہنے والے، اپنے کو امت محمدیہ میں شمار کرتے رہیں لیکن صاحب امت ان کو اپنی امت میں شمار کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن کو منافق کے سوا کوئی شخص ہکا (ذلیل) نہیں سمجھ سکتا، ایک وہ شخص جو اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو گیا ہو، دوسرے اہل علم، تیسرے منصف بادشاہ (ترغیب)۔ حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں: علماء کے کوشٹ (یعنی غیبت) نہایت زہریلے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ کی عادت سب کو معلوم ہے کہ جو لوگ علماء کی اہانت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی پردہ دری فرماتے ہیں۔ جو شخص ان کو عیب لگانے میں لب کشائی کرتا ہے اس کے مرنے سے پہلے حق تعالیٰ شانہ اس کے دل کو مردھ نادیتے ہیں۔ (الاعتدال: ص ۱۴۸)

حضرت شیخ آگے لکھتے ہیں: ”یہ میرا مقصود ہرگز نہیں ہے کہ عالم جو بھی کہہ دے وہ صحیح ہے اور اس کے کسی قول پر رد اور انکار نہ کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جس کے قول پر رد نہ کیا جاسکے یا اس کے اقوال و افعال میں غلطی کا احتمال نہ ہو، لیکن رد کرنے کے واسطے اور غلطی پکڑنے کے واسطے بھی شریعت مطہرہ میں حدود قائم ہیں، اس کے درجات ہیں، اس کے قواعد اور آداب ہیں تاوقتیکہ ان سے واقفیت نہ ہو، رد کرنے کا حق بھی کسی کو نہیں۔“ (الاعتدال: ص ۱۵۴) (روزنامہ اسلام ۱۲ اگست ۲۰۱۵)

حضرت مفتی صاحب!

جمع خاطر رکھیے کہ امام طبری و امثالہ کی انبیائے کرام علیہم السلام اور حضرات صحابہ کرام علیہم

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

الرضوان کی شان میں توہین آمیز عبارات و روایات کی نشاندہی اور ان سے برأت کا اعلان کرنے والے ہرگز ہرگز ”ماخوذ“ نہیں ہوں گے بلکہ یقیناً ”ماجور“ ہوں گے۔

البتہ توہین آمیز روایات کے واضعین، بلا جرح و نقد ان کے مقلدین اور ان کا دفاع کرنے والے ضرور ”ماخوذ“ ہوں گے۔

حضرت مفتی صاحب!

جہاں تک (بحوالہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب) موہن علماء کو امت محمدیہ سے خارج قرار دینے کا تعلق ہے، ظاہر ہے اسے یہاں امام طبری کی توہین کے حوالے سے ہی نقل کیا گیا ہے۔ اگر عام ”علماء“ کی توہین کے بارے میں یہ فتویٰ ہے تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی شدید ترین توہین پر مبنی روایات کے واضعین اور بلا جرح و نقد ان کے مقلدین یا ان کا دفاع کرنے والوں کے بارے میں بھی ہر سکوت توڑ کر کچھ ارشاد فرما ہی دیں۔

حضرت مفتی صاحب!

آپ ہی ”انصاف“ فرمائیں کہ ایک طرف تفسیر طبری اور تاریخ طبری میں منقولہ ”منافی عصمت انبیاء و مبنی بر توہین روایات“ کے انکار سے امام طبری دامثالہ کی توہین کا الزام عائد ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف مذکورہ روایات کو کسی بھی درجے میں تسلیم کرنے سے توہین و تنقیص رسالت کا کم از کم ”احتمال“ ضرور نکلتا ہے۔

اگر امام طبری دامثالہ کے ”موہن“ کا شمار ”امت مسلمہ“ میں نہیں ہو سکتا تو انبیاء عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم السلام کے گستاخوں کے بارے میں بھی ”لَوْلَا بَكَ كُنَّا لَانَعَام بَلْ هُمْ أَضَلُّ“ کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی فتویٰ جاری فرما دیں۔ آپ کی مزید سہولت کے لئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب سے حسب ذیل اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ:

”جرح و تعدیل کے مشہور امام یحییٰ بن سعید قطان سے کسی نے کہا کہ آپ خدا سے نہیں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ڈرتے کہ جن لوگوں کو آپ کذاب یا غیر ثقہ یا ضعیف کہتے ہیں وہ قیامت کے روز آپ کے خلاف مناصمہ کریں تو فرمانے لگے کہ:

قیامت کے روز یہ لوگ میرے خلاف احتجاج کریں یہ اس سے بہتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے یہ مطالبہ فرمادیں کہ میری حدیث میں جن لوگوں نے کی بیشی کی تھی تم نے اس کی مدافعت کیوں نہیں کی۔ (الاعلان بالتوبخ لمن ذم التاريخ خص 53)۔

جرح و تعدیل کے بڑے امام ابن المدینی سے کچھ لوگوں نے ان کے باپ کے متعلق پوچھا کہ وہ روایت حدیث میں کس درجہ کے ہیں؟

تو فرمایا کہ یہ بات میرے سوا کسی اور آدمی سے پوچھو۔ مگر ان لوگوں نے اصرار کیا کہ ہم آپ ہی کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو کچھ دیر سر جھکا کر بیٹھ گئے، سوچتے رہے اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا: ”هو اللین، انه ضعيف“ (رسالہ سخاوی ص 66)

یہ دین کی بات ہے (اس لئے کہتا ہوں کہ کوہ ضعیف ہیں۔

یہ حضرات ہیں جو دین کے ادب کے ساتھ رجال کے ادب اور حدود کی رعایت کے جامع تھے۔ ان کے والد روایت حدیث میں ضعیف تھے، شروع میں چاہا کہ اس سوال کا جواب ان کی زبان سے نہ ہو۔ جب اصرار کیا گیا تو ادب دین کی رعایت مقدم ہو گئی۔ حقیقت کا اظہار کیا مگر صرف بقدر ضرورت لفظوں میں۔ ضرورت سے زائد ایک لفظ نہیں بولا۔“ (مقام صحابہ ص 18-20 مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

حضرت مفتی صاحب!

یہ ایک مسلمہ اور ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انبیائے عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جیسی شخصیات مقدسہ کی عظمت راویوں کی وثاقت سے بہر حال زیادہ معظم ہے اگر صحیح روایت سے بھی ان شخصیات کی شان پر حرف آتا ہو تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی روایت کو خلاف نص ہونے کی بناء پر بھی رد کر دینا چاہئے۔ امام ابو بکر صاص حنفی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جاوہ سے متعلق صحیح بخاری و مسلم کی احادیث کے راویوں پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ: ”و مثل

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

هذه الاخبار من وضع الملحدين... ”در اصل اس طرح کی احادیث ملحدوں کی وضع کردہ ہیں۔“ جو فضیلوں اور راویوں کی بات کو اہمیت اور ہندرتج کو کون کو اس بات کے لئے تیار کرنے کے واسطے گھڑی گئی ہیں تاکہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو باطل کیا جائے اور ان میں شبہ ڈالا جائے اور اس کا قائل کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور جادو گروں کی شعبہ کاریوں میں کوئی فرق نہیں ہے (احکام القرآن جلد اول ص 55-56 مطبوعہ مصر)

امام فخر الدین رازی نے صحیح بخاری: کتاب الانبیاء باب قول اللہ عز وجل ﴿وَآتَى خَالِدًا إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ (جلد اول ص 474) میں راویوں کے بیان کردہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تین ”جھوٹوں“ کا ذکر کر کے یہ اعلان فرمایا: ”یضاف الکذب الی رواۃ اولیٰ من ان یضاف الی الانبیاء علیہم السلام“ (تفسیر کبیر جلد 6 ص 164) یعنی انبیاء علیہم السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے بہتر ہے کہ اس روایت کے راویوں کو جھوٹا قرار دے دیا جائے۔

مولانا ابوالکلام آزاد مذکورہ روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہمارے لئے یہ تسلیم کر لینا نہایت آسان ہے کہ ایک غیر معصوم راوی سے فہم و تعبیر حدیث میں غلطی ہوگئی، بمقابلہ اس کے کہ ایک معصوم اور برگزیدہ پیغمبر کو جھوٹا تسلیم کر لیں۔ اگر ایک راوی کی جگہ سینکڑوں راویان کی روایت بھی ناقص ٹھہر جائے تو بہر حال غیر معصوم انسانوں کی غلطی ہوگی لیکن اگر ایک معصوم پیغمبر کو بھی غلط بیان تسلیم کر لیا گیا تو نبوت و وحی کی ساری عمارت درہم برہم ہوگی۔

بلاشبہ روایت (کذبات ثلاثہ) صحیحین کی ہے لیکن اس تیرہ سو برس کے اندر کسی مسلمان نے بھی راویان حدیث کی عصمت کا دعویٰ نہیں کیا ہے، نہ امام بخاری و مسلم کو معصوم تسلیم کیا ہے کسی روایت کے لئے بڑی سے بڑی بات جو کہی گئی ہے وہ اس کی ”صحّت“ ہے، ”عصمت“ نہیں ہے اور صحّت سے مقصود صحّت مصطلحہ فہن ہے نہ کہ صحّت قطعی و یقینی مثل صحّت قرآن۔

پس ایک روایت پر صحّت کی کتنی ہی مہر لگ چکی ہوں لیکن بہر حال غیر معصوم انسانوں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کی ایک شہادت اور غیر معصوم ہاتھوں کا ایک فیصلہ ہے۔ ایسا فیصلہ ہر بات کے لئے مفید حجت ہو سکتا ہے مگر یقینیات و قطعیات کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ جب کبھی ایسا ہوگا کہ کسی راوی کی شہادت، یقینیات قطعیت سے معارض ہو جائے گی تو یقینیات اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گی، غیر معصوم کو اپنی جگہ چھوڑنی پڑے گی...

ہمیں مان لیا پڑے گا کہ یہ (امیراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے) اللہ کے رسول کا قول نہیں ہو سکتا یقیناً یہاں راویوں سے غلطی ہوئی ہے اور ایسا مان لینے سے نہ تو آسمان پھٹ پڑے گا اور نہ زمین شق ہو جائے گی...

پھر اگر اسی طرح صحیحین کی یہ روایت بھی رد کر دی گئی کہ امیراہیم خلیل علیہ السلام کی صداقت رو نہ کرنی پڑے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ (ترجمان القرآن جلد 2 ص 499-501 تحت سورۃ الانبیاء آیت 63، 57)

حضرت مفتی صاحب!

امام ابو بکر جصاص، امام فخر الدین رازی اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایات اور راویوں کے متعلق اپنی مذکورہ آراء کا اظہار کیا ہے جبکہ روزنامہ اسلام طبری کے کذاب راویوں اور ابو جعفر لوط بن یحییٰ، سدی، کلبی، واقدی اور محمد بن اسحاق کی منافی عصمت اور منی روایت کے ”دفاع“ میں گزشتہ 15 ماہ سے ”جہاد“ جاری رکھے ہوئے ہے۔ فیا اسفا۔ فیا للعجب

ہم ایمان بالرسول کے مکلف ہیں نہ کہ ایمان بالروایۃ الرجال کے حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

فان أباي ووالده و عرضي

لعرض محمد منكم وقاء

پس یقیناً میرے باپ دادا اور میری عزت و امرد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و امرد کے تحفظ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کے لئے تمہارے مقابلے میں ڈھال ہے۔

ثامناً:

امام طبری کی منافی عصمت انبیاء اور نبی برتوہین روایات کی ایک جھلک پیچھے گزر چکی ہے انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے ”حقیقی“ اور ”مصروف“ اوقات میں سے ”قلیل“ وقت سورۃ الحجرات آیت 2 کے آخری جزء، ”ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون“ پر غور کرنے کے لئے ضرور نکالیں۔

کیونکہ ”و انتم لا تشعرون“ کے جملہ میں منافی عصمت یعنی برتوہین روایات کو صحیح سمجھ کر نقل کرنے والوں، کسی بھی درجے میں ان کا دفاع کرنے والوں بالخصوص روزنامہ اسلام میں انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق ان صریح منافی عصمت اور نبی برتوہین روایات کو منافی عصمت نہ قرار دینے والوں اور اس پر ”سکوت“ اختیار کرنے والوں کی محرومی و بد نصیبی کا بیان ہے، اس کو سن کر یا پڑھ کر بھی اگر علم و زہد کا شمار نہ اترے، فضیلت و پارسائی کا طلسم اگر نہ ٹوٹے تو بد قسمتی کی انتہاء ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارے سارے اعمال غارت ہو جائیں گے، سب نیکیاں ملیا میٹ ہو جائیں گی اور تمہیں ”شعور“ تک نہ ہوگا۔

”شعور و احساس“ اس وقت ہوتا ہے جب انسان یہ سمجھے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی معصیت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ غور کیجئے کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی نافرمانی اور معصیت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا بلکہ مجرد سوائے سارے اعمال کے جھٹ ہو جانے کی وعید سنائی جا رہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی، حکم عدولی اور معصیت کا ارتکاب یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر شیطان کا شرکیہ کلمات جاری کر دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بیٹے کی طرح عزیز و مطیع صحابی (حضرت زیدؓ) کی منکوحہ سیدہ زہبؓ پر نگاہ پڑنے سے اس کی محبت میں مبتلا ہو جانا، بظاہر طلاق کا مشورہ دینا اور بہ باطن اس محبت کی بناء پر یہ خواہش رکھنا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے تاکہ میں خود اس سے نکاح کر لوں وغیرہ الزامات کی نسبت تو بڑے دور کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

بات ہے کیونکہ اس کے عظیم ترین جرم اور توہین و گستاخی ہونے میں کوئی مومن کلام نہیں کر سکتا۔ مگر ”وانتم لا تشعرون“ میں تو ”رفع صوت فوق صوت النبی“ جیسے ”محمولی“ سوء ادب پر بھی ”خط اعمال“ کی وعید سنائی گئی ہے کہ محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنے سے تمام کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ سب اعمال اکارت اور سب نیکیاں برباد ہو جائیں گی اور تمہیں شعور تک نہ ہوگا کہ تم نے اس بے احتیاطی (اور طویل سکوت) سے کیا کچھ کھودیا، تم کیسے نقصان اور خسارے سے دو چار ہو گئے۔

اس لئے کہ تم اس غلط فہمی اور مغالطہ میں رہو گے کہ تم ”بڑے مفسر ہو، بڑے محدث ہو، بڑے فقیہ ہو، بڑے مجتہد ہو، بڑے مفتی ہو، بڑے مؤرخ ہو، بڑے علامہ ہو، بڑے کالم نگار ہو، بڑے نمازی و عازی ہو، صائم الدھر، قائم اللیل ہو، بڑے مہتمم ہو اور بڑے ”مدیر“ ہو یا ”مدیر اعلیٰ“ ہو۔ مگر روز قیامت تمہیں پتہ چلے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور منافی عصمت یعنی برتوہین روایات کے دفاع کا جو باغ تم نے لگایا تھا اسے تو بے ادبی و استہزاء اور توہین و گستاخی کی باہر صر نے خاک سیاہ بنا کر رکھ دیا۔ اعاذنا اللہ منہ

تاسعاً:

حضرت مفتی صاحب!

حضرت زیدؒ و سیدہ زینبؓ سے متعلق امام طبری کی منقولہ روایت محض ”سوء ادب“ پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اس میں ایذائے رسول بھی پائی جاتی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایات یہ ہیں:

اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں، بجز اس کے کہ تم کو کھانے کے لئے آنے کی اجازت دی جائے (اور) نہ کھانا پکتنے کا انتظار کیا کرو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو اندر چلے آؤ۔ پس جب کھانا کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جاؤ اور نہ وہاں جا کر دل بہلانے کے لئے باتیں شروع کر دیا کرو ”ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یمستحی من الحق“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

تمہاری یہ حرکتیں (میرے) نبی کے لئے اذیت و تکلیف کا باعث بنتی ہیں پس وہ تم سے
حیا کرتے ہیں (اور چپ رہتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کسی کا شرم نہیں کرنا حق بیان کرنے میں.....
وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ، کو تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ
کے رسول کو.....

ان اللین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلہم
عذابا مہینا

بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت
سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے رسوا
کن عذاب۔ (سورۃ الاحزاب 53,57)
اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

”ومنہم اللین یؤذون النبی و یقولین ہواذن..... والنین یؤذون رسول اللہ لہم
عذاب الیم (سورۃ التوبہ 61)

اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو اذیت دیتے ہیں نبی کو اور کہتے ہیں: یہ کانوں کے کچے
ہیں..... اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

عاشراً:

حضرت مشقی صاحب!

مذکورہ آیات پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ”رفع صوت فوق صوت النبی“ کو سوء ادب
قرار دے کر ”حبط اعمال“ کی وعید سنائی، اسی طرح کھانا کھا پینے کے بعد دل بہلانے کے
لئے قصے شروع کر دینے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ”ہواذن“ کہنے کو بھی باعث
”اذیت“ قرار دیا بلکہ امت کا تو اس بات پر بھی اجماع ہے کہ کسی بد بخت نے توہین کرتے
ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کو میلا کہہ دیا تو وہ بھی کافر اور واجب القتل

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ہے۔ ملاحظہ ہوا صارم المسلول ص 529

حضرت مفتی صاحب!

(۱۰۹) روزنامہ اسلام میں قصہ زید و زینبؓ سے متعلق کیا امام طبری کی مذکورہ روایت کا دفاع نہیں کیا گیا؟

”تلك عشرة كاملة“

حضرت مفتی صاحب!

سخت تعجب ہے کہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایت کا دفاع کرنے کے بعد جناب اور یا مقبول جان صاحب کو اعلانیہ ”رجوع“ کرنے کی دعوت دیتے وقت لفظ ”عشق“ کی نسبت بھی کر دی گئی جس سے ”سوء ادب“ ہی ٹپکتا ہے۔

علاوہ ازیں روزنامہ اسلام میں قصہ زید و زینبؓ سے متعلق طبری کی منقولہ روایت کو ”سند و متنا“ کا قابل اعتبار سمجھنے کے باوجود قرآن کریم سے اس کا ”امکان“ ثابت کر کے یہ دعویٰ داغ کیا ہے کہ:

”اگر روایت کو گستاخانہ کہا جائے تو اس آیت کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اور اگر آیت میں کوئی تاویل ہو سکتی ہے تو وہی اس روایت میں بھی مانی جاسکتی ہے۔ اگر قرآن مجید کی بات سچ ہے (اور کسی مسلمان کو اس کی صداقت میں شبہ نہیں ہو سکتا) تو جو کچھ روایت میں نقل ہوا وہ بھی نہ محال ہے نہ عصمتِ انبیاء کے منافی....

جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشری تقاضے کے تحت ”سہو یا بھول چوک، غیظ، بھوک پیاس، کھانا پینا، خرد و فروخت وغیرہ امور پیش آتے تھے اسی طرح کسی خوبصورت خاتون کا حسن بھی دل میں آ سکتا ہے۔ اچھی چیز کا اچھا لگنا ایک فطری بات ہے، قلب و نظر کے صحت مند ہونے کی علامت ہے، یہ چیز منافی عصمت نہیں کیونکہ انبیاء بشری تقاضوں سے مبرا نہیں ہیں، جو حضرات واقعہ زینبؓ کو توہین رسالت کی حد تک بے ہودہ قرار دے رہے ہیں وہ بتائیں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
جو چیز شریعت میں یعنی غیر محرم پر پہلی نظر پڑ جانا ایک عام امتی کے لئے گناہ نہیں، کیا پیغمبر کے
لئے گناہ ہو جائے گی...“ (روزنامہ اسلام ۲۹ ۱۲ اگست ۲۰۱۵)

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں ”دین اسلام“ کی کس قدر غلط ترجمانی کی گئی ہے، حضرت زینبؓ تو اس
وقت حضرت زیدؓ کے نکاح میں تھیں۔

(۱۱۰) کیا دوسرے کی منکوحہ کے حسن کا ایک پیغمبر کے دل میں کھب جانا اور اس کو دلائل
سے ثابت کرنا، اسے بشری تقاضا قرار دینا وغیرہ اسی کا نام ”اظہار حقیقت“ ہے؟

نیز پردہ کے احکام تو سیدہ زینبؓ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ معتمد میں آنے کے
بعد نازل ہوئے تھے۔ روزنامہ اسلام میں کتنی عجیب ”تفسیر“ بیان کی گئی ہے کہ جو چیز یعنی غیر محرم
پر اچانک نگاہ پڑ جانا ایک عام امتی کے لئے گناہ نہیں کیا پیغمبر کے لئے گناہ ہو جائے گی؟

حضرت مفتی صاحب!

آپ ذرا سورۃ الاحزاب کی آیت ”وَلَوْ اَنَّكَ حُسْنٌ...“ کے تحت روزنامہ اسلام
میں شائع ہونے والی تفسیر ملاحظہ فرمائیں جس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ زینب رضی
اللہ عنہا دونوں کی ”ہانست“ کا پہلو نکلتا ہے۔

”...طبری کی روایت میں صرف ”اعجاب“ (پسندیدگی) کا ذکر ہے۔ آیت میں زیادہ
صراحت کے ساتھ ”اعجاب حُسن“ (حسن کی پسندیدگی) کا لفظ ہے۔ اچھی چیز کا اچھا لگنا،
ایک فطری بات ہے۔ قلب و نظر کے صحت مند ہونے کی علامت ہے۔ خوشبو ہر کسی کے
مشام کو معطر کرتی ہے اور اگر کسی کو نہیں محسوس ہوتی تو یہ خوبی نہیں، احساس کی کمزوری شمار
ہوگی۔ پس اس روایت کو کس لحاظ سے گستاخانہ کہا جائے گا! ایک متاثر کن شخصیت سے متاثر
ہونا کوئی انہونی بات ہو سکتی ہے؟ جمال اور بد صورتی میں فرق کر لینا اگر گناہ ہے تو
ضرور روایت کو عصمتِ انبیاء کے مخالف قرار دیا جاسکتا ہے، اور اگر یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ اللہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
کی دی ہوئی ان فطری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو کم و بیش ہر انسان کو نصیب ہے تو پھر
اس واقعے کو تو ذہن رسالت پر مبنی قرار دے کر طبری کو گستاخ قرار دینا بھی غلط ہے...
(روزنامہ اسلام 10 اگست 2015ء)

حضرت مفتی صاحب!

(۱۱۱)	کیا یہ ”اسلوب“ اپنی تمام تر تشریح کے ساتھ انتہائی غلط اور گستاخانہ نہیں ہے؟
(۱۱۲)	امام طبری کی روایت کے تناظر میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو متاثر کن شخصیت قرار دینا کیا یہ سیدہ زینبؓ کی توہین نہیں ہے؟
(۱۱۳)	زیر بحث روایت کے حوالے سے روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والی تفسیر میں امام طبری کی تفسیر و تاریخ کی نسبت کیا زیادہ بے ہودگی نہیں پائی جاتی؟

”گستاخانہ خاکوں“ میں تو صرف خاک کے تھے جبکہ روزنامہ اسلام میں ان باقاعدہ ”خاکوں“ میں رنگ بھرا گیا ہے۔ وہ بے نام اور اشاروں پر مبنی تھے جبکہ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا دونوں کے نام مبارک کے ساتھ ساتھ بے ہودہ واقعہ کی بے ہودگی کے ساتھ تشریح کی گئی ہے۔ طبری کے بیان کردہ واقعہ میں اتنی بے ہودگی نہیں پائی جاتی جتنی بے ہودگی روزنامہ اسلام کی مذکورہ ”تشریح“ میں پائی جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

آپ یہ تو جانتے ہیں کہ ”مفتی“ کے لئے بنیادی طور پر دو شرطیں رکھی گئی ہیں۔ ایک اللہ کا خوف اور دوسری شرط اس کا غیر جانب دار ہونا۔ آپ ماشاء اللہ! باقاعدہ مفتی ہیں۔ ذرا ان دو شرطوں کی روشنی میں اپنے ”اخبار“ میں بیان کردہ تفسیر کے بارے میں کوئی ”فیصلہ“ سنا دیں۔

(۱۱۴)	سیدہ زینبؓ 5ھ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ عقد میں آئی تھیں آج 1438ھ میں 1433 سال گزرنے کے بعد ایک ”بیٹا“ ان کی شادی سے پہلے کا نقشہ کس طرح کھینچ رہا ہے؟
-------	---

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

پہلی قسط میں یہ کہا گیا ہے کہ:

”ایک عورت جسے طلاق ملنے والی تھی۔“

(۱۱۵)	کیا روزنامہ اسلام والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے قائل ہیں؟
(۱۱۶)	اگر نہیں تو پھر چودہ صدیوں بعد روزنامہ اسلام والوں کو کیسے پتہ چل گیا کہ اس ”عورت“ کو طلاق ملنے والی تھی؟
(۱۱۷)	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت زیدؓ کے گھر تشریف لے جانے اور سیدہ زینبؓ پر نگاہ پڑنے سے پہلے تو طلاق کا خیال و تصور بھی کسی کے ہاں دور دور تک نہیں تھا۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بہتان نہیں ہے؟
(۱۱۸)	”...ایک عورت کو جسے طلاق ملنے والی تھی اور میرت و صورت، حسب و نسب ہر لحاظ سے اعلیٰ تھی، سہارا دینے کا سوچ رہے تھے۔۔۔۔۔ اسے عیب شمار کیا جائے گا یا اخلاق کی انتہاء۔“ (روزنامہ اسلام ۹ اگست ۲۰۱۵ء)
(۱۱۹)	کیا یہ چیز ”براہ راست“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ”نیت“ پر حملہ نہیں ہے؟
(۱۲۰)	ایک عورت جو اپنے خاوند کے ساتھ راضی خوشی زندگی بسر کر رہی ہے، ان کے مابین کوئی ناچاقی بھی نہیں ہے، طلاق کا کوئی ذکر و خیال تک نہیں، اس کی میرت، صورت، حسب و نسب کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی ”مسلمان“ کی اس پر نگاہ پڑ جائے تو اسے طلاق ملنے سے پہلے کیا وہ سوچ سکتا ہے کہ جب اسے طلاق مل گئی تو میں اسے سہارا دوں گا؟
(۱۲۱)	کسی عورت کو طلاق ملنے سے پہلے اس طرح کی ”سوچ“ رکھنا کیا ”ایک عام مسلمان کے لئے گناہ نہیں ہے؟
(۱۲۲)	کیا اس طرح کی ”سوچ“ نبی کی عصمت کے منافی نہیں ہوگی؟

کیونکہ قرآن کریم نے ”طلاق کے بعد“ اور عدت کے اندر ایسی ”سوچ“ رکھنے کو گناہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

قَرَأْتُمْ دِيَا "وَلَا تُجْنَحْ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ" (سورة البقرة 235)

ظاہر ہے کہ ”طلاق سے پہلے“ ایسی سوچ رکھنا عام مسلمان کے لئے بھی گناہ ہے تو بدیہ اولیٰ پیغمبر کی عصمت کے منافی ہوگا۔

روزنامہ اسلام میں ”من گھڑت تفسیر“ کی بنیاد اسی نکتے پر رکھی گئی ہے کہ ”جو حضرات واقعہ زینب کو توہین رسالت کی حد تک بے ہودہ قرار دے رہے ہیں وہ بتائیں کہ جو چیز شریعت میں ایک عام امتی کے لئے گناہ نہیں، کیا پیغمبر کے لئے گناہ ہو جائے گی۔ جو چیز صغیرہ گناہ بھی نہیں، کیا نبی سے اس کا صادر ہو جانا، عصمتِ انبیاء کے خلاف ہوگا؟“ (روزنامہ اسلام 9 اگست 2015ء)

حضرت مفتی صاحب!

(۱۲۳)	کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ جو چیز ایک عام امتی کے حق میں گناہ ہو تو وہ پیغمبر کے لئے بھی گناہ ہوگی؟
(۱۲۴)	کیا روزنامہ اسلام کی تفسیر کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہ گار ہونا ثابت نہیں ہوتا؟
(۱۲۵)	کیا روزنامہ اسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ”عظیم بہتان“ نہیں باندھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلاق ملنے سے پہلے اس ”عورت“ کی اعلیٰ سیرت و صورت اور حسب و نسب کی بناء پر اسے سہارا دینے کا سوچ رہے تھے؟
(۱۲۶)	روزنامہ اسلام والوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ کے بارے میں کس طرح علم ہوا؟
(۱۲۷)	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ زینبؓ پر نگاہ پڑتے ہی کیسے پتہ چلا کہ انہیں طلاق ملنے والی ہے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۱۲۸)	کیا روزنامہ اسلام میں طبری کے منقولہ واقعہ سے کئی گنا بڑھ کر اسے مکروہ انداز میں بیان نہیں کیا گیا ہے؟
(۱۲۹)	کیا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان نہیں ہے کہ ”آپؐ نے سیدہ زینبؓ پر نگاہ ڈال کر ”جمال اور بد صورتی“ میں فرق کر لیا تھا“؟
	العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام کا یہ لکھنا کہ ”ایک متاثر کن شخصیت سے متاثر ہونا کوئی انہونی بات نہیں“ اس جملے میں ”متاثر کن“، شخصیت سے مراد سیدہ زینبؓ ہیں اور ”متاثر“ ہونے والی شخصیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس مکروہ اور اہانت آمیز جملے کا تجزیہ پیش کرنا اسلام اور ایمان کے تقاضے کے یکسر خلاف ہے اور قلم کو بھی اس سے ابکائیاں آ رہی ہیں۔ کو یہ سیدہ ”متاثر کن“، شخصیت پہلے سے مشہور تھیں لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان پر نگاہ ڈالتے ہی ان سے متاثر ہو گئے۔ العیاذ باللہ! ثم العیاذ باللہ! ثم العیاذ باللہ!

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام کو تو اس جملے میں بھی کوئی ”اہانت“ محسوس نہیں ہوگی کیونکہ آپؐ ”مبشری“ تقاضوں سے مبرا نہیں تھے... پھر ”جو چیز شریعت میں ایک عام امتی کے لئے گناہ نہیں کیا بغیر کے لئے گناہ ہو جائے گی؟، جو چیز صغیرہ گناہ بھی نہیں کیا نبی سے اس کا صادر ہو جائے عصمت انبیاء کے خلاف ہوگا“ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

حضرت مفتی صاحب!

ام المؤمنینؓ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ ”جملہ“ مع سیاق و سباق ”روزنامہ اسلام“ میں شائع ہوا مگر بار بار ”توجہ“ دلانے اور ”غور“ کرنے کی دعوت دینے کے باوجود روزنامہ اسلام کے ”ذمہ داروں“ پر کوئی ”امر“ نہیں ہوا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۱۳۰)	کیا کوئی شخص اپنے والد کے بارے میں اس کے نکاح سے پہلے اس کی صفائی اور دفاع میں اس طرح کے دلائل پیش کر سکتا ہے؟
(۱۳۱)	امام طبری کے دفاع میں روزنامہ اسلام میں اس قصہ کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے۔ کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء پر دازی کے زمرے میں نہیں آتی؟

روزنامہ اسلام میں طبری کی روایت کے ان الفاظ ”توقع اعجابها فی قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ:

”ہم اپنی سطحی و جذباتی ذہنیت کی بناء پر کم از کم اس عبارت کو غرور گستاخانہ قرار دے دیتے مگر کیا سمجھتے کہ خود اللہ کے فرمان کے مطابق یہ ناممکن بات نہیں۔ پیغمبر کے دل میں حسن کی پسندیدگی آجانے کے امکان کا ذکر خود خالق کائنات نے کیا ہے“ (روزنامہ اسلام ۱۹ اگست ۲۰۱۵)

حضرت مفتی صاحب!

اس موقف میں انتہائی غلو سے کام لیا گیا ہے اور آیت کریمہ کو ”ڈھال“ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اس سے بالکل باطل استدلال کیا گیا ہے۔ یہ دلیل تو واضعین اور خالقین قصہ کو بھی نہیں سوجھی ہوگی۔ سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۲ میں تو ازواج مطہرات کی فضیلت بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے آیت تنخیر (احزاب ۲۹) کے جواب میں دنیا اور آسائش دنیا کو ٹھکرا کر عسرت اور تنگی کی زندگی کو اختیار کر لیا تھا جس کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے ”اعجاب حسن“ کے باوجود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ پابندی عائد کر دی کہ ان ازواج مطہرات کی موجودگی میں کسی اور آزاد خاتون کو شرف زوجیت نہ بخشا جائے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو طلاق دے کر کسی دوسری کو نکاح میں لایا جائے۔

”اعجاب حسن“ والی آیت تو بھ کے بعد نازل ہو رہی ہے اس وقت آپ کے عقد میں ۹ بیویاں موجود تھیں جبکہ سیدہ زینب بنت جحش آپ کے حوالہ عقد میں ذی قعدہ ۵ھ میں آئی تھیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ:

”وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُھُنَّ“ میں شرط اور جزا دونوں غیر ممکن القوع ثابت ہوئے۔ یعنی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

نہ ”اعجاب حسن“ کا معاملہ پیش آیا اور نہ ہی نکاح کا۔ اگر کسی خاتون کا حسن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب میں ڈالتا تو پھر بھی نکاح و طلاق کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ اگر ”اعجاب حسن“ کی شرط نہ بھی ہوتی تو اس صورت میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نکاح پر پابندی کا حکم ہی کافی تھا۔ ورنہ آپ اس حکم الہی کے بعد کسی مزید نکاح کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن یہاں ”جزاء“ تو ہے ہی نہیں یعنی شرط پوری ہو یا نہ ہو نکاح پر پابندی ہے تو اس صورت میں ”اعجاب حسن“ کا امکان بھی ختم ہو گیا۔

روزنامہ اسلام میں ”وَلَوْلَا غَفْلَتُكَ حُسْنُهُنَّ“ کے بارے میں جو ”اجتہاد“ کیا گیا ہے دشمنان صحابہ اہل بیتؑ نے اس طرح کا ”اجتہاد“ کرتے ہوئے امہات المؤمنین کے بارے میں صریح ناشائستہ حرکات کا ”امکان“ ظاہر کیا اور اس آیت کریمہ سے استدلال کر بیٹھے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ مَنْ يَأْتِ مِنْكَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ
وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (الاحزاب 30)

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے اس کے لئے سزا میں دگنا اضافہ کر دیا جائے گا اور یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں ”مَنْ“ شرطیہ ہے جو وقوع شرط کو مستلزم نہیں تو جزا کیوں کر مرتب ہوگی؟

حضرت مفتی صاحب!

(۱۳۲) اگر مذکورہ ”اجتہاد“ کا دائرہ وسیع کیا جائے تو بات کہاں تک پہنچے گی؟

حضرت مفتی صاحب!

”وَلَوْلَا غَفْلَتُكَ حُسْنُهُنَّ“ سے پیغمبر کے لئے ”اعجاب حسن“ کا امکان جبکہ طبری کے نزدیک ”وقوع“ تسلیم کرنے والے روزنامہ اسلام کے ”مجتہدین“ حسب ذیل آیات کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

<p>(۱۳۳) "وَلَوْلَا اَنْ يَّبْتَغِيَنَّكَ لَقَدْ كَسَبْتَ تَرْكُكَ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝ اِذَا لَا اَذْفَنَكَ ضِعْفُ الْحَيٰوةِ وَضِعْفُ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل 74, 75)</p> <p>اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ بھی ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے تو اس صورت میں ہم آپ کو دنیا میں دگنا مزا چکھاتے اور مرنے کے بعد بھی پھر آپ ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پاتے۔</p>	<p>(۱۳۴) لَئِنْ اَشْرَحْتَ لَيُخْبِطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (الزمر 65)</p> <p>اگر آپ نے شرک کا ارتکاب کیا تو آپ کے عمل ضائع اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔</p>
<p>(۱۳۵) فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُعٰدِيْنَ ۝ (الشعراء 213)</p> <p>تو (اے پیغمبر!) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارنے لگنا ورنہ تم بھی بدنامی عذاب ہو جاؤ گے۔</p>	<p>(۱۳۶) قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۙ فَآَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝ (الزخرف 81)</p> <p>اے پیغمبر! آپ کہہ دیں: اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔</p>
<p>(۱۳۷) لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّخْلُقَ وَلَدًا ۙ لَّا يَصْطَلٰی بِمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۝ (الزمر 4)</p> <p>اگر اللہ اپنی اولاد بنانا تو مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا۔</p>	<p>(۱۳۸) فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ فَاسْأَلِ الْغُلٰمَ يٰقُرْءُ ۙ وَنَ الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكَ ۙ (یونس: 94)</p> <p>اگر آپ کو اس میں شک ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو سابقہ اہل کتاب کے علماء سے پوچھ لو۔</p>

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۱۳۹) وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (الانعام: ۸۸)

اگر انبیاء شرک کریں گے تو ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا آیات میں شرط اور جزا دونوں غیر ممکن الوقوع ہیں۔ اور یہی معاملہ ”وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ“ کا بھی ہے۔

امام طبری اور قصہ زید و زینبؓ

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں قصہ زید و زینبؓ سے متعلق منافی عصمت اور مبنی بد توہین روایات کے ”دفاع“ کا تجزیہ اور پیش کر دیا گیا ہے اب اصل روایت کا متن ملاحظہ فرمائیں:

امام طبری سورۃ الاحزاب آیت ۳۷ ”اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت حضرت زیدؓ کی بیوی سیدہ زینب بنت جحشؓ کے بارے میں مازل ہوئی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو وہ انہیں پسند آ گئی۔ ”راہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأعجبته“ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کی محبت کے آنے سے حضرت زیدؓ کے دل میں ان کی کراہت واقع ہو گئی لہذا حضرت زیدؓ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ کر کے اس کا ذکر خود آپؐ سے کر دیا تو آپؐ نے فرمایا:

”اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ“ اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں روکے رکھو جبکہ دل میں یہ خواہش لئے ہوئے تھے کہ زیدؓ، زینبؓ کو طلاق دے دیں تاکہ وہ خود ان سے نکاح کر لیں۔

”وہو یحب أن تكون قد باتت منه ینکحها“

امام طبری دوسری روایت میں ”وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ“ کے تحت فرماتے ہیں: ”وكان يخفي في نفسه ود أنه طلقها“ اور آپؐ اپنے دل میں اس خواہش کو چھپا رہے تھے کہ زیدؓ انہیں طلاق دے دیں۔ (تفسیر الطبری المجلد العاشر ۳۶۲ تحت رقم ۳۸۵۱۸)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اس کے بعد موصوف پوس عن ابن وہب عن ابن زید کی سند سے یہ روایت لائے ہیں کہ:
 ”وكان النبي صلى الله عليه وسلم قد زوج زيد بن حارثة، زينب بنت
 جحش، ابنة عمته، فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً يريد و علي
 الباب ستر من شعر، فرفعت الريح الست فأنكشف، وهي في حجرها حاسرة،
 فوقع إعجابها في قلب النبي صلى الله عليه وسلم فلما وقع ذلك كرهت إلى
 الآخر، فقالت: يا رسول الله إني أريد أن أفارق صاحبتى، قال: مالك،
 أراك منها شيء؟ قال: لا، والله ما رايتي منها شيء يا رسول الله، ولا رأيت إلا
 خيراً، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ
 اللَّهَ.....“ تخفى في نفسك إن فارقتها تزوجتها۔“ (حوالہ مذکور تحت رقم ۲۸۵۱۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینبؓ کے
 ساتھ فرمائی۔ ایک دن آپؐ زیدؓ سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے، دروازے پر اوئی پردہ پڑا تھا،
 ہوا سے پردہ اٹھ گیا اور وہ کھل گیا۔ زینبؓ جو اپنے کمرے میں برہنہ سر اور بے دھیانی کے عالم میں
 بیٹھی تھیں تو ان کی خوبصورتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جاگزیں ہو گئی اور کھب گئی
 جب یہ چیز واقع ہوئی تو سیدہ زینبؓ حضرت زیدؓ کے لئے ناپسندیدہ ہو گئیں۔

پس زیدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ! میں
 چاہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں۔ آپؐ نے پوچھا کیوں، کیا ان کی طرف سے
 بدگمان ہو؟ زیدؓ نے کہا: جی نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے سوائے خیر کے اور
 کوئی بات ان کے متعلق نہیں دیکھی۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں
 روک رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو..... آپؐ اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہے تھے کہ اگر
 زیدؓ انہیں طلاق دیدے تو میں ان سے نکاح کر لوں۔

امام طبری نے اسی سند کے ساتھ یہ روایت اپنی تاریخ میں بھی نقل کی ہے بلکہ ایک
 دوسری سند کے ساتھ یہ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

”حدثت عن محمد بن عمر قال حدثني عبد الله بن عامر الاسلمي عن

محمد بن يحيى بن حبان قال:

جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم بيت زيد بن حارثة و كان زيد إنما يقال له زيد بن محمد ربما فقلده رسول الله صلى الله عليه وسلم الساعة فيقول أين زيد فجاء منزله يطلبه، فلم يجده، وقامت اليه زينب بنت جحش زوجته فضلا، فأعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالت: ليس هو هاهنا يا رسول الله فادخل بأبي أنت وأمي، فأبى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يدخل، و إنما عجلت زينب أن تلبس أن قيل لها رسول الله صلى الله عليه وسلم على الباب، فوثب عجلة فأعجبت رسول الله صلى الله عليه وسلم، قولي وهو يهمهم بشئ لا يكاد يفهم ألا أنه أعلن: ”سبحان الله العظيم، سبحان الله مصرف القلوب“

قال فجاء زيد إلى منزله، فأخبرته امرأته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى منزله، فقال زيد: ألا قلت له ادخل، فقالت: قد عرضت عليه ذلك فأبى، قال: فسمعتي يقول شيئاً، قالت: سمعته يقول حين ولي ”سبحان الله العظيم، سبحان الله مصرف القلوب“

فخرج زيد حتى أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال يا رسول الله بلغني أنك جئت منزلي فهلا دخلت بأبي أنت أُمِّي يا رسول الله، يا رسول الله لعل زينب أعجبتك فأقارقها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ”أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ“ فما استطاع زيد إليها سبيلا بعد ذلك اليوم... (تاريخ الامم والملوك الجزء الثاني طبع بيروت ص ٢٣١ - تحت ثم كانت السنة الخامسة من الهجرة)

امام طبری کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن عمر کی روایت سے یہ بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن زید بن حارثہ کے گھر آئے، ان کو زید بن محمد کہا جاتا تھا آپ ان کی تلاش میں ان کے گھر آئے وہ اس وقت موجود نہ تھے، ان کی بیوی زینب بنت جحش ہکا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

سالباس پہنے آپ کے سامنے آئیں۔ آپ نے دیکھ کر منہ پھیر لیا اور زینبؓ نے آپ سے کہا: وہ تو اس وقت یہاں نہیں ہیں۔ میرے ماں باپ آپ پر ثار، آپ اندر تشریف لائیں، مگر آپ نے اندر جانے سے انکار کر دیا۔

واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب زینبؓ سے کہا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر دروازے پر کھڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جلدی میں کیڑے پہنے اور پوری طرح نہیں پہنے تھے کہ آپ کے سامنے آگئیں تو ان کی صورت آپ کے دل میں کھب گئی اور آپ منہ میں کچھ کہتے ہوئے وہاں سے پلٹے اور کوئی الفاظ تو سمجھ میں نہیں آئے۔ البتہ یہ آپ نے قدرے بلند آواز میں فرمایا: ”سبحان اللہ العظیم، سبحان اللہ مصرف القلوب“ پاک ہے اللہ بزرگ، پاک ہے اللہ جو دلوں کا پھیرنے والا۔ زید جب اپنے گھر آئے، ان کی بیوی نے ان کو اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ انہوں نے کہا: آپ نے اندر کیوں نہ بلایا؟ بیوی نے کہا: میں نے یہ بات عرض کی تھی مگر آپ نے نہ مانا۔ زید نے پوچھا: آپ کو کچھ فرماتے ہوئے سنا؟ کہا: جی ہاں۔ جب آپ واپس جانے لگے تو آپ نے ”سبحان اللہ العظیم، سبحان اللہ مصرف القلوب“ کہا تھا۔ یعنی پاک ہے اللہ جو عظیم ہے، پاک ہے اللہ جو دلوں کو پھیرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر زید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: مجھے معلوم ہوا کہ آپ میرے گھر پر تشریف لائے تھے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ گھر کے اندر کیوں نہ گئے؟ ”یا رسول اللہ لعل زینب أعجبتك فأقارقها“ اے اللہ کے رسول! شاید زینب آپ کو پسند آگئی ہیں میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں روکے رکھو۔ مگر اس روز کے بعد زید اپنی بیوی پر قادر نہ ہو سکے۔

حضرت مفتی صاحب!

امام طبری نے اپنی تفسیر اور تاریخ میں زید و زینبؓ سے متعلق روایت ”یونس، ابن وہب، ابن زید (م ۱۸۲ھ) اور محمد بن عمرو اقدی (م ۲۰۹ھ، ۲۰۷ھ) کی سند سے بیان کی ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ائمہ رجال نے ان دونوں راویوں پر خوب جرح کی۔ ہا ورائیں ناقابل اعتبار، ناقابل احتجاج، ضعیف، متروک الحدیث، کذاب اور واضح الحدیث یعنی احادیث گھڑنے والا قرار دیا ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ امام طبری (م 310ھ) اور واقفی کے درمیان ایک راوی ”غائب“ ہے طبری خود تو واقفی سے روایت کرتے ہیں کیونکہ واقفی 207 میں ان کی پیدائش (224ھ) سے 17 سال پہلے وفات پا چکے تھے اس لئے انہوں نے ان الفاظ سے روایت بیان کی کہ: ”حدثت عن محمد بن عمر...“ مجھ سے بیان کیا گیا اور وہ عمر واقفی سے روایت کرتا ہے...

امام طبری خود بھی اپنے مخصوص افکار و نظریات کے حوالے سے کچھ زیادہ ”قابل اعتماد“ نہیں ہیں جبکہ ان کے اور واقفی کے درمیان ایک مجہول شخصیت ہے جس نے واقفی سے سن کر یہ روایت امام طبری تک پہنچائی۔

صدائے فہم کہ امام طبری مذکورہ کردار کے حامل راویوں سے مروی روایات کی بناء پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، عصمت، نیت اور دل و نگاہ پر ”یورش“ کر بیٹھے۔

اگر بالفرض اس روایت کے تمام راوی صدوق و ثقہ ہوتے تو پھر بھی منافی عصمت روایات ہرگز قبول نہیں کی جاسکتیں۔

تعب بالائے تعب یہ کہ روزنامہ اسلام میں ان روایات کو منافی عصمت قرار دینے والوں کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ: ”یہ براہ راست دوسروں کی نیت اور ایمان پر حملہ ہے اور اسلاف اس سے بہت احتیاط کرتے تھے“ (روزنامہ اسلام 11 اگست 2015)

حضرت مفتی صاحب!

اگر امام طبری کی منقولہ و مکتوبہ روایات کو ”منافی عصمت“ قرار دینا ان کی نیت اور ایمان پر حملہ ہے، تو جن حضرات نے ”براہ راست“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب و نظر اور نیت پر حملہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ:

”سیدہ زہبؓ کی محبت آپؐ کے دل میں کھب گئی تھی جس کی وجہ سے زیدؓ کے دل میں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ان کی کراہت آگئی اور یوں معاملہ طلاق تک پہنچ گیا۔“

(۱۴۰) ان راویوں اور روایات کو صحیح سمجھ کر نقل کرنے والوں یا ایسے ناقلین کا دفاع کرنے والوں یا ان روایات کو عصمت کے منافی نہ قرار دینے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

یہاں کسی خاتون پر ”چانک نظر پڑنے سے“ اس کی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ روایت میں نظر پڑنے کے بعد دوسرے کی بیوی کی محبت کا دل میں کھب جانا بتایا گیا ہے جو یقیناً منافی عصمت ہے اور یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب و ارادہ پر ”نہادہ راست“ کالم کا ”نہادہ راست“ حملہ ہے۔

قصہ زید و زینبؓ اور اقوال مفسرین

جن مفسرین و علماء نے امام طبری کے منقولہ قصہ زید و زینبؓ کو منافی عصمت قرار دیا ہے ان میں سے چند ایک کے اسانے گرامی اور اقوال ملاحظہ فرمائیں:

قاضی ابوبکر ابن العربی (م ۵۴۳ھ):

گھٹیا اور گمراہ لوگ جو کچھ تصور کئے بیٹھے ہیں ویسا معاملہ ہرگز نہیں تھا۔

(احکام القرآن لابن العربی جلد ۳ ص ۳۶۲-۳۶۵ بحوالہ سیرت انسائیکلو پیڈیا جلد ۷ ص ۱۲۶-۱۲۵)

علامہ قرطبیؒ مزید فرماتے ہیں کہ:

”اما ما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم هوى زينب امرأة زيد و ربما

اطلق بعض المجان لفظ عشق فهذا إنما يفسر عن جاهل لعصمة النبي صلى

الله عليه وسلم على مثل هذا أو مستخف بحرمة“

یہاں جو افسانہ گھڑا گیا یہ ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی عصمت کا علم نہیں ہے یا انہوں نے دانستہ شان نبوت کو گھٹانے کی کوشش کی۔

(بحوالہ ضیاء القرآن جلد چہارم ص ۶۴)

امام قاضی عیاضؒ (م ۵۴۴ھ):

امام قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ: یقیناً یہ بڑے عیب کی بات ہے جو آپؐ کے شانِ نبی، اس فعل کو تو عام متقی لوگ بھی برا سمجھتے ہیں چہ جائیکہ سید الانبیاء علیہم السلام اس کے مرتکب ہوں۔ آپؐ کی طرف ایسے قول کی نسبت بہت بڑی جرأت ہے اور اس قول کا قائل آپؐ کے حقوق اور فضیلت کے بارے میں قلیل المعرفة ہے۔

امام ابو حنیان اندلسی (م ۷۴۵ھ):

امام ابو حنیان اندلسی فرماتے ہیں کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حرکات و سکنات میں معصوم ہیں۔ بعض مفسرین نے یہاں ایسے قصے نقل کئے ہیں جن سے شانِ نبوت کی تنقیص ہوتی ہے اس لئے ہم نے ان کو نقل کرنا بھی کوارا نہ کیا۔

امام ابن کثیر (م ۷۷۷ھ):

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ: ... ابن جریر نے بعض سلف سے اس جگہ کچھ آٹا نقل کئے ہیں جن کا نقل کرنا بھی ہم نا مناسب جان کر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ثابت اور صحیح نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ):

حافظ ابن حجر عسقلانی قصہ زینبؓ سے متعلق روایات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: وہ تمام روایتیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان کا ذکر بھی زبان پر لایا جائے۔

علامہ محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ):

علامہ محمود آلوسی قصہ زینبؓ سے متعلق غلط اور باطل روایات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: قصہ کو اور داستان سرا لوگوں نے اس قصہ کے متعلق جو پھر باتیں اور افسانے تراشے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ہیں وہ کسی حیثیت سے بھی اس لائق نہیں ہیں کہ انہیں قبول کر لیا جائے۔

موصوف علامہ خفاجی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

”لن القصة شبيهة بقصة داود عليه السلام...“

حضرت زینبؓ کے اس قصے میں حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ (م ۱۳۳۵ھ)

مولانا عبدالحق حقانی فرماتے ہیں کہ:

معاذ اللہ! معاذ اللہ! نبی علیہ السلام پر کیا کیا بہتان باندھے ہیں... مگر تعجب تو اپنے بعض سیدھے سادھے بھولے بھالے مفسرین پر ہے کہ انہوں نے ان کی روایات کو اپنی تفاسیر میں نقل کر دیا۔ (تفسیر حقانی جلد ششم ص ۹۳)

مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی (1382ھ 1962ء)

مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی فرماتے ہیں کہ:

مگر حیرت اور حیرت سے زیادہ رنج و ملال ہے ان راویان روایت پر جنہوں نے روایت و درایت کی کسوٹی پر کسے بغیر یہی یہودی اسرائیل کی اسلام دشمنی اور رسول دشمنی میں گھڑی ہوئی خرافی داستان کو ان آیات کی تفسیر کے ضمن میں درج کر دیا...

ہمارے لئے کس طرح یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ہم ایسی روایات کو بیان یا نقل کر کے ایک جانب دشمنان اسلام کے لئے غلط اور پُر از بہتان نکتہ چینی کا سامان مہیا کریں اور دوسری طرف بے علم مسلمانوں کے دینی و دینی انتشار کا باعث بنیں۔ اگر یہ خرافی داستان کتب تفسیر میں نقل نہ ہوتی اور اس کے مفاسد کا اثر موافق و مخالف دونوں جانب پر نہ پڑا ہوتا تو ایک لمحہ کے لئے بھی قلم اس کے لئے آمادہ نہ ہوتا کہ اس ہرزہ سرائی کو روایت کہہ کر پیش کرے مگر اصل حقیقت کو واشگاف کرنے کے بعد محض اس لئے اس داستان کو سپرد قلم کیا جا رہا ہے کہ جب کبھی اس پر نگاہ پڑے تو فو راؤ بن میں آجائے کہ یہ ایک خرافی داستان سے زیادہ حقیقت

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
نہیں رکھتی اور اس لئے دشمنان اسلام کو اس کی سند لیما محض تعصب اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے
نہ کہ حقیقت حال کی طلب و جستجو کے پیش نظر۔

موصوف نے زیر بحث ”موضوع، باطل، منافی عصمت اور خرافہ“ روایت کو نقل کرنے
کے بعد لکھا کہ: ”اعاذنا اللہ من ہذا الخرافات“ ان خرافات سے اللہ کی پناہ...
غرض اسرائیلی داستانوں میں سے یہ بھی ایک خرافی داستان تھی جس کا پردہ فاش ہونا
از بس ضروری تھا ورنہ تو یہ روایت خرد و عقل کے نزدیک یوں بھی ناقابل اعتماد اور لغو ہے کہ
نہیبؓ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور بچپن سے جوانی تک مسلسل
آپؐ کے سامنے رہیں اور شادی کے بعد بھی آپؐ سے پردہ نہیں کرتی تھیں تو اس واقعہ کے
دن کون (سی) خاص بات تھی کہ نہیبؓ آپؐ کی نگاہ میں اجنبی بن کر نظر آنے لگیں اور آپؐ
نے اخلاق کریمانہ کے خلاف دل و زبان کی مطابقت بھی چھوڑ دی۔

اگر قرآن کی آیت کا یہ مطلب لے لیا جائے تو پھر ایک لمحہ کے لئے بھی قرآن کو یہ حق
ہے کہ وہ ذات اقدس کو ایک نبی، رسول، اولوالعزم پیغمبر کی حیثیت میں پیش کر سکے۔
(قص القرآن جلد چہارم ص 493، 494، 498۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م 1974ء)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں کہ:

مخالفین اسلام اور بے دینوں نے جو یہ مشہور کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
نظر حضرت نہیبؓ پر پڑ گئی اور آپؐ کا دل ان کی طرف مائل ہو گیا اور یہ فرمایا:
”سبحان اللہ مقلب القلوب“ اور ”وَتُخْفِي فِي قَلْبِكَ“ سے دل میں نہیبؓ کی
محبت کا چھپانا مراد ہے۔

سو یہ قصہ منافقوں کا کذب اور افتراء ہے۔ اہل ایمان کو ہرگز ہرگز اس پر یقین نہ کرنا
چاہئے۔ یہ قصہ ملاحدہ اور زنا و فحش کے مفتریات اور اختراعات میں سے ہے جس کی کوئی سند
نہیں۔ جمہور مفسرین نے اس قصہ کا موضوع اور کذب و افتراء ہونا بیان کیا ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

علاوہ ازیں کہ یہ قصہ بالکل بے اصل اور بے سند ہے۔ خلافِ عقل بھی ہے۔۔۔
نیز عقل اور نقل سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ اللہ کا نبی معصوم ہوتا ہے۔ اس کی بصر اور
نظر طاہر اور مطہر اور پاک اور منزہ ہوتی ہے۔۔۔

جس طرح تمام عالم کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا ایک ادنیٰ سا عکس
اور پرتو ہے، اسی طرح تمام عالم کی نگاہوں کی عفت اور حیا اسی ذات قدسی صفات کی عصمت
مآب اور زینت جناب کی نزاہت نظر اور طہارت بصر کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو ہے۔۔۔

ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ بدباطنوں کا یہ کہنا کہ ”وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ
مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ“ سے نضب کی محبت کا دل میں چھپانا مراد ہے، بالکل غلط ہے اور سر تا پا دروغ و بے فروغ
ہے۔۔۔“ (سیرت المصطفیٰ جلد سوم ص 187-188 تحت ”ام المؤمنین نضب بنت جحش“)

پیر سید محمد کرم شاہ ازہری (۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء) فرماتے ہیں کہ:

چنانچہ ان بدباطنوں نے اس آیت کے ان جملوں: ”أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ
وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ“ کا یہی معنی لیا ہے اور اپنی محبت باطنی
کے باعث بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلامات میں گستاخی کی جرأت کی۔
دل ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ ان کی اس یادہ کوئی کو لکھنے کی جرأت کرے لیکن جب
تک اسے لکھا نہ جاتا اس کا رد ممکن نہ تھا۔ میں آپ کو ایک عقیدت مند کی حیثیت سے نہیں
ایک حقیقت پسند کی حیثیت سے ان کی اس ہرزہ سرائی میں غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔
صداقت خود بخود دکھ کر سامنے آ جائے گی۔۔۔

جب حقیقت حال یہ ہے تو کوئی غیرت مند اور حقیقت پسند شخص اس داستان سراپا
ہدیان کو قبول نہیں کر سکتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب حضرت زینبؓ کنواری تھیں اور حضورؐ کے
حرم کی زینت بننے کو اپنے لئے اور اپنے کنبہ کے لئے باعثِ صد عزت محسوس کرتی تھیں اس
وقت تو حضورؐ کے دل میں کوئی کشش پیدا نہ ہوئی اور جب ایک سال سے زائد عرصہ آپ
کے آزاد کردہ غلام کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کر چکیں تو اچانک یہ صورت پیدا ہو گئی جو ان

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
عقل کے اندھوں کو نظر آنے لگی۔“ (ضیاء القرآن جلد چہارم ص 61-62)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی:

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

بعض دشمنان اسلام نے کچھ وہابی روایتوں کی بناء پر اس کا جو مطلب نکالا ہے وہ
سراسر غلط ہے اور جو انتہائی کمزور روایتیں اس سلسلے میں پیش کی گئی ہیں وہ قطعی طور پر غیر معقول
اور ناقابل توجہ ہیں۔“ (آسان ترجمہ قرآن - تشریحات کے ساتھ جلد سوم ص 1300)

حضرت مفتی صاحب!

مفسرین کرام اور حضرات علماء کرام کے مذکورہ تفسیری اقوال سے یہ بات روز روشن کی
طرح واضح ہو گئی ہے کہ زید و زینبؓ سے متعلق امام طبری کا منقولہ قصہ ”کذب و افتراء کا
مرقع، زنادقہ و ملاحظہ، دشمنان اسلام اور یہود و نصاریٰ کا وضع کردہ ہے جو عقیدہ عصمت
انبیاء کے سراسر منافی اور مبنی بر توہین ہے۔

حاشا وکلا! میں کسی پر توہین رسالت کا لیبل ہرگز نہیں لگا رہا ہوں میں تو صرف مفسرین
کرام کے تفسیری اقوال کی روشنی میں امام طبری کی منقولہ زیر بحث روایات کو منافی عصمت
اور مبنی بر توہین سمجھتا ہوں اور اس موقف کے صحیح اور صواب ہونے پر مجھے پورا یقین ہے۔

توہین و تنقیص پر مبنی الفاظ

قاضی عیاض مالکی اندلسی اپنی کتاب ”الشفاء“ میں ان الفاظ کی نشاندہی کرتے ہیں جن
سے ”تنقیص و توہین“ مراد لی جاتی ہے:

معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ عز و جل ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ تمام وہ باتیں جن سے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور سب مراد لی جائے یا جس سے آپ کی عیب جوئی
ہوتی ہو یا آپ کی ذات شریفہ یا آپ کے دین یا آپ کے اسوہ یا آپ کے خصائل میں
سے کسی ایک خصلت میں نقصان لاحق ہونا ہو یا بطریق ”سب“ آپ پر تعریض یا اس کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

مشابہ لفظ بولے جاتے ہوں...

یا آپ کی طرف ایسی چیز بطریق مذمت منسوب کرے جو آپ کے منصب عالی کے لائق نہ ہو یا آپ کی طرف کوئی بے ہودہ، فحش یا بیری یا جھوٹ بات کی اضافت کرے یا ان بعض عوارض بشریہ جن کا صدور آپ کی طرف سے جائز یا معہود ہے اس کے سبب سے حقیر جانے۔ ان تمام باتوں پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے علماء و ائمہ فتویٰ کا اجماع رہا ہے کہ ان الفاظ سے توہین و تنقیص ہی مراد لی جائے گی۔

علمائے کرام نے تو اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ ”توہین و تنقیص پر مبنی کلمات کے بارے میں قائلین کی ”نیت و مراد“ کا سہارا بھی نہیں لیا جاسکتا کیونکہ ”قائلین، ناقلین اور تائید کنندگان“ کی ”مراد و نیت“ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر ”سامعین و قارئین“ اسے بے ادبی پر ہی محمول کریں گے۔“ اس کی وجہ یہ ہے کہ ”توہین و تنقیص“ کے کلمات میں قائل کی ”نیت و مراد“ کے بجائے ”عرف“ کا اعتبار ہوتا ہے اور ظاہری کلمات کو دیکھا جاتا ہے جبکہ فقہاء کرام کے نزدیک بلا جبر واکراہ اور قصد و عمدہ ”صریح الدلالت“ الفاظ میں نیت و مراد اور تاویل و توجیہ قابل قبول اور ناقابل اعتبار ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید فرماتے ہیں کہ:

”اور یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے“ (تقویۃ الایمان ص 80۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ”رَاعِنَا“ کا لفظ استعمال کرنے سے منع کر دیا حالانکہ اس میں معنوی طور پر کوئی خرابی نہیں تھی اور مسلمانوں کی نیت بھی صحیح تھی لیکن یہودیوں اور منافقوں نے اس لفظ کو گستاخی کا ذریعہ بنالیا تھا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ”لَا تَقُولُوا رَاعِنَا“ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معانی تہقیر (یعنی معنی ظاہر و متبادل) مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہا مگستاخی و اہانت و اذیت ذاک پاک حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ ”رَاعِنًا“ بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا اور ”انظُرْنَا“ کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا حالانکہ مقصود صحابہ معاذ اللہ ہرگز وہ معنی کہ یہود لیتے تھے نہ تھے مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت و گستاخی جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا لہذا حکم ہوا کہ ”لَا تَقُولُوا رَاعِنًا وَقُولُوا انْظُرْنَا...“

اور علیٰ ہذا صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہرگز بوجہ اذیت و گستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت و طبع تھا مگر چونکہ اذیت و بے اعتنائی شان والا کاس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا ”یا ایہا السلیمن امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی... ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون“ کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے جط اعمال تمہارے ہو جائیں گے اور تم کو خیر بھی نہ ہوگی۔

اور ایسا ہی حدیث میں ”تکنی بکنیۃ ابی القاسم“ آپ کی حیات شریف میں منع ہو گئی تھی بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ندا کرتا ہے التفات فرمادیں گے حالانکہ منادی ہرگز اذیت جناب سرور کائنات کا ارادہ نہ کرتا تھا۔ اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض والغیب عند اللہ بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنو اسماعیل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہماری ماؤں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کرو رہم اولاد ضرر ہیں۔

دیکھو کہ اس لفظ میں ایہام بعید کو کس قدر نفی کر کے نبی فرمایا اور ادب کلام کا تلقین فرمایا...

(تالیفات رشیدیہ ص 687۔ بذیل ”لطائف رشیدیہ“ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور۔ کراچی)

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ جن کلمات کے استعمال سے گستاخانِ رسول کے ساتھ کسی بھی درجے میں مشابہت پائی جاتی ہو یا گستاخی و اہانت کا کوئی ادنیٰ سا بھی احتمال نکل سکتا ہو تو ان سے اجتناب و احتراز لازمی ہے اور اگر ایسے کلمات استعمال کر چکا ہو تو ”تجدید ایمان“ کے ساتھ توبہ و استغفار ضروری ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

قاضی عیاضؒ کے حوالے سے یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ: ”جن الفاظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب جوئی ہوتی ہو، آپؐ کی کسی خصلت میں نقصان لاحق ہونا ہو یا آپؐ کی طرف کسی بے ہودہ، فحش، بری، لغو، باطل اور جھوٹی بات کی نسبت و اضافت ہوتی ہو تو بلا شک و شبہ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص ہی مراد لی جائے گی۔“

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں جس ڈھٹائی کے ساتھ امام طبری کی زید و زینبؑ سے متعلق منقولہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایت کو ”من وعین“ نقل کر کے اس کا دفاع کیا گیا ہے اس سے گستاخان رسولؐ کے ساتھ محض مشابہت ہی نہیں پائی جاتی، یا کسی گستاخی و اہانت کا احتمال یا اشارہ و ایہام ہی نہیں نکلتا بلکہ اگر سطحی نگاہ سے بھی اسے دیکھا جائے تو اس سے سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و گستاخی پختی و چھلکتی نظر آئے گی۔

اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب ایک فرضی قصہ

حضرت مفتی صاحب!

اصل نفس مسئلہ کی توضیح کی خاطر تھوڑی دیر کے لئے ”فرض“ کرتے ہوئے اس ”قصہ“ کی نسبت کوئی کالم نگار غیر معصوم اور غیر محفوظ اکابر علماء دیوبند میں سے کسی ایک کی طرف کر دے جسے پڑھنے کے بعد اکابر کا کوئی ایک آدھ ”عالی اور کٹر“ عقیدت مند اسے بے ہودہ قرار دیتے ہوئے یہ چیلنج کر دے کہ ”کسی معترض دیوبندی عالم، کالم نگار، اخبار نویس، دانشور یا عام عقیدت مند میں حوصلہ ہے تو اسے پڑھ کر دیکھ لے یا مزید جرات رکھتا ہے تو اسے من وعین اپنے کالم کی زینت بنا کر دکھا دے“ تو اس کے جواب میں روزنامہ اسلام میں اکابر کا کوئی ”محقق“ عقیدت مند ہو بہو ”من وعین“ یہ واقعہ نقل کر دے کہ وہ اپنے شاگرد سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے لیکن شاگرد گھر میں موجود نہیں تھے البتہ ان کی خواہصورت، ننگے سر حن میں بیٹھی ہوئی بیوی پر ان کی نگاہ پڑ گئی جس سے اس کی محبت

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
 ”حضرت“ کے دل میں کھب گئی۔

پھر اس واقعہ کو صحیح سمجھ کر اس کی صفائی میں یوں رقم طراز ہو کہ ”قارئین واقعہ میں من و
 عن نقل کر چکا ہوں۔ آپ نے پڑھ لیا ہے اس میں کون سی بات ایسی ہے جسے بے ہودہ اور
 گستاخانہ کہا جائے اور راوی پر تو بین اکابر کا الزام لگایا جائے۔ کیا یہ بات معیوب ہے کہ
 حضرت یہ جان چکے تھے کہ مستقبل میں اس عورت کو طلاق ملنے والی ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ
 طلاق کا معاملہ عورت کی محبت کا دل میں کھب جانے کے بعد سامنے آیا ہو اور اس سے پہلے
 حضرت کے حاشیہ تصور میں بھی یہ بات نہ ہو (ایک عورت کو جسے طلاق ملنے والی تھی اور
 سیرت و صورت، حسب و نسب ہر لحاظ سے اعلیٰ تھی، سہارا دینے کا سوچ رہے تھے۔ اسے
 عیب شمار کیا جائے گا یا اخلاق کی انتہاء۔

یا یہ بات ناقابل یقین ہے کہ ایک دن شاگرد یا خلیفہ و مرید کی بیوی دوپٹے کے بغیر گھر
 میں تشریف فرما تھیں؟ اگر ایسا تھا تو یہ کوئی محال بات نہیں۔ ایک گرم ملک میں، گھر کی تنہائی میں
 کوئی عورت کچھ دیر کے لئے اوڑھنی اتارے ہوئے ہو تو کیا اسلام میں اس پر پابندی ہے، یا یہ
 اخلاق سے ماوراء حرکت ہے، یا غیر محرم پر نگاہ ”حضرت“ کا اچانک پڑ جانا محال بات ہے؟ اس
 کا ذکر ”حضرت“ کی سیرت کے منافی اور اسے نقل کرنا ”حضرت“ کی توہین ہے؟

یہ تو تب ہوتا جب یہ حضرات بشری تقاضوں یا سہو سے مبرا ہوتے۔ دیوبندی حضرات
 کا کبھی یہ عقیدہ نہیں رہا کہ یہ ”حضرات“ اپنے تمام کمالات و امتیازات کے باوصف بشری
 خصوصیات سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ ”اکابر“ کو نیند آتی تھی، بھوک لگتی تھی، وہ کھاتے پیتے
 تھے، خرید و فروخت کرتے تھے، انہیں غصہ بھی آتا تھا، رنج بھی ہوتا تھا، ان کا سہو بھی ثابت
 ہے۔ سوتے رہ جانے کی وجہ سے ان کی نمازوں کا قضا ہونا بھی ثابت ہے۔ سہو یا بھول چوک
 کے ایسے ”اکابر“ واقعات گناہ کے زمرے میں نہیں آتے کہ ”علماء کی سیرت“ کے منافی
 ہوں۔ یہ سب نکوئی حکمتوں کے تحت ہوتا ہے تا کہ ہر قسم کے حالات میں علمائے ”حق“ اور
 ”مشائخ عظام“ کا ”اسوہ اور سیرت“ امت کے سامنے آجائے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

کسی غیر محرم پر اچانک بلا قصد نگاہ پڑ جانا بھی ”سہو“ کی ایک شکل ہے۔ علماء و فقہاء نے اچانک نگاہ پڑ جانے کو بغیرہ گناہ بھی نہیں کہا۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں کیونکہ خود ارشاد نبوی ہے: ”پہلی (اچانک) نظر تجھے معاف ہے اور دوسری کی تیرے لئے گنجائش نہیں۔“

جو حضرات ”اکابر“ سے منسوب مذکورہ واقعہ کو ”توہین اکابر“ کی حد تک بے ہودہ قرار دے رہے ہیں وہ بتائیں کہ جو چیز شریعت میں ایک عام ”دیوبندی مرید و مقتدی“ کے لئے بھی گناہ نہیں ہے، کیا اکابر علماء دیوبند اور مشائخ دیوبند کے لئے گناہ ہو جائے گی، جو چیز صغیرہ گناہ بھی نہیں اس کا ”اکابر علماء و مشائخ دیوبند“ سے اس کا صدور کیا اکابر کی شان کے خلاف متصور ہوگا؟

ہم دیوبندی ہیں مگر فسوس کہ ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ”اکابر“ کے بارے میں نظر یہ کیا ہونا چاہئے، ان کی کیا صفات ہیں، کیا امتیازات ہیں، کیا اخلاق و کمالات ہیں، کن چیزوں سے یہ موصوف ہیں۔ ہم میں سے بعض لوگ اپنی نادانیت یا ”اکابر“ کے بارے میں اپنے مخصوص تصورات کی بناء پر ایسے خیالات رکھتے ہیں کہ گویا بشری صفات کو ان کے لئے تسلیم کرنا یا بشری تقاضوں کی بھول کر بھی ان کی طرف نسبت کر دینا ان کے خیال میں توہین ”اکابر“ ہے۔

”اکابر“ سے منسوب مذکورہ واقعہ کے بارے میں اگر کوئی راوی کی اصل ”روایت“ پڑھے تو شاید روایت کا یہ فقرہ اسے سب سے زیادہ عجیب بلکہ سخت ناکوار محسوس ہوگا کہ ”حضرت“ صاحب نے جب اپنے تلمیذ رشید کے گھر کے دروازے پر قدم رنجہ فرمایا تو گھر کے صحن میں ننگے سر بیٹھی ان کی خوبصورت بیوی پر نگاہ پڑ جانے کی وجہ سے اس کی ”پسندیدگی“ حضرت کے دل میں آگئی۔ ہم اپنی سطحی و جذباتی ذہنیت کی بناء پر کم از کم اس مؤخر الذکر جملے کو ضرور رگستاخانہ قرار دے دیتے

مگر کیا سمجھیں کہ خود اللہ کے فرمان کے مطابق یہ چیز نبی کے حق میں ناممکن بات نہیں تو اکابر جو غیر معصوم اور غیر محفوظ ہیں ان کے بارے میں کیونکر ناممکن ہو سکتی ہے؟...

اچھی چیز کا اچھا لگنا ایک فطری بات ہے، قلب و نظر کے صحت مند ہونے کی علامت ہے، خوشبو ہر کسی کے مشام کو معطر کرتی ہے اور اگر کسی کو نہیں محسوس ہوتی تو یہ خوبی نہیں،

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

احساس کی کمزوری شمار ہوگی۔

پس ”اکابر“ کے بارے میں اس روایت کو کس لحاظ سے گستاخانہ کہا جائے گا؟ ایک متاثر کن شخصیت سے متاثر ہونا کوئی انہونی بات ہو سکتی ہے؟ جمال اور بد صورتی میں فرق کر لینا اگر گناہ ہے تو ضرور ”اکابر“ کے بارے میں اس روایت (کہ شاگرد کی خوبصورت برہنہ سر بیوی پر نگاہ پڑ جانے سے اس کی محبت ”حضرت“ صاحب کے دل میں کھب گئی) کو ”اکابر“ کی سیرت کے مخالف قرار دیا جاسکتا ہے اور اگر یہ کوئی گناہ نہیں بلکہ اللہ کی دی ہوئی ان فطری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو کم و بیش ہر انسان کو نصیب ہے تو پھر ”اکابر“ کے بارے میں اس واقعے کو ”اکابر“ کی توہین پر مبنی قرار دے کر ”راوی“ کو گستاخ قرار دینا بھی غلط ہے۔

اتنا ضرور ہے کہ روایت میں اس ”امکان“ کو واقعاتی شکل میں بیان کیا گیا ہے (کہ حضرت کے دل میں شاگرد کی بیوی کی محبت فی الواقع کھب گئی تھی) یعنی ایسا ہوا تھا۔ ”اکابر“ کی عظمت، خدمات اور شان کے لحاظ سے ہم یقیناً یہی چاہتے ہیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ بات ان کی طرف منسوب ہو، اس لئے حسن ظن کے تحت اکابر کی طرف منسوب اس واقعہ کا انکار کرنا ہی بہتر ہے۔

کیونکہ یہ ایک ضعیف روایت ہے اور دوسری بات یہ کہ اسے جن ”بزرگوں“ نے بیان فرمایا ہے محققین کی ”تحقیق“ کے مطابق ان میں سے ایک ”بزرگ“ کمزور حافظے والے، انتہائی ضعیف، روایات کو الٹ پلٹ کرنے والے یعنی مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند بنا دینے والے ناقابل استدلال تھے بلکہ بعض دفعہ روایت اپنی طرف سے گھڑ بھی لیتے تھے۔ جبکہ ”اکابر“ کی طرف منسوب اس قصے کو بیان کرنے والے دوسرے ”بزرگ“ قصے گھڑنے والے کذاب، نقیہ باز اور مذہب شیعہ کفر و غیہ دینے والے تھے۔

مگر بشری تقاضے کے تحت نیز اکابر کے غیر معصوم و غیر محفوظ ہونے کا پہلو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمارے لئے اس روایت پر سیرت اکابر کے منافی ہونے اور راوی پر توہین اکابر کا حکم لگانے کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ اس بحث کے دو پہلو ہیں۔

1۔ یہ واقعہ ثابت ہے یا نہیں۔ 2۔ یہ واقعہ سیرت ”اکابر“ کے منافی اور گستاخانہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ہے یا نہیں، اسے نقل و بیان کرنے والے ”توہین اکابر“ کے مرتکب ہیں یا نہیں۔
محققین کے نزدیک یہ واقعہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ راقم بھی ان ہی حضرات کی رائے کا قائل ہے۔ درہائیس واقعہ کا ”توہین اکابر“ پر مشتمل ہونا تو یہ مسئلہ غور و فکر کا تقاضا کرتا ہے۔
”اکابر“ کی طرف منسوب اصل قصہ بالکل ایک ہی ہے مگر دوسرے (قصے گھڑنے والے کذاب، تقیہ باز اور مذہب شیعہ کو فروغ دینے والے) بزرگ کی روایت میں صرف چند باتیں زیادہ ہیں:۔۔۔

”اکابر“ سے منسوب دوسرے کذاب ”بزرگ“ کی روایت میں موجود ان چار زوائد اجزاء کو لے لیں تب بھی انصاف سے بتائیے کہ ان میں کون سی بات گستاخی والی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہمیں ”حضرت“ کا حسن سے متاثر ہونا ہی عجیب لگ سکتا ہے مگر اس کے امکان کا ذکر خود قرآنی آیت میں ہے۔ اگر روایت کو گستاخانہ کہا جائے تو اس آیت کا بھی انکار کرنا پڑے گا اور اگر آیت میں کوئی تاویل ہو سکتی ہے تو وہی اس روایت میں بھی مانی جاسکتی ہے۔ اگر قرآن مجید کی بات سچ ہے اور کسی مسلمان کو اس کی صداقت میں شبہ نہیں ہو سکتا تو جو ”اکابر“ سے متعلق دونوں بزرگوں سے روایت میں بیان ہوا ہے وہ بھی نہ محال ہے نہ سیرت اکابر کے منافی۔

”اکابر“ سے متعلق دونوں ”بزرگوں“ سے منقول اس قصے کو بڑے بڑے علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ علماء کے ایک گروہ نے ان ”بزرگوں“ پر اعتبار کر کے اس قصے کو صحیح تسلیم کیا ہے کہ فی الواقع ”اکابر“ اپنے شاگرد کی بیوی کی محبت میں مبتلا ہوئے تھے۔ کیا علماء کایہ بڑا گروہ ”توہین اکابر“ کا مجرم سمجھا جائے گا؟ جبکہ علماء کا دوسرا قلیل گروہ اس روایت کو سند کی کمزوری کی وجہ سے مسترد کرتا ہے۔ راقم بھی اس دوسرے گروہ کی رائے کو درست سمجھتا ہے مگر اس کایہ مطلب نہیں کہ پہلے بڑے گروہ کے علماء پر کچڑا چھالا جائے۔

قریبی دور کے ایک نامور محقق نے اپنے ملفوظات میں اس واقعے کو ذکر کر کے کہا ہے کہ ”اکابر“ کے بارے میں ایسا قصہ نقل کرنے سے احتراز ضروری ہے لیکن اگر یہ قصہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

درست ہو تو اسے ”اکابر“ کے قلمی میلان پر ہی محمول کیا جائے گا جو انسان کے بس میں نہیں۔
اس بارے میں ”اکابر“ بے بس ہیں اور اس سے کبیرہ گناہ تو کچا صغیرہ گناہ بھی لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس میں فی الواقع ہتلا ہو جانا ”اکابر“ کی سیرت کے منافی ہے کیونکہ ”اچھی چیز کا اچھا لگنا یہ ایک فطری بات ہے، قلب و نظر کے صحت مند ہونے کی علامت ہے خوشبو ہر کسی کے مشام کو معطر کرتی ہے اور اگر کسی کو نہیں محسوس ہوتی تو یہ خوبی نہیں، احساس کی کمزوری شمار ہوگی۔ پس ”اکابر“ کے بارے میں کذاب و ضعیف راویوں سے منقول اس قصے کو آخر کس لحاظ سے گستاخانہ قرار دیا جائے گا۔

اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ اگر ضعیف اور کذاب راوی بھی ”اکابر“ کے بارے میں اس قسم کا قصہ بیان کریں تو اس قصہ کو علماء کا کوئی قلیل گروہ اگر صحیح نہ بھی سمجھے تو پھر بھی ”اکابر“ کے حق میں اس قصہ کو نہ تو توہین آمیز و ہتک آمیز سمجھا جائے گا اور نہ ہی راویوں پر ”اکابر“ کی گستاخی کا الزام عائد کیا جائے گا کیونکہ بشری تقاضے اور اکابر کے غیر معصوم اور غیر محفوظ ہونے کی بناء پر ”اکابر“ سے اس فعل کے صدور کا امکان بہر حال پایا جاتا ہے۔ جبکہ اکابر کی طرف منسوب قصے میں اکابر کا اس میں فی الواقع ہتلا ہونا بتایا گیا ہے اس کے باوجود نہ تو اس ”قصے“ کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور نہ ہی راوی کو اکابر کا گستاخ قرار دیا جائے گا۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۴۱) کیا مسلک دیوبند سے وابستہ حضرات کے لئے ”اکابر“ سے منسوب مذکورہ تحریر یا قصہ کے اکابر کی شان میں گستاخی قرار نہ دینے کے مذکورہ ”دلائل“ سے اتفاق کرنا ممکن ہے؟

حالانکہ یہ اکابر غیر معصوم ہونے کی وجہ سے صفائے و کھائے میں ہتلا ہو سکتے ہیں اور ان میں کسی برائی کا ”قصد و ارتکاب“ دونوں پائے جاسکتے ہیں۔
اگر کوئی دیوبندی عالم اس کے جواب میں یوں ”وضاحت“ فرمادے کہ:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

”اکابر سے متعلق قصوں جیسے درجنوں مسائل ہیں کہ دیوبندی مدارس کے حلقوں میں ہی نہیں بلکہ ان کی کتابوں میں بھی ان پر روزانہ بحث ہوتی رہتی ہے۔ کہیں کسی روایت پر سند کے لحاظ سے جرح ہو رہی ہوتی ہے، کہیں کسی موقف کو روایت کی روشنی میں مسترد کیا جا رہا ہوتا ہے۔ کبھی حضرت مافوتویؒ پر بات ہو رہی ہوتی ہے، کبھی حضرت گنگوہیؒ پر، کہیں شیخ الہندؒ کی کسی تحقیق کی تردید ہے تو کہیں حضرت کاشمیریؒ اور حضرت سہارنپوریؒ پر جرح۔ کہیں حضرت مکیؒ کے کسی فعل پر بحث۔ جہتو کہیں حضرت تھانویؒ اور حضرت مدنیؒ کے اعمال و افعال کا تقابل مگر کہیں آپ یہ نہیں دیکھیں گے کہ اکابر میں سے کسی کو... یہ یہ کچھ کہا جاتا ہو“ (مفہوم مستفاد از روزنامہ اسلام 11 اگست 2015ء)

حضرت مفتی صاحب!

(۱۴۲) کیا ”جمہور دیوبندی حضرات“ مذکورہ وضاحت سے مطمئن ہو جائیں گے؟

اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب چند صحیح واقعات

یہ تو ہوا خیر ایک ضعیف، کذاب اور غیر معتبر راوی کی روایت پر تبصرہ۔ اگر آج کوئی دیوبندی عالم کسی دیوبندی عالم باعمل، انتہائی ثقہ، معتبر، صادق و امین اور ولی کامل پیر طریقت کی کتب سے اکابر کی سیرت کے بارے میں چند ”پہلو“ پاکستان کے مختلف شہروں سے بیک وقت شائع ہونے والے کسی قومی اخبار (روزنامہ اسلام کے علاوہ کیونکہ یہ اخبار منافی عصمت انبیاء اور مبنی بر توہین روایات تو من وعن نقل کر کے ان کا پورا پورا دفاع بھی کر سکتا ہے لیکن اکابر سے متعلق ایسا سوچنا بھی... تو بہ... تو بہ) میں شائع کرا دے تو کیا دیوبندی حلقے میں کوئی بھونچال نہیں آئے گا؟

روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے مضمون سے ”مفہوم اور الفاظ“ مستعار لے کر اکابر کے بارے میں پیچھے ایک فرضی ”قصہ“ لکھا کیا گیا ہے۔

اب آپ کے ملاحظہ کے لئے حضرت گنگوہیؒ، حضرت مافوتویؒ، حضرت مدنیؒ اور

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

حضرت لاہوریؒ سے متعلق حقائق پر مبنی صرف چند مثالیں ان ”راویوں“ کے حوالے سے پیش کی جا رہی ہیں جنہیں علماء دیوبند کے ”ائمہ رجال“ نے بالاتفاق ”ثقة، قابل اعتبار، قابل حجت اور مرجع“ قرار دیا ہے مگر ”مثالوں“ سے پہلے مختصراً ان کا بلند مقام پیش خدمت ہے:

حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ دونوں حضرت امداد اللہ مہاجر کئی کے مرید اور ”سلاسل اربعہ میں ان کے خلیفہ اور مجاز ہیں“۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے مقام کا اندازہ حضرت گنگوہیؒ کے حسب ذیل ”القابات“ سے لگایا جاسکتا ہے:

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے یہی واقعہ اپنی کتاب میں بایں الفاظ نقل فرمایا ہے: ”اس جگہ دو واقعے اپنے اکابر کے، نمونہ کے لیے لکھنے کو دل چاہتا ہے۔ ایک تو وہ مکتوب گرامی جو شیخ المشائخ، قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ نے اپنے مرشد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب اعلیٰ اللہ مراتبہ کی خدمت میں لکھا جو مکاتیب رشیدیہ میں طبع بھی ہو چکا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں...

(ملاحظہ ہو: فضائل صدقات حصہ اول ص ۵۵۷-۵۵۸)

حضرت گنگوہیؒ نے اپنی کتاب ”امداد السلوک“ میں اپنے شیخ حضرت مکی کو حسب ذیل ”القاب“ سے یاد فرمایا ہے:

”وینام نامی واسم سامی وافتحار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام، منبع البرکات القدسیة، مظهر الفيوضات المرضیة، معدن المعارف الالہیة، مخزن الحقائق لجمع اللقائق، سراج اقرانه، قدوة اهل زمانه، سلطان العلوفین، ملک التلوکین، غوث الکاملین، غیاث الطالبین الذی کلت العنة الاقلام عن مدائجه البالغة واعجزت التوصیف شمائله الکرام المعاطعة بعبط الاولون والآخرین من شعلره وجمعه المذاجرون والغافلون، من دئلره مرشدی، معتمدی، وسیلة یومی وغدی، مولای و معتق، سیدی وسندی، الشیخ، الحاج، المشتہر بامداد اللہ، الفلوقی، التهانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالارشاد والہدایة وازال

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

بذاتہ المظہرۃ الضلالۃ والغواۃ... الخ

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ان ”القاب“ کی توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”صاحبو! اس عبارت کے الفاظ و معانی پر غور کرو اور بنظر انصاف فرماؤ کہ فرقہ و ہابیہ کیا اس قسم کے الفاظ اور اس قسم اور اس نوع کے اعتقادات کسی کی نسبت رکھتے ہیں یا نہیں؟ اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ قدس سرہ العزیز کی جتنی تصانیف و عقائد ہیں ان کے حضرت مولانا گنگوہی بالکل موافق اور قبیح ہیں اور وہی عقائد رکھتے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے دھبہ و ہابیت بالکل زائل ہے۔ رسالہ امداد السلوک کا صفحہ صفحہ اور سطر سطر پوری دلیل اور قوی برہان حضرت مولانا قدس سرہ العزیز کے ربانی، سنی اور حقیقی ولی کامل ہونے کی ہے اگر ان کو قتل کیا جائے تو فتر طولیل ہو جائے....“ (الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب ص ۲۰۳)

حضرت حاجی صاحب ”حضرت گنگوہی“ اور حضرت مامون توئی کے بارے میں فرماتے ہیں: ”جو آدمی اس فقیر سے محبت اور عقیدت رکھتا ہے، مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کو جو تمام کمالات علوم ظاہری اور باطنی کو جامع ہیں بجائے میرے بلکہ مجھ سے بڑھ کر جانے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے وہ بجائے میرے اور میں بجائے ان کے ہوتا... (مشاہیر علمائے دیوبند جلد اول ص 556۔ مرتبہ ڈاکٹر بریگیڈیئر ریٹائرڈ قاری فیوض الرحمن صاحب)

”اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا تو مولوی رشید احمد اور مولوی محمد قاسم کو پیش کر دوں گا کہ یہ لے کر آیا ہوں۔“ (حوالہ مذکور)

یہی نہیں بلکہ حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں:

”حق تعالیٰ اپنے بندوں کو جو اصلاحی عالم نہیں ہوتے ایک لسان (زبان) عطا کرتے ہیں چنانچہ حضرت شمس تبریزی کو مولانا رومی لسان عطا ہوئے تھے جنہوں نے شمس تبریز کے علوم کو کھول کھول کر بیان فرما دیا۔ اسی طرح مجھ کو مولوی محمد قاسم لسان عطا ہوئے۔“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(سوانح قاسمی یعنی سیرت خمس الاوسط حصہ اول ص 294۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ کسی مسئلہ کے بارے میں حضرت تھانویؒ سے مراض ہوئے تو انہوں نے ایک خط کے ذریعے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے فرمایا:

”اَنِّی وَاللّٰہُ قَلْبُضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبِّاْ وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنَا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیْنَا وَبِشَیْخِی اِمْدَادَ اللّٰہِ
لِلْعَالَمِیْنَ مَرْشِدَا وَوَلِیَّا وَبِکُمْ یَا مَوْلَانَا (رشید احمد گنگوہی) ہادیاً مہدیاً...“

(مذکرۃ الرشید جلد اول ص 169 مؤلف مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی۔ مطبوعہ ادارہ

اسلامیات لاہور۔ کراچی۔ جون 2012ء)

حضرت گنگوہی نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغیہ الفاظ فرمائے:

”سن او حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور میں تقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر“ (حوالہ مذکور جلد دوم ص 35)
ایک افسر، حکومت کے خوف سے اپنی ”مشکل“ لے کر حضرت مولانا فضل الرحمنؒ گنج مراد آبادی کے پاس گیا۔ موصوف نے افسر سے وطن دریافت فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا ”دیوبند“ مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا:

گنگوہ حضرت مولانا (گنگوہیؒ) کی خدمت میں قریب تریوں نہ گئے، اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا؟ انہوں نے عرض کیا: حضرت یہاں مجھے عقیدت لائی ہے۔ مولانا نے ارشاد فرمایا: تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ ہی کی دعا پر موقوف ہے۔ میں اور تمام روئے زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا...“ (حوالہ مذکور ص 275)

مولانا محمد عاشق الہی صاحب میرٹھی لکھتے ہیں کہ:

”جس زمانہ میں مسئلہ مکان کذب پر آپ کے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتویٰ شائع کیا ہے، سائیں تو کل شاہ صاحب انبالوی کی مجلس میں کسی مولوی نے حضرت امام ربانیؒ قدس سرہ کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ امکان کذب باری کے قائل ہیں، یہ سن کر تو کل شاہ صاحب نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقبہ کر منہ اوپر اٹھا کر اپنی پنجابی زبان میں یہ الفاظ فرمائے! لوگو تم کیا کہتے ہو؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں“ (حوالہ مذکور ص 402)

”ایک شخص پنجاب کے باشندے نہایت دیندار اور صالح تھے ان کو بیعت کا خیال ہوا اور کئی دن متفکر رہے کہ کدھر جاؤں اور کہاں بیعت کروں، ایک شب اسی سوچ میں سو گئے دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور حضرت اُن سے ارشاد فرماتے ہیں کہ تم مولوی رشید احمد ہندی سے بیعت کرو ان سے بہتر اس وقت کوئی نہیں ہے۔“ (حوالہ مذکور ص 392)

مولانا عاشق الہی لکھتے ہیں کہ ”میں یہ نہیں کہتا کہ معاذ اللہ امام ربانی نبی اور معصوم تھے یا یہ کہ آپ سے خطا و زلت نہیں ہو سکتی تھی، حاشا و کھلا۔ مگر ہاں یہ ضرور کہوں گا کہ سردار عالم پیشوائے امت پیغمبر کے فرمان مخلص اور کامل فرمان بردار جس کو حق تعالیٰ نے زمانہ کا ہادی اور امام بنا کر بھیجا ہو... وہ اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر صرف امام ربانی قدس سرہ کا نفس اور ایک دم تھا جس کی نظیر میرے علم میں دوسری نہیں تھی۔“ (حوالہ مذکور ص 33)

مولانا رفیع الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں بچپن میں حضرت مولانا نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور کبھی بلا وضو نہیں گیا۔ میں نے انسانیت سے بالادرجہ ان کا دیکھا وہ شخص ایک فرشتہ مقرب تھا جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا۔ (ارواح ثلاثہ المعروف بہ حکایات اولیاء ص 220 مرتبہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ مطبوعہ درالاشاعت کراچی 1976ء۔ تحت حکایت نمبر 241)

یہ ملحوظ رہے کہ پاکستان میں مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی نظر ثانی اور ترمیم و تصحیح کا اہتمام کے ساتھ یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہیؒ اور چند دوسرے افراد کے ساتھ حج کے سفر پر گئے:

”راستہ میں جو کچھ بھی ملتا وہ سب ان لوگوں (یعنی ہمراہیوں) کو دے دیتے دیتے اور ساتھیوں نے کہا حضرت آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں کچھ تو اپنے پاس رکھیے تو فرمایا:

”اتما انا قاسم واللہ يعطی“ (حوالہ مذکور ص 270 تحت حکایت نمبر 313)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مولانا عاشق الہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”ایک دن مولوی امیر شاہ خان صاحب نے حضرت قدس سرہ (گنگوہیؒ) سے ایک قصہ بیان کیا کہ میں ایک روز مسجد حرام میں ایک بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان کے پاس ایک نو عمر درویش آئے اور بیٹھ گئے، وہ بزرگ جن کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا اس درویش کی طرف ملاحظہ ہو کر کہنے لگے کہ بھائی تمہارے قلب میں ایک عورت کی شبیہ ہے، اس کی ناک ایسی ہے اور آنکھیں ایسی ہیں اور بال ایسے ہیں غرض تمام حلیہ بیان کر دیا۔

اس وقت وہ درویش بہت ماتم ہوئے اور اقرار کیا کہ بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ ابتدائے جوانی میں مجھے ایک عورت سے عشق ہو گیا۔ ہر وقت اس کے دھیان میں رہنے سے اس کی شبیہ میرے قلب میں آ گئی ہے اب جب کبھی طبیعت بے قرار ہوتی ہے تو آنکھ بند کر کے اس کو دیکھ لیتا ہوں کچھ سکون ہو جاتا اور طبیعت ٹھہر جاتی ہے۔

مولوی امیر شاہ خان صاحب یہ قصہ بیان کر کے منتظر رہے کہ حضرت کچھ ارشاد فرما دیں گے (بار بار پوچھنے کے بعد) فرمایا: بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں ہے کیونکہ ان کو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونے کی فوہت پہنچتی تھی۔

میرا حضرت حاجی صاحبؒ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوتی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا ہے۔ اس کے بعد اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے کچھ نہ فرمایا اور دیر تک ساکت و سرنگوں رہے۔

مطلب ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی اجازت کے بغیر نہ حرکت ہوتی ہے نہ سکون۔“

(تذکرۃ الرشید جلد دوم ص 252-253)

آپ کی مجلس مبارک کو غور کر کے دیکھا ہے تو نمونہ محفل سرور عالم پایا...

آپ کے مزاج میں صداقت کی شان چونکہ جلوہ گر تھی اس لئے نبوی مزاج کا پورا نمونہ تھا... یہ نمونہ ہے عادات و معمولات اور شمائل و خصائل میں سرور کائنات کے اتباع نام اور

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
اقتدائے کامل کا جو حق تعالیٰ نے حضرت امام ربانی کو عطا فرمایا تھا۔ (حوالہ مذکور
ص 92، 100، 111)

مولانا عاشق الہی صاحب کو یہ کتاب لکھنے کے دوران کسی نے اپنا خواب بتایا کہ رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح لکھی جا رہی ہے۔ ایک بزرگ نے اس کی یہ تعبیر دی کہ معلوم
ہوتا ہے کہ شریعت کے کسی کامل متبع کی سوانح کا اہتمام ہو رہا ہے۔ پس مبارک ہو کہ یہ منامی
بشارت تیرے ہاتھوں پوری ہو رہی ہے۔“ (حوالہ مذکور جلد اول ص 24)

”ایک بار (حضرت گنگوہیؒ نے) ارشاد فرمایا: میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد
قاسم صاحب عروں کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے۔ جس طرح زن و شوہر میں
ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھ ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے۔

انہوں نے حضرت (کئی) کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے
سفارش کر کے انہیں مرید کرا دیا۔ حکیم محمد صدیق صاحب کاندھلوی نے کہا: ”الْبَحَالُ
قَوَانِیْنُ عَلٰی النِّسَاءِ“ آپ نے فرمایا: ہاں آخر ان کے بچوں کی تربیت کرتا ہی
ہوں۔“ (حوالہ مذکور ص 362-363)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:
”حضرت والد ماجد مولانا حافظ محمد احمد صاحب و عم محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب
نے یوں بیان فرمایا کہ:

ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں ایک مجمع تھا۔ حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے مرید
و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہیؒ
نے حضرت نانوتویؒ سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا: کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتویؒ
کچھ شرماسے گئے، مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چٹ لیٹ گئے۔

حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان
کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا (نانوتویؒ)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کر رہے ہو؟ یہ لوگ کیا کہیں گے؟ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔“ (ارواحِ ثلاثہ المعروف بہ حکایات اولیاء ص 264)

”مولانا منصور علی خان صاحب، حضرت بانو توئی کے تلامذہ میں سے تھے۔ طبیعت کے بہت پختہ تھے اس لئے جدھر طبیعت مائل ہوتی تھی چنگی اور اٹھناک کے ساتھ ادھر جھکتے تھے۔ انہوں نے اپنا واقعہ خود بھی مجھ سے نقل فرمایا: کہ مجھے ایک لڑکے سے عشق ہو گیا اور اس قدر اس کی محبت نے طبیعت پر غلبہ پایا کہ رات دن اسی کے تصور میں گزرنے لگے۔ میری عجیب حالت ہو گئی۔ تمام کاموں میں اختلال ہونے لگا۔ حضرت (بانو توئی) کی فراست نے بھانپ لیا لیکن سبحان اللہ تربیت و نگرانی اسے کہتے ہیں کہ نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضرت نے میرے ساتھ دوستانہ برتاؤ شروع کیا اور اسے اس قدر بڑھایا کہ جیسے دو یار آپس میں بے تکلف دل لگی کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ خود ہی اس محبت کا ذکر چھیڑا، فرمایا کہ ہاں بھائی وہ (لڑکا) تمہارے پاس کبھی آتے بھی ہیں یا نہیں، میں شرم و حجاب سے چپ رہ گیا تو فرمایا کہ نہیں بھائی یہ حالات تو انسان ہی پر آتے ہیں۔ اس میں چھپانے کی کیا بات ہے؟ غرض اس طریق سے مجھ سے گفتگو کی کہ میری زبان سے اس کی محبت کا اقرار کر لیا اور کوئی خفگی و ناراضگی نہیں ظاہر کی بلکہ دلجوئی فرمائی۔ اس مخصوص بے تکلفی کے آثار اب مجھ پر ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ میں ایک دن تنگ آ گیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ محبت میری رگ و پے میں سرایت کر گئی، مجھے تمام امور سے بے کار کر دیا، کیا کروں، کہاں جاؤں؟

آخر عاجز آ کر دوڑا ہوا حضرت کی خدمت میں پہنچا اور مؤدب عرض کیا کہ اللہ میری اعانت فرما دیجئے، میں تنگ آ گیا اور عاجز آ چکا ہوں۔ ایسی دعا فرمائیے کہ اس لڑکے کا خیال تک میرے قلب سے محو ہو جائے تو ہنس کر فرمایا: کہ بس مولوی صاحب کیا تھک گئے؟ بس جوش ختم ہو گیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں سارے کاموں سے بے کار ہو گیا، نکما ہو گیا۔ اب مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ خدا کے لئے میری امداد فرمائیے۔

فرمایا: بہت اچھا۔ بعد مغرب جب میں نماز سے فارغ ہوں تو آپ موجود رہیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

میں نماز مغرب پڑھ کر چھتہ کی مسجد میں بیٹھا رہا۔

جب حضرت صلوٰۃ الاولیاء سے فارغ ہوئے تو آواز دی مولوی صاحب! میں نے عرض کیا: حضرت حاضر ہوں۔ میں سامنے حاضر ہوا اور بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ: ہاتھ لاؤ۔ میں نے ہاتھ بڑھالیا۔ میرا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر میری ہتھیلی کو اپنی ہتھیلی سے اس طرح رگڑا جیسے ہان بٹے جاتے ہیں۔

خدا کی قسم میں نے عیاں نہ دیکھا کہ میں عرش کے نیچے ہوں اور ہر چہار طرف سے نور اور روشنی نے میرا احاطہ کر لیا ہے۔ کوپا میں دربار الہی میں حاضر ہوں۔ میں اس وقت لرزاں اور ترساں تھا کہ ساری عمر مجھ پر یہ کچلی اور خوف طاری نہ ہوا تھا۔ میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور بالکل خودی سے گزر گیا اور حضرت برآمد میری ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی پھیر رہے ہیں۔ جب ہتھیلی پھیرنا بند فرمایا تو یہ حالت بھی فرو ہو گئی۔ فرمایا: جاؤ، میں اٹھ کر چلا آیا۔ دو ایک دن کے بعد حضرت نے پوچھا کہ مولوی صاحب کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس لڑکے کا قصور یا عشق تو کجا، دل میں اس لڑکے کی گنجائش تک باقی نہیں رہی۔ فرمایا: اللہ کا شکر کرو۔ والحمد للہ علی ذلک (حوالہ مذکور ص 225-227)

”مولانا فیض الحسن صاحب حضرت مافوقی کے ہم عصر تھے اور بہت ہی زیادہ بے تکلف تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے غایت بے تکلفی میں ہم عصرانہ طریق پر حضرت مافوقیؒ کو فرمایا: بے جا گنوار کے لوہڑے۔ تجھے ان چیزوں (علوم) سے کیا واسطہ تو جا کر بل جوت بکھیتی کر۔

حضرت نے ہنس کر جواب دیا۔ ایک بھینسا تو موجود ہے (اشارہ تھا مولانا فیض الحسن صاحب کی طرف کہ مولانا سیاہ فام اور بدن کے موٹے اور دودھیرے تھے) دوسرا ہو جائے گا تو بل جڑے گا۔

ایک دفعہ چھتے کی مسجد مولانا فیض الحسن صاحب استنجا کے لئے لوٹا تلاش کر رہے تھے اور اتفاق سے سب لوگوں کی ٹوٹیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ فرمانے لگے کہ تو بہ سارے لوٹے مٹنوں ہی ہیں۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ: پھر آپ کو تو بڑا استنجا نہیں کرنا ہے۔ (کوپا مٹنوں سے کیا ڈر ہے؟) (حوالہ مذکور ص 220-221۔ حکایت نمبر 243-242)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

”ایک دفعہ بنو پہلوان نے جو دیوبند کا رہنے والا تھا باہر کے کسی پہلوان کو بچھاڑ دیا تو مولانا محمد قاسم صاحب گو بڑی خوشی ہوئی اور فرمایا کہ: ہم بھی بنو کو اور اس کے کرتب کو دیکھیں گے حافظ انوار الحق کی بیٹھک میں اس کو بلایا اور سب کرتب بھی دیکھے۔

مولانا بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحب زادہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے جو اس وقت بالکل بچے تھے، بڑی ہنسی کیا کرتے تھے، کبھی ٹوٹی انا رتے، کبھی کمر بند کھول دیتے تھے“ (حوالہ مذکور ص 245-246۔ تحت حکایت نمبر 276)

”خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا فوتوئی بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خان صاحب بڑے بچے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب بچے غیر مقلد ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی جنگل میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے ہو جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جاوے۔

میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خان صاحب تک بھی پہنچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔ مولوی نذیر حسین صاحب تو سن کر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا میرے پاس تشریف لائے اور آکر میرے پاؤں پر عمامہ ڈال دیا اور پاؤں پکڑ لئے اور رونے لگے اور فرمایا: بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے یہ بتلا دو، میں سخت مادم ہوں۔ اور مجھ سے بجز اس کے کچھ بن نہ پڑا کہ میں جھوٹ بولوں، لہذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا اور کہا کہ حضرت! آپ میرے بزرگ ہیں۔ میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا۔ آپ سے کسی نے غلط کہا ہے۔ غرض میں نے بمشکل ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا“ (حوالہ مذکور ص 342-343 حکایت نمبر 390)

”فرمایا کہ حاجی صاحب یہاں (یعنی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں) تشریف رکھتے تھے تو ایک کچالی میں کچھ چنے کچھ کشمش ملی ہوئی رکھتے تھے۔ صبح کے وقت مولانا شیخ محمد صاحب

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اور حافظ محمد ضامن صاحبؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ ساتھ مل کر کھلایا کرتے تھے اور آپس میں خوب چھینا چھٹی ہوا کرتی تھی، بھاگے بھاگے پھرتے تھے۔ اس وقت سے مشائخ اس مسجد کو دکان معرفت کہتے تھے اور ان تینوں کو قطابؒ ملا۔

حضرت حاجی صاحبؒ دہلی کے شہزادوں میں علماء میں بزرگ مشہور تھے مگر پیر بھائیوں سے چھینا چھٹی کرتے تھے۔“ (حوالہ مذکور ص 172-173 تحت حکایت نمبر 177)

قاضی مظہر حسین صاحب کی وفات کے بعد ”تحریر خدام اہل سنت پاکستان“ نے موصوف کی یاد میں ماہنامہ حق چارپار (مارچ/اپریل ۲۰۰۵ء) کا ۱۳۸۴ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم نمبر شائع کیا جس میں موصوف کو ”مقام صدیقیت، حالت احسان، فناء فی اللہ، فناء فی الرسول، فناء فی العلم، مظہر شریعت و طریقت، امام اہل سنت، مجدد العصر، سلطان العارفین، غزالی دوراں، رئیس المتکلمین، اسوۃ الصالحاء، قدوة العلماء“ بلکہ ”پیغمبری“ کے علاوہ ہر منصب عطا کیا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحبؒ اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں کہ:

”جو حالات آپ نے تحریر فرمائے ہیں ان کے ہوتے ہوئے افسوس کرنا، معاف فرمائیں میرے نزدیک کفرانِ نعمت الہیہ ہے۔ آپ ذکر قلبی بھی کرتے ہیں اور ذکر لسانی بھی۔ اور یہ بھی امید ہے کہ ذکر تمام بند پر مستولی ہو جائے۔ پھر آپ کا جو فرض منصبی ہے کہ گمراہوں کو راہ ہدایت پر لائیں، وہ بھی آپ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ اب اور چاہتے کیا ہو؟ پیغمبری مل جائے؟ خدا کا شکر ادا کیجیے۔ آپ کی یہ حالت ہم جیسے ماکاروں کے لیے غبطہ کے قابل ہے۔“ (ص ۹۰۳)

قارئین کرام! اس یادگار نمبر کے ص ۲۸ پر مولانا محمد شہاب الدین پوپلویٰ و جملہ رفقاء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور کی طرف سے حسب ذیل ”دعا“ ملاحظہ فرمائیں:

اے اللہ!..... ہمیں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کے قافلہ حسینی کے آخری شہسوار، خلیفہ مجاز، پاسبان عقائد اہل سنت والجماعت، وکیل

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

صحابہ قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلا:

- ☆ جنہیں دامائی و دوراندیشی شیخ الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی سواراٹ میں ملی۔
- ☆ جو علم و حکمت میں قاسم العلوم و الخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے عکس جمال تھے۔
- ☆ جو تفقہ و استقامت میں قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پرتو تھے۔
- ☆ جو سیاسی بصیرت میں اسیر مالنا شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کی سیاست کے امین تھے۔
- ☆ جو روحا و روح صحابہ میں اپنے مرشد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے جانشین تھے۔
- ☆ جو فکر و تدبیر میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کا نمونہ تھے۔
- ☆ جو فقر و استغناء میں محدث کبیر حضرت مولانا میاں اصغر حسین کے سہیم تھے۔
- ☆ جو ایثار و قربانی میں فکر و لی اللہ ہی کے امین حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے مثیل تھے۔
- ☆ جو ولولہ جہاد و رحیمیت دینی میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے رفیق تھے۔
- ☆ جو حلم و شفقت میں امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے نعم المبدال تھے۔
- ☆ جو پیری میں اتھاق حق کے لیے سیری گزار کر یہ ثابت کر گئے کہ ہزم حسین احمد کے حقیقی نمائندہ تھے۔

ہے ہزم حسین احمدؒ سے یہاں ہنگامہ گیر و دار پچا (حق چار یا قائد اہل سنت نمبر ص ۲۸)
 حضرت قاضی صاحب شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حسب
 ذیل واقعہ سے حضرت مدنیؒ کے اعلیٰ و ارفع مقام کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پاکستان
 شریعت کونسل پنجاب کے جنرل سیکرٹری اور سپاہ صحابہ پاکستان کے سابق صوبائی
 صدر مولانا محمد نواز بلوچ، مرتب قائد اہل سنت نمبر، حافظ زاہد حسین رشیدی داماد حضرت
 مولانا قاضی مظہر حسین کے نام اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ:

آپ کا مکتوب گرامی اس سے قبل ملا تھا لیکن اس فکر نے کچھ نہ کرنے دیا کہ میرے
 جیسا طالب علم اتنے بڑے متحر عالم جو شیخ العرب مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلیفہ ہوں وہ شیخ
 العرب و العجم جن کے بارے میں بقول استاذی مفتی محمد عیسیٰ صاحب کو حیرانوالہ، حضرت شیخ
 التفسیر امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے تھے:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

میراجی چاہتا ہے کہ واڑھی کو کتنی کرتے وقت جو بال جھڑتے ہیں یہ بال میں اس موچی کو دوں جو سید حسین احمد دہی کے جوڑتے بنانا ہے تاکہ وہ دھانگے کی جگہ میرے یہ بال استعمال کرے۔

ان (حضرت مدنی) کا وکیل صحابہ، فاتح مذاہب باطلہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ کو خلافت کا عمامہ باندھنا ان کے مقام کا مظہر ہے، تو میرے جیسا طالب علم ان کے بارے میں کیا تحریر کر سکتا ہے؟ لیکن جب آپ کا وہ بارہ مکتوب گرامی آیا ہے تو شرمندگی سے بچنے کے لیے معروضات عرض کیے دیتا ہوں۔“ (حق چار یا قاندابل سنت نمبر ص ۸۴۸۔ تحت عنوان ”حق و صداقت کے مظہر“)

حضرت لاہوریؒ نے اگر ”فی الواقع“ اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا ہے تو اس سے بڑھ کر واڑھی (جو سنت نبویؐ ہی نہیں بلکہ سنت اہلبیاءؑ بھی ہے) کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے؟ مگر اس روایت پر ”یقین“ کیے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں کیونکہ اس کی سند میں تین چید علماء کرام تشریف فرما ہیں: اسد رسد نصرت العلوم کے صدر مفتی مولانا عیسیٰ خان ۲۔ پاکستان شریعت کونسل پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا محمد نواز بلوچ ۳۔ مولانا حافظ زہد حسین رشیدی ۱۔ اس طرح یہ راوی حضرات بھی ”سنت نبویؐ“ کی توہین میں برابر کے شریک ہو گئے۔

اور اگر حضرت لاہوریؒ نے یہ نہیں فرمایا تو پھر ان پر علماء کرام کی طرف سے یہ بہتان عائد کیا گیا ہے۔ لیکن ایک دوسرے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لاہوریؒ سے اس طرح کے ”ارشادات“ کچھ بعید بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ روایت فرماتے ہیں کہ: ”حضرت لاہوریؒ کی حضرت مدنیؒ سے عقیدت کا تو یہ حال تھا کہ ایک دفعہ دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی تقریر ہوئی۔ میں بھی ان دنوں لاہور میں تھا اور جلسہ میں حاضر ہوا۔

حضرت قاری صاحبؒ کی تقریر سے پہلے حضرت قاری صاحب کے ساتھ ہی حضرت لاہوریؒ نے کرسی پر بیٹھ کر مختصر تقریر فرمائی اور اس میں فرمایا کہ:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

”حضرت مدنی کے جوتوں میں جو علم ہے وہ احمد علی کے دماغ میں نہیں“

(حضرت قاضی صاحب اس توہین آمیز جملہ کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) یہاں یہ ملحوظ رہے کہ علم سے مراد یہاں برکات ہیں کیونکہ حضرات اہل اللہ کے ساتھ جن چیزوں کا تعلق ہو جائے ان میں معنوی برکات آجاتی ہیں۔“ (ماہنامہ حق چار یار جولائی تا نومبر ۱۹۹۸ء ص ۵۵۔ مولانا عبداللطیف جہلمی نمبر)

حضرت قاضی صاحب یہی واقعہ اپنے ایک دوسرے مضمون میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”جمعیت علماء کے اجلاس میں جب حضرت مدنی تشریف فرما ہوتے تھے تو میں (احمد علی) آپ کے احترام میں تین تین، چار چار گھنٹے دو زانو بیٹھا رہتا تھا اور بار بار فرمایا کہ: مجھے غالباً چودہ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی ہے۔ میں نے حضرت مدنی جیسا بزرگ (ولی اللہ) کہیں نہیں پایا اور ایک مرتبہ پرانی انارکلی بازار کے مدرسہ میں رات کو حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب کی تقریر کا پروگرام تھا بندہ بھی ان دنوں لاہور میں تھا، جلسہ میں حاضر ہوا۔ حضرت قاری صاحب کی موجودگی میں ان کی تقریر سے پہلے حضرت لاہوری نے تھوڑی دیر تقریر فرمائی اور دوران تقریر فرمایا کہ:

”حضرت مدنی کے جوتوں میں جو علم ہے وہ احمد علی کے دماغ میں نہیں ہے۔“

(قاضی صاحب اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ) اس سے مراد بفضلہ تعالیٰ وہ برکات ہیں جو حضرت مدنی سے متعلقہ ہر چیز میں سرایت کرتی ہیں۔“ (ماہنامہ حق چار یار ص ۵۹۔ مولانا امین صفدر اوکاڑوی نمبر۔ اپریل ۲۰۰۱ء)

حضرت لاہوری کے اس ”ارشاد“ میں بھی ”علم“ (جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے) کی توہین پائی جاتی ہے کیونکہ علم جیسی اعلیٰ و ارفع صفت کا محل ”جوتوں“ کو قرار دیا گیا ہے جب کہ قاضی صاحب کی ”تاویل“، توجیہ و توضیح ”بالکل فاسد و باطل“ ہے اور ”توجیہ القائل....“ کے زمرہ میں بھی نہیں آتی۔

حضرت مفتی صاحب!

حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ سے متعلق اوپر جو چند واقعات بیان کئے گئے ہیں ان کے راوی علمائے دیوبند کے نزدیک انتہائی ثقہ ہیں (یعنی مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور بانی تحریک خدام اہلسنت مولانا قاضی مظہیر حسین) حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے متعلق تو خود حضرت میرٹھی لکھتے ہیں کہ: ”واللہ العظیم! مولانا تھانویؒ کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے“ (تذکرۃ الرشید جلد اول ص 165)

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحب کے مطابق ”مرزا محمد بیگ صاحب مالک ”محبوب المطالع“ دہلی نے کثیر التصانیف ہونے کی بناء پر حضرت تھانویؒ کو ”حکیم الامت“ کا لقب دیا تھا جو بعد میں ان کے نام کا ”سابقہ“ بن گیا۔ جبکہ شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ: ”ایک شخص صالح، ذاکر، شاعر، جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری و خواب میں اکثر ہوتی ہے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضورؐ نے ان سے ارشاد فرمایا: حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب کو میرا سلام پہنچا دینا“ اس انعام کا ذکر حضرت تھانویؒ نے خود اپنے ایک وعظ ”شکر النعمة بذكر رحمة الرحمة“ میں فرمایا تھا اور اس چیز کا باقاعدہ طلبہ بطور خاص ایک ”تقریب“ میں کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ حضرت تھانویؒ کے ایک خادم خاص جناب شریف احمد صاحب نے ”ایک خواب دیکھا جس میں انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین کی زیارت کی۔ آنحضرتؐ نے سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ اس کو قریب آنے دو یہ اشرف علی صاحب کا خادم ہے اور نیز آنحضرتؐ نے شریف احمد کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اشرف علی صاحب کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کے کہنے سے مت رکنا۔“ (عبارات اکابر ص 184۔ مؤلفہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر)

حضرت مفتی صاحب!

حضرت تھانویؒ جیسے ثقہ راوی سے مروی مذکورہ بالا واقعات میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی ”مولوی“ نرسوں عورت کی محبت میں گرفتار رہا اور کسی مولوی کے دل میں لڑکے کی محبت اس بری طرح داخل ہو گئی تھی کہ اس سے دینی و دنیاوی امور بھی ”ٹھپ“ ہو کر رہ گئے تھے۔ جبکہ حضرت قاضی مظہر حسین اور حضرت مفتی محمد عیسیٰ خان کورمانی جیسے ثقہ راویوں کی زبانی حضرت مدنی کا یہ بلند مقام بتایا گیا ہے کہ حضرت لاہوریؒ کی خواہش یہ تھی کہ دروان کنگھی کرنے والے داڑھی کے بال جمع کر کے اس موچی کے پاس لے جاؤں جو حضرت مدنی کے جوتے بناتا ہے اور اس سے کہوں کہ ان جوتوں میں دھاگے کے بجائے میری داڑھی کے یہ بال استعمال کرو نیز مدنی کے جوتوں میں جو علم ہے وہ دھماکے کے دماغ میں نہیں ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۴۴) میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکابر کے حوالے سے مذکورہ صحیح، مستند اور ثابت شدہ واقعات نقل کرنے کو بھی آج ”حلقہ دیوبند“ میں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جائے گا تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط اور سن گھڑت واقعات کو ”روزنامہ اسلام“ میں ”من وعین“ نقل کر کے یہ ”چیلنج“ دینا کہ ”اس میں کوئی بے ہودگی ہے“ کیا یہ ناپاک جسارت نہیں ہے؟

حضرت مفتی صاحب!

سخت تعجب ہے کہ اکابر کی طرف منسوب ثقہ راوی سے مروی کسی صحیح روایت کو بھی ”گستاخی“ پر محمول کیا جائے اور جو ہستی بعد از نبوت کیا قبل از نبوت بھی صغائر و کبائر سے پاک ہو ان کی طرف قصہ زید و زینب اور قصہ غرانیق کو منسوب کرنے کے بعد بھی کوئی ندامت و خجالت محسوس نہ ہو۔ صد حیف اس زندگی پر۔ بلکہ الٹا روزنامہ اسلام کے قارئین

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

سے استفسار کیا جائے کہ اس میں کون سی بے ہودگی ہے؟ اور انہیں یہ باور کرایا جائے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ واقعات نہ تو عقیدہ عصمت انبیاء کے منافی ہیں اور نہ ہی مبنی بر توہین۔ واللہ وانا الیہ راجعون۔

امام طبری اور قصہ غرائق

حضرت مفتی صاحب!

محترم اور یا مقبول جان صاحب نے صرف ”نام“ کی حد تک اشارتاً ”قصہ غرائق“ سے بھی برأت کا اعلان کیا تھا مگر روزنامہ اسلام میں نہایت ہی بھونڈے انداز سے اس ”اشارے“ پر بھی ایک طوفان اٹھا دیا گیا جسے کم سے کم اور نرم سے نرم الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ امام طبری کی منقولہ سراسر منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات کے دفاع میں روزنامہ ”اسلام“ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کا بھی کوئی پاس و لحاظ نہیں رکھا اور زمانہ و ملاحدہ کی ”وکالت“ اور ترجمانی کا ”فریضہ“ خوب سرانجام دیا۔ اس کا فیصلہ امام طبری کی ”غرائق“ سے متعلق روایات اور روزنامہ اسلام کے مضامین کے مابین موازنہ کرنے کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔

امام طبری سورۃ الحج آیت 52 کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

... جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ناد من اُتدیۃ قریش کثیر

اہلہ، فتمنی یومئذ ان لا یأتیہ من اللہ شیء، فینفروا عنہ فانزل اللہ علیہ:

”وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا عَوٰی“ (النجم ۱-۲) فقرأھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا بلغ: ”اَقْرَأْ یُتَمُّ الْاٰتِ وَالْعُزٰی ۝ وَمُنَاةَ

الثَّالِثَةِ الْاٰخِرٰی ۝“ (النجم ۱۹-۲۰)

اَلْقٰی عَلَیہ الشَّیْطٰن کَلِمَتَیْنِ: تِلْکَ الْغَرَاقِقَ الْعَلٰی، وَاِنْ شَفَاعَتُہُن لَتُرْتَجٰی، فَتَکَلَّمْ

بہا، ثُمَّ مَضٰی فَقَرَأَ السُّورَةَ کُلَّہَا، فَسَجَدَ فِیْ اٰخِرِ السُّورَةِ، وَ سَجَدَ الْقَوْمُ جَمِیْعًا مَعَہُ، وَ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

وقع الولید بن مغیرہ ترابا إلى جہنم، فسجد علیہ، وكان شیخاً كبيراً لا یقدر علی السجود، فرضوا بما تکلم به و قالوا: قد عرفنا أن الله یحیی و یمیت، وهو الذی یخلق و یرزق، ولكن آلهتنا هذه تشفع لنا عنده، إذ جعلت لها نصیباً، فنحن معك، قالوا: قلما أمسى أثناء جبرائیل علیہ السلام، فعرض علیہ السورة، قلما بلغ الکلمتین اللتین ألقى الشیطان علیہ قال: ما جئتک بهاتین، فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اقتریت علی الله، وقلت علی الله ما لم یقل، فأوحی الله إلیه:

”وَإِنْ كَذَّبُوا لَفَقَعْنَا نَكَ عَنِ الدِّجِ أَوْ حَبْنَا إِلَيْكَ لِفَقَعْنَا غَيْرُهُ...“

(الاسراء ۷۳) إلی قوله: ”ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا“ (الاسراء ۷۵)

فما زال مغموماً مهموماً حتی نزلت علیہ: ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ“ قال: فسمع من كان من المهاجرين بأرض الحبشة ان أهل مكة قد أسلموا كلهم، فرجعوا إلى عشائهم وقالوا: هم أحب إلينا، فوجدوا القوم قد ارتكسوا حين نسخ الله ما ألقى الشيطان۔

(تفسیر الطبری المجلد التاسع ص ۱۴۴-۱۴۵ تحت رقم ۲۵۳۲ طبع بیروت)

...محمد بن کعب القرظی اور محمد قیس دونوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن قریش کی ایک مجلس میں بیٹھے تھے اور وہاں بہت سے آدمی تھے۔ آپ نے یہ تمنا کی کہ اللہ اب کوئی بات ایسی آپ پر نازل نہ فرمائے جس سے وہ لوگ آپ سے دور ہو جائیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی: ”وَإِلَّا نُنَبِّئُكَ إِذًا وَغَىٰ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ“ (قسم ہے ستارہ کی جب کہ وہ اتراتے ہمارے ساتھی (محمدؐ) نہ گمراہ ہوئے نہ بہکے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قریش کے سامنے پڑھا اور جب اس مقام پر آئے: ”أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ“ وَمِنَ الثَّالِثَةِ الْاُخْرَىٰ“ (پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو تو دیکھا اور پچھلی تیسری منات کو) (بھی) تو شیطان نے یہ دو جملے: ”بَرِّكَ لَكَ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

الْغُرَاتِیْنِ الْعُلَی، وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجَى“ (یعنی یہ بہت مرغان بلند پرواز ہیں اور ان کی شفاعت کی امید کی جاسکتی ہے) آپ پر القاء کئے۔ آپ نے (شیطان کے القاء کئے ہوئے) ان دونوں جملوں کو پڑھا۔ پوری سورت ختم کر کے آخر میں آپ نے سجدہ کیا۔ آپ کے ساتھ تمام حاضرین بھی سجدہ میں گر پڑے۔ ولید بن مغیرہ چونکہ پیرانہ سالی کی وجہ سے سر بلجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے مٹی اٹھا کر، اس پر، پیشانی رکھ کر سجدہ کیا۔ قریش آپ کے ان الفاظ سے بہت خوش ہو گئے اور کہنے لگے:

ہاں ہم اس بات سے واقف ہیں کہ اللہ ہی زندہ کرتا اور موت دیتا ہے، وہی پیدا کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے مگر یہ ہمارے معبود اللہ کی جناب میں ہماری شفاعت کرتے ہیں جب تم نے بھی ان کو اپنے رب کے ساتھ شریک کر لیا تو اب ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ رات کو جبرئیل آئے، آپ نے وہ سورت ان کو سنائی جب آپ ان شیطانی کلموں پر پہنچے جو شیطان نے آپ پر القاء کئے تھے تو جبرئیل نے کہا:

میں نے تو یہ آپ کو نہیں پہنچائے، آپ نے فرمایا! میں نے غلط بات اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دی، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سورۃ الاسراء کی آیت (73 تا 75) نازل فرمائیں۔... آپ اس (افتراء) سے بہت ہی ملول اور رنجیدہ ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج کی آیت (52) نازل فرمائی۔

اس سلسلے میں مہاجرین حبشہ کو جب معلوم ہوا کہ تمام اہل مکہ اسلام لے آئے ہیں وہ اپنے قبائل کو یہ کہہ کر مکہ وہیں جلا وطنی سے زیادہ محبوب ہیں پلٹے۔ مگر یہاں آکر انہوں نے دیکھا کہ ان شیطانی کلمات کی اللہ کی جانب سے تنفیخ ہو جانے کی وجہ سے اہل مکہ پھر کافر ہو چکے ہیں۔“

...امام طبری زیر بحث آیت کے تحت چند روایات لائے ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ النجم کی آیات تلاوت فرما رہے تھے تو شیطان نے ان کی تلاوت میں ”تَمْلِكُ الْغُرَاتِیْنِ الْعُلَی.....“ کے کلمات کا اضافہ کر دیا پھر رات کو جبرئیل علیہ السلام نے آکر آگاہ کیا کہ جو آپ پڑھ رہے ہیں میں تو یہ ”کلام“ نہیں لایا تھا جس پر آپ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

رنجیدہ اور ملول ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کی خاطر زیر بحث آیت مازل فرمائی۔

لَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَلَّى قَوْمَهُ عَنْهُ، وَشَقَّ عَلَيْهِ مَا يَرَى مِنْ مِبَاعَدَتِهِمْ مَا جَاءَهُمْ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، تَمَنَّى فِي نَفْسِهِ أَنْ يَأْتِيَهُ مِنَ اللَّهِ مَا يَقَارِبُ بِهِ وَيُؤَيِّنُ قَوْمَهُ، وَكَانَ يَسْرَهُ، مَعَ حَبَّةٍ وَحَرَصَهُ عَلَيْهِمْ أَنْ يَلِينَ لَهُ بَعْضُ مَا غَلِظَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْرِهِمْ، حِينَ حَكَمْتَ بِذَلِكَ نَفْسَهُ، وَتَمَنَّى وَأُحِبَّهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: "وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ..... أَقْرَأُ يُثَمُّ الْآلَتْ وَالْعَزَىٰ O مَنَاقَةُ الثَّالِثَةِ الْآخَرَىٰ"

اُلقی الشیطان علی لسانہ، "تلك الغرائق العلی....." فلما سمعت قريش ذلك فرحوا و سرهم و أعجبتهم ما ذكر به آلهتهم، فأصاخوا له، والمؤمنون مصلقون نبهم فيما جاءهم به عن ربهم ولا يتهمونه على خطأ ولا وهم ولازل، فلما انتهى إلى المسجلة منها و ختم السورة سجديها، فسجد المسلمون بسجود نبهم، تصديقاً لما جاء به و اتباعاً لأمره، وسجد من في المسجد من المشركين، من قريش وغيرهم، لما سمعوا من ذكر آلهتهم، فلم يبق في المسجد مؤمن ولا كافر إلا سجد..... و خرجت قريش و قد سرهم ما سمعوا من ذكر آلهتهم، يقولون: قد ذكرنا محمد الهتناً بحسن الذكر..... و أتى جبريل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا محمد ماذا صنعت؟ لقد تلوت على الناس ما لم أذك به عن الله، و قلت ما لم يقل لك، فحزن رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك، و خاف من الله خوفاً كبيراً، فأُنزل الله تبارك و تعالیٰ عليه: "وَكَانَ بِهِ رَحِيماً" يعزیه و يخفف عليه الأمر، و يخبره أنه لم يكن قبله رسول ولا نبي مني كما تمنى، ولا أحب كما أحب، إلا والشیطان قد ألقى في أمنيته، كما ألقى علی لسانه صلى الله عليه وسلم،

تسخ الله ما ألقى الشيطان، و أحكم آياته، أي فأنزلت ك بعض الأنبياء والرسل، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ"... فَأَذْهَبَ اللَّهُ عَنْ نَبِيِّهِ الْحُزْنَ، مِنْهُ مِنَ الَّذِي كَانَ يَخَافُ، و تسخ ما ألقى الشيطان علی لسانه من ذكر آلهتهم، أنها الغرائق العلی وأن شفاعتهن ترتضى...

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

فلما جاءه من الله ما نسخ ما كان الشيطان ألقي على لسان نبيه، قالت قريش: تدم محمد على ما كان من منزلة آلهتكم عند الله، فغير ذلك وجاء بغيره، وكان ذلك الحرفان اللذان ألقي الشيطان على لسان رسوله قد وقعاهي قم كل مشرك، فازدادوا شراً إلى ما كانوا عليه۔ (حوالہ مذکور تحت رقم ۲۵۳۲۸)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کی قوم نے ان سے اعراض کیا ہے اور صرف اس حکم کی وجہ سے جو اللہ نے آپ کو دیا تھا، آپ کی قوم آپ سے علیحدہ ہو گئی ہے۔ آپ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم نازل فرماتا جس سے آپ کے اور ان کے درمیان تعلقات پھر سے قائم ہو جاتے۔ آپ اپنی قوم سے محبت اور ان کی فلاح کے خیال سے یہ چاہتے تھے کہ ان کے معاملے میں جو شدت برتی ہے اس میں نرمی کریں۔ یہ خیال آپ کے دل میں آیا اور آپ نے اس کی آرزو اور تمنا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ (النجم) اتاری جب آپ نے یہ آیت پڑھی: ”أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ...“ تو شیطان نے آپ کی اس خواہش کی وجہ سے جو آپ چاہتے تھے کہ اپنی قوم کو خوش کریں آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے: ”تلك الغرابة التي العلى...“ یہ الفاظ سن کر قریش بہت خوش ہوئے کہ محمد نے تعریفی الفاظ میں ہمارے معبودوں کا ذکر کیا ہے، انہوں نے خوشی میں نعرہ لگایا۔

مسلمان تو اپنے نبی پر ایمان کامل رکھتے ہی تھے کہ جو کچھ آپ ہمارے رب کی طرف سے کہتے ہیں وہ بالکل سچ ہے اور وہ آپ کو خطا، وہم اور لغزش سے معصوم سمجھتے تھے۔ جب اس سورۃ میں سجدہ کا مقام آیا اور سورت ختم ہوئی، رسول اللہ نے سجدہ کیا اور تمام مسلمانوں نے اپنے نبی کی اتباع حکم اور وحی کی تصدیق میں آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور چونکہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنے معبودوں کی تعریف سنی تھی، اس لئے مشرکین قریش اور دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ اس طرح ساری مسجد میں جس قدر مومن یا کافر تھے سب سجدے میں گر پڑے البتہ ولید بن مغیرہ چونکہ نہایت بوڑھا تھا وہ سجدے میں نہ جا سکا مگر اس نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر ان پر سر رکھ دیا اور اس طرح اس نے بھی سجدہ کر لیا۔ اس کے بعد تمام

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

لوگ مسجد سے چلے گئے، قریش بھی بڑے خوش وہاں سے گئے اور ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے کہ محمد نے ہمارے معبودوں کا بڑے اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور اپنے قرآن میں یہ بات کہی ہے کہ ”یہ دراز گردن مورتیاں ہیں ان کی شفاعت مقبول ہوگی“

اس سجدے کی خبر ان مسلمانوں کو بھی ہوئی جو حبشہ میں ہجرت کر کے جا رہے تھے اور ان سے بھی یہ کہا گیا کہ قریش اسلام لے آئے ہیں اس خبر کو سن کر ان میں سے بعض وطن آنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ ہیں رہ گئے۔

حضرت جبریل رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا: آپ نے یہ کیا، کیا؟ آپ نے وہ الفاظ بطور وحی لوگوں کے سامنے پڑھے جو میں اللہ کی طرف سے آپ کے پاس نہیں لایا تھا اور آپ نے وہ کہہ دیا جو آپ سے نہیں کہا گیا۔ یہ سن کر رسول اللہ بہت سخت رنجیدہ اور ملول ہوئے اور آپ کو اللہ کا بڑا خوف ہوا کہ کیا ہوگا؟ مگر اللہ تعالیٰ چونکہ آپ پر نہایت مہربان تھا اس نے آپ کی تسلی و تشفی کے لئے وحی کے ذریعے آپ کو بتایا کہ آپ سے پہلے بھی جس نبی یا رسول نے خود کوئی خواہش کی ہمیشہ شیطان اس میں اس طرح شریک ہوا ہے جس طرح کہ آپ کے ساتھ معاملہ گذرا کہ اس نے اپنی بات آپ کی زبان سے کہلا دی مگر اللہ نے ہمیشہ شیطان کی بات منسوخ کر کے اپنی بات جمائی ہے۔ چونکہ آپ بھی دوسرے انبیاء کی طرح ہیں اس لئے اس کی فکر مت کرو پھر اللہ نے یہ آیت مازل کی: ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ...“ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے خوف کو دور کیا اور ان کو اطمینان دیا اور جو بات شیطان نے آپ کی زبان سے مشرکین کے معبودوں کے ذکر و تعریف میں کہلا دی... محو کر کے ”لات و عزی“ کا ذکر کر کے اپنی یہ آیات مازل فرمائیں:

”الَّذِينَ يَدْعُونَ لِلَّهِ وَاللَّهُ لَا يَسْمَعُ...“ لَمْ يَشَأْ وَيَرْضَىٰ“ یعنی اب کیوں کرتے ہو معبودوں کی سفارش اللہ کے ہاں کام دے سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو منسوخ کر دیا جو شیطان نے آپ کی زبان سے کہلا دی تھی۔ قریش کو اس منسوخی کی خبر ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ اللہ کے ہاں ہمارے معبودوں کی جس قدر منزلت کا محمد نے پہلے ذکر کیا تھا اس پر وہ اب نام ہوا ہے اور اسی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

لئے اسے بدل کر اب اس نے کچھ اور کہا ہے۔ یہ دو جملے تھے جن کو شیطان نے آپ کی زبان سے ادا کر دیا تھا۔ یہ ہر مشرک کی زبان پر تھے مگر ان کے منسوخ ہونے کے بعد مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) پر وہ اب تک جو سختیاں کرتے آئے تھے ان میں کفار نے اور شدت کر دی۔

امام طبری نے منقولہ تمام روایات کے ذریعے یہ بات ”ثابت“ کی ہے کہ شیطان نے بتوں کی تعریف پر مبنی کلمات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سورۃ النجم کی تلاوت کے دوران جاری کرا دیئے تھے:

موصوف ”تمنی“ کا معنی ”التلاوة والقراءة“ سے کرتے ہوئے وهذا القول أشبه بتأويل الكلام بدلالة: ”فَيَنْسُخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ...“ على ذلك لأن الآيات التي أخبر الله جل ثناؤه أنه يحكمها، لا شك أنها آيات تنزيله، ”فَيَنْسُخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ“ کے تحت لکھتے ہیں کہ:

”فمعلوم أن الذي ألقى فيه الشيطان هو ما أخبر الله تعالى ذكره أنه نسخ ذلك منه و أبطله ثم أحكمه بنسخه ذلك منه“

”تمنی“ سے مراد ”تلاوت وقرأت“۔ یہ معنی ”فَيَنْسُخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ...“ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے پس آیت سے معلوم ہوا کہ شیطان نے جو کلمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری کرائے تھے ان ہی کو اللہ تعالیٰ باطل اور منسوخ فرما رہے ہیں۔ کو یا موصوف نہ صرف اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ شیطان نے آپ کی زبان پر دوران تلاوت یہ کلمات جاری کرائے تھے بلکہ اس پر خود قرآن اور روایات سے دلائل بھی قائم کر رہے ہیں۔

امام طبری مزید فرماتے ہیں کہ:

”فَيَنْسُخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ“ فيطل الله ما ألقى الشيطان... نسخ جبریل بأمر الله ما ألقى على لسان النبي صلى الله عليه وسلم وأحكم الله آياته۔

وقوله: ”ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ“ يقول ثم يخلص الله آيات كتابه من الباطل الذي ألقى الشيطان على لسان نبيه... (حوالہ مذکورہ تحت رقم ۲۵۳۲۱-۲۵۳۲۲)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
جملہ روایات کے لئے ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری۔ المجلد التاسع ص ۱۷۸ تا ۱۸۲۔ تحت
رقم ۲۵۳۲۷ تا ۲۵۳۴۱

امام طبری نے اپنی تاریخ میں بھی قصہ غرائیق کو صحیح سمجھ کر نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: تاریخ
الامم والملوک۔ الجزء الثانی ص ۷۵ تا ۷۸۔ طبع بیروت ۱۸۷۹ء۔
روزنامہ اسلام میں قصہ ”غرائیق“ کے نقلیوں کی ایک طویل فہرست پیش کر کے اول
یہ دعویٰ ”واعا“ کیا کہ:

”... کیلئے امام طبری پر رفض، اعتزال، روایت سازی اور توہین رسالت کا الزام
کیوں؟ یہاں تو محدثین اور مفسرین کی پوری قطاران ”جرائم“ میں شریک ہے۔“ (روزنامہ
اسلام۔ ۱۰/ اگست ۲۰۱۵ء)

... امام بغوی نے واضح کیا ہے کہ اگر قصے کو مان بھی لیا جائے تو ظاہری مطلب نہیں
لیا جائے گا جو عصمتِ انبیاء سے متعارض ہے، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ”هٰلک الغرائیق العلیٰ“
کے شریک الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں شیطان نے کہے تھے، مشرکین کو وہ ہم ہو گیا تھا
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرما رہے ہیں۔ (روزنامہ اسلام ۱۱ اگست ۲۰۱۵ء)
امام طبری پر منافی عصمت اور منی بر توہین روایات نقل کرنے کا ہرگز الزام نہیں لگایا گیا
بلکہ یہ حقیقت تو ان کی تاریخ اور تفسیر دونوں سے خوب خوب اجاگر ہو چکی ہے۔ مسئلہ زیر بحث
صرف یہ ہے کہ حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم
السلام اور بالخصوص روزنامہ اسلام میں سید الانبیاء سے متعلق قصہ زید و زینب اور قصہ غرائیق کے
بارے میں امام طبری کی منقولہ روایات منافی عصمت انبیاء اور منی بر توہین ہیں یا نہیں؟

روزنامہ اسلام میں خلطِ محبت سے کام لیتے ہوئے دیگر حضرات کو قطار میں کھڑا کر دیا گیا
ہے۔ میرے نزدیک دیگر محدثین و مفسرین اس ”قطار“ میں شریک ہیں یا نہیں البتہ روزنامہ اسلام
کے ذمہ دار حضرات منافی عصمت اور منی بر توہین روایات کو نقل کر کے اور ان کی ”مسکوتی“، ”ناہیدو
توثیق“ کے ذریعے ضرور امام طبری اور ان کذاب راویوں کے جرائم میں شریک ہو چکے ہیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

علاوہ ازیں روزنامہ اسلام نے ”حق و انصاف“ کا خون کرتے ہوئے ان مفسرین و محدثین کو بھی ”مجرم“ بنا ڈالا جنہوں نے اس افواہ پر باطل قصہ کو رد کرنے کی خاطر نقل کیا تھا۔
جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ”شرکیہ الفاظ شیطان نے کہے تھے مشرکوں کو وہم ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرما رہے ہیں“

حضرت مفتی صاحب!

(۱۳۵)	کیا کوئی ذی علم بقائمی ہوش و حواس یہ باطل دعویٰ کر سکتا ہے کہ امام طبری کی روایات میں اس مفہوم کی کوئی ادنیٰ گنجائش بھی نکل سکتی ہے؟
(۱۳۶)	یہ بھی وضاحت طلب ہے کہ شیطان نے شرکیہ الفاظ کس کی آواز میں کہے تھے جس سے مشرکوں کو وہم ہو گیا تھا؟
(۱۳۷)	اگر بالفرض مشرکوں کو وہم ہو ہی گیا تھا تو روزنامہ اسلام میں جس کثیر تعداد میں جن مؤلفین و جامعین کا حوالہ دیا گیا ہے تو انہوں نے مشرکوں کے اس ”وہم“ کو اس قدر اہمیت ہی کیوں دی جس سے عصمت انبیاء کا دامن تار تار ہو گیا؟

روزنامہ اسلام میں اس بحث کے آخر میں یہ فیصلہ بھی سنایا گیا کہ ”غرائیق“ سے متعلق روایات ضعیف الاسناد ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہیں۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۳۸)	جب یہ روایات قابل قبول ہی نہیں تو پھر روزنامہ اسلام میں مفسرین و محدثین کی طویل فہرست پیش کر کے عوامی فورم پر یہ تمنا کیا کیوں لگایا گیا؟
(۱۳۹)	یہ خود فریبی ہی نہیں، فریب دہی کی بھی ایک بدترین مثال نہیں ہے کیا؟

امام طبری کی ایک درجن سے زائد روایات ”خیج خیج“ کر کہہ رہی ہیں کہ شرکیہ کلمات شیطان نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جاری کرائے۔ یہ تمام روایات زنادقہ و

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ملاحظہ کی وضع کردہ ہیں جو سنداً و متنناً، روایتاً و درایتاً ہر ہر اعتبار سے بے ہودہ، باطل، عقیدہ عصمت انبیاء کے سراسر منافی اور قرآن کریم سے متصادم ہونے کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر بھی مبنی ہیں۔ نیز زیر بحث ”قصہ غرائیق“ قرآن کریم کی دیگر آیات میں بھی شک ڈالنے کا ”پھیانک“ کھولتا ہے۔

صدافسوس! کسی گہری سازش اور باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ”اس باطل مقصد کے لئے“ روزنامہ اسلام کا ”فورم“ استعمال کیا گیا۔

قصہ غرائیق اور اقوال مفسرین

جن مفسرین اور علماء نے قصہ ”غرائیق“ کو منافی عصمت قرار دیا ہے ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی اور اقوال ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن خزیمہ (م 311ھ):

امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں: ”هَذَا مِنْ وَضْعِ الزَّناحِقَةِ وَصَنَفَ فِي ذَلِكَ كِتَابًا... أَمَّا أَهْلُ التَّحْقِيقِ فَقَالُوا هَذِهِ الرِّوَايَةُ بَاطِلَةٌ“

قصہ ”غرائیق“ زنادقہ نے گھڑا ہے۔ نیز ابن خزیمہ نے اس کے رد میں ایک مستقل کتاب بھی تصنیف کی ہے... اہل تحقیق تو یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ (تفسیر کبیر للرازی تحت سورۃ الحج آیت ۵۲۔ جلد ۶ ص ۲۴۵، البحر المحیط لابن حیان جلد ۶ ص ۳۸۳، روح المعانی جلد ۱۷ ص ۱۷۷)

امام ابن حزم اندلسی الظاہری (م ۴۵۶ھ):

امام ابن حزم اندلسی الظاہری فرماتے ہیں:

”وَأَمَّا الْحَدِيثُ الَّذِي فِيهِ: ”وَاتَّهَنَ الْغَرَائِقُ الْعَلِيَّ... وَإِنْ شَفَاعَتُهُمْ لَتَرْتَجَى“ فَكَذِبٌ بِحَثِّ مُوَضُّوعٍ لَمْ يَصِحْ قَطُّ مِنْ طَرِيقِ النُّقْلِ، وَلَا مَعْنَى لِلإِسْتِغَالِ بِهِ إِذْ وَضَعَ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

الکذب لا يعجز عنه أحد“ (الفصل في الملل والأهواء والنحل جلد ۴ - ص ۲۳)
جس ”حدیث“ میں غرائق کا افسانہ بیان کیا گیا ہے وہ سفید جھوٹ اور موضوع یعنی
من گھڑت ہے اس لئے کہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔ نیز اس میں مشغول ہونے کی بھی
کوئی ٹمک نہیں ہے کیونکہ جھوٹ گھڑنے سے کوئی شخص عاجز نہیں ہے۔

امام بیہقی (م 458ھ):

امام بیہقی فرماتے ہیں: ”هذه القصة غير ثابتة من جهة النقل“
(البحر المحيط جلد 6 - ص 383)
یہ قصہ نقل کے اعتبار سے ثابت نہیں ہے۔

سخت تعجب ہے کہ اس تبصرہ کے باوجود ”روزنامہ اسلام“ نے امام بیہقی کو امام طبری کے
ساتھ ”مجرموں“ کی قطار میں شامل کر دیا۔ (روزنامہ اسلام 10 - اگست 2015ء۔ تحت
”احتیاط لازم ہے“ قسط نمبر 2)

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی (م 543ھ):

پیر سید محمد کرم شاہ صاحب ازہری قاضی ابوبکر ابن العربی کے حوالے سے لکھتے ہیں
کہ: ”قاضی ابوبکر ابن العربی الاندلسی جب اس آیت کی تفسیر کرنے لگے ہیں تو اس روایت
کا ذکر کر کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غصہ سے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہے اور دل بے
چہین اور بے قرار ہو گیا ہے۔ اپنی سابقہ روش کے بالکل برعکس اس روایت کو باطل کرنے
کے لئے ایک مستقل فصل لکھی ہے جس کا عنوان ہے: ”تنبيه الغبی علی مقدار
النبي“ (غبی شخص کے لئے مقام نبی کی وضاحت) اور لکھتے ہیں: ”ونرجو به عند الله
الجزاء الأوفی فی مقام الزلفی“ کہ اس فصل کے لکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ
اپنے مقام قرب میں مجھے عظیم جزاء دے گا۔

(پیر صاحب لکھتے ہیں کہ) تنگی داماں کی شکایت نہ ہوتی تو آپ کی اس فصل کا پورا ترجمہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
یہاں درج کرنا اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ ضرور اس فصل کا مطالعہ کریں (ضیاء القرآن جلد
سوم ص ۲۲۶) ابن العربی کی اپنی اصل اور مفصل عبارت ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا
افسانہ ساز“ میں دیکھی جاسکتی ہے

امام قاضی عیاض مالکی (م 544ھ):

امام قاضی عیاض قصہ ”غرائق“ کی ایک سند کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: کوئی
روایت بھی ضعیف اور سقم سے خالی نہیں۔ پھر کلبی کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں
کہ: ”وَأَمَّا حَدِيثُ الْكَلْبِيِّ فَمِمَّا لَا يَجُوزُ الرَّوَايَةُ مِنْهُ وَلَا ذِكْرُهُ لِقُوَّةِ ضَعْفِهِ وَكَذِبِهِ“
اب رہی کلبی کی حدیث تو یہ اس قبیل سے ہے جس کی روایت اس سے جائز ہی نہیں
اور انتہائی ضعیف اور جھوٹ ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر بھی جائز نہیں...

اب رہی اس روایت کی معنوی حیثیت تو اس پر مضبوط دلیل قائم ہو چکی ہے اور امت
کا اس پر اجماع ہے کہ آپ اس قسم کی رذیل روایتوں سے متبرک ہو و معصوم ہیں لیکن آپ کی یہ
تمنا کہ آپ پر معبودان باطلہ کی تعریف میں آیتیں اتریں تو یہ کفر ہے، یا یہ کہ آپ پر شیطان
غالب آجائے اور آپ پر قرآن مشتبہ کر دے یہاں تک کہ آپ قرآن میں وہ داخل کر دیں
جو قرآن سے نہیں ہے اور آپ اس قسم کا اعتقاد کر لیں کہ قرآن کی کچھ آیتیں ایسی ہیں
قرآن کی نہیں ہیں حتیٰ کہ جبریل آپ کو اس پر خبردار کریں۔ یہ تمام باتیں آپ کے حق میں
محال اور ممنوع ہیں۔ یا یہ کہ آپ محمدؐ اپنی طرف سے ایسا فرمائیں۔ یہ بھی کفر ہے، یا یہ کہ آپ
سہواً (بھول کر) ایسا فرمائیں، آپ ان تمام باتوں سے معصوم ہیں۔

اس آیت کا مضمون و مفہوم بتلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کام سے محفوظ رکھا کہ آپ
اللہ پر افتراء کریں اور آپ گواہت قدم رکھا کہ ان کی طرف ادنیٰ جھکاؤ بھی نہ ہو چہ جائیکہ نیا وہ۔ جبکہ
وہ (امام طبری و امثالہ) اس دہائی روایت میں بیان کرتے ہیں کہ ان کے معبودان باطلہ کی تعریف
میں میلان و افتراء سے بڑھ کر حصہ لیا (معاذ اللہ) کہ آپ نے فرمایا: ”میں نے اللہ پر افتراء کیا اور وہ
بات کہی جو نہ کہی گئی تھی“ حالانکہ یہ مفہوم آیت کے بالکل خلاف ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو صرف

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

یہی بات اس روایت کو ثابت کر دیتی۔ اب جبکہ یہ بات سرے سے ہی درست نہیں تو اس کا حال ظاہر ہے..... اس آیت کی تفسیر میں دیگر اقوال بھی مذکور ہیں۔ جیسا کہ ہم نے عصمت رسالت کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر آپؐ کی عصمت بیان فرمائی ہے جو ان نادانوں کی بے قوفی کی تردید کر رہی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے مکروفتن سے آپؐ کو ثابت قدم رکھ کر احسان فرمایا۔ اسی سے ہماری مراد آپؐ کی عصمت ہے اور یہی آیت کا مفہوم ہے۔ (حوالہ مذکور)

امام فخر الدین رازی (م 606ھ):

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: ”أهل التحقيق فقد قالوا: هذه الرواية باطلة موضوعة... واحتجوا عليه بالقرآن والسنة والمعقول... إن هذه القصة موضوعة...“ (التفسير الكبير جلد ۸ ص ۲۳۷)

”محقق علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ روایت جھوٹی و باطل ہے اور گھڑی ہوئی ہے۔ اس کے باطل اور موضوع ہونے پر اہل تحقیق نے قرآن، سنت اور عقلی دلائل پیش کئے ہیں۔ یقیناً یہ سارا قصہ ہی من گھڑت ہے۔“

امام رازی اس بحث میں عقلی دلائل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جو شخص یہ کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کے بارے میں تعریفی جملے کہے، وہ کافر ہے، کیونکہ اس طرح تو آپؐ کی بعثت کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے نیز شریعت، قرآن اور دین اسلام کی کسی بات پر اعتماد نہیں رہتا۔ لہذا ”إن هذه القصة موضوعة“ یقیناً یہ قصہ موضوع ہے۔ اس کے حق میں زیادہ سے زیادہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بعض مفسرین نے اسے نقل کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ: ”حبر الواحد لا يعارض الدلائل العقلية والعقلية“ یہ اگر خبر واحد بھی ہو تو پھر بھی دلائل عقلیہ و عقلیہ کے معارض نہیں ہو سکتی۔ جن حضرات نے اس روایت کی تاویل میں پیش کی ہیں تو امام رازی نے ان تاویلات کو ”بعیدہ، فاسدہ و باطلہ“ سمجھتے ہوئے رد کر دیا ہے کہ اس کی کوئی تاویل درست نہیں، اس کا کوئی صحیح محمل اور مصداق تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ روایت اپنی تمام تاویلات، احتمالات اور اختلاف الفاظ کے ساتھ مسترد کر دینے کے قابل ہے۔

امام ابو عبد اللہ قرطبی (م 671ھ):

امام ابو عبد اللہ قرطبی فرماتے ہیں: الأحادیث المروية في نزول هذه الآية ليس منها شيء يصح... قال النحاس: هذا حديث منكر منقطع (الجامع لأحكام القرآن جلد ۲ ص ۷۶)

سورۃ الحج آیت ۵۲ کے تحت قصہ غرائبق سے متعلق منقول روایات میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ امام نحاس کے نزدیک یہ روایت منکر اور منقطع ہے۔

”فی ذلك روايات كثيرة كلها باطلة لا أصل لها“

اس قصہ سے متعلق تمام روایات باطل ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں۔ ”وضـعف الحديث مغن عن كل تاويل“۔ چونکہ یہ روایت ضعیف ہے اس لئے اس کی تاویل کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

اس بحث کے آخر میں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر اس روایت کی کوئی سند ثابت بھی ہو جائے تو بھی وہ قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہوگی۔

پھر موصوف قاضی عیاض کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

”ان الامة اجمعت في ما طريقه البلاغ انه معصوم فيه من الاضرار عن شيء بخلاف ما هو عليه لا قصدا ولا عمدا ولا سهوا ولا غلطا“

یعنی امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تبلیغ کلام الہی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز غلطی صادر نہیں ہو سکتی نہ قصداً، نہ عمدہ، نہ سہواً اور نہ ہی غلطاً۔

علامہ ابوالبرکات نسفی (م 710ھ):

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی سورۃ الحج آیت 52 کی تفسیر میں ”شیطانی کلمات“ کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر اسے (بفرض محال) صحیح تسلیم کر لیا جاتا ہے تو پھر اس کی تین ہی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

صورتیں ممکن ہیں جن میں سے کوئی ایک صورت بھی قابل قبول نہیں ہے:

”اقامَ یُتَکَلَّمُ النَبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِهَا عَمَلًا وَآتَهُ لَا یَجُوزُ لِأَنَّهُ کُفْرٌ وَلِأَنَّهُ
بَعَثَ طَاعَةً لِلْأَمْنَامِ، لَا مَادَّ حَالُهَا“

أَوْ أُجْرَى الشَّیْطَانُ عَلَی لِسَانِ النَّبِیِّ جَبْرًا یَحِیثُ لَا یَقْدِرُ عَلَی الْإِمْتِنَاعِ
مِنْهُ فَهُوَ مَمْتَنَعٌ لِأَنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَقْدِرُ عَلَی ذَلِكَ فِی حَقِّ غَیْرِهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: ”إِنَّ
عِبَادِیَ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ“ فَفِی حَقِّهِ أَوَّلَى، أَوْ جَرَى عَلَی لِسَانِهِ سَهْوًا
أَوْ غَفْلَةً وَهُوَ مُرَدُّودٌ أَيْضًا لِأَنَّهُ لَا یَجُوزُ مِثْلُ هَذِهِ الْغَفْلَةِ عَلَیهِ فِی حَالِ تَبْلِیغِ
الْوَحْیِ وَلَوْ جَازَ لِبُطُلِ الْإِعْتِمَادِ عَلَی قَوْلِهِ: ”(تفسیر نمبر جلد ۳ ص ۱۰۶)

پہلی صورت یہ ہے کہ نیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ”شیطانی کلمات“ کو جان بوجھ کر
زبان مبارک سے ادا کیا ہے تو یہ صورت جائز ہی نہیں کیونکہ یہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم تو جن کی توہین اور مذمت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں نہ کہ ان کی مدح و ستائش کے لئے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شیطان نے یہ ”شرکیہ الفاظ و کلمات“ زبردستی اور جبر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری کر دیئے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
اسے اس سے روکنا ممکن نہ ہو تو یہ صورت بھی محال اور ناممکن ہے کیونکہ ”إِنَّ عِبَادِیَ لَیْسَ
لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ“ کے مصداق شیطان اللہ کے دوسرے بندوں پر بھی اس قسم کی قدرت
نہیں رکھتا تو آپ کے حق میں بدرجہ اولیٰ یہ طاقت نہیں رکھتا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ ”شیطانی
کلمات“ بھول چوک یا غفلت کی وجہ سے نکل گئے ہوں تو یہ صورت بھی غلط، مردود اور
نا قابل قبول ہے۔ کیونکہ ایک نبی کے لئے تبلیغ وحی میں یہ غفلت ممکن نہیں اور اگر اس کو ممکن
مان لیا جائے تو پھر نبی کی ہر بات سے اعتماد ختم ہو جائے گا۔ لہذا یہ صورت بھی ممکن نہیں۔

اس طرح ”افسانہ غرائبق“ سے متعلق کوئی روایت کسی بھی تاویل سے قابل تسلیم ہرگز
ہرگز ہرگز نہیں ہے۔

امام ابن کثیرؒ (م 774ھ):

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ”قد ذکر کثیر من المفسرین ہہنا قصۃ الغرانیق..... ولکنہا من طرق کلہا مرسلۃ، ولم أرہا مسئلۃ من وجہ صحیح واللہ اعلم“ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۲۳۳۔ طبع بیروت تحت الآیۃ) اس مقام پر اکثر مفسرین نے ”الغرانیق“ کا قصہ نقل کیا ہے لیکن اس کی تمام اسناد مرسل ہیں اور مجھے اس کی کوئی صحیح اور متصل سند دکھائی نہیں دی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی (م 855ھ):

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس بحث میں ابن حجر عسقلانی پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان دونوں (ابن اعرابی اور قاضی عیاض) نے اس سلسلہ میں جو ذکر فرمایا ہے یہی چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ قدر اور شانِ اقدس کے لائق ہے کیونکہ اس قسم کے رذیل قصہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نزاہت اور عصمت پر حجت قائم ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ اور اللہ کی پناہ کہ اس قسم کے کفریہ اور شیطانی کلمات آپ کے قلبِ اطہر پر یا آپ کی زبان مبارک پر جان بوجھ کر یا بھول کر جاری ہوں، یا شیطان کا آپ پر کسی قسم کا تسلط ہو یا آپ کے خیال پر شیطان کا راہ گزر ہو۔ یا آپ بخود (العیاذ باللہ) کوئی بات گھڑ کر عہدِ نبویؐ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ یہ چیز دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے اعتبار سے بھی محال ہے۔ اگر فی الواقع اس طرح کا کوئی واقعہ رونما ہوا ہوتا تو بہت سے مسلمان مرد ہو گئے ہوتے مگر ایسی کوئی بات کسی کتاب میں منقول نہیں ہے نیز اگر ایسا ہوا ہوتا تو موقع پر موجود حاضر صحابہ کرامؓ پر یہ واقعہ مخفی نہ ہوتا۔

علامہ قسطلانی (م 923ھ):

علامہ قسطلانی قصہ ”غرانیق“ کے متعلق فرماتے ہیں: ”وقد طعن فیہا غیر واحد من

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

الائمة حتى قال ابن اسحاق (أبي ابن خزيمة) وقد سئل عنها هي من وضع الزنادقة“
یعنی بہت سے ائمہ نے اس قصہ کے بارے میں طعن کیا ہے حتیٰ کہ امام ابن اسحاق
ابن خزيمة نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا: کہ یہ زندیقوں کا کلام ہے۔
پھر امام قسطلانی نے امام بیہقی کا قول نقل فرمایا کہ: ”غیر ثابتہ، نقلاً و رواًتھا
مطعونون“ نقلاً اس قصے کا کوئی ثبوت نہیں اور روایت اس کے سب راوی مطعون ہیں۔
پھر انہوں نے قاضی عیاض مالکی کے متعلق ارشاد فرمایا:

”وأطلب القاضي عياض في الشفاء في توهمين أصلها فشنفي و كفي“
یعنی قاضی عیاض نے اپنی کتاب الشفاء میں اس قصہ کی اصلیت کو کمزور کرنے میں
بڑی لمبی چوڑی بحث کی جس سے دل کو شفاء حاصل ہوئی اور انہوں نے کافی بحث کی۔
(بحوالہ حسن الثغیر المعروف بہ تفسیر بے نظیر مع بدر منیر ص ۸۵-۸۶)
خت تعجب ہے کہ امام قسطلانی کو بھی روزنامہ اسلام میں امام طبری کے ساتھ
”ہجر موں“ کی قطار میں دکھایا گیا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابوسعود (م 982ھ):

شیخ الاسلام امام ابوسعود قصہ غرائق کے متعلق فرماتے ہیں: ”وهو المردود عند
المحققين“

یعنی محققین کے نزدیک یہ سارا قصہ مردود ہے۔ (بحوالہ جواہر القرآن جلد دوم ص
743۔ کشف الباری۔ کتاب التفسیر سورۃ الحج۔ ص 449)

امام شوکانی (م 1250ھ):

امام شوکانی سورۃ الحج آیت ۵۲ کی تفسیر میں ”قصہ غرائق“ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:
”لم يصح شيء من هذا، ولا ثبت بوجه من الوجوه، ومع عدم صحته بل
بطلانه فقد دفعه المحققون بكتاب الله“ (فتح القدير جلد ۲ ص ۱۹۴)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ان روایات میں سے کوئی روایت بھی صحیح نہیں اور یہ کسی بھی طور پر اور کسی بھی سند سے ثابت نہیں۔ اس کے صحیح نہ ہونے بلکہ باطل ہونے کے باوجود محققین نے کتاب اللہ کے دلائل و شواہد کے ساتھ اس کا رد کیا ہے۔

امام شوکانی مزید لکھتے ہیں کہ: اس قصے کی تمام روایات مرسل یا منقطع ہیں، ان میں سے کسی روایت سے کوئی حجت قائم نہیں ہوتی۔

علامہ محمود آلوسی (م 1270ھ):

علامہ محمود آلوسی نے ”غرائیق“ سے متعلق تمام روایتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”وقد أنكر كثير من المحققين هذه القصة“

کثیر علماء محققین نے اس قصہ کی صحت سے انکار کیا ہے۔

پھر علامہ آلوسی نے امام بیہقی، قاضی عیاض، محمد بن اسحاق اور شیخ ابو منصور ماتریدی کے اقوال نقل کئے ہیں۔ مؤخر الذکر کا قول (جو یقیناً سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے) ملاحظہ فرمائیں:

وذكر الشيخ أبو منصور الماتريدي في كتاب حصص الاثقياء: الصواب أن قوله: ”تلك الغرائيق العلي“... من جملة ايحاء الشيطان إلى توليائه من الزنادقة حتى يلقوا بين الضعفاء وأرقاء الدين فيرتابوا في صحة الدين، وحضرة الرسالة بريئة من مثل هذه الرواية...

”امام ابو منصور ماتریدی نے ”حصص الاثقياء“ میں اس پورے واقعہ کو موضوع قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ (تلك الغرائيق العلي) یہ ان باتوں میں سے ایک بات ہے جو شیطان اپنے زندیق پیروکاروں کے دلوں میں ڈالتا ہے تاکہ کمزور ایمان والے لوگوں کو اسلام سے ہرگز نہ کریں اور انہیں شک و ہدگمانی میں مبتلا کریں۔ اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی روایتوں سے مبرا و منزہ ہیں۔“

علامہ آلوسی نے سات دلیلین قائم کر کے ان کے تفصیلی جوابات دیئے ہیں اور دلائل سے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ثابت کیا ہے کہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ موصوف نے ایک اور لطیف جواب دیا ہے کہ قرآن نے ایک سے زائد بار چیلنج کیا ہے کہ اگر تم اسے انسانی کلام سمجھتے ہو تو اس کی چھوٹی سی سورۃ (بلکہ ایک قرآنی جملہ: ”فَلْيَا تَوْأَمَا بَخِلَيْتُمْ مِثْلَهُ لِنْ كَانُوا صَادِقِينَ“ (سورۃ الطور آیت 34) کے برابر بنا کر لاؤ اور یہ بھی کہا ہے کہ تم اپنے اعوان و انصار کو بھی جمع کر کے لاؤ گے تب بھی تم اس کی چھوٹی سی چھوٹی سورۃ کے برابر اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتے ہو۔ اگر ”هَلْ لَكَ الْغَرَاتِيقُ الْعَلَى.....“ کے جملوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ہونے کا شبہ ہوا، اور اس پر جبریل کو متنبہ کرنا پڑا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کیا شیطان نے قرآن کے چیلنج اور تحدی کا جواب دے دیا (یا ان روایات کو صحیح سمجھنے والے اپنے چیلوں کے ذریعے دلا دیا)

علامہ آلوسی نے قصہ غرائیق کو صحیح سمجھنے والوں کی تمام روایات کو بعیدہ، فاسدہ اور باطلہ قرار دینے کے بعد کیا خوب فرمایا ہے:

”وَلَعَمْرِي أَنْ الْقَوْلُ بِأَنْ هَذَا الْخَبَرُ مِمَّا أَلْقَاهُ الشَّيْطَانُ عَلَى بَعْضِ أَلْسِنَةِ الرُّوَاةِ ثُمَّ وَفَّقَ اللَّهُ تَعَالَى جَمْعًا مِنْ خَاصَّةٍ لَا بَطَالَةَ لَهُمْ مِنَ الْقَوْلِ بِأَنْ حَدِيثَ الْغَرَاتِيقِ مِمَّا أَلْقَاهُ الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَسَخَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لَا سِيَّمَا وَهُوَ مِمَّا لَمْ يَتَوَقَّفْ عَلَى صِحَّتِهِ أَمْرٌ دِينِي وَلَا مَعْنَى آيَةٍ وَلَا، لَا سِوَى أَتْهَاهَا يَتَوَقَّفُ عَلَيْهَا حَصُولُ شَيْءٍ فِي قُلُوبِ كَثِيرٍ مِنْ ضَعْفَاءِ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَكَادُ تُلْقَعُ إِلَّا بِجَهْدٍ جَهِيدٍ.....“ (روح المعانی جلد 17 ص 182)

(میری زندگی کی قسم) اس روایت کے بارہ میں یہ بات مان لیں! بہت آسان ہے کہ اسے شیطان نے خود اس روایت کے راویوں کی زبان پر جاری کر دیا ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ مان لیا جائے کہ شیطان مردود نے ان شرکیہ کلمات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر القاء کر دیا تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کو اس میں مداخلت کر کے منسوخ کرنا پڑا۔

جبکہ اس روایت کی صحت پر نہ تو کوئی شرعی حکم موقوف ہے اور نہ ہی کسی آیت کے سمجھنے کا قطعہ غرائیق پر دار و مدار ہے۔ البتہ اس کا یہ نقصان ضرور ہے کہ اس سے بہت سے کمزور مومنوں کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

دلوں میں شبہات ضرور پڑ جائیں گے جن کا دور کرنا عظیم اور زبردست جنگ و دو کا متقاضی ہے۔

علامہ آلوسی آگے چل کر اس بحث کے آخر میں فرماتے ہیں کہ: ”وَأَفْجَحَ الْأَقْوَالُ الَّتِي رَأَيْنَاهَا فِي هَذَا الْبَابِ وَأُظْهِرَ هَا قَسَادُ أَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَدْخَلَ تِلْكَ الْكَلِمَةَ مِنْ تَلَقُّاءِ نَفْسِهِ حَرَصاً عَلَى إِيْمَانِ قَوْمِهِ ثُمَّ رَجَعَ عَنْهَا، وَيَجِبُ عَلَى قَائِلِ ذَلِكَ التَّوْبَةُ، ”كَبُرَتْ كَلِمَةُ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنَّ يَتَّقُوا لَهُمُ الْآ كَذِبًا“ (سورة الكهف: 5)

وقریب منه ما قيل أنها كانت قرآناً منزلاً في وصف الملكة عليهم

السلام فلما توهم المشركون أنه يريد عليه الصلوة والسلام مدح الهتهم بها

نسخت.....“ (روح المعانی جلد 17 ص 186)

”اس باب میں انتہائی بدترین قول جو ہم نے دیکھا اور جس کا فساد ظاہر ہے ان لوگوں کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ان شرکیہ جملوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آیتوں کے درمیان اس لئے داخل کر لیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان کے حریص تھے پھر آپ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ ایسے قائلین پر تو بہ کرنا واجب ہے: بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں کہتے۔

اسی طرح بدترین اقوال میں سے ایک قول یہ بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ کلمات فرشتوں کی تعریف میں نازل کئے گئے تھے لیکن مشرکوں نے اسے اپنے معبودوں کی تعریف سمجھا تو بعد میں یہ کلمات منسوخ ہو گئے۔“

مفسر احمد مصطفیٰ المراغی (م 1364ھ):

مفسر احمد مصطفیٰ المراغی ”افسانہ غرائق“ کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ”وَإِذَا قَدْ دَسَّ بَعْضُ الزَّنادِقَةِ فِي تَفْسِيرِ هَذِهِ الْآيَةِ أَحَادِيثَ مَكْنُوءَةً لَمْ تَرِدْ فِي كِتَابِ مِنَ الْكُتُبِ الصَّحِيحَةِ، وَأَصُولِ الدِّينِ تَكْذِبُهَا، وَالْعَقْلُ السَّلِيمُ يَرُشِدُ إِلَى بَطْلَانِهَا، وَأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنَ الْحَقِّ فِي شَيْءٍ وَهِيَ مِمَّا تَشْكُكُ الْمُسْلِمِينَ فِي دِينِهِمْ، وَتَجْعَلُهُمْ فِي حَيْرَةٍ مِنْ أَمْرِ الْوَحْيِ، وَكَلَامِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَجِبُ عَلَى الْعُلَمَاءِ طَرَحُهَا وَرَأَاهُمْ ظَهْرًا وَلَا يَضِيعُونَ الزَّمْنَ فِي

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

تأويلها وتخريجها ولا سيما بعد أن نص الثقات من المحللين على وضعها وكندها لمصادمتها لأصول الدين، التي لا تقبل شكًا ولا اعتراء“ (التفسير المرافعي جلد 17 ص 130)

”بعض زنا وقتہ ولاحدہ نے اس آیت (الحج 52) کی تفسیر میں ایسی جھوٹی احادیث کی آمیزش کی ہے کہ جن کا وجود کتب صحاح میں سے کسی کتاب میں بھی نہیں پایا جاتا۔ دین کے تمام اصول غرائیق کے قصے کو جھٹلاتے ہیں اور عقل سلیم بھی اس کے بطلان کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور یہ کہ اس قصے میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ اور یہ قصہ مسلمانوں کو ان کے دین کے بارے میں شک میں مبتلا کرتا ہے اور یہ قصہ مسلمانوں کو کلام رسول اور وحی کے معاملے میں حیرت میں ڈالتا ہے۔ پس علماء پر واجب و لازم ہے کہ وہ اس من گھڑت قصے کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیں اور اس کی تاویل و تخریج میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ کیونکہ ثقہ محدثین نے اس قصہ کے اصول دین جو ہر قسم کے ریب و شک سے پاک ہیں، سے متصادم ہونے کی بناء پر اس کے وضعی اور جھوٹا ہونے کو دو ٹوک لفظوں میں بیان کیا ہے۔“

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی (1399ھ/1979ء)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۃ الحج آیت 52 کی تفسیر میں قصہ غرائیق پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ابن کثیر، بیہقی، قاضی عیاض، ابن خزیمہ، قاضی ابوبکر ابن العربی، امام رازی، قرطبی، بدرالدین عینی، شوکانی، آلوسی وغیرہ حضرات اس قصے کو بالکل غلط قرار دیتے ہیں..... امام رازی، قاضی ابوبکر اور آلوسی نے اس پر مفصل بحث کر کے اسے بڑے پر زور طریقے سے رد کیا ہے۔ لیکن دوسری طرف حافظ ابن حجر جیسے بلند پایہ محدث اور ابوبکر بھاص جیسے نامور فقیہ اور زحتری جیسے عقلیت پسند مفسر اور ابن جریر جیسے امام تفسیر و تاریخ و فقہ اس کو صحیح مانتے ہیں اور اسی کو آیت زیر بحث کی تفسیر قرار دیتے ہیں۔

پہلی چیز خود اس کی اندرونی شہادت ہے جو اسے غلط ثابت کرتی ہے۔ قصے میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب ہجرت حبشہ واقع ہو چکی تھی اور اس واقعے کی خبر پا کر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مہاجرین حبشہ میں سے ایک گروہ مکہ واپس آ گیا۔ اب ذرا تاریخوں کا فرق ملاحظہ کیجئے:

ہجرت حبشہ معتبر تاریخی روایتوں کی رو سے رجب ۵ نبوی میں واقع ہوئی اور مہاجرین حبشہ کا ایک گروہ مصالحت کی غلط خبر سن کر تین مہینے بعد (یعنی اسی سال تقریباً شوال کے مہینے میں) مکہ واپس آ گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ لامحالہ 5 نبوی کا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل جس کی ایک آیت کے متعلق بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر بطور عتاب نازل ہوئی تھی، معراج کے بعد اتری ہے اور معراج کا زمانہ معتبر ترین روایات کی رو سے ”11“ یا ”12“ نبوی کا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس فعل پر پانچ چھ سال جب گزر چکے تب اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔

اور زیر بحث آیت (سورۃ الحج آیت 52) جیسا کہ اس کا سیاق و سباق صاف بتا رہا ہے ”۱“ ہجری میں نازل ہوئی ہے یعنی عتاب پر بھی جب مزید دو ڈھائی سال گزر گئے تب اعلان کیا گیا کہ یہ آمیزش تو القائے شیطانی سے ہو گئی تھی اللہ نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔ کیا کوئی صاحب عقل آدمی باور کر سکتا ہے کہ آمیزش کا فعل آج ہو، عتاب چھ سال بعد اور آمیزش کی تنبیخ کا اعلان 9 سال بعد؟...

ہم اس سے پہلے بھی بارہا کہہ چکے ہیں اور یہاں پھر اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ کوئی روایت خواہ اس کی سند آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو، ایسی صورت میں قابل قبول نہیں ہو سکتی جبکہ اس کا متن اس کے غلط ہونے کی کھلی کھلی شہادت دے رہا ہو۔ اور قرآن کے الفاظ، سیاق و سباق، ترتیب، ہر چیز اسے قبول کرنے سے انکار کر رہی ہو۔ یہ دلائل تو ایک مہلک اور بے لاگ محقق کو بھی مطمئن کر دیں گے کہ یہ قصہ قطعی غلط ہے۔

رہا مومن تو وہ اسے ہرگز نہیں مان سکتا جبکہ وہ علانیہ یہ دیکھ رہا ہے کہ یہ روایت قرآن کی ایک نہیں بیسیوں آیتوں سے ٹکراتی ہے۔ ایک مسلمان کے لئے یہ مان لینا بہت آسان ہے کہ خود اس روایت کے راویوں کو شیطان نے بہکا دیا بہ نسبت اس کے کہ وہ یہ مان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنی خواہش نفس سے قرآن میں ایک لفظ بھی ملا سکتے تھے،

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلا خط

یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال آ سکتا تھا کہ توحید کے ساتھ شرک کی کچھ آمیزش کر کے کفار کو راضی کیا جائے،

یا آپ اللہ تعالیٰ کے فرامین کے بارے میں کبھی یہ آرزو کر سکتے تھے کہ کاش اللہ میاں ایسی کوئی بات نہ فرمائی جس سے کفار ناراض ہو جائیں یا یہ کہ آپ پر وحی کسی ایسے غیر محفوظ اور مشتبہ طریقے سے آتی تھی کہ جبریل کے ساتھ شیطان بھی آپ پر کوئی لفظ القاء کر جائے اور آپ اسی غلط فہمی میں رہیں کہ یہ بھی جبریل ہی لائے ہیں۔

ان میں سے ایک ایک بات قرآن کی کھلی کھلی تصریحات کے خلاف ہے۔ اور ان ثابت شدہ عقائد کے خلاف ہے جو ہم قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رکھتے ہیں۔ خدا کی پناہ اس روایت پرستی سے جو محض سند کا اتصال یا راویوں کی ثقاہت یا طریق روایت کی کثرت دیکھ کر کسی مسلمان کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کے بارے میں ایسی سخت باتیں بھی تسلیم کرنے پر آمادہ کر دے۔“ (تفہیم القرآن جلد سوم ص 244-240)

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود (م 1400ھ/ 1980ء):

مولانا مفتی محمود صاحب سورۃ الحج آیت ۵۲ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

بعض مفسرین نے یہاں ایک قصہ نقل کیا ہے جیسے صاحب جلالین وغیرہ نے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے جب آپ نے یہ آیتیں پڑھیں تو شیطان نے آپ کی زبان پر یہ جاری کر دیا: ”ثَلَاثُ الْغَرَائِبِ الْعَلِیَّ - وَانْ شَفَاعَتِهِنَّ لَتَرْجِی“ یعنی یہ خوبصورت مورتیاں ہیں اور ان کی سفارش کی امید کی جاسکتی ہے۔

لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بتوں کی تعریف پر مشتمل جملے سن کر مشرکین مکہ بہت خوش ہو گئے اور آپ نے سورۃ نجم کے آخر میں سجدہ کیا تو تمام کفار نے آپ کے ساتھ سجدہ ادا کیا، سوائے ایک کے کہ اس نے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر چہرہ کے ساتھ لگالی۔ لیکن اس قصے کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہی شیطان کے اثر سے محفوظ نہیں رہی تو آپ کے لئے ہوئے دین پر اعتماد کیوں کر ہوگا؟ لہذا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
صاحب جلالین کی یہ تفسیر لغو اور فضول ہے۔“ (تفسیر محمود جلد دوم ص 451)

مولانا امین احسن اصلاحی (1997ء):

مولانا امین احسن اصلاحی سورۃ الحج آیت ۵۲ کی تفسیر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:
”اس توضیح کے بعد اس فضول سی روایت کی تردید کی ضرورت باقی نہیں رہی جو ہمارے
مفسرین نے، اللہ ان کو معاف کرے، اپنی کتابوں میں اس آیت کے شان نزول کی حیثیت
سے درج کر دی ہے۔ اول تو یہ آیت جیسا کہ آپ نے دیکھا، کسی شان نزول کی محتاج نہیں ہے
بلکہ اپنے مفہوم و مدعا میں بالکل واضح اور اپنے سابق و لاحق سے بالکل مربوط ہے۔
پھر ستم یہ ہے کہ جو روایت یہ حضرات نقل کرتے ہیں نہ اس کا روایت کے اعتبار سے کوئی
وزن ہے، نہ روایت کے پہلو سے بلکہ وہ محض زنادقہ کا ایک القائے شیطانی ہے جو انہوں نے
حضرات انبیاء کی عصمت کو مجروح کرنے کے لئے گھڑا ہے اور حضرات مفسرین اپنی ”سادہ لوحی“
کی وجہ سے اس کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے آرہے ہیں۔“ (مدبر قرآن۔ جلد 5۔ ص 271)
موصوف کی یہ بات صد فی صد درست ہے کہ شیطان نے یہ کلمات نہ تو نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر القاء کئے تھے اور نہ ہی آپ کی آواز میں آواز ملا کر اس نے
خود ادا کئے تھے بلکہ اس نے براہ راست مذکورہ شریک کلمات زنادقہ و ملاحدہ اور امام طبری کے
راویوں پر القاء کئے تھے جنہیں امام طبری دامثالہ نے صحیح سمجھ کر سورۃ الحج آیت 52 کی تفسیر
میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

پیر سید محمد کرم شاہ ازہری (م 1418ھ/ 1998ء):

پیر سید محمد کرم شاہ ازہری سورۃ الحج آیت 52 کی تفسیر کرتے ہوئے ”مقام مصطفیٰ“ اور
عصمت مصطفیٰ کا دفاع کرتے ہوئے پورے جلال میں نظر آتے ہیں اور انصاف کی بات
یہ ہے کہ موصوف نے ضیاء القرآن اور ضیاء النبی میں قصہ غرائبق سے متعلق جملہ روایات اور
ان کی تاویلات باطلہ کے تار و پود بکھیر کر دفاع کا حق ادا کر دیا ہے۔

کاش! کہ روزنامہ اسلام کے سرپرستوں کو بھی اس کا ”کچھ حصہ“ حاصل ہوتا اور وہ بھی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اس حوالے سے مقام مصطفیٰ اور عصمت انبیاء کے دفاع کا فریضہ ادا کرتے مگر صد افسوس انہوں نے الہا ”عصمت انبیاء“ کے سراسر منافی مکروہ کالم کو اپنے اخبار میں شائع کر دیا۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ بعض حضرات کے احتجاج اور توجہ دلانے کے باوجود اخبار کی انتظامیہ کے کانوں پر جوں تک نہ رہنکی حالانکہ انہیں تو چاند کے طلوع ہونے سے دنوں پہلے اس کی تاریخ ولادت اور وقت ولادت کا بھی علم ہو جاتا ہے مگر انہیں اپنے ہی اخبار کے ادارتی صفحہ پر بالاقساط کالموں میں ”عصمت مصطفیٰ“، ”مہجروح اور داغ دار ہوتے ہوئے نظر نہ آئی۔

پیر کرم شاہ صاحب زیر بحث آیت کا قرآن وحدیث کی روح کے مطابق مفہوم و مطلب واضح کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

”آیت کا یہ مفہوم اتنا واضح اور دوسری آیات کے عین مطابق ہے کہ کسی قسم کا تذبذب نہیں رہتا لیکن بعض کتابوں میں ایک روایت کے درج ہو جانے سے اس آیت کا مطلب کچھ سے کچھ کر دیا گیا جس سے صرف اپنوں کے دلوں میں اضطراب کی لہر پیدا نہیں ہوئی بلکہ دشمنان اسلام کو قرآن، صاحب قرآن اور دین اسلام کی صداقت پر حملہ کرنے کے لئے ایک مہلک ہتھیار مل گیا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آیت کی اس واضح اور صاف تشریح پر ہی یہ فقیر اکتفاء کرتا اور اس روایت کی طرف التفات کئے بغیر آگے بڑھ جاتا لیکن کیونکہ یہ روایت ہماری کتابوں میں راہ پا گئی ہے اور دشمنان اسلام نے اس سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے خلاف طوفان برپا کر رکھا ہے۔ اب اس سے تعرض نہ کرنا بھی ادائے فرض میں کوتاہی کے مترادف ہے۔ اس لئے بادل نخواستہ وہ روایت نقل کر رہا ہوں۔ اس کے بعد علمائے محققین نے جس طرح اس کے پرچے اڑائے ہیں ان کا بالاجمال ذکر کروں گا تا کہ کسی طالب حق کے لئے تردد و تذبذب کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ واللہ المستعان و علیہ التکلیف

”ایک معمولی سمجھ بوجھ کا انسان جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا کچھ بھی علم ہے وہ تو اس روایت کو سنتے ہی کہہ دے گا کہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے اور دشمنان اسلام کی سازش ہے۔۔۔ نیز یہ امر بھی غور طلب ہے کہ سورۃ الحج کی آیت 52 مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اور سورۃ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

نجم کا نزول اور یہ قصہ جو گھڑا گیا ہے اس کا وقوع ہجرت سے پہلے کئی سال مکہ مکرمہ میں ہوا تو عجیب بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرنے سے جو حزن و ملال ہوا اسے دور کرنے کے لئے اتنے عرصہ دراز تک کوئی آیت نازل نہ ہوئی اور کئی سالوں کے بعد اللہ تعالیٰ کو خیال آیا کہ اپنے رسول کو مطمئن کرے اور یہ آیت نازل کی۔ کیا ایسی بے تکلی بات کوئی صاحب عقل سلیم تسلیم کر سکتا ہے؟

اس آیت میں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں جو رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی جاسکے بلکہ اس میں صرف پہلے رسولوں اور نبیوں کا ذکر ہے اس لئے اس آیت سے یہ اخذ کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فعل سرزد ہوا اور اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی سرے سے ہی غلط ہے... یہ بات تو ایک معمولی مسلمان سے بھی سرزد نہیں ہو سکتی، چہ جائیکہ اس کو اس ذات پاک کی طرف منسوب کیا جائے جو ہر قسم کی غلطی اور خطا سے معصوم ہے، یہ روایت تو زندیقوں کی گھڑی ہوئی ہے، اس کو ردی چیز کی طرح پھینک دینا ضروری ہے، یہ روایت جھوٹی ہے، باطل ہے اور گھڑی ہوئی ہے، اس روایت کی کوئی تاویل درست نہیں، اس کا کوئی صحیح محمل اور مصداق تلاش نہیں کیا جاسکتا، یہ روایت اپنی تمام تاویلات، احتمالات اور اختلاف الفاظ کے ساتھ مسترد کر دینے کے قابل ہے۔

(اول تو) یہ روایت ضعیف، موضوع اور زنادقہ کی گھڑی ہوئی ہے اس لئے اس کی تاویل کرنے کی بھی قطعاً کوئی ضرورت نہیں اور اگر (بفرض محال) اس روایت کی کوئی سند صحیح بھی ثابت ہو جائے تو بھی وہ ضعیف اور ناقابل اعتبار ہوگی کیونکہ آیات قرآنی کے صریح مخالف ہے اور اب تو یہ آیات قرآنی کے بھی خلاف ہے اور اس کی کوئی صحیح سند بھی نہیں ہے۔ ان حالات میں اہل نظر کے لئے یہ کب قابل التفات ہو سکتی ہے، امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تبلیغ کلام الہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز غلطی نہیں ہو سکتی نہ قصداً، نہ عہداً، نہ سہواً اور نہ غلطاً۔ اس میں نبی ہر طرح معصوم ہیں۔

قاضی ابوبکر ابن العربی الاندلسی جب اس آیت کی تفسیر کرنے لگے ہیں تو اس روایت کا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ذکر کر کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غصہ سے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہے اور دل بے چین و بے قرار ہو گیا ہے اپنی سابقہ روش کے بالکل برعکس اس روایت کو باطل کرنے کے لئے ایک مستقل فصل لکھی ہے جس کا عنوان ہے: ”تنبیہ الغیبی علی مقدار النبی“ اور لکھتے ہیں:

”و ترجوہ عند اللہ الجزء الأول فی مقام الزلفی“

کہ اس فصل کے لکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقام قرب میں مجھے عظیم جزاء دے گا۔ اہل علم سے درخواست ہے کہ وہ ضرور اس فصل کا مطالعہ کریں۔

یہ ان باتوں میں سے ایک بات ہے جو شیطان اپنے زندیق پیروکاروں کے دلوں میں ڈالتا ہے تاکہ لوگوں کو اسلام سے ہر گشتہ کریں جناب رسالت مآب اس قسم کی روایتوں سے مبرا و منزہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ان روایات کو کثرت اسانید کی وجہ سے قبول کیا ہے جس میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے۔ ان روایات کی اسانید کے متعلق وہ بھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان روایات کی تمام اسانید ہر چند کہ ضعف، اھطاع اور ارسال سے خالی نہیں لیکن چونکہ یہ روایت متعدد اسانید سے منقول ہے اس لئے اس کی کثرت اسانید سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔“

علامہ ابن حجر کا مقام علم حدیث میں بہت بلند ہے ہم ان کی گردراہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے لیکن یہاں یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک روایت جس کو تسلیم کرنا عقلاً محال ہے اور جس کی تمام اسانید میں خود بقول ان کے ضعف، اھطاع اور ارسال جیسی عینیں موجود ہیں صرف کثرت اسانید سے اس کی اصل کیسے ثابت ہو جاتی ہے؟ کیا کثرت اسانید اور ان سب کے مرسل، منقطع یا ضعیف ہونے کی وجہ سے یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ جن لوگوں نے اس قصہ کو تراشا ہے، انہوں نے بڑی ہوشیاری سے اس کے لئے متعدد اسانید بھی وضع کر دی ہیں تاکہ ان کی کثرت کو دیکھ کر لوگ یہ محسوس کرنے لگیں کہ اس کی کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہوگی؟

قصہ غرائیق کو بیان کرنے والی روایات کی صرف اسناد ہی قابل اعتما نہیں بلکہ ان

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

روایات کے متن کی بھی یہی حالت ہے۔ ان روایات کے متن میں اتنا ایسی اضطراب ہے کہ اس اضطراب کی موجودگی میں، ان روایات کو کوئی وقعت نہیں دی جاسکتی۔

یہ قصہ نقل بھی ناقابل اعتبار بلکہ دو ٹوک الفاظ میں مسترد کر دینے کے قابل ہے اور عقلاً بھی اس کو تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اول تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت اور الہامی ہدایت کی حفاظت کی خدائی انتظامات کی موجودگی میں اس قسم کے الفاظ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے ادا ہونا ممکن ہی نہیں۔ معمولی عربی جاننے والا شخص بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ اسلام کے عقیدہ و حید سے متصادم ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ شرکین نے تو یہ کلمات سنتے ہی فوراً سمجھ لیا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (العیاذ باللہ) اسلام سے منہ موڑ کر اپنے آبائی دین کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ لیکن نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بڑی بات کو محسوس کیا ہو اور نہ ہی صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اتنی بڑی بات کی نشاندہی کی ہو اور اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے بڑے سامنے کا علم ہی نہ ہوا ہو جب تک حضرت جبریلؑ امین نے آکر آپ کو متنبہ نہ کیا ہو؟ کیا اس واقعے کے وقت سب ایماندار سو رہے تھے یا ان سب پر عالم بے ہوشی طاری تھا؟ خدا کا کلام تو مخلوق کے کلام سے ممتاز ہوتا ہے۔ ولید بن مغیرہ وغیرہ سرداران عرب کفر کے باوجود قرآن حکیم کو دوسرے کلاموں سے ممتاز کر لیتے تھے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) شیطان کے کلام کو خدا کے کلام سے ممتاز نہ کر سکے؟

جن روایات میں یہ افسانہ بیان کیا گیا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف کفار کی طرف مائل ہونے کا الزام نہیں لگا رہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی کہہ رہی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قرآن کو قرآن کہا اور بتوں کی تعریف کی حالانکہ ثقیف اور قریش نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کش کی تھی کہ آپ صرف ان بتوں کی طرف رخ کریں تو وہ مسلمان ہو جائیں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا۔ کیا اس تضاد کو عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے؟

اگر یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو جہاں کفار خوش ہوئے تھے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

جتنے مسلمان جمع تھے وہ اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے۔ انہیں نہ ان کلمات کی یہ وضاحت مطمئن کر سکتی کہ یہ شیطان کی کارروائی تھی اور شیطان پہلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی کرتا رہا ہے اور نہ ہی اس کی کوئی اور تاویل انہیں مطمئن کر سکتی۔ وہ سوچتے کہ جب الہامی ہدایت ہی شیطانی دغل اندازی سے محفوظ نہیں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحی ربانی اور القائے شیطانی میں تمیز نہیں کر سکتے تو پھر حق کے حق ہونے پر کس طرح اعتماد کر لیا جائے۔

وہ لوگ اسلام کی خاطر قربانیاں دے رہے تھے وہ قوت یقین کے بغیر ممکن ہی نہ تھیں۔ جب اس قسم کے واقعے سے یقین متزلزل ہو جاتا تو نہ تو وہ اسلام کی خاطر قربانیاں دے سکتے اور نہ اسلام پر قائم رہنا ان کے لئے ممکن ہوتا۔ اس واقعے کی بناء پر کسی ایک مسلمان کی طرف سے کسی قسم کے احتجاج کا ظاہر نہ ہونا، اس حقیقت کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ یہ واقعہ بے اصل اور اسے اسلام دشمن قوتوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے گھڑا ہے۔

مزید برآں یہ حدیث متواتر ہے کہ شیطان خواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں کسی کو دکھائی نہیں دے سکتا تا کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں دھوکہ دے سکے تو اس کی کیا مجال کہ سرچشمہ ہدایت کو وہ گدلا کر سکے۔

علامہ محمد الصادق عرجون نے اپنی کتاب ”محمد رسول اللہ“ کی دوسری جلد میں اس واقعے کی ایک ایک روایت کو علیحدہ بیان کر کے اس کو عقلاً اور نقلاً ناقابل اعتبار ثابت کیا ہے۔ انہوں نے اس قصے کے مختلف راویوں کے متعلق یہ ثابت کیا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

جن علمائے ملت نے اسانید کی کمزوری کے باوجود اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ کثرت طرق اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ اس واقعہ کی کوئی اصل ہے، علامہ (عرجون) ان پر خوب برسے ہیں بلکہ وہ علما چنہوں نے اس کی صحت کا انکار کیا لیکن ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ اگر بالفرض اس واقعہ کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کی یہ تاویل ممکن ہے، علامہ نے ان کے خلاف بھی خوب لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے انہوں نے اپنے اس موقف کو بیان کرنے کے لئے کیا انداز اختیار کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

یہ ایک گھڑا ہوا افسانہ ہے جو ہر لحاظ سے باطل ہے۔ یہ اول و آخر ایک خبیث جھوٹ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کجلا خط

ہے۔ یہ ایک کافرانہ جھوٹ ہے جسے گھڑنے والا یا تو کوئی احمق اور جاہل جوان ہے یا کوئی حاسد اور بے ایمان بوڑھا، جو اسلام کا دشمن ہے یا کوئی فسادى منافق اور قاجر ہے اور یہ افسانہ اس کے دل میں شیطان مردود نے ڈالا ہے۔

پیر کرم شاہ صاحب نے اس بحث کے آخری سات صفحات میں قصہ غرائیق کے حوالے سے مستشرقین کے اعتراضات کا بھی مسکت جواب دیا ہے۔ جزء اللہ احسن الجزء عنا وعن سائر المسلمين۔ ملا حظہ ہو! تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم ص 224 تا 226، ضیاء النبی جلد دوم ص 347 تا 355، ضیاء النبی جلد ششم از صفحہ نمبر 605 تا 643 علامہ ناصر الدین البانی (م 1420ھ / 1999ء):

علامہ ناصر الدین البانی قصہ غرائیق کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ایسی خبر کو قبول کرنے کے لئے صحیح نقلی دلیل کا پایا جانا ضروری ہے اور یہ کوئی بعید بات نہیں کہ یہ جھوٹی خبر بعد میں گھڑی گئی ہے بلکہ یہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ اس لئے کہ کسی بھی صحابی سے معتبر سند کے ذریعے یہ جھوٹی خبر مروی نہیں ہے بلکہ اس کی تمام سندیں مرسل ہیں یعنی سلسلہ سند سے صحابی کا نام مفقود ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ عہد نبوت و رسالت پانے والے کسی صحابی نے اسے بیان کیا ہے اور میں نے اس قصے کے باطل ہونے کو پوری تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "قَصَبُ الْمُجَانِبِ لِنَسَفِ قِصَّةِ الْغُرَائِقِ" میں بیان کر دیا ہے۔ (تعلیق شیخ البانی علی فقہ السنۃ، محمد غزالی ص 115-118۔ بحوالہ "الصادق الامین" ص 212۔ مؤلفہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی۔) شیخ البانی نے 72 صفحات پر مشتمل اپنی مذکورہ کتاب میں "قصہ غرائیق" کا ہر لحاظ سے رد کیا ہے اور ان لوگوں کا بھی تعاقب کیا ہے جنہوں نے تاویل کر کے اسے ثابت کرنا چاہا ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب (1437ھ / 2016ء):

علامہ غلام رسول سعیدی نے مفسرین کے اقوال کی روشنی میں سورۃ الحج آیت 52 کی تفسیر میں قصہ غرائیق کی روایت و درایتا دھجیاں بکھیر کر عقیدہ "عصمت مصطفیٰ" کا خوب تحفظ اور دفاع کیا ہے۔ موصوف "غرائیق" کی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ سند باطل اور عقلاً مردود ہے۔ کیونکہ نہ یہ ممکن ہے کہ شیطان آپ کی زبان سے کلام کرے اور نہ یہ کہ اپنی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ کر سکے اور سننے والے اس کی آواز، آپ کی آواز قرار دیں۔ اگر بالفرض یہ ممکن ہو تو تمام شریعت سے اعتقاد اٹھ جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک صحابہ کی روایت سے جو احکام پہنچے ہیں وہ آپ کا فرمان نہ ہوں بلکہ شیطان کا کہا ہوا ہو۔

نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں بن سکتا تو جب شیطان آپ کی صورت کے مماثل نہیں ہو سکتا تو آواز کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے، اور جب وہ سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا حالانکہ وہ اس حال میں مکلف نہیں ہوتا تو بیدار پر کیسے اشتباہ ڈال سکتا ہے جبکہ وہ مکلف ہوتا ہے...

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں یہ کلمات کہے اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں۔ اس جواب کو بعض علماء نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔ لیکن یہ جواب اس لئے صحیح نہیں ہے کہ جس طرح شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا اسی طرح آپ کی آواز کی مثل بھی نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ مماثلت کی نفی یا اس وجہ سے ہے کہ ہدایت و گمراہی میں اشتباہ نہ ہو یا تعظیم کی وجہ سے ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی مثل پر قادر ہو تو یہ تعظیم کے خلاف ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی نقل اتار سکے اور لوگ شیطان کی آواز کو آپ کی آواز سمجھ لیں تو ہدایت، گمراہی کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی۔

بعض علماء نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ لوگ شیطان کی آواز سنتے تھے کیونکہ جنگ بدر میں شیطان نے کفار سے کہا تھا کہ:

”لا غالب لکم الیوم“ اور جنگ احد میں شیطان نے آواز دی تھی کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے“ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں شیطان کی آواز، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کے مشابہ تھی نہ کسی نے اس کی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ سمجھا تھا پھر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

اس سے اس پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے کہ شیطان آپ کی آواز کی مشابہت کر سکتا ہے؟ میرے نزدیک چونکہ یہ روایت بارگاہ رسالت کی عظمتوں کے منافی تھی، اس لئے میں نے اس کے رد اور ابطال میں کافی تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے... میں نے دیکھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اتباع میں بعض جدید علماء نے بھی اس موضوع روایت کو اس باطل تاویل کے سہارے اختیار کر لیا ہے جس کو ابھی ہم نے حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ تاہم یہ علماء صحیح العقیدہ ہیں اور ان کی نیت فاسد نہیں ہے صرف روایت پرستی کے روگ کی وجہ سے انہوں نے اس روایت کو اس باطل تاویل کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور مصنف کے دل میں محبت رسول کو اور زیادہ کرے۔

اے اللہ! تو کواہ ہے کہ میں شخصیت پرست نہیں ہوں، اللہ اور اس کے رسول کی حرمت سے بڑھ کر مجھے کسی کی حرمت عزیز نہیں ہے۔ میں نے جو یہ سعی کی ہے وہ صرف اور صرف مقام رسول کے تحفظ کی خاطر کی ہے۔ اے اللہ! اس کوشش کو قبول فرما اور اس کو مصنف کے لئے توشیح آخرت اور مغفرت اور رحمت کا ذریعہ بنا دے۔

(تبیان القرآن جلد ہفتم ص 777-785)

مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق العربیہ پاکستان:

مولانا سلیم اللہ خان صاحب ”قصہ غرائق“ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

اکثر حضرات نے اس قصہ کو بالکل غلط اور موضوع قرار دیا ہے۔ علامہ بیہقی، حافظ ابن کثیر، قاضی عیاض، ابوبکر ابن العربی، ابن خزیمہ، امام رازی، قرطبی، علامہ عینی، علامہ شوکانی اور علامہ آلوسی نے اس کی تردید کی ہے۔ نووی، کرمانی، ذہبی اور ابو منصور ماریدی نے بھی تردید کی ہے۔

محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے فرمایا: ”ہذا من وضع الزنادقة“ اور اس کے رد میں مستقل ایک کتاب لکھی۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: ”ولیس منها شیء یصح“ علامہ خازن فرماتے ہیں: ”انہ لم یروہا أحد من أهل الصحة ولا أسندھا ثقة بسند صحیح“ امام ابو سعید قرطبی فرماتے ہیں: ”وہو المردود عند المحققین“ امام رازی فرماتے ہیں: ”ہذہ القصة موضوعة“،

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ابن العربی فرماتے ہیں: ”ذکر الطبری فی ذلك روايات كثيرة باطلة لا أصل لها“، قاضی عیاض نے شفاء میں فرمایا: ”یکفیک فی توہین هذا الحديث انه لم یخرجه أحد من أهل الصححة ولا رواه ثقة بسند صحيح سليم متصل“، اور علامہ فتویٰ فرماتے ہیں: ”وہو مردود عند المحققین... بل يجب أن یكون مردودا عند جميع المسلمين“۔

لیکن حافظ ابن حجر، علامہ ذخیرہ اور حافظ ابن جریر اس قصہ کو درست مانتے ہیں۔ حافظ ابن حجر اس قصہ کے مختلف طرق ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وكلها سوى طريق سعيد بن جبیر اما ضعيف وألا منقطع لكن كثرة الطرق تدل على ان القصة أصلا، مع أن لها طريقين آخرين مرسلين، رجالهما على شرط الصحيحين، أحدهما ما أخرجه الطبری من طريق يونس بن يزيد عن ابن شهاب... والثاني أيضا ما أخرجه من طريق المعتمر بن سليمان وحماد بن سلمة عن داود بن أبي هند عن أبي العالية“۔

آگے جو لوگ اس واقعہ کو درست قرار نہیں مانتے ان پر رد کرتے ہوئے (ابن حجر) لکھتے ہیں: ”وجميع ذلك لا يمتشي على القواعد، فان الطرق اذا كثرت وتباينت مخارجها دل ذلك على أن لها أصلاً، وقد ذكرت أن ثلاثة أسانيد منها على شرط الصحيح، وهي مراسيل يحتج بمثلها من يحتج بالمرسل، وكذا من لا يحتج به لا اعتضاد بعضها ببعض“۔ (فتح الباری جلد 8 ص 439)

حافظ ابن حجر کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے تمام طرق کے علاوہ تین طرق اس قصہ کے درست ہیں اور مرسل ہیں۔ دو طریق ان میں سے ابن جریر نے ذکر کئے ہیں اور ایک کی بڑا رتبہ تخریج کی ہے۔ ان تمام طرق کو پیش نظر رکھ کر انصاف کی بات یہی ہے کہ اس قصہ کی کچھ اصل ضرور ہے۔ روایات کو ضعیف کہہ کر اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

اور جب قصہ کو روایات کی بنیاد پر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس پر اشکال ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر پر شیطان کو کیوں کر قدرت حاصل ہوئی کہ اس نے آپ کی زبان سے یہ شرکیہ الفاظ القاء کرائے، یہ تو تمام نصوص کے معارض ہے بلکہ اگر اس کو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو پورا دین مشکوک ہو جائے گا۔ اس لئے جن حضرات نے اس قصہ کو روایت کی بناء پر درست مانا ہے، انہوں نے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے سات توجیہات نقل کی ہیں:

1۔ اس وقت آپ کو اونگھ آگئی تھی اور اس بے خبری کی حالت میں یہ الفاظ نکلے، لیکن یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ شیطان کو نیند میں بھی آپ پر قدرت حاصل نہیں ہے۔

2۔ آپ کو شیطان نے مجبور کیا اور غیر اختیاری حالت میں یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلے۔ لیکن یہ توجیہ بھی درست نہیں، شیطان میں آپ کو مجبور کرنے کی قوت نہیں ہے خود اس کا کہنا ہے: ”مَا كَانَ لِيْ عَلَيْنٰكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ“ شیطان کو اگر اس طرح کی قوت حاصل ہو تو پھر کوئی بھی اللہ جل شانہ کی اطاعت نہیں کر سکے گا۔

3۔ بعض نے کہا مشرکین اپنے معبودوں کا جب ذکر کرتے تو مذکورہ الفاظ کہتے اور آپ نے چونکہ یہ الفاظ ان سے کئی بار سنے تھے اس لئے آپ کی زبان پر بھی ان کے معبودوں کے ذکر کے وقت مذکورہ الفاظ سہو جاری ہو گئے۔ لیکن قاضی عیاض نے اس توجیہ کو بھی رد کیا ہے کہ آپ سے اس طرح کا سہو ممکن نہیں۔

4۔ بعضوں نے کہا کہ آپ نے مذکورہ الفاظ تو بیٹھا کہے تھے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ اس قسم کے الفاظ اس وقت تو بیٹھا کہے جاسکتے ہیں جب آدمی کی مراد پر کوئی قرینہ پایا جاتا ہو، باقلانی کا میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

5۔ بعض کہتے ہیں کہ مشرکین میں سے کسی نے یہ الفاظ کہے تھے، ابن عاشور وغیرہ نے کہنے والے کا نام ابن الزبیری لکھا ہے۔ آیت میں نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ الفاظ اس نے شیطان کے القاء سے کہے تھے، یا شیطان سے شیطان الہام مراد ہے۔

6۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ”الغرائق“ سے فرشتے مراد ہیں۔ مشرکین کے معبود اصنام مراد نہیں ہیں لیکن مشرکین نے جب اس کو اپنے اصنام پر محمول کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جملوں کو منسوخ قرار دیا اور اپنی آیات کو مستحکم اور پختہ کر دیا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

7۔ ایک اور توجیہ یہ کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”وَمَنْ أَلَّاهُ الْآخِرَىٰ“ پر وقف کیا تو شیطان نے اس درمیان مذکورہ الفاظ کہے، سمجھایہ گیا کہ آپؐ نے کہے ہیں۔ قاضی عیاض، ابن العربی نے اس توجیہ کو پسندیدہ قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر نے بھی اسی کو رائج قرار دیا (فتح الباری جلد 8، ص 440)

یہ توجیہات قاضی عیاض نے کی ہیں۔ قاضی عیاض اس واقعہ کو درست نہیں مانتے ہیں لیکن یہ توجیہات انہوں نے روایت کو ”علیٰ سبیل الفرض والتقدیر“ ثابت ماننے کے بعد نقل کی ہیں۔ لیکن جس توجیہ کو ابن حجر نے رائج قرار دیا وہ ان روایات کا جواب نہیں بن سکتی ہیں جس میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ مذکورہ الفاظ شیطان نے آپؐ کی زبان مبارک سے ادا کرائے، حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ قصہ موضوع، من گھڑت اور غلط ہے اور اس کے غلط ہونے پر کئی شہادتیں ہیں۔ (کشف الباری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الحج آیت 52۔ ص 449 تا 452)

حضرت مفتی صاحب!

صحیح بات یہ ہے کہ مذکورہ ساتوں توجیہات فاسد اور باطل ہیں جو نص کے خلاف ہونے کی بناء پر مردود ہیں اگر بغرض محال ان میں سے جسے بھی رائج قرار دیا جائے تو امام طبری کی منقولہ روایات پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ ان میں واضح طور پر یہ بات پائی جاتی ہے کہ شریک کلمات خود شیطان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر القاء کئے تھے، آپؐ نے خود ان کلمات کو صحابہؓ و مشرکین کی عام محفل میں اپنی زبان سے ادا کیا تھا۔ بعد میں حضرت جبریلؑ کے سامنے بھی یہ کلمات دہرائے، جبریلؑ نے بتایا کہ میں نے تو آپؐ کو یہ کلمات نہیں بتائے تھے آپؐ نے کس طرح ان کی تلاوت کر دی۔ آپؐ نے تو اللہ پر افتراء کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جبریلؑ کے سامنے اقرار کیا کہ میں نے یہ کلمات پڑھ کر اللہ پر افتراء کیا ہے۔ اللہ نے جو بات نہیں کہی تھی میں نے وہ کہہ دی پھر سخت مغموں ہوئے اور بہت خوف محسوس کرنے لگے تب اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے سورۃ الحج کی آیت 52 نازل فرمائی۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ تمام مفسرین حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، دیوبندی،
بریلوی اور اہل حدیث سلفی نے قصہ غرائیق سے متعلق تمام روایات کو عصمت انبیاء کے منافی اور
انہیں زنا و فحشاء کی سازش قرار دے کر رد کر دیا ہے۔

اسی طرح امت مسلمہ کے محقق مفسرین نے ابن حجر و امثالہ کی تمام تاویلات کو بھی
”بعیدہ، فاسدہ و باطلہ“ گردانتے ہوئے ناقابل التفات قرار دیا ہے۔

”امام المفسرین والمؤرخین“ جناب طبری نے اس سلسلے میں جو روایات پیش کی ہیں کوئی
مومن بالقرآن و بالرسول ایک لمحہ کے لئے بھی ان کے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتا کیونکہ ان کی رو
سے یہ بات ”ثابت“ ہوتی ہے کہ ”شیطانی کلمات“ ادا کرنے سے پہلے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے مشرکین کی مخالفت کم کرنے اور ان سے تعلقات بہتر بنانے کی خاطر اس ”خواہش“ کا
اظہار فرمایا تھا کہ قریش قریب آگئے ہیں اب کہیں اللہ کوئی ایسا حکم نازل نہ کر دے جس کی وجہ
سے یہ مشرکین مجھ سے نفرت کرنے لگیں اور مزید دور ہو جائیں: (ہم منیٰ یومئذ ان لا یاقیہ
من اللہ شیعیٰ فینفروا عنہ فأنزل اللہ علیہ ...) اس کے بعد امام طبری نے سورۃ النجم کا حوالہ
دے کر کہا کہ جب آپ اس سورۃ مبارکہ کی آیت 19-20 پر پہنچے تو شیطان نے آپ پر
زیر بحث کلمات القاء کر دیئے جنہیں باقاعدہ آپ نے پڑھا... امام طبری اور ان کے راوی کا نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر یہ بدترین الزام ہے کہ آپ یہ خواہش رکھتے تھے کہ اس
موقع پر اللہ کوئی ایسا حکم نازل نہ کر دے جس سے مشرکین تنفر ہو جائیں۔

امام طبری کی منقولہ روایات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ شیطان نے نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ”حالت بیداری میں“ بتوں کی تعریف پر مبنی کلمات القاء
کئے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہی آواز میں ان کی ”تلاوت“ فرمائی تھی، یہی
نہیں بلکہ بعد میں بھی یہ شرکیہ کلمات پڑھتے رہے حتیٰ کہ جب جبریل تشریف لائے اور
انہیں بھی وہی ”شیطانی آیات“ پڑھ کر سنائیں جس پر انہوں نے تردید کرتے ہوئے کہا کہ:
میں تو آپ کے پاس یہ کلمات نہیں لایا ہوں، یہ آپ نے کیا کہہ دیا ہے؟ یقیناً آپ نے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

لوگوں کے سامنے ان کلمات کی بھی تلاوت کر ڈالی جو میں نے آپ کو نہیں بتائے، آپ نے وہ بات کہہ دی جو آپ کے لئے نہیں کہی گئی تھی۔

جبریلؑ کی اس بات کے جواب میں آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ: میں نے تو یہ کلمات نہیں کہے یا میں اونگھ کی حالت میں تھا یا میں نے آیات کے درمیان وقف کیا تھا تو شیطان نے میری آواز میں آواز ملا کر انہیں پڑھ دیا تھا، یا مشرکین نے خود یہ کلمات میری طرف منسوب کر دیئے تھے۔ یا شیطان نے مجھ پر جبر کیا تھا اور غیر اختیاری حالت میں یہ الفاظ میری زبان سے نکل گئے، یا یہ الفاظ ”سہو“ میری زبان سے نکل گئے، یا میں نے ”توینح“ یہ الفاظ کہے تھے، یا میں نے ”الغرائق“ سے فرشتے مراد لئے تھے مگر مشرکین نے انہیں اپنے بتوں کی تعریف پر محمول کر لیا بلکہ بروایت امام طبری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اعتراف کیا اور فرمایا کہ میں نے اللہ پر ”افتراء“ باندھا ہے اور میں نے وہ کلمات کہے جو اس نے نازل نہیں کئے تھے۔ پھر آپؐ اس فعل پر سخت ملول ورنجیدہ ہوئے اور آپؐ کو اللہ کا بڑا خوف لاحق ہوا۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۵۰)	کیا ان ”روایات“ کو ایک لمحہ کے لئے بھی قبول کیا جاسکتا ہے؟
(۱۵۱)	علماء کی ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ان روایات پر صرف ”ضعیف الاسناد“ کہہ کر گزر جانا امانت و دیانت کے خلاف نہیں ہے؟
(۱۵۲)	مستند علماء نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے یا موضوع؟
(۱۵۳)	کیا ضعیف، ضعیف الاسناد اور موضوع میں کوئی فرق نہیں؟
(۱۵۴)	روزنامہ اسلام میں ”موضوع“ پر صرف ”ضعیف“ کا اطلاق کر کے خیانت کا ارتکاب کیوں کیا گیا؟
(۱۵۵)	کیا تفسیر و تاریخ طبری میں شیطانی کلمات کی کوئی تاویل ممکن ہے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۱۵۶)	کیا ان روایات بلکہ ”خرافات اور وہیات“ کو تسلیم کر لینے سے نصوص قرآنیہ کی مخالفت لازم نہیں آتی؟
(۱۵۷)	کیا ان ”خرافات“ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت، عصمت اور نبوت کو داغ اور ضہ نہیں لگتا؟
(۱۵۸)	کیا مذکورہ ”خرافات“ عقیدہ عصمت انبیاء کے منافی نہیں ہیں؟
(۱۵۹)	کیا امام طبری کی ان ”خرافات“ (”الْقِي عَلَى الشَّيْطَانِ كَلِمَتَيْنِ، الْقِي الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِهِ، فَأَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُذُنِهِ، فَأَجْرَى الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِهِ، فَأَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي تِلَاوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْكَ الْغَرَائِيقُ الْعُلَى... إِذَا حَلَّتْ الْقِي الشَّيْطَانُ فِي حَلِيقَتِهِ“ پر امام بغوی کی اس ”توضیح“ کا اطلاق صحیح ہے کہ شریک یہ کلمات آپؐ نے نہیں، شیطان نے کہے تھے اور شرکوں کو وہ ہم ہو گیا تھا کہ آپؐ ایسا فرما رہے ہیں؟

”امام بغوی نے واضح کیا ہے کہ اگر قصے کو مان بھی لیا جائے تو ظاہری مطلب نہیں لیا جائے گا جو عصمت انبیاء سے متعارض ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ:

”تِلْكَ الْغَرَائِيقُ الْعُلَى“ کے شریک یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں، شیطان نے کہے تھے، مشرکین کو وہ ہم ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرما رہے ہیں۔“ (روزنامہ اسلام 11 اگست 2015ء زیر عنوان ”احتیاط لازم ہے“ قسط نمبر 3)

حضرت مفتی صاحب!

اگرچہ نصوص قرآنیہ کے مقابلے میں ابن حجر اور امام بغوی کی تاویلات بالکل ہی باطل ہیں مگر ان ”باطل“ تاویلات کا اطلاق بھی طبری کی منقولہ خرافات پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ ”خرافات“ اوپر گزر چکی ہیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۱۶۰) ”روزنامہ اسلام“ کی طرف سے امام بغوی کی پیش کردہ تاویل کا امام طبری کی خرافات کے ساتھ موازنہ کر کے کیا آپ روزنامہ اسلام کے قارئین کی صحیح سمت میں راہنمائی کرنے کے پابند نہیں ہیں؟

امام بغوی کی مذکورہ باطل تاویل سے معلوم ہوتا ہے کہ شرکیہ الفاظ شیطان نے کہے تھے مگر مشرکین کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ رہے ہیں پھر معلوم نہیں کہ امام طبری یا ان کے شیوخ کو یقینی طور پر یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ شرکیہ الفاظ شیطان نے نہیں بلکہ آپؐ نے خود ادا فرمائے تھے۔

سخت تعجب ہے کہ مشرکوں کو تو وہم ہوا ہے مگر امام طبری کو یقین ہے کہ شیطان نے یہ شرکیہ کلمات خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو اور خواہش کے مطابق آپؐ کی زبان پر جاری کر دیئے تھے۔ اسی لئے امام طبری نے 15 روایات نقل کی ہیں جن میں یہ تکرار بتایا گیا ہے کہ شیطان نے ہی یہ الفاظ القاء کئے تھے، پھر موصوف نے اپنے باطل دعویٰ کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ”اعتراف“ اور جبریل امینؑ کی کوئی بھی پیش کردی!!

اس تفصیل سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ”قصہ غرائق“ لغو، باطل اور زنا و قدح و ملاحظہ کا وضع کردہ ہے جو ”عصمت مصطفیٰ“ کے منافی ہونے کے علاوہ سراسر آپؐ کی توہین پر مبنی ہے۔ اس سلسلے میں مفسرین کرام اور علمائے اسلام کے کتاب و سنت سے ماخوذ اقوال پیچھے گذر چکے ہیں۔ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے باوجود جو حضرات کسی بھی اعتبار سے، کسی بھی تاویل کی رو سے، کسی بھی درجے میں اور کسی بھی ”اصل“ کی بناء پر امام طبری کی منقولہ روایات کی صحت کے اب بھی قائل ہیں تو وہ امام فخر الدین رازی اور علامہ سید محمود آلوسی کے مندرجہ ذیل فیصلے پر غور کر لیں:

امام فخر الدین رازی ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں جو ”وَهُمْ بَہَا“ کے تحت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف اس قبیح فعل کی نسبت کرتے ہیں:

هؤلاء الجهال الذين نسبوا لى يوسف عليه السلام هذه الفضيحة، إن كانوا من

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اتباع دین اللہ تعالیٰ قلیقہلو شہادۃ اللہ تعالیٰ علی طہارتہ، و لئن کانوا من اتباع ابلیس و جنودہ قلیقہلو شہادۃ ابلیس علی طہارتہ۔“ (التفسیر الکبیر جلد 6 ص 441)

یہ جاہل جہنہوں نے اس گندے عمل کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں برداروں میں سے ہیں تو وہ اس امر میں یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر اللہ تعالیٰ کی کواہی کو قبول کر لیں (کہ یوسف میرے مخلص بندے ہیں اور مخلص بندوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ نیز ”إِنَّ عِبَادِي لَأَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ“ اور اگر وہ شیطان اور اس کے لشکروں کے پیروکار ہیں تو پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر ابلیس کی شہادت کو قبول کر لیں (کہ تیرے مخلص بندوں پر میرا کوئی دائر نہیں چلتا)۔

علامہ سید محمود آلوی ”قصہ غرائق“ کا روایتاً و درایتاً بطلان کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں: ”ولعمری ان القول بأن هذا الخبر مما ألقاه الشيطان على بعض السنة الرواة ثم وفق الله تعالى جمعا من خاصة لا بطلاله أمعن من القول بأن حديث الغرائق مما ألقاه الشيطان على لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم نسخه سبحانه وتعالى...“ (روح المعانی جلد 17 ص 182)

”میری زندگی کی قسم! اس روایت کے بارہ میں یہ بات مان لیما بہت آسان ہے کہ اسے شیطان نے خود راویوں کی زبان پر جاری کر دیا ہے، بہ نسبت اس کے کہ یہ مان لیا جائے کہ شیطان مردود نے ان شرکیہ کلمات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر القاء کر دیا تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کو اس میں مداخلت کر کے منسوخ کرنا پڑا۔“ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ ”قصہ زید و زینب“ اور قصہ غرائق“ نہ منافی عصمت ہیں اور نہ ہی مبنی بر توہین۔ مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ان دونوں قصوں کو مفسرین کرام نے منافی عصمت قرار دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یقیناً معصوم ہیں اور وہ منافی عصمت کام نہیں کر سکتے لہذا ”روزنامہ اسلام“ میں شائع ہونے والے منافی عصمت ”ممواد“ پر دوبارہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

غور فرمائیں کیونکہ نفس مسئلہ (جو روزنامہ اسلام کے مضامین سے پیدا ہوا وہ) صرف یہ ہے کہ زیر بحث روایات ”منافی عصمت“ ہیں یا نہیں؟ مفسرین کرام کا فیصلہ آپ کے سامنے آچکا ہے۔

”روزنامہ اسلام“ میں ”کفر“ کی بحث چھیڑ کر خلطِ مجتہد سے کام لیا گیا ہے جو علم اور امانت و دیانت کے صریح خلاف ہے۔ باقلین و جامعین پر ”کفر“ کا فتویٰ کسی نے نہیں لگایا۔ انہیں بلا تحقیق و نقد ایسی روایات نقل کرنے سے کتاب و سنت کی روشنی میں احتراز کرنا چاہئے تھا لیکن یہ ”جرم“ ہلکا ہے البتہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات کے واضعین اور ان کے تائید و تصدیق کنندگان کا معاملہ مختلف ہے۔ لہذا جامعۃ الرشید کے دارالافتاء کے صدر مفتی ہونے کی حیثیت سے آپ اور آپ کی زیر سرپرستی جامعۃ الرشید کے جملہ مفتیان کرام سے درخواست ہے کہ وہ بغیر کسی ”استغناء“ کے ”سوموٹو“ نوٹس لیتے ہوئے کوئی فتویٰ جاری کر دیں۔

الحمد للہ! ہم اپنے اس موقف پر سختی سے قائم ہیں کہ یہ روایات منافی عصمت اور مبنی بر توہین ہیں اور ان کا بلا نقد و جرح نقل کرنا بھی حرام ہے۔ روزنامہ اسلام ان روایات کا دفاع کر کے ”جرمِ عظیم“ کا مرتکب ہوا ہے۔

روزنامہ اسلام کا جھوٹ پلس (+) کا لم

حضرت مفتی صاحب

سخت افسوس ہے کہ روزنامہ اسلام میں ایسی مردود روایات کی ایک کونہ تائید و تصدیق پائی جاتی ہے اور 15 ماہ کے بعد پھر انگڑائی لیتے ہوئے 16، 17، 18 اکتوبر 2016ء کو کذب و افتراء پر مبنی مزید 3 قسطیں شائع کر دی گئیں جنہیں پڑھنے کے بعد آپ کو ایک ”کھلا خط“ لکھنے کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب!

زیر نظر ”کھلے خط“ سے پہلے ہم نے تمام اخلاقی تقاضے پورے کئے۔ محمد اعجاز صاحب سابق فیچر اشتہارات و سابق فنانس فیچر روزنامہ اسلام ’ایک مبنی بر حقیقت روداد‘ میں اس

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کی تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

میری کتاب ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ طبع ہونے کے فوراً بعد آپ سمیت روزنامہ اسلام کے دیگر ذمہ دار حضرات تک پہنچائی گئی اور آپ نے تو 13 جولائی 2016ء کو کتاب ہاتھ میں لیتے ہی اسی مجلس میں ”عرض مؤلف“ کا ایک حد تک مطالعہ فرمایا تھا۔ ہمارا مقصد صرف آگاہ کرنا ہی تھا سو وہ اسی وقت حاصل ہو گیا۔

علاوہ ازیں ہم نے اپنی اصلاح کی غرض سے یہ کتاب ڈاکٹر منظور احمد منگل صاحب، مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب، مولانا محمد قاسم صاحب، ناظم تعلیمات جامعہ الرشید کراچی، مولانا مفتی سید احمد ثاقب صاحب، مولانا مفتی محمد زبیر صاحب جامعہ صفہ بلدیہ ٹاؤن کراچی، قاری عبدالرحمن صاحب سابق نیوز ایڈیٹر روزنامہ اسلام، معروف کالم نگار محمد انور غازی صاحب اور دیگر علماء کرام کی خدمت میں ارسال کرنے کے علاوہ محترم جناب اوریا مقبول جان صاحب کو بھیجوائی۔ ٹھیک تین ماہ بعد محترم جناب اوریا مقبول جان صاحب نے 14 اکتوبر 2016ء کو روزنامہ ایکسپریس میں ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ کے عنوان سے اپنے تاثرات قلمبند کئے تو شدید غصے اور غضب کی حالت میں ایک دن بعد 16 تا 18 اکتوبر 2016ء (مسلل تین دن اتوار منگل) کو ”دین اسلام“ کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ”روزنامہ اسلام“ نے ترجیحی طور پر اپنا رد عمل دینا کو ”عظیم جہاد“ اور ”غرض عین“ سمجھا۔

ہمیں بجا طور پر آپ سے یہ توقع تھی کہ کتاب ملنے کے بعد کسی وقت بھی مسئلہ ”عصمت انبیاء“ کی حساسیت کی بناء پر آپ کی طرف سے اخبار میں یا خط کے ذریعے ضرور ”معذرت“ آئے گی کیونکہ میرے قلم حاشیہ تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ”روزنامہ اسلام اور جامعہ الرشید“ کا شعبہ حدیث و افتاء بھی ”بے حسی“ کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ لوگ بھی ”اہل صدائوں اور سچائیوں“ کے قبول کرنے سے گریزاں رہیں گے۔

”عصمت انبیاء“ کا مسئلہ تو اس قدر حساس تھا کہ اگر اس کے مجروح ہونے کا کسی شخص کی تحریر سے ادنیٰ ترین احتمال کے نکلنے کا بھی کوئی اندیشہ ہو تو نشاندہی کے بعد اس کا جینا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

محال ہو جاتا ہے اور وہ یقیناً بلا سائل اور غیر مشروط طور پر اپنی ہرأت کا اعلان کر دیتا۔
لیکن صد افسوس کہ ”ادارہ روزنامہ اسلام“ میں خود ”احساس“ ہی کی موت واقع ہو گئی۔
اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ”احساس“ کی موت معاشرے کی موت ہے۔ ”احساس“ کو
زندہ و بیدار رکھنے ہی میں معاشرے، قوم اور ملت کی بقا ہے۔ ”احساس“ کی دولت وہ عظیم
سرمایہ ہے جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتا اور زندگی گزارنے کے ڈھنگ بتاتا ہے۔ معلوم
نہیں کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی ہم اس سطح پر کیوں پہنچ گئے کہ ہم بھی ”حیات اخروی“ سے
صرف نظر کرتے ہوئے اپنی ذات کے لئے جی رہے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب!

ذرا غور فرمائیے! روزنامہ اسلام میں زیر عنوان ”تاریخ صحابہؓ اور راہ اعتدال“، ”ایک
خط اور اس کا جواب“، (از 21 جولائی تا 5 ستمبر 2015ء) سات اقساط میں حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہ صرف اشارتاً و کنایتاً بلکہ صراحتاً تنقیص پائی گئی مگر ”ادارے“ کا
”احساس“ بیدار نہ ہوا۔ لیکن جوں ہی جذبہ حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار، پیکر حمیت
جناب اور یا مقبول جان صاحب نے 7 جولائی 2015ء کو روزنامہ ”یکسپریس“ میں ”ہمارے
افسانہ ساز مؤرخین“ کے عنوان سے ایک کالم لکھا، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین
سے متعلق دو بے ہودہ قصوں کی طرف کئے گئے ”اشارے“، ”کوروزنامہ اسلام“ کے ”عالم“ نہ
سمجھ سکے اور باضابطہ اپنے اخبار کے ذریعے استفسار کر کے اس کا ”مشارالایہ“ معلوم کیا۔

جس کے جواب میں کمال ”بے حسی“ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک افسانہ ساز مؤرخ
امام طبری کے دفاع میں روزنامہ اسلام میں 29 جولائی تا 2 اگست 2015ء زیر عنوان:
علامہ طبری..... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ پانچ اقساط پر مشتمل ایک مضمون شائع کر دیا گیا
جس میں اپنے قارئین کو امام طبری کے بلند مقام سے آگاہ کرتے ہوئے یہ باور کرایا گیا کہ
ایسے ثقہ و مستند امام پر جناب اور یا مقبول جان صاحب کی جرح کی کیا حیثیت ہے؟ انہوں
نے اپنی کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ان قصوں کو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

”بے ہودہ“ قرار دیا ہے حالانکہ ان میں کوئی بے ہودگی نہیں پائی جاتی۔

اس طرح ”روزنامہ اسلام“ میں امام طبری کے حوالے سے قارئین کا پہلے ذہن تیار کیا گیا پھر ایک ہفتے تک سانس لینے اور نئی و تازہ توانائی حاصل کرنے کے بعد 9 تا 12 اگست 2015ء زیر عنوان ”احتیاط لازم ہے“ چار قسطوں میں امام طبری کے منقولہ دو قصوں پر سے ”بے ہودگی“ کا ”الزام“ مخصوص ”سرف اور صابن“ سے دھونے کی کوشش کی گئی اس کے 23 دن بعد 4 ستمبر 2015ء کو جناب اوریا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم پہ عنوان ”خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے“ میں اپنے سابقہ موقف کا فخر یہ انداز میں اعادہ کر کے نتیجہ قارئین پر چھوڑ دیا۔ ”ادارہ“ روزنامہ اسلام پھر ”بے حسی“ کی نرم و گداز چادر تان کر اپنے ارد گرد پھیلی تلخ حقیقتوں سے آنکھیں چرا کر ”زندگی“ کے شب و روز گزارتا رہا، حتیٰ کہ 832 صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ بھی 3 ماہ تک ادارے کو ”بے حسی“ کی مٹیھی نیند سے بیدار نہ کر سکی۔

مگر جوں ہی جناب اوریا مقبول جان صاحب نے 14 اکتوبر 2016ء کو روزنامہ ایکسپریس کے اپنے کالم میں ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ کے عنوان سے میری کتاب پر تبصرہ کیا تو روزنامہ اسلام کے خوابیدہ کردار یکا یک بھر بیدار ہو گئے اور اپنے مخصوص ہتھیاروں (خلط، مبحث، کذب و افتراء، طعن و تعریض اور فریب دہی) سے مسلح ہو کر روزنامہ اسلام کا ”پرچم“ تھامے ہوئے خود دین اسلام کے روشن احکام پر ہی یلغار کر بیٹھے۔

اس ”دعویٰ“ کی وضاحت سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ:

جناب اوریا مقبول جان صاحب نے میری زیر تبصرہ کتاب کو ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ انبیائے عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی عصمت و ماموس کے تحفظ و دفاع اور نفس مضمون کی مناسبت کی بناء پر کہا ہے جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرا ”ماٹو“ یہ ہے۔

ما ان ملحت محمدا بمقاتلی

ولکن ملحت مقاتلی بمحمد

حضرت مفتی صاحب!

کیا آپ نے غور فرمایا کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے حوالے سے 15 ماہ کے طویل عرصہ تک ادارے میں ”بے حسی“ چھائی رہی حتیٰ کہ کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد 3 ماہ تک (حالانکہ کتاب میں امام طبری کی منقولہ روایات پڑھنے کے بعد ہر مسلمان خود پکار اٹھے گا کہ یہ منافی عصمت ہیں) بھی ادارے پر ”سکوت“ طاری رہا مگر جوں ہی 14 اکتوبر 2016ء کو جناب اوریا صاحب نے ایک سال پہلے کی بحث کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ادارہ روزنامہ اسلام کا نام لئے بغیر اس میں شائع ہونے والے کالموں کا ذکر کیا تو ان کے ”مخاطب“ نے ثابت کر دیا کہ ہم تو اپنی ”ذات“ ہی کے لئے جیتے ہیں اور صرف ایک دن کے وقفے کے بعد مسلسل تین دن (16 تا 18 اکتوبر 2016ء) تک روزنامہ اسلام میں تین قسطوں پر مشتمل ایک مضمون ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ شائع کر دیا۔

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں اس مضمون کی آخری قسط 18 اکتوبر 2016ء کو شائع ہوئی جس کے مندرجات ”خط بحث، کذب و افتراء، طعن و تشنیع اور فریب دہی“ سے مملو تھے بالخصوص کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے مجھ پر بہتان بھی باندھا گیا تھا۔ احباب کے مطلع کرنے کے بعد اخبار کے متعلقہ حصے کا مطالعہ کیا اور صابر حیدری صاحب سے کہا کہ 16، 17 اکتوبر کا اخبار بھی مہیا کریں۔ اخبار تو انہیں نہ ملا البتہ انہوں نے پہلی اور دوسری قسط کا پرنٹ انٹرنیٹ سے نکال کر دے دیا۔

میں نے فوری طور پر محمد اعجاز صاحب سے رابطہ کر کے کہا کہ آج ہی روزنامہ اسلام کے چیف ایڈیٹر صاحب تک ہمارا احتجاج پہنچائیں۔ انہوں نے اسی دن 18 اکتوبر 2016ء کو مغرب کی نماز کے بعد جناب اوریا مقبول جان صاحب کے کالم سمیت زیر تبصرہ مضمون کی فوٹو اسٹیٹ نقول آپ تک پہنچا دیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

اس کے فوراً بعد ایڈیٹر مولانا انجینئر محمد افضل احمد خان صاحب کو آگاہ کیا گیا کہ مضمون میں ”خلط بحث، کذب و افتراء، طعن و تعریض اور فریب دہی“ سے کام لیا گیا ہے جس کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے جبکہ آپ کے اخبار کی ”لوح“ پر بھی اسی ”دین اسلام“ کا ہی حوالہ دیا گیا ہے۔ صد افسوس کہ اس ”محتاج“ یا نشانہ دہی کے باوجود ”ادارہ“ یا آپ نے کوئی ایکشن نہیں لیا۔

حضرت مفتی صاحب!

میرے علم میں ہے کہ جامعہ الرشید میں عصری مسائل پر مختلف عنوانات کے تحت ”کورس“ کروائے جاتے ہیں۔ زیر بحث ”سلسلہ مضامین“ پڑھنے کے بعد یہ خیال آیا کہ آپ کو ابھی اپنے مخصوص ”ادارہ“ کو ”خلاقیات“ کا کورس کرانے کی بھی شدید ضرورت ہے کیونکہ ان مضامین میں اسلامی اخلاق تو دور کی بات ہے عام انسانی اخلاق کو بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ جا بجا تعلیٰ اور روشنی بگھاری گئی ہے اپنے والد کے درجے والے کو حقارت آمیز انداز سے مخاطب کیا گیا ہے جبکہ ”سوء ظن“ اس پر مستزاد ہے۔

روزنامہ اسلام کے جھوٹ پلس (+) کا لم

کا غیر اسلامی و غیر مہذبانہ اسلوب

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے مضامین کے اسلوب کا اسلامی آداب کے ساتھ موازنہ فرمائیں مثلاً:

”اس تحریر کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ علم تاریخ یا کم از کم زیر بحث موضوع کے بارے میں ان کا مطالعہ بالکل سطحی ہے... اس میں پیش کردہ مواد ”خود ان مستشرقین کی ترجمانی کر رہا ہے...“ (روزنامہ اسلام 29 جولائی 2015ء)

موصوف کی تحریر سے تو یہی ظاہر ہے کہ انہوں نے محض انگریزی مصداق کا مطالعہ کر کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

یہ ماہر تحقیقات پیش کی ہیں۔ مثلاً پورے کالم میں انہوں نے ایک جگہ بھی ہجری تاریخ نہیں لکھی۔ ہر جگہ عیسوی سن نقل کیا ہے۔ عربی ماخذ دیکھے ہوتے تو یہ التزام نہ ہوتا۔ انہوں نے امام طبری کی جائے پیدائش کو ”آمول“ لکھا ہے۔ جبکہ صحیح عربی تلفظ ”ہمل“ ہے۔ ظاہر ہے کسی انگریزی کتاب میں اسے (Amol) ہی لکھا جاسکتا ہے۔ محترم کالم نگار نے کوئی اسلامی ماخذ دیکھا ہوتا تو اسے ”آمول“ نہ بناتے۔ پس ظاہر ہے کہ انہوں نے ماہریت کے طور پر مستشرقین کے مواد سے استفادہ کر کے یہ کالم لکھا ہے جس کے مندرجات خلاف حقیقت ہیں۔“ (حوالہ مذکور)

حضرت مفتی صاحب!

(۱۶۰)	کیا یہ اعتراض خود خلاف حقیقت اور ”سوئمن“ کی بدترین مثال نہیں ہے؟
(۱۶۱)	دعویٰ کیا؟ اور دلیل کیا؟ ”علم و فہم“ کی اس سے ”بہتر“ اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟
(۱۶۲)	کیا پورے کالم میں ہجری تاریخ نہ لکھنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کالم نگار نے ”اسلامی ماخذ“ نہیں دیکھے؟
(۱۶۳)	کیا بقاء کی ہوش و حواس ایسا ”دعویٰ“ کیا جاسکتا ہے؟
(۱۶۴)	کیا کسی چیز کا ”عدم ذکر“، ”عدم ذکر“ کو مستلزم ہوتا ہے؟
(۱۶۵)	کیا کتابی یا کمپوزنگ کی غلطی پر اس طرح کا اعتراض کیا جاسکتا ہے؟ (شاذ و نادر ہی کوئی ایسی کتاب ہو جو اس سقم سے پاک ہو)

لفظ ”آمول“ پر اعتراض کرنے والے کو یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ خود بھی اسی بحث میں ایک غلط لفظ استعمال کر گئے ہیں: ”کوئی اسلامی ماخذ دیکھا ہوتا“ حالانکہ ”ماخذ“ جمع کا لفظ ہے اس کی واحد ”ماخذ“ ہے۔ یہاں واحد استعمال ہونا چاہئے تھا جبکہ روزنامہ اسلام میں جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ایسی اغلاط سے کوئی شخص بھی مبرا نہیں ہوتا، تہذیب کے دائرے میں رہ کر نفس مسئلہ پر توجہ مرکوز رکھنی چاہئے۔

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے مضامین کے اسلوب کا یہ نمونہ دیکھئے:

”کالم نگار ایک خطرناک ترین انکشاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”طبری عام مسلمانوں کی بات کرنا تو برداشت تھا لیکن اس نے توسید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں بھی دو عدد من گھڑت قصے اس قدر فضول اور بے ہودہ انداز میں تحریر کیے ہیں کہ انہیں درج کرنے کی بھی ہمت نہیں پاتا۔ ان دونوں فضول قصوں کا نہ کہیں قرآن میں ذکر ہے اور نہ ہی احادیث کی کتابوں میں۔ لیکن طبری نے اپنے ذہن کی غلاظت کو تاریخ کی چاشنی بنا کر پیش کیا ہے۔“

موصوف سے گزارش ہے کہ چاہے آپ انہیں نقل کرنے کی ہمت نہ پاتے ہوں لیکن ان کا حوالہ تو دیجیے۔ آپ کی علمیت اور عمق نگاہی کے شاہکار تو قارئین دیکھ چکے ہیں۔ اس لیے ضروری نہیں کہ کسی روایت کا وہی مطلب ہو، جو آپ سمجھے ہوں۔ عربی کتب تو یقیناً آپ کی دسترس سے باہر ہیں۔ طبری کے سارے حالات آپ نے انگریزی تراجم وغیرہ سے اخذ کیے ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ پورے کالم میں ایک واقعہ بھی سنہ ہجری کے حوالے سے نہیں لکھا گیا، ہر جگہ عیسوی تاریخ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

جس قسم کی غلاظت کا ذکر آپ فرما رہے ہیں، وہ اپنے علم و فہم کی کمی کا کرشمہ بھی ہو سکتا ہے۔ ایسا چونکا دینے والا مواد آپ کو طبری کی تاریخ ہی میں نہیں، بخاری اور مسلم میں بھی مل جائے گا۔ اہل علم ان کا اصل مطلب جانتے ہیں، اس لیے بار بار پڑھ کر بھی انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوتی، مگر ایک دوسرے شعبے کا فرد جب ان موٹی موٹی علمی کتب کا از خود مطالعہ شروع کر دے اور اپنی فہم ناقص کو ہی حرف آخر تصور کر لے تو اسے تاریخ ہی نہیں حدیث اور تفسیر میں بھی جگہ جگہ جھٹکے لگ سکتے ہیں۔ (روزنامہ اسلام - 31 جولائی 2015ء)

29 جولائی 2015ء کے حوالے سے بھی یہ شاہکار ”دلیل“ پیچھے گزر چکی ہے اور اس پر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مختصر تبصرہ بھی ہو چکا ہے کہ کوئی ذی ہوش بتائی ہوش و حواس اس قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور یہ ”سوء ظن“ کی بھی بدترین مثال ہے جس سے قرآن و حدیث میں منع کر کے وعید بھی سنائی گئی ہے۔

(۱۶۶) کیا روزنامہ اسلام کو اس قسم کی پابندی سے ”استثنائی“ حاصل ہے؟

محولہ بالا اقتباس میں پہلے ”دعویٰ اور دلیل“ کو ہی نہایت ہی ”تحقیق“ کے ساتھ دہرایا گیا ہے یعنی ”عربی کتب تو یقیناً آپ کی دسترس سے باہر ہیں“ یہاں اسی غلط اور باطل دلیل سے استدلال کرتے ہوئے ”تحقیق“ کے ساتھ دعویٰ کیا گیا ہے اور یہ دیگر خامیوں کے علاوہ ”سوء ظن“ کا بھی عظیم شاہکار ہے۔ کیونکہ جناب اوریا مقبول جان صاحب اپنے جوابی کالم میں اس ”الزام“ کی تردید کر چکے ہیں اور اس بات کی بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ ”میرے پاس تاریخ طبری کا جو نسخہ ہے وہ خوش قسمتی سے عربی میں ہے اور قاهرہ سے چھپا ہے اور جسے میں اپنی کمزور عربی میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں اور ترجمہ بھی دیکھتا ہوں“۔ ملاحظہ ہو: روزنامہ ایکسپریس 4 ستمبر 2015ء۔

روزنامہ اسلام کے مذکورہ اقتباس میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ: کالم نگار ایک خطرناک ترین انکشاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”طبری عام مسلمانوں کی بات کرتا تو برداشت تھا لیکن اس نے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں بھی دو عدد سن گھڑت قصے اس قدر فضول اور بے ہودہ انداز میں تحریر کیے ہیں کہ انہیں درج کرنے کی بھی ہمت نہیں پاتا۔ ان دونوں فضول قصوں کا نہ کہیں قرآن میں ذکر ہے اور نہ ہی احادیث کی کتابوں میں۔ لیکن طبری نے اپنے ذہن کی غلاظت کو تاریخ کی چاشنی بنا کر پیش کیا ہے۔“ (روزنامہ اسلام - 31 جولائی 2015ء)

حضرت مفتی صاحب!

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ 31 جولائی 2015ء کو یہ بات لکھتے وقت ”روزنامہ اسلام“ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ جناب اوریا مقبول جان صاحب نے طبری کے کون سے دو بے ہودہ قصوں کا ذکر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

کیا ہے۔ یکم اگست ۲۰۱۵ کو ”روزنامہ اسلام“ کے ادارتی صفحہ پر پھر استفسار کیا گیا ہے کہ:
”اب معلوم نہیں اور یا صاحب نے طبری میں کون سا واقعہ پڑھ کر ان پر توہینِ رسالت کا الزام لگا دیا۔ ان کا یہ کہنا کہ ”ان دونوں فضول قصوں کا نہ کہیں قرآن میں ذکر ہے اور نہ ہی احادیث کی کتابوں میں۔“ اسی وقت معتبر ہوگا جب وہ ان کا حوالہ دیں۔“
(روزنامہ اسلام یکم اگست 2015ء)

یہی بات آگے چل کر 9 اگست 2015ء کے شمارے میں بھی لکھی گئی:
”میں نے اس کے جواب میں محترم اور یا مقبول جان صاحب سے گزارش کی تھی:
”چاہے آپ انہیں نقل کرنے کی ہمت نہ پاتے ہوں، لیکن ان کا حوالہ تو دیجیے..... ضروری نہیں کہ کسی روایت کا وہی مطلب ہو، جو آپ سمجھے ہوں۔“

حضرت مفتی صاحب!

مگر 9 اگست 2015ء کے شمارے میں اس بات کا بھی اعتراف کیا گیا کہ ”اس کے بعد محترم کے ایک کالم کے آخر میں لگا ہوا درج ذیل نوٹ سامنے آیا:“
”تاریخ طبری کے حوالے سے ایک قرض تھا، جو میں نے ادا کیا ہے۔ میں اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو گستاخانہ من گھڑت افسانے تخلیق کرنے کا مصنف سمجھتا ہوں، جس کا ذکر نہ قرآن پاک میں اس طرح ہے نہ احادیث کی کتب میں اور میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید محبت کی وجہ سے طبری سے نفرت کرتا ہوں۔ ایک واقعہ حضرت زیدؓ کی سیدہ زینبؓ سے طلاق کا، جسے کمال بے ہودگی سے اس نے تحریر کیا اور دوسرا واقعہ غرائیق۔ کسی معترض کالم نگار، اخبار نویس یا دانشور میں حوصلہ ہے تو صرف سیدہ زینبؓ والا واقعہ پڑھ کر دیکھ لے اور اس کے باوجود جرأت رکھتا ہے تو اسے من و عن اپنے کالم کی زینت بنا کر دکھا دے۔“ ملاحظہ ہو روزنامہ اسلام 9 اگست 2015ء۔

”روزنامہ اسلام“ نے اور یا مقبول جان صاحب کے اس ”نوٹ“ کا متن تو دے دیا لیکن حوالہ نہیں دیا کہ ”سامنے آنے والا نوٹ“ کب اور یا صاحب کی طرف سے لکھا گیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۶۷) کیا روزنامہ اسلام کے لئے اور یا صاحب کے کالم کا حوالہ لکھنا ضروری نہیں تھا؟

یہ بات یقیناً باعث حیرت ہے کہ 31 جولائی اور یکم اگست 2015ء کے کالم میں ”طعن و تشنیع اور طنز و تعریض کے علاوہ علمییت اور عمق نگاہی کے شاہکار، جہالت اور علم و فہم کی کمی“ کی پھبتیاں کتے ہوئے ان دو ”بے ہودہ“ قصوں کا حوالہ مانگا جا رہا ہے اور 9 اگست 2015ء کو اس بات کا ”اعتراف“ کیا جا رہا ہے کہ اس کے جواب میں ”ایک کالم کے آخر میں لگا ہوا یہ نوٹ سامنے آیا“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ”نوٹ“ یکم اور 9 اگست 2015ء کے درمیان میں کسی تاریخ کو آیا ہوگا۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے ایک کالم ”مسلم ہولوکاسٹ امت کا اجتماعی قتل عام“ کے آخر میں یہ ”نوٹ“ دیا تھا جو روزنامہ ایکسپریس میں 13 جولائی 2015ء کو ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“ کی اشاعت کے 5 دن بعد سامنے آیا تھا۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۶۸) محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب کی طرف سے اس ”درکار نوٹ“ کے سامنے آنے کے 17 دن بعد طعن و تشنیع کے تیرہ ساکر اور جہالت و نادانی کی پھبتیاں کس کر 31 جولائی اور یکم اگست 2015ء کو روزنامہ اسلام نے دوبارہ استفسار کیوں کیا؟

حضرت مفتی صاحب!

اپنے روزنامہ اسلام کے مضمون کا ایک یہ اسلوب بھی ملاحظہ فرمائیں کہ:
 ”...کالم نگار ایک خطرناک ترین انکشاف کرتے ہوئے...“
 (روزنامہ اسلام 31 جولائی 2015)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۱۶۹)	جب ابھی تک دو بے ہودہ قصوں کا پتہ ہی نہیں ہے تو پھر اسے ”خطرناک ترین انکشاف“ کیوں قرار دیا گیا؟
(۱۷۰)	اگر وہ قصے فی الواقع منافی عصمت ہونے کی بناء پر ”خطرناک ترین انکشاف“ کی حیثیت رکھتے تھے تو جب ان کی یہ حیثیت واضح ہوگئی تو پھر اس کی ”خطرناکی“ کو یہ کہہ کر کہ ”رسول بھی بشری تقاضوں سے مبرا نہیں ہوتے“ ختم کیوں کیا گیا؟

حضرت مفتی صاحب!

یہ اسلوب بھی ملاحظہ کیجئے:

”ہمارے اسلاف کا ذہن غلیظ نہیں تھا، بلکہ دینی علوم سے ناواقف بزمِ خودِ اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات کا زاویہ نگاہ غلط ہے۔ اگر تعصب کی عینک لگا کر دیکھیں تو تاریخ کے کئی اوراق ہی نہیں، حدیث اور فقہ میں کتاب الطہارۃ اور کتاب النکاح و طلاق کے کئی ابواب بھی شرمناک محسوس ہوں گے۔ اگر ایک عام آدمی میڈیکل کی کتب کا مطالعہ پر سرسری نگاہ ڈالے تو وہاں بھی بہت سی چیزیں انتہائی بے غیرتی محسوس ہوں گی۔ گانا لوجی میڈیکل کا ایک شعبہ ہے۔ اس کی کوئی کتاب آپ اپنے بچوں کے سامنے نہیں کھول سکتے۔ ان کے مندرجات آپ کسی کالم میں نقل نہیں کر سکتے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بے ہودگی اور بے حیائی ہے۔ افسوس کہ مستشرقین کا گروہ اور منکرین حدیث کا ٹولہ، سنت کے بارے میں یہی کچھ کر رہا ہے اور اسی قسم کی مشق محترم کالم نگار نے تاریخ کے متعلق کر ڈالی ہے۔“ (روزنامہ اسلام یکم اگست 2015ء)

”محترم! اور یا مقبول جان صاحب نے ایک مرتبہ پھر حد و دوقیو دے بہت آگے بڑھ کر...“

موصوف (اور یا صاحب) کی تینوں غلط فہمیاں اسلامی علوم سے حد درجے ناواقفیت پر مبنی ہیں اور افسوس ناک حد تک خود رائی کا شاخسانہ ہیں یہ خواب پریشان ہیں جو موصوف نے کسی اور عالم کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

سیر کرتے ہوئے دیکھے ہیں۔ حقیقت کی دنیا سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں...

پھر بزرگ خود را در انکشاف کرتے ہوئے... یہ ارشادات بھی جہالت کا نامور نمونہ ہیں...

اس وضاحت کے بعد اور یا صاحب دیکھیں کہ وہ اپنے بیانات کی روشنی میں کہاں کھڑے ہیں...

اور ایسے میں جناب کا علمائے اسلام کے متعلق یہ غلط بیانی کرنے کا کیا وزن رہ جاتا ہے...

(روزنامہ اسلام 17 اکتوبر 2016ء)

موصوف (اور یا صاحب) کی تیسری غلط فہمی جو دراصل ایک شدید قسم کی بدگمانی ہے اور وہی ان کی کج فکری کی اصل جڑ ہے...

”جن مؤرخین اور سیرت نگاروں کو جھوٹا قرار دینے کے لئے ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے

بزرگ (یہ راقم الحروف کی طرف اشارہ ہے) نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے...

”جان صاحب کا دل چاہے تو کسی کی ایک آدھ جرح کا پتھر اٹھا کر علی بن مدینی جیسے جرح و

تعدیل کے امام پر بھی دے ماریں؟“

تب ہی کہیں جا کر تحقیقات کا بھوت اترے گا...

اور یہ کتاب تاریخ کی کمزوریوں کو آج ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے لموصوف نے پرکھا ہے،

تو وہ کس منہ سے سنت کو محفوظ سمجھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔

ایسی ذہنیت والے کے لئے بس دعائے ہدایت ہی کی جاسکتی ہے۔

(روزنامہ اسلام - 18 اکتوبر 2016ء)

حضرت مفتی صاحب!

(۱۷) کیا مذکورہ ”اسلوب“ کو کسی بھی درجے میں ”اسلامی اسلوب“ قرار دیا جاسکتا ہے؟

یہ اسلوب ”اسلامی“ تو کجا بلکہ ایک غیر مسلم مہذب انسان کا بھی نہیں ہو سکتا۔

اس ”اسلوب“ میں دین اسلام کے عین مطابق اور روزنامہ اسلام کے مخالف نکتہ نظر رکھنے

والوں پر نہ صرف طعن و تشنیع کی گئی ہے بلکہ صحیح المسدک اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو ”منکرین سنت و

حدیث اور مستشرقین“ کے ساتھ تشبیہ دے کر افتراء پروازی کا بھی ارتکاب کیا گیا ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

آپ اس بات سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ اگر کسی سے دانستہ یا نادانستہ فی الواقع کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ”روزنامہ اسلام“ میں نہیں بلکہ دین اسلام میں اس کی اصلاح کا کیا طریقہ بتایا گیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”الدین النصیحة“ (صحیح مسلم) دین خیر خواہی کا نام ہے۔

نصیحت بہت جامع لفظ ہے۔ علامہ ابن دقیق العید لکھتے ہیں کہ کلام عرب میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے کہ اس کے مفہوم کو ادا کر سکے ”خیر خواہی“ اس کے قریبی معنی ہیں یعنی ہر شخص سے متعلق یہ کوشش کرنا کہ اس کا یوں پورا حق ادا ہو جائے اور میری ذات سے ہر ممکن فائدہ اور راحت پہنچ جائے۔ علامہ خطابی نے اس مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے کہ:

”النصیحة كلمة جامعة معناها حيلة الحظ للمنصوح له“

دوسرے مسلمان کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ”اُسے عار نہ دلائے، اس کا مذاق نہ اڑائے، اس کو تحقیر نہ جانے، اس سے اللہ کے لئے محبت کرے، جو اپنے لئے پسند کرے وہی اس کے لئے پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند کرے وہی اس کے لئے ناپسند کرے۔ اس کا نام ”خیر خواہی“ ہے۔

روزنامہ اسلام میں جن حقارت آمیز الفاظ کے ساتھ جناب اوریا مقبول جان صاحب کو مخاطب کیا گیا ہے اس کا جواز ”صحف سماوی“ میں تو کجا کسی مہذب معاشرے میں بھی نہیں ملتا۔ اول تو ”روزنامہ اسلام“ کا مذہباً، قانوناً اور اخلاقاً جواب دینے کا کوئی حق نہیں بنتا تھا اور اگر کسی بھی اعتبار سے جواب دینا ناگزیر ہو گیا تھا تو اسی اخبار میں جواب دیا جاتا جس میں اوریا مقبول جان صاحب کا مضمون شائع ہوا تھا تا کہ روزنامہ ایکسپریس کے جن قارئین کو اس سے ”غلط فہمی“ پیدا ہوئی تو وہیں دور ہو جاتی کیونکہ ”روزنامہ اسلام“ کے ”قارئین“ تو اس سے ہرگز ”متاثر“ نہیں ہوئے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مواقع پر صحابہ کرامؓ کی اصلاح کر کے قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے اپنا ”اسوۂ“ چھوڑ دیا جس کی روزنامہ اسلام کے مضامین میں خلاف ورزی کی گئی۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ذیل میں صرف صحیح بخاری سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات پیش خدمت ہیں:
 ”مابال اقوام یفعون ابصارهم الی السماء فی صلوٰتہم“ (صحیح بخاری کتاب الاذان
 باب: رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ۔ رقم الحدیث 750)

لوگوں کو کیا ہوا ہے جو نماز میں آسمان کی طرف آنکھ اٹھاتے رہتے ہیں۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلطی کرنے والے کا نام بھی نہیں لیا اور اصلاح بھی فرمادی۔

”صنع النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً فرخص فیہ فترہ عنہ قوم فبلغ ذاک النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم فخطب فحمد اللہ ثم قال: مابال اقوام یتترہون عن القنثی اصنعه فواللہ انی
 لا علمہم باللہ واشدہم لہ خشیۃ“

(صحیح بخاری کتاب الادب باب ”من لم یوجہ الناس بالعتاب رقم الحدیث 6101)
 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا لوگوں کو بھی اس کی اجازت دے دی لیکن بعض
 لوگوں نے اس کا نہ کرنا اچھا جانا، یہ خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، آپ نے خطبہ پڑھا، اللہ کی حمد
 بیان کی پھر فرمایا:

بعض لوگوں کا کیا حال ہے کہ میں جس کام کو کرتا ہوں وہ اس سے بچنا چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم
 میں ان سب سے زیادہ اللہ کی معرفت اور پہچان رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے
 ڈرنے والا ہوں۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاملین کی اصلاح کی غرض سے خطبہ ارشاد فرمایا:
 ”مابال العامل ینعنه قیاً تی یقول: هذا لك و هذا لی فہلا جلس فی بیت ابیہ وامہ
 فینظر ابہدی لہ ام لا...“

(صحیح بخاری کتاب الاحکام باب حدایا العمال۔ رقم الحدیث 7174)
 عاملین کا کیا حال ہے ہم انہیں (زکوٰۃ وصولی کرنے کے لئے) بھیجتے ہیں جب وہ لوٹ کر آتے
 ہیں تو کہتے ہیں یہ مال آپ کا ہے اور یہ ہمارا ہے (یعنی ہمیں بطور تحفہ ملا ہے) کیوں نہ وہ اپنے ماں
 باپ کے گھر بیٹھے رہتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی انہیں تحفہ دیتا ہے یا نہیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

روزنامہ اسلام کے جھوٹ پلس (+) کالم کی چند کذب بیابیاں

حضرت مفتی صاحب!

اس سراسر غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی و غیر مہذبانہ اسلوب کے علاوہ روزنامہ اسلام کے زیر تبصرہ مضامین میں ”مغالطہ دہی، فریب دہی اور کذب بیانی سے بھی خوب کام لیا گیا ہے۔ اپنے اخبار میں شائع ہونے والی چند کذب بیابیاں ملاحظہ فرمائیں:

”دوسری روایت واقدی کی ہے جو ذرا طویل ہے مگر قصہ بالکل یہی ہے صرف چند باتیں زیادہ ہیں: ایک یہ کہ حضرت زینبؓ اس وقت آنا گندھ رہی تھیں، دوسرے یہ کہ حضرت زینبؓ نے آپؐ کو دیکھ کر جلدی سے چادر اوڑھ لی... (روزنامہ اسلام 10 اگست 2015ء)

واقعی کی روایت اور اس پر تبصرہ کے لئے ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ کے متعلقہ مقام پر اگر زحمت نہ ہو تو ”اصل عربی“ تاریخ الامم والملوک الجزء الثانی طبع بیروت ص 231 تحت ”كانت العنة بالخلافة من الهجرة“ کی طرف مراجعت فرمائیں۔ آپؐ کی سہولت کے لئے زیر نظر کھلا خط میں بھی واقعی کی روایت عربی متن سمیت نقل کر دی گئی ہے۔ اس پوری مفصل روایت میں آپؐ کو کسی ”خود بین“ کے ذریعے بھی یہ بات نہیں ملے گی کہ:

”حضرت زینبؓ اس وقت آنا گندھ رہی تھیں“،

اسی طرح دوسری اضافی بات بھی کسی تاویل کے سہارے کے بغیر نہیں ملے گی۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۷۲)	کیا یہ واقعی کی روایت میں اضافہ نہیں کیا گیا؟
(۱۷۳)	کیا واقعی کی طرف جھوٹی بات منسوب نہیں کی گئی؟
(۱۷۴)	کیا یہ ”صریح کذب بیانی“ نہیں ہے؟

یہ ”صریح کذب بیانی“ ہی نہیں بلکہ یہ پہلی روایت سے بھی زیادہ مکروہ ہے۔ جس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ ”واقعی کی روایت میں ان چار زائد اجزاء کو لے لیں تب بھی انصاف سے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

بتائے کمان میں کون سی بات گستاخی والی ہے؟

”یاد رہے کہ یہ واقعہ طبری سے پہلے سیرت نگاری کے امام محمد بن سعد نے طبقات الکبریٰ میں، مشہور محدث امام حاکم نیشاپوری نے اپنے شہرہ آفاق حدیثی مجموعے ”مستدرک حاکم“ میں، علامہ سیوطی نے تفسیر الدر المنثور میں، علامہ شربینی نے تفسیر السراج المبرور میں، علامہ حلبی نے سیرت حلبیہ میں بھی نقل کیا ہے۔“ (روزنامہ اسلام 10 اگست 2015ء)

حضرت مفتی صاحب!

(۱۷۵)	کیا اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ سارے بزرگ امام طبری سے پہلے گزرے ہیں؟
-------	---

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سوائے ابن سعد کے سب ہی حضرات امام طبری کے بعد آئے ہیں۔ مجھے یہاں اس حوالے کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس تقدیم و تاخیر سے ”صرف نظر“ کیا جاسکتا ہے لیکن اسے یہاں اس لئے نقل کیا کہ ”روزنامہ اسلام“ نے اور یا مقبول جان صاحب کے لفظ ”آمول“ کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔

”قریبی دور کے ماہر محقق، فقیہ و مفسر علامہ آلوسی نے اپنی شاہکار تفسیر ”روح المعانی“ میں اس واقعے کو ذکر کر کے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا قصہ نقل کرنے سے احتراز ضروری ہے لیکن اگر یہ قصہ درست ہو تو اسے قلبی میلان پر محمول کیا جائے گا جو انسان کے بس میں نہیں۔ (روح المعانی: ج 22 ص 25) کفر یا گستاخی کا فتویٰ انہوں نے بھی کسی پر نہیں لگایا۔“ (روزنامہ اسلام 10 اگست 2015ء)

اس قول کو واضح طور پر علامہ آلوسی کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ ان کا اپنا قول یہ ہے: ”وللقصاص فی هذه القصة كلام لا ينبغي أن يجعل فی حيز القبول“ (روح المعانی الجزء الثانی والعشرون ص ۲۴)

قصہ کو اور داستان سرا لوگوں نے اس قصہ کے متعلق جو لچر باتیں اور افسانے تراش رکھے ہیں وہ کسی حیثیت سے اس لائق نہیں کہ انہیں قبول کیا جائے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

سچی بات یہ ہے کہ 16، 17 اور 18 اکتوبر 2016ء کو روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحات پر تین قسطوں میں شائع ہونے والا مضمون ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ یقیناً ”خلط بحث، طعن و تشنیع، مغالطہ دہی، فریب دہی اور کذب و افتراء“ کا عظیم شاہکار ہے۔

”روزنامہ اسلام“ اس طرح کے ”ادبی، علمی، تاریخی اور تحقیقی“ مضامین کی اشاعت کی بناء پر بلا مبالغہ ”گلیئرز بک آف ورلڈ ریکارڈ“ میں شامل ہونے کا بجا طور پر مستحق ہے۔

مجھے سخت حیرت ہے کہ ہر جماعت میں ”چیک اینڈ بیلنس“ تحقیق و مراجعت اور معذرت، رجوع و استعذار کا ایک مستحکم نظام ہوتا ہے لیکن ”روزنامہ اسلام“ میں ایسی کسی بھی ذمہ داری کا ثبوت نہ مل سکا۔ منافی عصمت انبیاء یعنی بر توہین روایات کا دفاع، غیر اسلامی و غیر انسانی اسلوب بیان، خلط بحث، مغالطہ دہی، فریب دہی اور کذب و افتراء سے بھر پور مضامین کی اشاعت کوئی معمولی بات نہ تھی لیکن صد افسوس کہ اس بارے نہ احکام الہی کا پاس کیا گیا اور نہ ہی حرمت مسلم کا کوئی لحاظ۔ حیران ہیں کہ اب اپنا مقدمہ کس کے سامنے رکھیں۔ مجھے یقین ہے کہ مذکورہ ”جرائم“ کا اگر کوئی اور مرتکب ہوتا تو تمام کام معطل کر کے رات گئے تک ہر دارالعلوم کا دارالافتاء کھلا رہتا لیکن جب سے ”روزنامہ اسلام“ میں ”منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات“ کے دفاع کا مذموم اور نامحمود سلسلہ شروع ہوا تب سے اب تک ہر طرف ہو کا عالم ہے۔

اس ”تمہید“ کے بعد تازہ ”الہامی مضمون“ پر عنوان: ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کا ایک ناقدانہ تجزیہ پیش خدمت ہے:

اس مضمون کی تینوں قسطیں تمام تر خلط بحث اور تضادات کا شاہکار ہیں۔ اس کا سرا اور کھرا کچھ نہیں ملتا اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مضمون کیا کہنا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے شدید غصے کی حالت میں جب لکھا جائے تو اس کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”کیا تاریخ کا اطلاق ”تاریخ الرسل والملوک“، البدایۃ النہایۃ، تاریخ ابن خلدون

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اور اکبر شاہ نجیب آبادی کی تاریخ اسلام پر ہی ہوتا ہے؟ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ سوچ بہت ہی سطحی ہے۔“... (روزنامہ اسلام 17 اکتوبر 2016ء)

حضرت مفتی صاحب!

بالکل غلط۔ بلکہ روزنامہ اسلام کی نہایت ہی اعلیٰ اور وسیع تر ”سوچ“ کے عین مطابق ”تاریخ اسلامی“ کا اطلاق امام طبری کے ”محبوب و معتمد“ راوی شیخ التاریخ ”حضرت“ ابو جعفر لوط بن یحییٰ 170ھ/157ھ کی ”مقتل اُبی مخنف“ محمد بن داؤد الدینوری 282ھ کی ”الاخبار الطوال“، احمد بن یعقوب م 284ھ کی ”تاریخ یعقوبی“، ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی م 346ھ کی ”مروج الذهب“، مرزا محمد تقی کی ”تاریخ التواریخ“، محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی کی ”مختار التواریخ“ اور ثقہ الاسلام علامہ محمد بشیر انصاری ”فتح فیکسلا“ کی ”تاریخ اسلام“ پر بھی ”تاریخ“ کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

(تاریخ) ایک شریف، مفید اور معزز علم ہے جس کی ترغیب خود اللہ تعالیٰ نے گذشتہ انبیائے کرام کو بھی دی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے متعلق تاکید کرتے ہوئے فرمایا: اور یاد دلا ان کو دن اللہ کے (سورۃ اہراہیم 5)۔

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوتا ہے: ”اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں، ان سے ہم تمہارے دل کو مضبوط رکھتے ہیں“ (سورۃ ہود 120) قرآن مجید کی درجنوں سورتیں امم ماضیہ کے قصوں کو بیان کرتی ہیں تاکہ ان کے انجام بد سے عبرت پکڑی جائے۔ امت مسلمہ کو سمجھایا جاتا ہے، بے شک ان لوگوں کے قصوں میں عقل والوں کے لئے عبرت کا سامان ہے۔ (سورۃ یوسف 111)

ہمارے نزدیک فن تاریخ کے اصل بانی اہل فارس و روم اور یونانی نہیں جن کے پاس چند رزمیہ داستانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہماری تاریخ کے بانی خود آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام،

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

تا بعین اور محدثین ہیں۔۔۔

بخاری و مسلم کی کتاب المغازی دیکھ لیں جس کا موضوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات تاریخی ترتیب سے بیان کرنا ہے۔۔۔

(صحیح بخاری میں ”کتاب الجہاد و السیر“ اور ”کتاب المغازی“ کے عنوانات الگ الگ قائم کئے گئے ہیں جبکہ صحیح مسلم میں صرف ”کتاب الجہاد و السیر“ کا عنوان ہی پایا جاتا ہے ”کتاب المغازی“ کا عنوان نہیں ہے۔ شاید روزنامہ اسلام والوں کے پاس صحیح مسلم کو جو نسخہ ہوا اس میں دونوں عنوانات، الگ الگ ہوں اسی لئے زیر بحث مضمون میں ”بخاری و مسلم کی کتاب المغازی“ کا حوالہ دیا گیا ہے)

”صحابہ کرام کے دور میں تاریخی تقویم تیار ہوئی۔۔۔ حضرت عمرؓ نے فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا: ہجرت سے تقویم کا آغاز کیا جائے۔۔۔ (حضرت عثمانؓ کی رائے کے مطابق) فیصلہ ہو گیا کہ سال ہجری محرم سے شروع ہوگا، یہ واقعہ کن 17 یا 18 ہجری کا ہے۔۔۔ (روزنامہ اسلام 16 اکتوبر 2016ء) دوسری قسط میں بھی غلط بحث اور طعن و تشنیع سے کام لیا گیا ہے:

”محترم ادب! مقبول جان صاحب نے ایک بار پھر حد و وقوف سے بہت آگے بڑھ کر۔۔۔ موصوف کی تینوں غلط فہمیاں اسلامی علوم سے حد درجہ ناواقفیت پر مبنی ہیں اور افسوسناک حد تک خوددراستی کا شاخسانہ ہیں، یہ خواب پریشاں ہیں جو موصوف نے کسی اور عالم کی سیر کرتے ہوئے دیکھے ہیں، حقیقت کی دنیا سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں۔ (روزنامہ اسلام 17 اکتوبر 2016ء)

روزنامہ اسلام کے جھوٹ پلس (+) کالم کی تیسری قسط

”جھوٹ + جھوٹ + جھوٹ“ ہے

حضرت مفتی صاحب!

زیر بحث مضمون کا ”تیسرا اور آخری کالم“ دراصل ”کذب و افتراء کا عظیم شاہکار“ ہے۔
”کذب و افتراء“ طعن و تشنیع اور غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی اسلوب و غیر مہذبانہ طرز خطاب کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

بعض مثالیں روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحات سے پیچھے گزر چکی ہیں۔ اب اس مضمون کے تیسرے کالم کو جو ”کذب و افتراء کا عظیم شاہکار“ قرار دیا جاسکتا ہے اس کے ثبوت کے طور پر قسط کا متعلقہ حصہ روزنامہ اسلام سے ہی بلفظہ آپ کی خدمت میں یہاں پیش کیا جا رہا ہے ملاحظہ فرمائیں:

”..... جن مؤرخین اور سیرت نگاروں کو جھوٹا قرار دینے کے لئے ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے بزرگ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، ان میں سے کئی وہ ہیں جن پر نہ صرف سیرت اور دور صحابہ کی اکثر تاریخی روایات بلکہ احادیث کے ایک بڑے حصے کا دارومدار ہے۔ ان میں ایک بڑی تعداد تابعین کرام اور ایسے محدثین کی ہے جن سے فقط امام طبری ہی نے نہیں، بلکہ امام بخاری، امام مسلم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام طحاوی جیسے جہاں علم نے بھی روایات لی ہیں۔

ان میں سے ایک قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ ہی کو لے لیں جن سے تاریخی روایات بکثرت منقول ہیں۔ یہ بھی نسلاً عرب ہیں۔ ساری زندگی صحابہ کی خدمت کی۔ یہ واحد تابعی ہیں جنہوں نے عشرہ مبشرہ میں سے نوکی شاگردی کی ہے۔ ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں تو انہیں منکر الحدیث قرار دیا گیا ہے۔ مگر انہی قیس بن ابی حازم سے صحیح مسلم میں ۱۴، ابو داؤد میں ۳، ترمذی میں ۱۸، نسائی میں ۲، ابن ماجہ میں ۱۴ احادیثیں لی گئی ہیں۔ امام بخاری نے تو کمال ہی کر دیا کہ ان سے ۲۱ روایات لی ہیں۔ ائمہ اربعہ نے بھی ان کی روایات کو قبول کیا ہے۔ مؤطا مالک میں ان کی ایک، کتاب الاثر (امام ابو یوسف) میں ایک، مسند امام شافعی میں چار، اور مسند احمد میں ۱۷ روایات نقل کی گئی ہیں۔ امام احمد کو ان پر اتنا اعتماد ہے کہ اپنی مسند میں ان سے بعض روایات وہی لی ہیں جو امام طبری نے ماء حوآب کے حوالے سے نقل کی ہیں جن کا نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے۔ اب ایسی ”تحقیقات“ کرنے اور انہیں ماننے والوں کے دین و ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ بخاری شریف کی ۲۱، مسلم کی ۱۴، مسند احمد کی ۱۷ اور مسند امام شافعی کی ان چار احادیث کو یکسر مردود قرار دیں اور ان محدثین اور ائمہ مجتہدین کو بھی انہی مؤرخین کی صف میں لا کر خائن شمار

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

کریں یا بہت رعایت مطلوب ہو تو فہم حدیث اور فہم رجال سے ما واقف سمجھیں۔ یہ تو ہوا صرف ایک قیس بن ابی حازم کو لے کر موصوف اور موصوف کے مدوح کی تحقیقات کا شرہ۔ ان اخباری حضرات میں عروہ بن زہیر بھی تھے۔ کیا وہ عجمی النسل تھے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ ان کی روایات کا بہت بڑا حصہ سیرت اور صحابہ کی تاریخ پر ہی تو مشتمل ہے۔ انہی بزرگوں میں امام ابن شہاب الزہری بھی تھے۔ عجمی نہیں قریشی تھے۔ اولین مؤرخین اسلام میں سے ایک ہیں جن سے امام طبری سمیت مؤرخین نے بے دریغ سیرت اور تاریخ کی روایات لی ہیں۔ یہی زہری صحیح مسلم کی چار سو سے زائد اور بخاری شریف کی چھ سو سے زائد احادیث کے روای ہیں۔ کیا زہری اور ان سے استفادہ کرنے والے محدثین بھی ”اتھڑے ہوئے“ تھے؟

اب محمد بن اطلق کو دیکھئے۔ محمد بن اطلق بن یسار بن خیبار۔ پورا شجرہ نسب ہی عربی ہے۔ رہے بھی یحییٰ بن سعید بن عیینہ میں۔ تابعی ہیں۔ مکحول، قاسم بن محمد اور سعید بن المسیب کے شاگرد ہیں۔ علی بن مدینی فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا دار مدار چھ افراد پر ہے اور ان چھ کا دار مدار بارہ راویوں پر ہے جن میں سے ایک محمد بن اطلق ہیں۔“ (جان صاحب کا دل چاہے تو کسی کی ایک آدھ کی جرح کا پتھر اٹھا کر علی بن مدینی جیسے جرح و تعدیل کے امام پر بھی دے ماریں) مگر یہ بات یہیں تک نہیں رکے گی، ان تحقیقات جدیدہ کے ہانیوں سے ان کے پیروکار یہ سوال ضرور کریں گے کہ جب بخاری و مسلم سمیت کوئی بھی (کتب) حدیث مردود روایات سے محفوظ نہیں تو سارا ذخیرہ حدیث ہی مشکوک ہو گیا ہے۔ اس کی صفائی اور تدوین حدیث کا کام از سر نو شروع کریں۔ اس طرح اصلاح دین اور دفاع شخصیات مقدسہ کے نام پر پورے دین کی عمارت ہی ڈھادی جائے گی تب ہی کہیں جا کر تحقیقات کا بھوت اترے گا۔

آخر میں ایک مسلمہ نکتے پر بات ختم کرتا ہوں۔ یہ تو موصوف کا لم لگا بھی مانتے ہیں کہ علم الرجال معتبر ہے اور اسی کے ذریعے حدیث کی حفاظت ممکن ہوئی ہے جیسا کہ وہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

علمائے رجال کے متعلق فرماتے ہیں:- ”ایک ایک راوی کے کردار، اخلاق اور ایمان کو زیر بحث لائے۔“ سوال یہ ہے کہ یہ علم رجال کیا آسمان سے نازل ہوا تھا۔ نہ یہ وحی ہے، نہ یہ حدیث ہے۔ یہ لوگوں کے اقوال ہیں جو لوگوں کے بارے میں ہیں۔ لوگوں کے حالات کا یہ علم تاریخی مواد ہی تو ہے۔ اگر یہ فلسفہ مان لیا جائے کہ تاریخ غیر معتبر ہے تو فتن رجال کہاں جائے گا جس میں ایک بہت بڑا حصہ اخباری راویوں کی روایات اور انسانی آراء کا ہے۔ علم رجال کا انتہائی اہم مأخذ محمد بن سعد کی ”الطبقات الکبریٰ“ ہے۔ بعد کے تمام ائمہ فتن رجال نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اس کا بیشتر مواد تاریخی روایات پر ہے۔ اس میں صحیح السند روایات کے ساتھ ساتھ محمد بن اسحاق اور واقدی سمیت سیکڑوں ضعیف راویوں سے مروی ہزاروں روایات ہیں۔ محمد بن سعد شخصیات کا ذکر کر کے آخر میں اپنی رائے بتاتے ہیں کہ وہ ثقہ مانا گیا ہے یا ضعیف۔ یہ محمد بن سعد، واقدی کے سب سے نامور شاگرد ہیں جو علماء اسلام کے نزدیک معتبر مؤرخ اور ہمارے جدید محقق کے نزدیک سہائی ایجنٹ تھے۔ اسی طرح بعد میں مدون کی گئی فتن رجال کی کتب جن میں تمام آراء کو جمع کیا گیا ہے دیکھ لیں، مثلاً سیر اعلام النبلاء۔ اس کا بہت بڑا حصہ تاریخی اسناد کی روایات پر مشتمل ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فتن رجال کے ان جلیل القدر ائمہ نے ایسی کتب بھی مدون کی ہیں جن میں بیک وقت تاریخ بھی ہے اور علم رجال بھی۔ رجال کے سب سے بڑے امام جن کے کاندھوں پر اس علم کی عمارت کھڑی ہے، حافظ شمس الدین ذہبی ہیں۔ ۴۵ جلدوں میں ان کی تاریخ الاسلام اٹھا کر دیکھ لیں۔ ہر جلد میں دو حصے کیے گئے ہیں۔ ایک حصے میں تاریخی واقعات سن وارا اور باقاعدہ ”نہیت باندھ کر“ نقل کئے گئے ہیں۔ محمد بن اسحاق، زہری، طبری، بلاذری، سبھی کی روایات نہایت عمدہ ترتیب سے لی گئی ہیں۔ دوسرے حصے میں رجال کا علم ہے۔ راویوں اور شخصیات پر پھر پور بحث کی گئی ہے۔ اب اگر کوئی خود کو حافظ ذہبی سے بڑا، ماہر رجال سمجھتا ہے اور اس کا خیالی خام یہ ہے کہ ان جیسے علماء کو تو کچھ پتا ہی نہیں تھا کہ وہ کیا کچھ جمع کرتے چلے گئے اور کس کس کو ثقہ ہونے کی سند پکڑاتے گئے اور یہ کہ تاریخ کی کمزوریوں کو آج

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط
 ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے موصوف نے پرکھا ہے، تو وہ کس منہ سے سنت کو محفوظ سمجھنے کا دعویٰ
 کرتا ہے۔ ایسی ذہنیت والے کے لئے بس دعائے ہدایت ہی کی جاسکتی ہے۔ (روزنامہ
 اسلام 18 اکتوبر 2016ء، عنوان: کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟ تحت کالم براہ راست)

حضرت مفتی صاحب!

آپ تو بخوبی جانتے ہیں کہ مریجہ ”تاریخ یا اسلامی تاریخ“ سے روزنامہ اسلام کے قارئین کیا
 آگاہ ہوں گے یہاں تو پورا مذہبی طبقہ ہی اس علم سے ”ما آشنا“ ہے۔ لا انا شاء اللہ!
 یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہمارے مدارس دینیہ کے اساتذہ و طلبہ کی غالب ترین اکثریت
 بھی اس علم سے کما حقہ آگاہ نہیں ہے۔ جہاں تک تاریخ کے ایک خاص اور اہم شعبے ”علم رجال“
 (جس پر حفاظت حدیث موقوف ہے) کا تعلق ہے تو اس کی بھی کوئی کتاب باقاعدہ درس نظامی کے
 نصاب کا حصہ نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ جس مخصوص استاذ حدیث وغیرہ یا مناظر اسلام (بلکہ مناظر
 مسلک و فقہ) کو اپنا فروغی مذہب یا مسئلہ ثابت کرنا ہو تو وہ کتب رجال سے کسی امام کی راوی کے
 بارے میں ”تعدیل“ پیش کر کے مطمئن ہو جاتا ہے۔

جبکہ دوسرا فریق ان ہی کتابوں بلکہ ان ہی اماموں سے اسی راوی پر ”تجرح“ کا قول
 پیش کر کے ”تحریف“ کی دلیل کو مسترد کر دیتا ہے۔ مدارس کے اساتذہ، طلبہ اور دیگر فضلاء
 اس حقیقت سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔

یہ بات تو ہوئی تاریخ کے ایک خاص اور ضروری شعبے ”علم رجال“ کی۔ اور جہاں تک تعلق ہے
 عام ”تاریخ اسلام“ کا تو اس مضمون کو نصاب سے ”خارج“ ہی سمجھا گیا ہے۔ اگر اس علم پر بھی دینی علم
 کا ”دارومدار“ ہوتا تو کم از کم جامعین صحاح ستہ کے ہم عصر اور ”امام التاریخ“ علامہ طبری کی ”تاریخ
 الامم والملوک“ کو ہی ”موقوف علیہ“ کے درجے میں شامل نصاب کر دیا جاتا۔ اگر اس درجے میں کسی
 ”عارضہ“ کے سبب شامل نصاب نہیں ہو سکتی تو پھر دورہ حدیث میں تو ضرور تاریخ طبری کو لازمی
 مضمون کی حیثیت سے شامل کر دینا چاہئے تھا کیونکہ امام طبری نے ہی سلسلہ سند کا خصوصی التزام کیا
 ہے پھر ”روزنامہ اسلام“ کی تصریح و تحقیق کے مطابق حدیث کے راوی بھی وہی ہیں جو تاریخ کے ہیں
 کیونکہ ”اسماء الرجال“ کی کتب میں یہ شرط ہے ہی نہیں کہ اس میں راویان حدیث کے حالات جمع کئے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

جائیں گے، تاریخی راویوں کے نہیں۔“

اگر آٹھ سالہ نصاب میں پہلے یہ مضمون اپنی اہمیت کے باوجود کوئی جگہ نہیں بنا سکا تو اب ”روزنامہ اسلام“ کے ذمہ دار اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے وفاق المدارس کی سطح پر کسی بھی درجے میں طلبہ کی ”استعداد“ کو پیش نظر رکھتے ہوئے شامل نصاب کرا دیں۔ پھر صدر وفاق المدارس اپنے ”خصوصی اختیارات“ استعمال کرتے ہوئے اتحاد مدارس دینیہ کے اجلاس میں زیر غور لا کر اسے ”نافذ“ کر دیں کیونکہ یہ باہرکت اتحاد موصوف ہی کی مساعی جیلہ کا ”خمرہ“ ہے۔ اس طرح وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس، رابطہ المدارس، وفاق المدارس السلفیہ اور ”وفاق المدارس الشیعہ“ سے منسلک مدارس و طلبہ بیک وقت ”تاریخ طبری“ سے مستفید ہو کر اپنا عظیم ”علمی ورثہ“ کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے میں اہم کردار ادا کریں گے۔ مؤخر الذکر ”وفاق“ (یعنی شیعہ وفاق) کے تو مزے ہی مزے ہیں کیونکہ اسے اپنا مذہب (تحریف قرآن، عقیدہ امامت اور قولاً و فعلاً یعنی توہین صحابہ) ثابت کرنا آسان ہو جائے گا۔ رابطہ المدارس والے بھی ”گھائے“ میں نہیں رہیں گے کیونکہ انہیں بھی ”خلافت و لوکیت“ اور ”خلافت و لوکیت پر اعتراضات کا ”علمی“ تجزیہ“ کی تائید و تصدیق کرنے میں ”تاریخ طبری“ سے کافی مدد ملے گی۔

حضرت مفتی صاحب!

آپ نے ”روزنامہ اسلام“ میں تین قسطوں پر مشتمل ایک مضمون ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کے عنوان سے شائع کر کے امت مسلمہ پر ایک ”احسان“ کیا ہے۔ لہذا اب آئندہ نسلوں پر مزید ”احسان“ کرتے ہوئے ”اتحاد مدارس دینیہ“ کے بورڈ کی طرف سے باضابطہ طور پر ”تاریخ الامم والملوک“ کو ”موقوف علیہ“ کے درجے میں نصاب کا حصہ بنوادیں تاکہ دورہ حدیث کے طلبہ کو ”کتاب المغازی، کتاب الجہاد والسیر، کتاب الانبیاء اور کتاب المناقب“ کے ابحاث سمجھنے میں آسانی ہو کیونکہ تاریخ اور حدیث دونوں کے راوی علیٰ حسب مراتب ایک ہی ہیں۔ اور ان کے حالات بھی ائمہ رجال نے باقاعدہ ”نیت باندھ“ کر ہی محفوظ کئے ہیں۔ اس کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک متردک مذہب ”یعنی فقہ جبریریہ“ کا از سر نو احیاء ہو کر اسے ”اتحاد بین المذہب“ کا ایک مستقل رکن بنایا جائے گا اس پر کسی ”مذہب“ کے پیروکار کو کوئی ”اعتراض“ بھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

روزنامہ اسلام نے اپنے کالم ”براہ راست“ کے تحت مضمون کا عنوان ہی یہ تحریر کیا ہے کہ ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ ظاہر ہے کہ عنوان میں ”استفہام“ سے مراد استفہام انکاری ہی ہو سکتا ہے یعنی ”تاریخ“ غیر اسلامی علم نہیں ہے۔ جب تاریخ بھی دوسرے علوم ہی کی طرح ایک اسلامی علم ہے تو پھر ”اتحاد مدارس دینیہ“ کے ارباب اس علم کے ساتھ سابقہ ”تاریخی“ بدسلوکی کا ازالہ کرتے ہوئے اسے آئندہ نصاب کا حصہ بنادیں۔

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام کے ”ادارتی صفحہ“ سے عبارت میں ”من وعین“ نقل کر چکا ہوں یقین نہیں آتا کہ ”کذب و افتراء“ پر مشتمل ایسا قبیح مضمون روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحہ کی زینت بھی بن سکتا ہے جس سے ایک مہذب غیر مسلم بھی شرم جائے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”ان مما أدرك الناس من كلام النبوة الأولى إذا لم تستحي فاصنع ما شئت“
(صحیح بخاری۔ کتاب الادب باب: إذا لم تستحي۔ رقم الحدیث 6120 کتاب الانبیاء، رقم الحدیث 3483)

بلاشبہ پہلی نبوت کی باتوں میں سے جو (موجودہ زمانہ کے) لوگوں میں موجود ہیں ایک یہ بھی ہے جب تجھ میں شرم نہ رہے تو جو چاہے کر۔

یہ ملحوظ رہے کہ قوسین سمیت اس حدیث کا ترجمہ سابق استاذ حدیث دارالعلوم کراچی مولانا محمد عاشق الہی بلند شہری کی کتاب سے ماخوذ ہے اور یہ حدیث اسی تاریخ کا تسلسل ہے جسے زیر تبصرہ مضمون کی پہلی قسط میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

”ہمارے نزدیک فن تاریخ کے حاصل بانی اہل فارس و روم اور یونانی نہیں جن کے پاس چند رزمیہ داستانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہماری تاریخ کے بانی خود حضرت آقائے مآدار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“ (روزنامہ اسلام 16 اکتوبر 2016ء)

حضرت بلند شہری اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:
”حیاء انسان میں بہت اچھی صفت رکھ دی گئی ہے جو ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔ حیاء ہی وہ چیز

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ہے جو انسان کو فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ جب کوئی بے شرمی پر اتر آئے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اسی کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح بیان فرمایا کہ ”اذالم تستحی فاصنع ما شئت“ اور ان کا یہ جملہ قرآن بعد قرن منقول ہوتا چلا آیا حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی لوگوں میں مشہور تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی اور بتایا کہ یہ عام لوگوں کی بنائی ہوئی مثل نہیں ہے بلکہ گذشتہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد فرمودہ جملہ ہے۔ اس جملہ کے معنی میں شراح حدیث کے دوقول ہیں ایک وہ جو ہمارے ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جس میں شرم نہ رہے وہ کسی چیز کا پابند ہی نہیں ہو سکتا مجلول سے شرماتا ہے نہ اللہ سے حیا کرتا ہے۔ اب جو گناہ چاہے کرے اور جو فحش عمل کرنا چاہے کر ڈالے۔ برائی سے روکنے والی صفت وہ کھو ہی چکا ہے۔ (شرح الرعین نووی ص 105-106۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

حضرت مفتی صاحب!

زیر تیرہ مضمون میں صریح جھوٹ بول کر قارئین روزنامہ اسلام کی غلط راہنمائی کی گئی ہے۔ یہ بات ہرگز محتاج وضاحت نہیں ہے کہ انسان کے سارے اخلاق ذمہ میں سے سب سے زیادہ بری اور مذموم عادت جھوٹ کی ہے کیونکہ یہ برائی ہر قسم کی قولی اور عملی برائیوں کی جڑ ہے۔ جھوٹے شخص کے دل سے اللہ کی روشنی (ہدایت) بجھ جاتی ہے:

”ان الله لا يهدي من هو كاذب كفار“ (لزم 3)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس کو جو جھوٹا (اور) ناشکر ہو۔

علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دائرہ بہت وسیع ہے وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو گھیرے ہوئے ہے، اس کی رحمت کی چھاؤں میں ساری کائنات آرام کر رہی ہے مگر رحمت الہی کے اس گھنے سایہ سے وہاں ہر ہے جس کا منہ جھوٹ کی بادِ سموم سے جھلس رہا ہے۔

اسلام کی لغت کا سخت ترین لفظ ”لعنت“ ہے۔ لعنت کے معنی ”اللہ کی رحمت سے دوری اور محرومی“ کے ہیں۔ قرآن پاک میں اس کا مستحق شیطان بنایا گیا ہے اور اس کے بعد یہودیوں، کافروں اور منافقوں کو اس کی وعید سنائی گئی ہے لیکن کسی مومن کو ”کذب“ کے سوا اس کے کسی فعل کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

بناء پر لعنت سے یا نہیں کیا گیا۔ جھوٹ بولنے اور جھوٹ اڑام لگانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت کی جائے۔ مبالغہ کے موقع پر یہ فرمایا گیا کہ جو ہم میں جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت کی جائے...

اس سے معلوم ہوا کہ جھوٹ ایسی بری چیز ہے کہ جو اس کا مرتکب ہوتا ہے وہ کافروں اور منافقوں کی طرح کی بددعا کا مستحق ہوتا ہے۔

جھوٹ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ جان کر کوئی انجان بن جائے، حق کا علم رکھ کر بھی اس کے اعتبار سے بازر ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے جھوٹوں پر بھی لعنت فرمائی ہے:

ان الذين يكتُمون ما انزلنا من البين والهدى من بعد ما بينه للناس في الكتاب اولئك يلعنهم الله و يلعنهم الاعداء O (البقرہ 159)

”بے شک جو چھپاتے ہیں جو اتارے ہم نے صاف حکم اور راہ کے نشان، اس کے بعد کہ ہم نے کتاب میں ان کو انسانوں کے لئے کھول کر کہہ دیا ہے، ان پر اللہ لعنت بھیجتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔“

یہ جھوٹ کی سلبی صورت ہے کیونکہ اس خاموشی اور اخفا سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس حق کو باور نہ کریں اور اس کو جھوٹ سمجھیں اس لئے وہ جھوٹ کے گوشت لائیں لیکن عملاً مرتکب ہوتے ہیں اور نفاق کی پردہ کش کرتے ہیں۔

جھوٹ کی خطرناک صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص، ایک شخص کو چا اور قابل اعتبار سمجھتا ہے، اس لئے اس کی ہر بات کا یقین کر لیتا ہے لیکن وہ شخص اس کے علم و یقین سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے اور جھوٹ بول کر اس کو سخت فریب و نقصان میں مبتلا کر دیتا ہے، اسلام نے اس کو سخت خیانت قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”یہ ایک بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک جھوٹی بات کہو اور آنحالیہ وہ تم کو چا سمجھتا ہو“

اس سے بھی نیا وہ خطرناک جھوٹ وہ ہے جس سے لوگوں کے حقوق اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچے اور اس سے معاشرتی نظام میں خلل واقع ہو۔ یہ جھوٹ عام جھوٹ سے اس قدر مختلف ہے کہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اسلام نے اس کا نام تک بدل دیا ہے اور اس کو ”زور“ اور ”آلک“ وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی مخرف ہونے اور الٹ پلٹ دینے کے ہیں، جھوٹ کی یہ صورت اس قدر خطرناک ہے کہ خداوند تعالیٰ نے شرک کے ساتھ ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے:

”فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور“ (سورۃ الحج 30)

بتوں کی گندگی اور جھوٹی بات کے کہنے سے بچتے رہو۔

”زور“ اگرچہ ایک عام لفظ ہے جس میں کذب و بہتان وغیرہ سب شامل ہیں لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے خاص طور پر جھوٹی شہادت مراد ہے۔

”آلک“ اس سے بھی زیادہ سخت لفظ ہے، اس کے معنی ہیں کسی پر جھوٹ باندھنا۔ مشرک خدا پر جھوٹ باندھا کرتے تھے، ان کو قرآن نے ”آلک“ کہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کی سرحد کبھی کبھی شرک سے بھی مل جاتی ہے۔

جھوٹ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ انسان جھوٹ بچ جو کچھ سنے ان کو بلا تحقیق دوسروں سے کہتا پھرے۔ ایسا شخص بے اعتبار سمجھا جاتا ہے اور سوسائٹی میں اس کی بات کی قدر نہیں ہوتی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”كُفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُخْبِثَ بِكَلِمَةٍ مَّا سَمِعَ“ (مقدمہ صحیح مسلم)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو سنے وہ کہتا پھرے۔

ایسے لوگوں کو جو ہر سنی سنائی بات پر یقین کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کے بڑے سننے والے کا خطاب دیا ہے۔ یہودیوں کے ایک گروہ کی نسبت فرمایا:

”سَمْعُونَ لِلْكَذِبِ“ (المائدہ 41) جھوٹ کے بڑے سننے والے ہیں۔

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جلد 6 ص 534-535)

حدیث میں ”کذب بیانی“ کو منافق کی نشانی قرار دیا گیا ہے:

”آیۃ المنافق ثلاث : اذا حدث کذب و اذا وعد أخلف و اذا ائتمن خان“

(صحیح بخاری، کتاب الایمان باب علامۃ المنافق۔ رقم الحدیث 33)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مناقشہ کی تین مثالیں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ:

”أَيُّكُونُ الْمُؤْمِنُ حَيَاتًا؟ قَالَ: نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ: أَيُّكُونُ الْمُؤْمِنُ بَخِيلًا؟ قَالَ:

نَعَمْ، فَقِيلَ لَهُ: أَيُّكُونُ الْمُؤْمِنُ كَذِبًا؟ قَالَ: لَا۔“

(موطا امام مالک - کتاب الاحکام باب ما جاء فی الصدق والكذب)

”کیا ایک مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (مومن بزدل ہو سکتا ہے) پھر پوچھا گیا کہ: کیا ایک مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں (مومن بخیل ہو سکتا ہے) پھر پوچھا گیا: کیا ایک مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (ایک مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا)۔“

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام کا زیر بحث مضمون جھوٹ کی مذکورہ تمام صورتوں کو محیط ہے جس کی زد میں آپ بھی آتے ہیں کہ ایک تو آپ نے ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو ”روزنامہ اسلام“ میں شائع ہونے والے بدترین جھوٹ سے آگاہ ہو جانے کے باوجود ہنوز خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور دوسرا یہ کہ آپ کے زیر ادارت اخبار میں یہ جھوٹ شائع ہو کر ہزاروں قارئین کی غلط راہنمائی کا سبب بنا۔ صد افسوس کہ عام اخبارات کے ذمہ دار حضرات اس قسم کی ”غلطی“ سے مطلع ہو جانے کے بعد اگلے دن اسی اخبار میں ”اعتذار“ شائع کر دیتے ہیں مگر ایک ”مذہبی“ اخبار اس ”اخلاقی جرأت“ کا مظاہرہ نہ کر سکا۔

علاوہ ازیں زیر بحث مضمون میں ”بہتان طرازی اور افتراء پردازی“ بھی پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَوَلِيُّكَ اللَّهُ وَالَّذِينَ هُمْ الْكَافِرُونَ (النحل آیت: 105) ”وہی لوگ تراشا کرتے ہیں جھوٹ جو ایمان نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیات پر اور یہی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

لوگ جھوٹے ہیں“

علامہ سید سلیمان ندویؒ کے نزدیک ”بہتان“ کی سادہ تعریف یہ ہے کہ جان بوجھ کر کسی بے گناہ کو ”مجرم“ ٹھہرا دیا جائے یا اس کی طرف کوئی ناکردہ گناہ یا برائی منسوب کی جائے یہ بھی ایک طرح کا جھوٹ ہے بلکہ قرآن نے اس کو بھی خیانت کہا ہے۔ بعض بہتان ایسے ہوتے ہیں جن کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا لیکن شرارت کی راہ سے کسی بے گناہ کے سر اس لئے تھوپا جاتا ہے کہ اس کی بدنامی ہو۔ قرآن نے اس کا نام ”افک“ رکھا ہے۔ یہ دونوں باتیں جھوٹ ہونے کے علاوہ حد درجہ شرافت کے خلاف ہیں اور اسی لئے جو لوگ جان بوجھ کر یا بے جانے بوجھے بہتان باندھنے میں شریک ہو جاتے ہیں وہ گناہگار اور خیانت کار ہیں۔ (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد 6 ص 554)

حضرت مفتی صاحب!

زیر بحث ”مضمون“ میں جھوٹ، خیانت، بددیانتی اور بہتان کے علاوہ ”غریب دہی اور مغالطہ دہی“ بھی پائی جاتی ہے جس سے دین اسلام نے منع کیا ہے۔

حضرت معاذیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الاغلو طات“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم، الجھمی ہوئی اور مغالطہ دینے والی باتوں سے منع فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو: ابو داؤد 3156، مسند احمد 23688، مشکوٰۃ کتاب العلم ص 35

روزنامہ اسلام میں جناب ادیب مقبول جان صاحب کو یہ دعوت دی گئی کہ ”اس وضاحت کے بعد ادیب صاحب دیکھیں کہ وہ اپنے بیانات کی روشنی میں کہاں کھڑے ہیں؟“ (روزنامہ اسلام 17 اکتوبر 2016ء)

حضرت مفتی صاحب!

(۱۷۶) روزنامہ اسلام میں ”خلط بحث، طعن و تشنیع، مغالطہ دہی، غریب دہی اور کذب و افتراء“ پر مبنی شائع ہونے والے ”بیانات“ سے متعلق قرآن وحدیث کے مذکورہ احکام کی روشنی میں اس ”فعل“ کے تمام ذمہ دار حضرات دیکھیں کہ وہ کہاں کھڑے ہیں؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام کے اداریہ صفحات پر شائع ہونے والے مضامین ”احتیاط لازم ہے، کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ میں چند ”کذب بیانیوں“ کی نشاندہی کر کے ان کے بارے میں ”دین اسلام“ کا حکم بھی بتا دیا گیا ہے مگر آپ کو ابھی تک اس کی ”سنگینی“ کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔
ع بات پہنچی ہے کہاں تک یہ تجھے کیا معلوم؟

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں حال ہی میں شائع ہونے والے تین قسطوں پر مشتمل مضمون یقیناً طعن و تشنیع، غلط بحث اور کذب و افتراء کا مرقع ہے جس میں سے چند امور کی نشاندہی کر کے شرعی حکم کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے لیکن میں نے اس حقیقی ”صغریٰ و کبریٰ“ کے باوجود کوئی نتیجہ اخذ کر کے ان امور کے مرتکب کو ”اللعان، الفاحش، البذی، الکاذب، المفتری، تمام حدود و قیود سے ایک بار پھر آگے بڑھ کر، اسلامی علوم سے حد درجہ ناواقف، افسوس ناک حد تک خود رائی کا شکار، یہ خواب پریشاں ہیں جو موصوف نے کسی اور جہاں کی سیر کرتے ہوئے دیکھے ہیں حقیقت کی دنیا سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں، یہ ارشادات بھی جہالت کا نام درنمونہ ہیں، تیسری غلط فہمی جو دراصل ایک شدید قسم کی بدگمانی ہے اور وہی ان کی کج روی کی اصل جڑ ہے، ہرگز قرار نہیں دیا۔

کیونکہ یہ نہ تو میرا منصب ہے اور نہ ہی کسی عالم دین یا عام مسلمان کے بارے میں باتیں ایسا تصور کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کے برعکس روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والی تیسری اور آخری قسط میں کسی ”صغریٰ“ کے بغیر ہی اس کے ساتھ اپنا خود تراشیدہ ”کبریٰ“ نتھی کر کے اس نتیجے کا اعلان کر دیا گیا کہ:

”عظیم تحقیقی کتاب“ والے بزرگ نے صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، کتاب الآثار و مسند امام شافعی، مسند احمد کے کثیر الروایت اور ائمہ حدیث و فقہ کے معتمد راوی جناب قیس بن ابی حازم کو ”جھوٹا، منکر الحدیث اور ان کی روایات نقل کرنے کو سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار دیا ہے۔“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

پھر روزنامہ اسلام میں اس ”صغریٰ و کبریٰ“ کو ملا کر یہ بھیانک نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ:

اب ایسی ”تحقیقات“ کرنے اور انہیں ماننے والوں کے دین و ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ بخاری شریف کی ۲۱، مسلم کی ۱۴، مسند احمد کی ۱۷ اور مسند امام شافعی کی ان چار احادیث کو یکسر مردود قرار دیں اور ان محدثین اور ائمہ مجتہدین کو بھی انہی مؤرخین کی صف میں لا کر خائن شمار کریں یا بہت رعایت مطلوب ہو تو فہم حدیث اور فہم رجال سے ناواقف سمجھیں۔ یہ تو ہوا صرف ایک قیس بن ابی حازم کو لے کر موصوف اور موصوف کے ممدوح کی تحقیقات کا شرہ۔ (روزنامہ اسلام میں یہاں صرف بخاری، مسلم، مسند احمد اور مسند امام شافعی میں قیس بن ابی حازم کی مرویات کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ اس سے پہلے والے اقتباس میں ”ابو داؤد میں 3، ترمذی میں 13، نسائی میں 2، ابن ماجہ میں 14، مؤطا امام ملک میں 1، کتاب الاثار (امام ابو یوسف) میں 1 روایت کا بھی اعتراف کیا جا چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ ”روزنامہ اسلام“ کے نزدیک مؤرخ الذکر محدثین اور ائمہ مجتہدین کو بھی ”خائن“ یا فہم حدیث و فہم رجال سے ناواقف سمجھتے ہوئے قیس بن ابی حازم کی منقولہ روایات کو مردود ہی قرار دیا جائے گا۔ لعیا ذباللہ)

... مگر یہ بات یہیں تک نہیں رکے گی، ان تحقیقاتِ جدیدہ کے بانہوں سے ان کے پیروکار یہ سوال ضرور کریں گے کہ جب بخاری و مسلم سمیت کوئی بھی (کتب) حدیث مردود روایات سے محفوظ نہیں تو سارا ذخیرہ حدیث ہی مشکوک ہو گیا ہے۔ اس کی صفائی اور تدوین حدیث کا کام از سر نو شروع کریں۔ اس طرح اصلاح دین اور دفاعِ شخصیاتِ مقدسہ کے نام پر پورے دین کی عمارت ہی ڈھادی جائے گی تب ہی کہیں جا کر تحقیقات کا بھوت اترے گا۔

... اور یہ کہ تاریخ کی کمزوریوں کو آج ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے موصوف نے پرکھا ہے تو وہ کس منہ سے سنت کو محفوظ سمجھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایسی ذہنیت والے کے لئے بس دعائے ہدایت ہی کی جاسکتی ہے۔ (روزنامہ اسلام ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء، عنوان: کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟)

کچھ کذب و افتراء ہے کچھ کذب حق نما ہے

یہ ہے بضاعت ان کی یہ وہ طیرہ ان کا ہے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

محترم جناب اوریا مقبول جان صاحب نے تو امام طبری کو منافی عصمت اور مبینہ بر توہین روایات نقل کرنے کی بناء پر ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“ میں شامل کیا تھا لیکن آج (1438ھ میں) امام طبری کی وفات (310ھ) کے 1128 سال بعد امام طبری کے ایک سچے پیرو کار اور وکیل صفائی کا کردار ادا کرنے والے ایک اسلامی صحافت کے علمبردار اخبار نے امام طبری ہی کی پیروی میں ”افسانہ سازی“ شروع کر دی۔ اگر یہ خرافی داستان روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحہ پر نقل نہ ہوتی تو اس ”ہرزہ مرئی“ کا جواب ہرگز نہ دیا جاتا مگر آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کی خاطر چند سطور سپر و قلم کی جارہی ہیں تاکہ روزنامہ اسلام کے قارئین سمیت جب کبھی آپ کی اس مضمون ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ پر نگاہ پڑے یا اس کا خیال ہی آجائے تو فوراً اس کے ساتھ ہی اس کا جواب بھی ذہن میں آجانا چاہئے کہ یہ مضمون ایک ”خرافی داستان“ سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

مسلمانان پاکستان بالخصوص حلقہ دیوبند سے وابستہ حضرات کے انتہائی قابل اعتماد اخبار میں اس ”خرافی داستان“ کو پڑھنے کے بعد اسی اخبار کی جب یہ عبارت سامنے آتی ہے کہ:

”جناب اوریا مقبول جان کا مدارس دینیہ سے عقیدت مندانہ تعلق ہے اور وہ دینی پروگراموں میں معزز مہمان کی حیثیت سے تشریف بھی لاتے رہتے ہیں۔ گزارش ہے کہ کبھی کبھار وقت نکال کر کسی دینی مدرسے کی حدیث، فقہ یا تفسیر کی کلاس میں بھی شرکت کر لیا کریں۔ اندازہ ہو سکے گا کہ وسعت نظری کیا ہوتی ہے، علمی بحث کس طرح کی جاتی ہے اور اختلاف رائے کی حدود کیا ہوتی ہیں؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی تصنیف ”الاعتدال فی مراتب الرجال“ (جس کا حوالہ اس مضمون میں کئی جگہ دیا گیا ہے) اختلاف رائے کی حدود سمجھنے کے لیے بہت ہی مفید ہے۔ ان شاء اللہ اس کا مطالعہ کرنے سے فکر و نظر کو وسعت ملے گی اور ان شاء اللہ زبان و قلم کے استعمال میں احتیاط کی توفیق نصیب ہوگی۔“ (احتیاط لازم ہے۔ روزنامہ اسلام 12 / اگست 2015ء)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

تو درطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہوں کہ یا اللہ! دوسروں کو اس طرح نصیحت کرنے والا کیا خود تمام اخلاقی، قانونی اور سب سے بڑھ کر دینی و نیز جملہ حدود پھلانگ کر زیر بحث ”خرافیہ داستان“ ایک مذہبی اخبار میں تحریر کرنے کی سطح پر بھی اتر سکتا ہے؟ ایسا ”کردار“ تو کسی فکر آخرت سے بالکل عاری انسان ہی کو زیب دیتا ہے۔ ”دوسروں کو نصیحت، خود را فضیحت“ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف، 2، 3)

اے ایمان والو! تم کیوں ایسی بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ بڑی ناراضی کا باعث ہے اللہ کے نزدیکی کہ تم ایسی بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔

اس آیت میں منافقوں کو عار دلاتے ہوئے مسلمانوں کو ترہیت دی جا رہی ہے کہ نیکی کی دعوت اور نصیحت پر خود بھی عمل کر کے دکھاؤ تا کہ سننے والوں کو ان کی بات کا یقین آجائے۔ دوسری آیت میں بھی اہل ایمان کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم ایسی باتیں کرو گے جن پر خود عمل نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر از حد ناراض ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ اپنے آپ کو اس کا بندہ کہلوانے والے دوسرے لوگوں کو تو نیکی کی دعوت دیں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام کی حسب ذیل چند عبارات بھی ملاحظہ فرمائیں:

”قارئین! اہل علم اصول کے مطابق بحث کرتے ہیں اور حدود و قیود کا لحاظ رکھ کر صحیح موقف پیش کر دیتے ہیں۔ یہ کم علمی کی بات ہے کہ محدود مطالعے کے بل بوتے پر اسلاف کو ہدف تنقید بنایا جائے اور توہین رسالت جیسے الزامات عائد کر دیے جائیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ الاعتدال میں تحریر فرماتے ہیں: ”مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو پڑھتے نہ لکھتے نام محمد فاضل، دو اخبار پڑھ لیے یا ایک مہمل مضمون

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

کسی اخبار میں لکھ دیا اور ان لوگوں پر تنقید شروع کر دیتے ہیں جو علوم کے سمندر میں ہوتے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھو، کسی پر تنقید کرنے اور رد کرنے کے واسطے اس کی بات کی حقیقت اور اس کے دلائل کی قوت معلوم ہونا ضروری ہے۔ یہ انتہائی حماقت ہے کہ بغیر بات سمجھے اپنا پتھاپ ہاتھ لگا کر شروع کر دے۔ ہم لوگوں کی مثال اس بندر کی سی ہے ایک ادراک کی گرہ کہیں سے اٹھالی اور اپنے آپ کو پھساری سمجھنے لگے۔“ (الاعتدال ص ۲۲)

آگے فرماتے ہیں: ”عالم میں کیسا انقلاب رونما ہو گیا ہے۔ کلہر کا احترام بالکل جاتا رہا ہے۔ پھر اگر اہل علم اپنے علم کی روشنی میں ان کے خلاف کچھ بات کہیں، تب بھی ایک درجہ میں گنجائش ہو سکتی ہے مگر وہ اہل قلم جن کا منہ اہل علم ایک اخبار کا مضمون لکھ دینا ہے یا ایک شستہ تقریر کر دینا ہے، ایسے بے جا الفاظ سے رد کرتے ہیں جو اپنے سے چھوٹوں کے لیے بھی استعمال کرنا ناموزوں ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر میرے استعجاب کی انتہا نہیں رہتی۔ میری ایک بات غور سے سنو، ہمیشہ ایسی چیز پر لب کشائی کرو جس کے پورے مالہ و ماعلیہ پر عبور ہو۔“ (الاعتدال ص ۲۳)

(روزنامہ اسلام 11 اگست 2015ء)

غلط بیانی دشمن کے بارے میں بھی نہیں کرنی چاہیے اور کوئی کرے تو ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ حقیقت بیان کر دیں۔ (روزنامہ اسلام 30 جولائی 2015ء)

حضرت مفتی صاحب!

”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ سے ایک ہفتہ پہلے یہ کالم 9 اکتوبر 2016ء کو روزنامہ اسلام میں شائع ہوا ہے، اس کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

تاریخی موضوعات پر کالم لکھنے کی ایک دوسری وجہ ادارتی صفحہ کے تنوع کو بہتر کرنا تھا۔ ادارتی صفحہ پر حالات حاضرہ کے تقریباً تمام اہم موضوعات پر بحث ہو جاتی ہے۔ ادارے، شذرے اور کالموں میں اکثر ایک ہی قضیے کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بات ہو جاتی ہے۔ اہم واقعے یا حادثے پر متعدد کالم آ جاتے ہیں۔ تاہم تاریخی پہلو رکھنے والے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کالم بہت کم ہوتے ہیں، یعنی ایسے کالم جو ماضی کے آئینے میں حال کے خدو خال واضح کر سکیں۔ تاریخی کالم لکھنے سے راقم کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ ادارتی صفحے کا تنوع بہتر ہو اور ہر ذوق کے قارئین اس میں زیادہ دلچسپی لیں۔

یہاں یہ عرض کروں کہ حالات حاضرہ پر لکھنا میرے لئے تاریخی کالموں کی نسبت آسان ہے۔ سچہ یہ ہے کہ حالات حاضرہ پر لکھنے کے لئے کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا پڑتا۔ آدھ گھنٹے میں دو چار تازہ اخبارات دیکھ کر ایک آدھ گھنٹے میں ایک پورا کالم لکھ دینا آسان سی بات ہے۔ ضرب مومن کے لئے کالم لکھنے میں اب بھی راقم کا تقریباً اتنا ہی وقت صرف ہوتا ہے، مگر جب تاریخ کے کسی پہلو پر لکھنا ہو تو کتابوں کی طرف رجوع کرنا ہی پڑتا ہے۔ باوجود اس کے کہ راقم تین عشروں سے تاریخی کتب کا مطالعہ کرتا چلا آیا ہے سب کچھ حافظے میں من و عن محفوظ نہیں ہوتا۔ احتیاط بھی اسی میں ہے کہ اصل کتب کو دیکھے بغیر نہ لکھا جائے۔ اس لئے راقم کے جو کالم روزنامہ اسلام میں لگ رہے ہیں، ان میں سے اکثر کالموں کے لکھنے میں چاہے کم وقت لگا ہو، مگر اس سے پہلے مطالعہ کرنے میں خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ ان میں بہت سے کالم ایسے ہیں جن میں تاریخ کو بحیثیت تاریخ بیان نہیں کیا گیا، بلکہ ماضی اور حالات حاضرہ میں تطبیق کے بعد اسباق و عبر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، مگر بہت سے کالم ایسے بھی ہیں جن میں کسی تاریخی واقعے کی تحقیق ہی مقصود تھی جس کے متعلق قارئین شکوک و شبہات کا شکار تھے۔ بعض کالم ایسے موضوعات پر لکھے گئے جن پر کسی سیکولر یا نادان صحافی نے غلط اور خلاف تحقیق طبع آزمائی کی تھی۔ راقم انہیں آئینہ دکھانے پر مجبور ہو گیا۔

(روزنامہ اسلام 9 اکتوبر 2016ء، تحت ”تاریخی کالم اور آپ کی رائے“)

حضرت مفتی صاحب!

کاش! آپ گزشتہ سال ”تاریخ صحابہ اور راہ اعتدال، علامہ طبری... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز، احتیاط لازم ہے، ایک خط اور اس کا جواب“ کے عنوانات سے روزنامہ اسلام

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

میں انبیائے عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم رضوان کی توہین و تنقیص اور منافی عصمت روایات کا تحفظ و دفاع کرنے والے کی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لیتے اور 9 اکتوبر 2016ء کے کالم زیر عنوان ”تاریخی کالم اور آپ کی رائے“ کی اشاعت کے بعد اپنی رائے ہی نہیں بلکہ یہ فیصلہ سنا دیتے کہ ”حضرت“ بہت ہو گئی ہے اب آپ آئندہ ”حالات حاضره“ پر ہی قلم آزمائی کیا کریں تاکہ آپ کا (اور دوسروں کا) قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ جائے۔ تاریخی کالم لکھنے پر مزید مطالعہ کی زحمت بھی نہ اٹھانا پڑے۔

مگر صد افسوس کہ آپ نے سابقہ انتہائی تلخ تجربے کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی نہ صرف یہ کہ اپنا کوئی ”فیصلہ“ نہیں سنایا بلکہ 16 تا 18 اکتوبر 2016 ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کے عنوان سے اس ”سلسلہ کذب“ کو جاری رکھنے کی بھی اجازت دے دی۔

قلیبتك على الاسلام من كان باکیا۔

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام سے جو چند عبارات پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ روزنامہ اسلام والوں نے مذکورہ عبارات میں دیئے گئے ”اصولوں“ پر خود بھی ”عمل“ کیا ہوگا۔ ان ”اصولوں“ پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیجئے:

☆	مدارس دینیہ کی حدیث، فقہ اور تفسیر کی کلاسوں میں ”اختلاف رائے کی حدود بتائی جاتی ہیں، علمی بحث کا طریقہ سکھایا جاتا ہے اور وسعت نظری“ کا درس دیا جاتا ہے۔
☆	اختلاف رائے کی حدود سمجھنے کے لئے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی کتاب ”الاختلاف فی مراتب الرجال“ کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے ”زبان و قلم“ کا استعمال میں ”احتیاط“ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔
☆	اہل علم اصولوں کے مطابق بحث کرتے ہیں اور حدود و قیود کا لحاظ رکھ کر اپنا موقف پیش کر دیتے ہیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

☆	کسی پر تنقید کرنے یا رد کرنے کے لئے اس کی بات کی حقیقت اس کے دلائل کی قوت معلوم کرنا ضروری ہے۔
☆	دوسرے کا موقف اور دلائل سمجھے بغیر ”اماں شناپ“ ہانکنا شروع کر دینا انتہائی حماقت ہے۔
☆	غیر مناسب اسلوب، غیر مناسب طرزِ مخاطب اپنے سے عمر میں چھوٹوں کے لئے بھی اختیار کرنا غلط ہے (چہ جائیکہ والد کے جا بجا حضرات کے لئے غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی اور بالکل ہی غیر مہذب طرزِ مخاطب اختیار کیا جائے)
☆	ہمیشہ ایسی چیز پر لب کشائی کی جائے جس کے پورے مالد و مالدیہ پر عبور حاصل ہو۔
☆	غلط بیانی دشمن کے بارے میں بھی نہیں کرنی چاہئے اور اگر کوئی کرے تو پھر حقیقت کا بیان کر دینا فرض ہے۔
☆	ہفت روزہ ضربِ مومن میں حالاتِ حاضرہ پر کالم لکھنے میں ایک آدھ گھنٹہ ہی لگتا ہے جبکہ حالاتِ حاضرہ کی نسبت تاریخی عنوانات پر کالم لکھنا بہت دشوار ہوتا ہے کیونکہ اس میں ”مراجعة کتب“ اور وسیع مطالعہ کی ضرورت پیش آتی ہے۔
☆	روزنامہ اسلام میں لکھنے سے پہلے مطالعہ کرنے میں وسیع وقت لگتا ہے۔
☆	اکثر تاریخی کالم کسی تاریخی واقعہ کی تحقیق اور قارئین کے شکوک و اشکالات رفع کرنے کے لئے ہی لکھے گئے۔
☆	بعض تاریخی کالم کسی سیکولر یا نادان صحافی (یعنی اوریا صاحب) کو آئینہ دکھانے کی خاطر لکھے گئے۔
☆	تاریخی کتب کا گذشتہ تیس سالوں سے مسلسل اور وسیع مطالعہ کرنے کے باوجود دنیا کالم لکھنے سے پہلے تازہ مطالعہ کرنا ضروری ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے کہ اصل کتب کو دیکھے بغیر کچھ بھی نہ لکھا جائے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

مذکورہ تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ روزنامہ اسلام (18 اکتوبر 2016ء) میں ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ پر تبصرہ ”اسلامی اصولوں کے عین مطابق، اختلاف رائے کی حدود و قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے اصل کتاب کے مالہ و ماحلیہ سے کمال واقفیت، کتاب میں بیان کردہ دلائل کی قوت و حقیقت جاننے اور اس کے بالاستیعاب مطالعہ“ کے بعد کیا گیا ہے۔ لہذا مذکورہ اعتراف کے بعد یہ بات بالکل ہی خارج از امکان ہے کہ کتاب پر تبصرہ کتاب کے مطالعہ کے بغیر ہی کر دیا گیا۔ بہر حال

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة

وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

حضرت مفتی صاحب!

(۱۷۷)	روزنامہ اسلام میں اختلاف رائے کی ”حدود“ سے متعلق ”اصول“ کیا صرف عام قارئین کے عمل کے لئے پیش کئے گئے ہیں یا ان کا ”اطلاق“ روزنامہ اسلام کے ”خواص“ پر بھی ہوتا ہے؟
(۱۷۸)	کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کے زیر بحث مضمون میں مذکورہ اصولوں کی دہیاں نہیں بکھیری گئیں؟
(۱۷۹)	کیا زیر بحث مضمون میں ”زبان و قلم“ کے استعمال میں ”مشروعہ“ احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا؟
(۱۸۰)	کیا زیر بحث مضمون میں ”حدود و قیود“ کا لحاظ رکھ کر اپنا موقف پیش کیا گیا؟
(۱۸۱)	کیا زیر بحث مضمون میں ”نفس مسئلہ“ کی حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد ہی تنقید کی گئی ہے؟
(۱۸۲)	کیا زیر بحث مضمون فریق مخالف کے ”دلائل کی قوت“ معلوم کرنے کے بعد تحریر کیا گیا؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۱۸۳)	کیا زیر بحث مضمون دوسرے فریق کا موقف و دلائل سمجھے بغیر ”ماپ شاپ“ ہی نہیں ہانکا گیا؟
(۱۸۴)	کیا زیر بحث مضمون میں اپنے سے عمر میں بڑوں اور والد کے جا بجا حضرات کے لئے غیر مناسب، غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی اور بالکل ہی غیر مہذب اسلوب اور طرزِ مخاطب نہیں اختیار کیا گیا؟
(۱۸۵)	کیا زیر بحث مضمون میں ”لب کشائی“ کرنے سے پہلے ”نفس مسئلہ“ کے پورے ”مالہ و ماعلیہ“ پر عبور حاصل کیا گیا؟
(۱۸۶)	کیا زیر بحث مضمون ”عظیم تحقیقی کتاب“ کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحات کی زینت بنایا گیا؟
(۱۸۷)	”دشمن“ کے بارے میں غلط بیانی کرنے سے منع کرنے والوں نے کیا ”اپنوں“ کے بارے میں کذب بیانی اور افتراء پروازی سے کام نہیں لیا؟

روزنامہ اسلام کے ”جھوٹ + جھوٹ + جھوٹ“ کالم سے متعلق

چند گزارشات

حضرت مفتی صاحب

روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے زیر بحث مضمون کے ”متن“ سے یہ بات از خود ہی ثابت ہو گئی ہے کہ اس میں ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ پر تبصرہ کرتے ہوئے قصداً و عمدتاً ”خلط بحث، طعن و تعریض، مغالطہ دہی، فریب دہی، کذب بیانی اور افتراء پروازی“ جیسے سنگین ترین ”میراث“ کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ زیر بحث مضمون کا مفصل جواب تو ایک مستقل کتاب کا متقاضی ہے لیکن یہاں چند امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں:

اولاً:-

زیر بحث پورے کالم میں میری کتاب اور میرا نام لئے بغیر دیگر ”تعریضات“ کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

علاوہ تین مرتبہ طرز ”مختصر تحقیقی کتاب“ کا ذکر کیا گیا ہے۔ حالانکہ جناب اوریا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم میں مصنف سمیت کتاب کا نام حتی کہ جس ادارے کے زیر اہتمام طبع ہوئی ہے اس کا نام بھی لکھ دیا تھا۔

(۱۸۸)	معلوم نہیں کہ ”روزنامہ اسلام“ نے کتاب کا اصل نام ظاہر کرنا کیوں گوارا نہیں کیا؟
(۱۸۹)	کیا اس کی ایک جہ یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ کتاب ”امام طبری کون؟“ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ میں امام طبری کی منقولہ روایات کو منافی عصمت اور مبنی برتوہین قرار دیا گیا تھا اس لئے امام طبری کے دکلائے صفائی روزنامہ اسلام والوں نے نام مخفی رکھا تا کہ قارئین کہیں فی الواقع امام طبری کو ”افسانہ ساز“ ہی نہ سمجھ لیں؟

البتہ اس کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ جناب اوریا مقبول جان صاحب کا کتاب پر تبصرہ کے لئے منتخب کردہ عنوان ”لہامی“ ہے جسے ان کے مخالفین یا مقلدین نے بھی بالآخر طوعاً و کرہاً قبول کر ہی لیا ہے۔

ثانیاً:-

کتاب کے مائل پر کتاب کے نام سے بھی پہلے جلی حروف میں کتاب کا اصل مقصد ظاہر کرنے کے لئے یہ لکھا گیا ہے کہ:

”سلسلہ دفاع ماسوس انبیاء عظام و صحابہ کرام“

جبکہ 832 صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب میں امام طبری کی منقولہ منافی عصمت اور مبنی برتوہین روایات کو روایتاً و درایتاً غلط ثابت کر کے انبیاء عظام اور صحابہ کرام کی مقدس شخصیات کا بھرپور دفاع کیا گیا ہے۔ جس سے ”شخصیات مقدسہ“ کا کوئی بدترین معاند ہی اختلاف کر سکتا ہے۔

نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑتا ہے کہ ”روزنامہ اسلام“ کے ذمہ داروں کو ”شخصیات مقدسہ“ کا دفاع بہت ناگوار گزرا۔ چنانچہ ”روزنامہ اسلام“ میں ایک غلط ”صغریٰ، کبریٰ“ ملا کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ:

”مگر یہ بات یہیں تک نہیں رکے گی۔ ان تحقیقات جدیدہ کے بانوں سے ان کے پیر و کار یہ سوال ضرور کریں گے کہ جب بخاری و مسلم سمیت کوئی بھی (کتب) حدیث مردود

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط روایات سے محفوظ نہیں تو سارا ذخیرہ حدیث ہی مشکوک ہو گیا ہے۔ اس کی صفائی اور تدوین حدیث کا کام از سر نو شروع کریں۔ اس طرح اصلاح دین اور دفاع شخصیات مقدسہ کے نام پر پورے دین کی عمارت ہی ڈھا دی جائے گی تب ہی کہیں جا کر تحقیقات کا بھوت اترے گا۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016)

حضرت مفتی صاحب!

اس ”تبصرہ“ پر مکرر فرمائیں اور بتائیے کہ:

(۱۹۰)	کیا محض ”مفسرین“ کی بنیاد پر کوئی مومن اس طرح کا تبصرہ کر سکتا ہے؟
(۱۹۱)	کیا محمد بن اخط (ان کا ذکر آگے آ رہا ہے) دامثالہ پر جرح کرنے سے حدیث کا سارا ذخیرہ مشکوک ہو جائے گا؟
(۱۹۲)	کیا کتب حدیث، ضعیف، منکر اور موضوع روایات سے بالکل محفوظ ہیں؟
(۱۹۳)	کیا ”علم حدیث“ کا کوئی طالب علم یا استاذ بقائگی ہوش و حواس اس طرح کا دعویٰ کر سکتا ہے؟
(۱۹۴)	”ضعیف، منکر اور موضوع“ روایات کی نشاندہی کرنے سے سارے ذخیرہ حدیث کو کیونکر مشکوک قرار دیا جاسکتا ہے؟
(۱۹۵)	کیا ”منکر اور موضوع“ روایات کو تسلیم کرانے کا کوئی نیا طریقہ ”سجاد“ ہوا ہے؟

حضرت مفتی صاحب!

آپ روزنامہ اسلام کے چیف ایڈیٹر ہی نہیں بلکہ جامعہ الرشید جیسے ادارے میں ”صدر مفتی و شیخ الحدیث“ کے منصب پر بھی فائز ہیں۔

(۱۹۶)	کیا بحیثیت شیخ الحدیث آپ روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والی عبارت کے ساتھ ”اتفاق“ کر سکتے ہیں؟
(۱۹۷)	کیا سنن اربعہ ”ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ“ ”ضعیف و منکر“ روایات سے محفوظ ہیں؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
 مؤخر الذکر یعنی سنن ابن ماجہ (جو صحاح ستہ میں شامل ہے) کے متعلق حضرت مفتی محمد تقی عثمانی
 صاحب لکھتے ہیں کہ:
 ”اگرچہ صحاح ستہ میں شامل ہے لیکن اس میں ضعیف اور منکر احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے، یہاں
 تک کہ اس میں کم از کم انیس (19) روایات موضوع بھی ہیں۔“ (درس ترمذی جلد اول ص 70)
 اس موضوع کو کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھا جاتا ہے، اس حوالے سے محدثین کرام کے
 ارشادات کثیر تعداد میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب!

(۱۹۸)	کیا سنن ابن ماجہ میں کثیر تعداد میں ضعیف، منکر اور موضوع روایات کی بنا پر اس کی دیگر روایات سے بھی انکار کرنا لازم آتا ہے؟
(۱۹۹)	ستم بالائے ستم یہ کہ ”روزنامہ اسلام“ کے سرپرستوں نے تبصرہ کا آخری حصہ بھی بڑی آسانی سے ہضم کر لیا؟ 18 اکتوبر 2016ء سے تا دم تحریر ”ادارے“ میں کوئی جنبش پیدا نہیں ہوئی۔ معلوم نہیں کہ ان کے ہاں انبیائے عظام و صحابہ کرامؓ جیسی ”شخصیات مقدسہ“ کے دفاع کو اتنا بڑا ”مجرم“ کیوں قرار دے دیا گیا؟
(۲۰۰)	کیا روزنامہ اسلام کے سارے ہی ذمہ دار تب سے اب تک اس پر غور نہیں کر سکے؟
(۲۰۱)	اگر نہیں تو پھر اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ ”شخصیات مقدسہ“ کے دفاع سے پورے دین کی عمارت منہدم ہوتی ہے یا مزید مستحکم ہوتی ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان تو کچھ لوگوں کے لئے یہ تھا کہ: ”کَلِمَةُ حَقٍّ
 اَرِيدُ بِهَا الْبَاطِلَ“ کے معلوم تھا کہ ایک وقت یہ بھی آئے گا کہ ”روزنامہ اسلام“ میں اس جملہ کو اس
 مشہوم میں تبدیل کر دیا جائے گا کہ: ”کَلِمَةُ بَاطِلٍ اَرِيدُ بِهَا الْحَقَّ“ بھلا ”باطل“ کلمہ بول
 کر اس سے حق کیونکر مراد لیا جاسکتا ہے؟

حضرت مفتی صاحب!

”روزنامہ اسلام“ کے زیر تبصرہ ”مضمون“ میں میری کتاب پر جناب ادب اور بامقبول جان صاحب

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کے کالم زیر عنوان ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ پر رد عمل کا اظہار کیا گیا ہے۔

(۲۰۲) اس سوال کے جواب کا شدت سے انتظار رہے گا کہ ابن اسحاق و امثالہ جیسے مجروح راویوں کے دفاع کو انبیائے عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جیسے شخصیات مقدسہ کے دفاع پر کیوں ترجیح دی گئی؟

ثالثاً:-

”روزنامہ اسلام“ کے زیر بحث مضمون میں ”خط بحث اور فریب دہی سے کام لیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ ”جن تاریخی راویوں کو کالم نگار موصوف (جناب اوریا مقبول جان صاحب) نے نسلی تعصب سے اتھڑے ہوئے کہا ہے“ ان کی اکثریت شریف النسل عرب تھی۔ امام محمد بن سعد (م 230ھ) قریشی ہاشمی تھے، خلیفہ بن خیاط (م 240ھ) جو اپنے شاگرد امام بخاری سے پہلے اپنی تاریخ کو روانہ دے چکے تھے عرب تھے۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۲۰۳) کیا یہ صریح کذب بیانی اور افتراء پر دازی نہیں ہے؟ جس کا اظہار روزنامہ اسلام میں بڑے فخر یہ انداز میں کیا گیا ہے؟

(۲۰۴) کیا یہ تبصرہ ”اصول توجیہ القول بمالایرضی بالقائل“ کا صدق نہیں ہے؟

زمانہ اس قدر قائل ہوا ہے فیض جھوٹوں کا

جو سچ کہتے ہیں ان کی ایک بھی مانی نہیں جاتی

محترم اوریا مقبول جان صاحب نے تو اپنے کالم ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ میں کسی راوی کو بنام ”نسلی تعصب میں اتھڑا“ ہوا نہیں لکھا۔ زیر بحث مضمون (کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟) میں جن دو مؤرخین محمد بن سعد اور خلیفہ بن خیاط کی طرف ”نسلی تعصب میں اتھڑے ہوئے“ ہونے کی نسبت کی گئی ہے، جناب اوریا مقبول جان صاحب نے اپنے ایک دوسرے کالم میں انہیں نام بنام ثقہ اور سچا قرار دیا ہے۔ چنانچہ موصوف رقم طراز ہیں:

”طبری نے سچے اور ثقہ راویوں کی صرف 209 روایات کو تاریخ کا حصہ بنایا، زبیر بن بکار محمد

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
 بن سعد، موسیٰ بن عقبہ، خلیفہ بن خیاط، وہب بن منبہ۔ (روزنامہ ایکسپریس 4 ستمبر 2015ء تحت
 ”خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے“

رابعاً:-

اسی پر بس نہیں بلکہ مزید ”افتراء پردازی“ کرتے ہوئے یہاں تک لکھا گیا کہ:
 ان اخباری حضرات میں عروہ بن زہیر بھی تھے۔ کیا وہ عجمی النسل تھے؟ صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ ان کی روایات کا بہت بڑا حصہ سیرت اور صحابہ کی تاریخ پر ہی تو
 مشتمل ہے۔ انہی بزرگوں میں امام ابن شہاب الزہری بھی تھے۔ عجمی نہیں قریشی تھے۔
 اولین مؤرخین اسلام میں سے ایک ہیں جن سے امام طبری سمیت مؤرخین نے بے دریغ
 سیرت اور تاریخ کی روایات لی ہیں۔ یہی زہری صحیح مسلم کی چار سو سے زائد اور بخاری
 شریف کی چھ سو سے زائد احادیث کے روای ہیں۔ کیا زہری اور ان سے استفادہ کرنے
 والے محدثین بھی ”لتھڑے ہوئے“ تھے؟

حضرت مفتی صاحب!

آپ کی زیر سرپرستی ”روزنامہ اسلام“ میں انتہائی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
 مسلسل ”دروغ“ کو ”فروغ“ دیا جا رہا ہے اور آپ نے ابھی بھی ”سکوت“ نہیں توڑا۔

(۲۰۵)	سوال یہ ہے کہ کس نے کب اور کہاں حضرت عروہ بن زہیرؒ اور امام زہریؒ کو ”لتھڑا ہوا“ کہا؟
(۲۰۶)	کیا یہ کذب بیانی کے ساتھ ساتھ افتراء پردازی نہیں؟

محمد بن الحلق

خامساً:-

”روزنامہ اسلام“ کے زیر بحث مضمون میں یہ لکھا گیا ہے کہ:
 ”اب محمد بن الحلق کو دیکھئے۔ محمد بن الحلق بن یسار بن خیار۔ پورا شجرہ نسب ہی عربی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ہے۔ رہے بھی بچپن سے مدینہ میں۔ تابعی ہیں۔ کحول، قاسم بن محمد اور سعید بن المسیب کے شاگرد ہیں۔ علی بن مدینی فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا دار و مدار چھ افراد پر ہے اور ان چھ کا دار و مدار بارہ راویوں پر ہے جن میں سے ایک محمد بن اخطب ہیں۔“ (جان صاحب کا دل چاہے تو کسی کی ایک آدھ کی جرح کا پتھر اٹھا کر علی بن مدینی جیسے جرح و تعدیل کے امام پر بھی دے ماریں)۔“

اس عبارت میں بھی کمال عیاری اور خلط بحث سے کام لیا گیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

آپ روزنامہ اسلام کے ”مدیر اعلیٰ“ اور چیف ہی نہیں بلکہ ایک معروف جامعہ میں ”شیخ الحدیث“ کے جلیل القدر منصب پر بھی فائز ہیں جہاں دوران تدريس کتب اسماء الرجال کی طرف مراجعت کے بغیر تدريس کا حق ادا ہی نہیں ہو سکتا۔

(۲۷۷) بغرض محال اگر باقی امور کی طرف توجہ کے لئے آپ کے پاس ”وقت“ نہیں ہے تو کم از کم محمد بن اسحاق کے بارے میں تو کتب اسماء الرجال کی طرف مراجعت کر کے اس بات کی وضاحت فرمادیں کہ کیا محمد بن اسحاق کا پورا شجرہ نسب ہی عربی ہے؟	(۲۷۸) اگر آپ اس کے ساتھ متفق نہیں ہیں تو کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام سچ اس مسئلہ کے کہ کیا کذب و افتراء پر مبنی مضامین کی اشاعت کے لئے روزنامہ اسلام ہی وقف ہو گیا ہے؟
--	---

پہلی غلط بیانی اور فریب دہی ملاحظہ فرمائیں:

”محمد بن اخطب بن یسار بن خیار۔ پورا شجرہ نسب ہی عربی ہے۔“

اس ”مادر تحقیق“ کو منظر عام پر لانے کی بناء پر روزنامہ اسلام کے کارپردازان یقیناً ”مگول میڈل“ کے حق دار ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ محمد بن اسحاق کا پورا شجرہ نسب ہرگز عربی نہیں ہے۔ محمد (بن اسحاق) کے دادا ”یسار“ عراقی محافزہ سے جنگ کے دوران گرفتار ہو کر مدینہ لائے گئے تھے۔

حضرت مفتی صاحب!

(۲۰۹) کیا اس طرح مدینہ میں رہنے والے پر اصلاً عرب ہونے کا اطلاق صحیح ہے؟
روزنامہ اسلام کے زیر بحث مضمون میں امام ذہبی کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:
”رجال کے سب سے بڑے امام جن کے کاندھوں پر اس علم کی عمارت کھڑی ہے،
حافظ شمس الدین ذہبی ہیں۔ ۴۵ جلدوں میں ان کی تاریخ الاسلام اٹھا کر دیکھ لیں۔ ہر جلد
میں دو حصے کیے گئے ہیں۔ ایک حصے میں تاریخی واقعات سن وارا اور باقاعدہ ”نسبت باندھ کر“
نقل کئے گئے ہیں۔ محمد بن اسحاق، زہری، طبری، بلاذری، سبکی کی روایات نہایت عمدہ ترتیب
سے لی گئی ہیں۔... اب اگر کوئی خود کو حافظ ذہبی سے بڑا، ماہر رجال سمجھتا ہے۔“
(روزنامہ اسلام ۱۸۔ اکتوبر ۲۰۱۶ء، عنوان: ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“)

حضرت مفتی صاحب!

”رجال کے سب سے بڑے امام جن کے کاندھوں پر اس علم کی عمارت کھڑی ہے
حافظ شمس الدین ذہبی“ باقاعدہ ”نسبت باندھ کر“ رجال پر لکھی گئی اپنی کتاب میں محمد
بن اسحاق کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ:
”قیس بن مخزوم بن مطلب کی طرف نسبت ولاء کی وجہ سے مطلبی کہلاتے ہیں۔ یحییٰ
بن معین، امام نسائی اور امام دارقطنی کے نزدیک یہاں قابل حجت اور غیر قوی ہیں۔
امام مالک کے نزدیک یہ ”رجال من الرجال“ یعنی رجالوں میں سے ایک رجال
ہے۔ ابن اسحاق قدری تھے، مرغموں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے، صرف مغازی سے متعلق مرجع
ہیں۔ البتہ حلال و حرام کے بیان میں حجت نہیں سمجھے جاتے۔ ملاحظہ ہو: تذکرۃ الحفاظ جلد
1 ص 163۔ تحت محمد بن اسحاق صاحب المغازی۔

ہشام بن عروہ بن زہیر نے ابن اسحاق کی تکذیب کی ہے۔ امام یحییٰ بن سعید فرماتے
ہیں میں نے اللہ کے لئے ان سے روایت لیہا ترک کر دیا ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

الجزء السابع، ص 256)

امام جرجانی فرماتے ہیں: لوگ اس کی روایات پر فریفتہ ہیں، حالانکہ یہ کئی قسم کی بدعات سے متہم تھا۔ (احوال الرجال ص 132 ترجمہ 230)
مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ: ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کی نسبت محدثین میں اختلاف ہے۔ امام مالک ان کے تحت مخالف ہیں، لیکن محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ مغازی اور سیر میں ان کی روایتیں استناد کے قابل ہیں... علامہ ذہبی کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن اسحاق یہود و نصاریٰ سے روایت کرتے تھے اور ان کو ثقہ سمجھتے تھے۔ 151ھ میں وفات پائی۔

امام شوکانی فرماتے ہیں:

”ابن اسحاق ليس بحجة لا سيما اذا عنعن“ (نیل الاوطار جلد ۱ ص ۱۸۰)

محمد بن اسحاق حجت نہیں ہیں بالخصوص جب وہ ”عن“ سے روایت کریں۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی ایک حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قاته اتفرد به محمد بن اسحاق، وليس هو ممن يحتج به في الاحكام“

(عون المعبود شرح سنن ابی داؤد جلد ۱ ص ۲۳)

اس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہیں اور وہ احکام سے متعلق روایات میں قابل حجت نہیں ہیں۔

شیخ علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں:

”وما اتفرد به فقيه تكارة، فان في حفظه شيئا“ (ارواء الغلیل جلد ۲ ص ۴۴)

جس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق متفرد ہوں اس میں نکارت ہوتی ہے

اس لئے کہ ان کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: ”محمد بن اسحاق سیر و مغازی

کے مستند ترین مؤرخ ہیں لیکن یہی محمد بن اسحاق جب حدیث میں پہنچتے ہیں تو حضرات

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
محدثین انہیں خصوصیت سے احکام کی روایت میں ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں“ (ہمارے
عائلی مسائل ص 179 مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

محمد بن اسحاق امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی نظر میں

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے محمد بن اسحاق کے بارے میں مفصل کلام
کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

محمد بن اسحاق کو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و
تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصد گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور
پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے ان کی
روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے، تصریحات ملاحظہ کریں۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے (ضعفاء ص 52)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل جلد 1 ص 433)

ابن نمیرؒ یہ کہنے کے بعد بھی کہ جب وہ معروف راویوں سے روایت کرے تو حسن
الحدیث اور صدوق ہے یہ بھی تصریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مجہول روایت سے باطل
روایات نقل کرتا ہے (بغدادی جلد 1 ص 227) دارقطنیؒ کہتے ہیں کہ اس سے احتیاج صحیح
نہیں ہے۔ (ایضاً جلد 1 ص 232)

سلیمان تیمیؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ہشام بن عروہؒ کہتے ہیں کہ وہ کذاب ہے،
امام جرح و تعدیل یحییٰ قطانؒ کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب
ہے (میزان جلد 3 ص 21) (تقریب النواوی میں ہے) واذا قالوا: متروک الحدیث او
واھیہ او کذاب فہو ساقط لا یکتب حدیثہ“ ص 233، کہ جب محدثین کسی راوی
کے بارے میں متروک الحدیث یا وہی الحدیث یا کذاب کہتے ہیں تو وہ ساقط الاعتبار ہوتا
ہے اس کی روایت لکھی بھی نہیں جاسکتی۔ اور اس کی شرح تذریب الراوی میں لکھا ہے کہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ولا يعتبر به ولا يستشهد، ص 323۔ ایسے راوی کی حدیث کو اعتبار و متابعت اور شہادہ کے لئے بھی پیش نہیں کیا جاسکتا لیکن افسوس کہ فریق مخالف نہ صرف یہ کہ اس سے استدلال کرتا ہے بلکہ اس کے بل بوتے پر مسلمانوں کی اکثریت کی نماز کو باطل، بیکار اور کالعدم قرار دینے کا ادھار کھائے بیٹھا ہے۔

ترجمان الحدیث ماہ ستمبر 1972ء، ص 23 تا 26 وغیرہ میں محمد بن اسحاق کی توثیق پر ادھر ادھر کے چند حوالے نقل کر کے خاصاً ذکر صرف کیا ہے لیکن ائمہ جرح و تعدیل کی اس کڑی جرح کا کہ محمد بن اسحاق کذاب ہے کوئی جواب نہیں دے سکے اور نہ اس کا جواب دے سکتے ہیں کہ احکام و سنن میں ان کی روایت حجت نہیں ہے۔ باقی جن حضرات نے ان کو صدوق اور حسن الحدیث وغیرہ کہا ہے تو وہ تاریخ اور مغازی وغیرہ سے متعلق ہے نہ کہ بنیادی احکام اور سنن وغیرہ سے۔} وہیب بن خالدؒ اس کو کاذب اور جھوٹا کہتے ہیں (تہذیب العہد یب جلد 9 ص 45) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں ایک دجال تھا (میزان جلد 3 ص 21) و تہذیب العہد یب جلد 9 ص 41) نیز امام مالکؒ نے اس کو کذاب کہا ہے (بغدادی جلد 1 ص 232) جریرؒ بن عبد الحمیدؒ کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک زندہ رہوں گا جس میں لوگ محمد بن اسحاقؒ سے احادیث کی سماعت کریں گے (تہذیب العہد یب جلد 2 ص 302) ابو زرعہؒ کا بیان ہے کہ بھلا ابن اسحاقؒ کے بارے میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے؟ وہ تو محض بیچ تھا (توجیہ النظر ص 280)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ محدثین اور حفاظ حدیث ابن اسحاقؒ کے تفردات سے گریز کرتے ہیں (سنن الکبریٰ، بحوالہ الجوہر النقی جلد 1 ص 155) علامہ مارونؒ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاقؒ میں محدثین کے نزدیک مشہور کلام ہے (الجوہر النقی جلد 1 ص 155)

عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام احمد بن حنبلؒ لم یکن یحتج بہ فی السنن (بغدادی جلد 1 ص 230) و تہذیب العہد یب جلد 9 ص 44) سنن اور احکام میں وہ ان سے احتیاج نہیں کرتے تھے۔ حنبلؒ بن اسحاقؒ کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ابن اسحاق لیس بحجة (بغدادی جلد 1 ص 230 تہذیب التہذیب جلد 9 ص 44)
ابن اسحاق حجت نہیں ہے۔

ایوب بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا ابن اسحاق جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں متفرہ ہو تو اس کی حدیث حجت ہوگی؟ قال لا واللہ (بغدادی جلد 1 ص 230) فرمایا بخدا ہرگز نہیں۔

ابن ابی خثیمہ کا بیان ہے کہ ابن معین نے اس کو لیس بذاک، ضعیف اور لیس بالقوی کہا، میمون کا بیان ہے کہ ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے (بغدادی جلد 1 ص 231 تہذیب التہذیب جلد 9 ص 44)

علی بن المدینی کا بیان ہے لم یضعفه عندی الا روايته عن اهل الكتاب (تہذیب جلد 9 ص 45) میرے نزدیک ابن اسحاق کو صرف اس بات نے ضعیف کر دیا ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایتیں لے لے کر بیان کرتا ہے۔

مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابوالفرج محمد بن اسحاق بن ندیم (المتوفی 385ھ) اپنی کتاب الفہرست میں محمد بن اسحاق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

مطعون علیہ، غیر مرضی الطریقة، الی ان قال: وکان یحمل عن الیہود و النصاری و یسمہم فی کتبہ اهل العلم الاول، و اصحاب الحدیث یضعفونہ و یتهمونہ (الفہرست لابن الندیم ص 142 طبع مصر)

”اس پر طعن کیا گیا ہے اور اس کا طریقہ ناپسندیدہ تھا (پھر آگے فرمایا: کیونکہ) وہ یہود اور نصاریٰ سے روایات لیتا تھا اور اپنی کتابوں میں ان کو پہلے علم والے کہا کرتا تھا اور اہل حدیث اس کو ضعیف کہتے ہیں اور اس کو مہتمم قرار دیتے ہیں۔“

امام ترمذی لکھتے ہیں کہ بعض محدثین نے ان کے حافظ کی خرابی کی وجہ سے اس میں کلام کیا ہے (کتاب العلل جلد 2 ص 237) امام نووی لکھتے ہیں کہ جو راوی صحیح کی شرطوں کے مطابق نہیں ہیں ان میں ایک محمد بن اسحاق بھی ہے (مقدمہ نووی ص 16) علامہ ذہبی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق کی روایت درجہ صحت سے گری ہوئی ہے اور حلال و حرام میں اس سے احتجاج درست نہیں ہے (تذکرہ جلد 1 ص 163)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں ابن اسحاق احکام کی روایات میں حجت نہیں ہے۔ خصوصاً جب کہ متفرد ہو اور جب کوئی ثقہ راوی اس کے خلاف روایت کرتا ہو تو ابن اسحاق کی روایت قابل توجہ ہی نہیں ہو سکتی (درایہ ص 193) حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں کہ امام احمدؒ نے ابن اسحاق کی روایات کو منکر کہا ہے اور اس کو ضعیف بتایا ہے (زاد المعاد جلد 1 ص 143)

علامہ منذریؒ اور حافظ سخاویؒ کہتے ہیں کہ امام احمدؒ نے فرمایا مغازی میں ابن اسحاق کی روایات تو لکھی جاسکتی ہیں لیکن جب حلال و حرام کا مسئلہ ہو تو اس میں ایسے ایسے راوی (یعنی ثقہ اور ثبوت) درکار ہیں (الترغیب وترہیب جلد 4 ص 290 و فتح المغیث ص 120)

قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق لیس بحجة لا سيما اذا عنعن (خیل الاوطار جلد 1 ص 234) ابن اسحاق کی روایت حجت نہیں ہے خصوصاً جب کہ وہ جمعہ سے روایت کرتا ہو، نواب صدیق حسن خان صاحبؒ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ ”در سندش نیز ہماں محمد بن اسحاق است و محمد بن اسحاق حجت نیست (دلیل الطالب 239) حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن (حسن) صاحبؒ (البتوٰفی 1239ھ) نے (ایضاح الادلہ ص 45) میں ابن اسحاق پر سیر حاصل کلام کیا ہے اور ان تمام رکیک اور ضعیف تآویلوں کے دندان شکن جوابات دیئے ہیں جو اس کو ثقہ قرار دینے کے لئے اختیار کی گئی ہیں طلبہ ضرور اس کا مطالعہ کریں۔ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ شاید ہی جرح کا کوئی ادنیٰ سے اعلیٰ تک ایسا لفظ ملے گا جو جمہور محدثینؒ اور ارباب جرح و تعدیل نے محمد بن اسحاق کے بارے میں نہ کہا ہو معہذا محمد بن اسحاق فریق ثانی کے نزدیک ثقہ ہے اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ضعیف ہیں (بدور الاہلہ ص 235) فوا اسفا۔

حافظ ابن حجرؒ نے نہایت ضعیف اور رکیک تآویلیں کرنے کی بے جاسمی کی ہے تا کہ ابن اسحاق کو قابل اعتبار بنانے کی کوشش کا میاب ہو سکے مثلاً یہ کہ سلیمان تیمیؒ ائمہ جرح و

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

تعدیل میں نہ تھے اور امام مالکؒ نے اپنے الفاظ سے رجوع کر لیا تھا وغیرہ وغیرہ مگر یہ سب کوشش بیکار اور کالعدم ہے۔ اگر بالفرض سلیمان تیمیؒ ائمہ جرح و تعدیل میں نہ تھے تو کیا ہشامؒ بن عروہؒ، امام الجرح و التعدیل یحییٰ القطانؒ، وہیبؒ بن خالدؒ، امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، جریر بن عبد الحمیدؒ، امام نسائیؒ، خطیبؒ، ابن نمیرؒ، دارقطنیؒ، ابو زرعةؒ اور علامہ ذہبیؒ وغیرہ بھی ائمہ جرح و تعدیل میں نہیں ہیں؟ اور کیا ان سب نے ان جرحی الزامات سے رجوع کر لیا ہے؟

باقی امام مالکؒ کا رجوع کرنا بھی محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے خطیبؒ لکھتے ہیں اما کلام مالک فی ابن اسحاق قمشہور غیر خاف علی احل من اهل العلم بالحديث (بغدادی جلد 1 ص 224) امام مالکؒ نے ابن اسحاق میں کلام کیا ہے وہ کسی بھی ایسے شخص سے مخفی نہیں ہے جس کو فن حدیث کا علم حاصل ہے (امام ابن الجوزی الحسبلیؒ) (المستوفی 597ھ) اپنی کتاب الموضوعات میں لکھتے ہیں کہ:

اما محمد بن اسحاق قمجروح شہد بکنہ مالک و سلیمان تیمی
و وہیب بن خالد و ہشام بن عروہ و یحییٰ بن سعید و قال ابن المدینی یحدث
عن المجهولين باحاديث باطله (نصب الراية جلد 2 ص 250)
”بہر حال محمد بن اسحاق مجروح ہے اس کے جھوٹا ہونے کی امام مالکؒ سلیمان تیمیؒ،
وہیب بن خالدؒ، ہشام بن عروہؒ اور یحییٰ بن سعید القطانؒ نے کو ابی دی ہے، اور امام ابن
المدینیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مجہول راویوں سے باطل حدیثیں بیان کرتا ہے۔“
اس سے ثابت ہوا کہ اس شدید قسم کی مفسر جرح سے رجوع کا ثبوت امام ابن جوزیؒ
کے علم میں نہیں ہے اور امام بہیقیؒ لکھتے ہیں کہ:-

وكان مالک بن انس لا يرضاه و یحییٰ بن سعید القطان لا یروی عنه
و یحییٰ بن معین یقول لیس ہو بحجة و احمد بن حنبل یقول یکتب عنه هذه
الأحاديث أعني المغازی فاذا جاء الحلال والحرام أردنا قوما هكلنا یرید أقوى

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

منہ فاذا کان لا یحتج بہ فی الحلال والحرام فأولی أن لا یحتج بہ فی صفات اللہ سبحانہ و تعالیٰ و اما تقموا علیہ فی روايتہ عن اهل الکتاب ثم عن ضعفاء الناس و تدلیس اسامیہم فاذا روى عن ثقة و بین سماعہ منہ فجماعة من الأئمة لم یرواہ بأسا ۱ھ (کتاب الاسماء والصفات ص 297)

”امام مالک اس کو (برائے روایت) پسند نہیں کرتے تھے اور یحییٰ بن سعید القطان اس سے روایت نہیں لیتے تھے اور ابن معین فرماتے ہیں کہ وہ حجت نہیں اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سے مغازی کی حدیثیں تو لکھی جاسکتی ہیں لیکن حلال و حرام کی روایتوں میں ہم قوی راویوں کو تلاش کریں گے پس جب حلال و حرام میں ابن اسحاق کی روایت حجت نہیں تو صفات اللہ تعالیٰ میں بطریق اولیٰ اس کی روایت حجت نہیں ہو سکتی اور محدثین نے اس پر جو عیب لگایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتا ہے اور ضعیف قسم کے لوگوں سے بھی روایت کرتا ہے اور ان کے ناموں میں تدلیس سے کام لیتا ہے پس جب وہ ثقہ سے روایت کرے اور سماع کی تصریح بھی کرے تو ائمہ کی ایک جماعت اس میں مضائقہ نہیں سمجھتی۔“

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد نے ابن اسحاق کو جو حسن الحدیث کہا ہے تو مغازی وغیرہ کی حدیثوں سے متعلق کہا ہے نہ کہ احکام اور حلال و حرام کی حدیثوں کے بارے میں اور علامہ ذہبی نے سفیان بن حسین کے ترجمہ میں نقل کیا ہے کہ لا یحتج بہ کثیر محمد بن اسحاق یعنی محمد بن اسحاق کی طرح اس سے بھی احتیاج درست نہیں ہے اور کتاب العلو میں اس کو صاحب منا کیروغرائب بتایا ہے، ائمہ جرح و تعدیل نے ان میں جو کلام کیا ہے وہ فن روایت کے رد سے ہے اور محض دیا بٹا ہے اس کو حالت غصہ پر حمل کرنا جیسا کہ مؤلف خیر الکلام نے ص 195 میں کیا ہے صرف رام کہانی ہے اور ص 199 و 200 میں بحوالہ تحتہ الاحوذی جلد 1 ص 253 وغیرہ رجوع کے لئے جو قصہ نقل کیا ہے اس سے ان کا صراحتاً رجوع ہرگز ثابت نہیں ہوتا محض کشید ہے۔ ہاں بعد کے محدثین نے اپنے ظن اور تخیل سے رجوع پر حمل کیا ہے۔ مگر یہ ان کی اپنی صوابدید ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مؤلف خیر الکلام کا ص 211 میں امام مالکؒ اور یحییٰ بن سعیدؒ کی جرح کو مفسر قراردینا اور باقی حضرات کی جرح کو مبہم کہہ کر گلو خلاصی کرنا محض تسکین قلب کا سامان ہے غرضیکہ ان تمام حضرات کی جرح مفسر کڑی اور شدید ہے اور کسی کا تاریخی طور پر صراحت کے ساتھ رجوع ثابت نہیں ہے۔ مؤلف خیر الکلام کا ص 210 میں یہ لکھنا کہ محمد بن اسحاقؒ پر ایک الزام اہل کتاب سے روایت لیا بھی ہے حالانکہ اہل کتاب سے روایات لیا کوئی جرم نہیں تو ان کی بے خبری اور غفلت کی واضح دلیل ہے کہ وہ مطلقاً اہل کتاب کی روایت کو جائز سمجھتے ہیں۔ حضرت شاہد علی اللہ صاحبؒ تو یہ لکھتے ہیں کہ: - اقوال: الروایة عن اهل الکتاب تجوز فیما سبیلہ سبیل الاعتبار و حدیث یکون الامن عن الاختلاط فی شراعی الدین ولا تجوز فیما سوی ذالک۔ (حجة الله البالغة جلد 1 ص 171) میں کہتا ہوں کہ اہل کتاب سے روایت ایسے معاملات میں جہاں عبرت مقصود ہو اور جہاں دین کے احکام میں اختلاط واقع نہ ہوتا ہو درست ہے، اور اس کے علاوہ ان سے روایت جائز نہیں ہے۔

اور اسی لئے امام ابن المدینیؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتا ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب کے حوالہ سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے، مؤلف خیر الکلام نے جن بعض ائمہ کی بسلسلہ ابن اسحاقؒ کی توثیق نقل کی ہے تو وہ مسلم ہے مگر وہ صرف تاریخ اور مغازی وغیرہ کے بارے میں نہ کہ صفات اللہ، حلال و حرام، احکام اور سنن کے بارے میں اور مغازی میں وہ ثقہ بھی ہیں اور امام بھی اس میں نزاع نہیں ہے اور بلا شک حافظ ابن ہمامؒ اور علامہ عینیؒ وغیرہ نے محمد بن اسحاقؒ کی توثیق کی ہے مگر ائمہ جرح و تعدیل کی کڑی اور سنگین جرح کے مقابلہ میں ان کی توثیق مسلم نہیں ہے۔

فریق ثانی کے شیخ الکل مولانا سید منذر حسین صاحب دہلویؒ (المتوفی 1230ھ) لکھتے ہیں کہ: اور ضعیف کہنا غزالیؒ کا اور ربویؒ کا اور صاحب ہدایہؒ کا اور شیخ ابن الہمامؒ کا اور بعض مائیکوں کا حدیث کو ضعیف نہیں کر دیتا کیونکہ یہ لوگ مقلدین ہیں ائمہ جرح و تعدیل میں سے نہیں ہیں الیٰ ان قال۔ اب رہا ضعیف کہنا ابن عبد البرؒ کا اور ابو داؤدؒ کا اور علیؒ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

بن المدینی کا، سوالبتہ جرح ان کا پایہ اعتبار میں ہے لیکن اگر با بیان سبب اور با دلیل ہو تو معتبر ہے ورنہ بے بیان سبب ان کا جرح بھی مقبول نہیں ہونے کا الخ (معیار الحق 242)

اور مولانا محمد عبداللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں کہ جرح تعدیل تاریخ کی قسم سے ہے اور تاریخ اس وقت کے لوگوں کی معتبر ہوتی ہے۔ پچھلے لوگ قتال ہوتے ہیں اس لئے پہلے لوگوں کے خلاف کسی کی جرح تعدیل کا اعتبار نہیں اس کے لئے مقدمہ ابن الصلاح کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ (مودودیت اور احادیث نبوی ص 9)

رباعہ بن اسحاق کا مدلس ہونا تو یہ سب کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ علامہ دمشقی، حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی، نواب صدیق حسن خاں، مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور مبارکپوری صاحب وغیرہ کو اس کا صاف اقرار ہے۔ دیکھئے مجمع الزوائد جلد 1 ص 150 و تقریب ص 313، نیل الاوطار جلد 4 ص 42، دلیل الطالب ص 239، تعلیق المغنی جلد 1 ص 120، ابکار المنین ص 45، تحفۃ الاحوذی جلد 1 ص 291)

اعترض:-

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہے اور دلائل یہ ہیں:

(۱) امام بخاری اس کو ثقہ کہتے ہیں۔

(۲) امام شعبہ اس کو امیر المحدثین کہتے ہیں۔

(۳) ابن مدینی اور احمد بن حنبل وغیرہ اس کو ثقہ کہتے ہیں

(۴) اگر یہ ثقہ نہیں تو احناف، اذان، قطع سرقہ اور تعجیل افطار میں ابن اسحاق کی

روایتوں سے احتجاج کیوں کرتے ہیں (تحقیق الکلام جلد 1 ص 61۔ مضمحلہ)

جواب:-

مبارکپوری صاحب کے یہ جملہ اعذار بارود ہونے کے سبب مطلقاً قابل التفات نہیں ہیں، ہر شق کا جواب سنئے (۱) ایسے کذاب اور دجال راوی کے بارے میں امام بخاری وغیرہ کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے؟ خصوصاً جب کہ امام بخاری نے ابن اسحاق کا زمانہ نہیں پایا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اور ہشام بن عروہ، امام مالک اور یحییٰ القطان وغیرہ اس کا زمانہ پانے والے انتہائی سنگین الزام اس پر عائد کرتے ہیں اور یہ بڑے محتاط اور عارف باسباب الجرح بھی ہیں۔ علاوہ بریں واقعی محمد بن اسحاق ثقہ جتنو حضرت امام بخاریؒ نے باوجود اشد ضرورت کے صحیح بخاری میں اس سے احتجاج کیوں نہیں کیا؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ حضرت امام بخاریؒ وغیرہ کی ذاتی رائے ہے۔ حق وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے۔ چنانچہ نواب صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں جمہور اہل اسلام کے نزدیک ایسی حدیث سے جو حسن ہو احتجاج صحیح ہے لیکن امام بخاریؒ حدیث حسن سے احتجاج کے قائل نہیں ہیں۔ آگے نواب صاحب لکھتے ہیں والحق مقال الجمہور (دلیل الطالب ص 882) حق بات صرف وہی ہے جو جمہور نے کہی ہے۔ قاضی شوکانیؒ نے بھی امام بخاریؒ اور ابن اعرابیؒ کا یہ مسلک نقل کر کے آگے لکھا ہے والحق مقالہ الجمہور (نیل الاوطار جلد 1 ص 22) کہ حق وہی ہے جو جمہور نے کہا ہے۔

(۲) امام شعبہؒ کی بات اگر محمد بن اسحاق کے بارے میں حجت ہے تو جاہر بھی (جو قرآنہ خلف الامام ہی کی ایک روایت کا راوی ہے مگر ہم نے اس سے احتجاج نہیں کیا) کے بارے میں کیوں حجت نہیں ہے؟ امام شعبہؒ ان کو بھی ثقہ کہتے ہیں (کتاب القراءہ ص 108، میزان جلد 1 ص 176، تہذیب جلد 2 ص 47 و توجیہ النظر 291 وغیرہ) علاوہ بریں مبارک پوری صاحبؒ کے نزدیک امیر المحدثین ہونے سے توثیق کیسے لازم آتی ہے؟ مبارک پوری صاحبؒ تو لکھتے ہیں کہ علامہ تاج الدین سبکیؒ نے ابو طاہر فقیہ کو کوشچ، ادیب، عارف، اور امام المحدثین والفقہاء لکھا ہے۔ قلت لادلالہ فی هذا علی کونہ ثقہ قابلاً للاحتجاج (تحفة الاحوذی جلد 2 ص 75) لیکن میں کہتا ہوں کہ امام المحدثین والفقہاء ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ وہ ثقہ اور قابل احتجاج بھی تھے، محقق نیوی نے ابو عبد اللہ فنجویہ دینوریؒ کو کبار محدثین میں لکھا ہے مبارک پوری صاحبؒ ان پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

فان مجرد کونه من کبار المحدثین لا یلزم کونه ثقة ((انتهی بلفظ

تحفة الاحوذی جلد 2 ص 75)

ان کے صرف کبار محدثین میں ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ وہ ثقہ بھی تھے؟

مبارک پوری صاحبؒ ہی ازراہ یز رگی و انصاف فرمائیں کہ جن کے بارے میں جرح کا ایک لفظ بھی موجود نہ ہو اور علامہ تاج الدینؒ کی دیگرہ جیسے امام اور ثقہ عالم ان کو امام الحمد شین اور کبار الحمد شین لکھیں مگر معہذا ان کی ثقاہت ثابت نہ ہو سکے اور محمد بن اسحاقؒ کو ائمہ جرح و تعدیل کذاب اور دجال تک کہتے ہوں تو ان کے (بقول امام شعبہؒ) امیر الحمد شین ہونے سے اس کی ثقاہت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

ٹھو کریں مت کھاپے چلے سنبھل کر دیکھ کر

چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

(۳) امام ابن مدینیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کو مطلقاً ابن اسحاق کے مؤلفین میں شامل کرنا انتہائی غفلت اور طبقات روایت سے بے خبری پر مبنی ہے ہا حالہ ان کے اقوال نقل کئے جا چکے ہیں کہ یہ بھی ابن اسحاق کو مجروح اور ضعیف قرار دیتے ہیں لہذا ان کا ذکر مطلقاً معدلین میں جہالت پر مبنی ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اگر جرح و تعدیل کا تعارض ہو اور جارح امر خفی پر مطلع ہو چکا ہو جس کی اطلاع معدل کو نہیں تو جرح و تعدیل پر مقدم ہے اور یہی محققین اور جمہور کا مختار ہے (شرح مسلم جلد 1 ص 21) اور نیز لکھتے ہیں کہ:

قاتهم متفقون علی أنه لا یحتج بالضعیف فی الاحکام (ایضاً)

محدثین کرامؒ اس پر متفق ہیں کہ ضعیف راوی سے احکام میں احتیاج و استدلال کرنا درست نہیں ہے اور ابن اسحاق پر جرح مفسر اور با بیان سبب ہے اور یہ روایت احکام شرعیہ میں سے ایک حکم سے متعلق ہے اور جہی تو فریق ثانی احناف کی نماز کو بیکار اور باطل اور کالعدم قرار دے کر معاذ اللہ تعالیٰ ان کو فی السقر پہنچانے کا ادھار کھائے بیٹھا ہے اور چیلنج دیتا ہے اندریں حالات ابن اسحاق کی روایت کی کیا وقعت ہے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

(”احسن الکلام“ طبع اول: 1955، طبع دوم 1965، طبع سوم 1980، طبع

ہفتم 2001 ص 501 تا 509)

محمد بن اسحاق کے بارے میں مذکورہ بحث ”احسن الکلام“ طبع ہفتم سے ماخوذ ہے،
جو حسب ذیل اکابر علماء دیوبند کی تصدیق ہے:

- (۱) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (۲) حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب[ؒ] (۳) حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی[ؒ] (۴) حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی[ؒ] (۵) حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب[ؒ] (۶) حضرت مولانا محمد شفیع صاحب[ؒ] کراچی (۷) حضرت مولانا خیر محمد صاحب[ؒ] (۸) حضرت مولانا احمد علی صاحب[ؒ] (۹) حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب (۱۰) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواسی (۱۱) حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب بہبودی[ؒ] (۱۲) حضرت مولانا سلطان محمود صاحب[ؒ] (۱۳) حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ جنک (۱۴) حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد نصیرا لدین صاحب غور غشتی[ؒ] (۱۵) حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی (۱۶) حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی (۱۷) حضرت مفتی رشید احمد صاحب

(احسن الکلام حصہ اول، فہرست مضامین ص 3)

مناظر اسلام، محقق اہلسنت، فخر حنفیت حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ دیوبند
فاضل نصرت العلوم کجرا نوالہ شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیر والی (تلمیذ رشید امام اہل سنت
مولانا محمد سر فراز خان صفدر) محمد بن اسحاق کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اس سند میں عن ابی اسحاق دراصل محمد بن اسحاق ہے مگر مشہور روایت ہے۔ مگر ابراہیم بن
سعد نے اس کو ابن اسحاق کے بجائے عن ابی اسحاق بنا دیا ہے اور ابن اسحاق کو چھپانے کے
لئے یہ ایسی کارروائی کرنے کا مریض نظر آتا ہے۔ (توضیح الکلام پر ایک نظر ص 117۔ ناشر:
جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم (ملتان روڈ) ڈیرہ اسماعیل خان۔ طبع اول جمادی الثانیہ
1423ھ / ستمبر 2002ء صفحات 315)

اور یا مقبول جان اور محمد بن اسحاق

حضرت مفتی صاحب!

یہ ہیں روزنامہ اسلام کے محبوب راوی اور پیر طریقت ”جن کے دفاع کو“ انبیاء عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دفاع پر نہ صرف یہ کہ ترجیح دی گئی بلکہ روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحہ پر فکر آخرت سے بالکل عاری ہو کر یہ ناروا جسارت بھی کر دی گئی کہ: ”ان تحقیقات جدیدہ کے ہائیوں سے ان کے پیروکار یہ سوال ضرور کریں گے کہ جب بخاری و مسلم سمیت کوئی بھی (کتب) حدیث مردود روایات سے محفوظ نہیں تو سارا ذخیرہ حدیث ہی مشکوک ہو گیا ہے۔ اس کی صفائی اور تدوین حدیث کا کام از سر نو شروع کریں۔ اس طرح اصلاح دین اور دفاع شخصیات مقدسہ کے نام پر پورے دین کی عمارت ہی ڈھا دی جائے گی تب ہی کہیں جا کر تحقیقات کا بھوت اترے گا“ (18 اکتوبر 2016)

حضرت مفتی صاحب!

محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم میں محمد بن اسحاق پر سرے سے کوئی جرح نقل ہی نہیں کی تھی صرف طبری کے بارہ راویوں کا ذکر کیا تھا جن میں سے پانچ ثقہ ہیں اور باقی سات وہ ہیں جن پر ائمہ جرح و تعدیل نے جھوٹے یا مہم بالکذب ہونے کا الزام لگایا ہے، ان دروغ کو راویوں (یعنی وہ جن پر جھوٹا ہونے کا الزام ہے) میں حسب ذیل راوی شامل ہیں۔ (1) محمد بن سائب کلبی۔ (2) ہشام بن محمد بن سائب کلبی۔ (3) محمد بن عمرو اقدی۔ (4) سیف بن عمر تیمی۔ (5) ابو جعفر لوط بن یحییٰ۔ (6) یحیٰ بن عدی۔ (7) محمد بن اسحاق بن یسار۔ ملاحظہ ہو: روزنامہ ایکسپریس 4 ستمبر 2015ء تحت ”خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے“

حضرت مفتی صاحب!

جناب اور یا مقبول جان صاحب نے 4 ستمبر 2015ء کو اپنے کالم ”خوگر حمد سے تھوڑا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

ساگلہ بھی سن لے، میں ڈاکٹر خالد طلال (علال) کبیر کے حوالے سے محمد بن اسحاق سمیت جن سات متہم بالکذب راویوں کا ذکر کیا ہے وہ ”معلومات“ یا ”تحقیقات“ جناب اوریا صاحب کے کالم کی اشاعت سے چودہ ماہ پہلے معروف دینی جریدے ”ماہنامہ دارالعلوم دیوبند“ کے اوراق کی زینت بن چکی تھیں۔ چنانچہ مفتی ابوالخیر عارف محمود استاذ و رفیق شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی اپنے مضمون: ”تاریخ اسلامی میں جھوٹے راویوں کا کردار ارتداد وین جدید کی ضرورت“

میں ایک ذیلی عنوان ”تاریخ طبری کا اجمالی جائزہ“ قائم کر کے لکھتے ہیں کہ:

ان ساری خصوصیات کے باوجود تاریخ طبری میں جگہ جگہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ایسی بے بنیاد اور جھوٹی روایات مروی ہیں، جن کی کوئی معقول و مناسب توجیہ نہیں کی جاسکتی ہے، جب کہ عدالت صحابہ کرامؓ پر موجود قطعی نصوص قرآن و سنت اور اجماع امت کے پیش نظر منصف مزاج اہل علم امام طبری اور خاص کر ان کی تاریخ میں مروی اس طرح کی روایات پر کلام کرنے پہ مجبور ہوئے ہیں، تاریخ طبری بڑے بڑے دروغ کو، کذاب اور متہم بالکذب راویوں کی روایات سے بھری ہوئی ہے، بطور مثال کے تاریخ طبری کی روایات کا ایک جائزہ لینے کے لیے ڈاکٹر خالد طلال کبیر صاحب نے تاریخ طبری میں موجود ثقہ و غیر ثقہ راویوں کی روایات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ تاریخ طبری میں اس کے بارہ (12) مرکزی روایات کی روایات کا جائزہ لیتے ہیں، جن میں سے سات راوی کذاب یا متہم بالکذب ہیں اور پانچ ثقہ ہیں۔

دروغ گواور متہم بالکذب راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ

محمد بن سائب کلبی کی بارہ (12) روایات، ہشام بن محمد کلبی کی پچپن (55) روایات، محمد بن عمر کی چار سو چالیس (440) روایات، سیف بن عمر تمیمی کی سات سو (700) روایات، ابو جعفر لوط بن یحییٰ کی چھ سو بارہ (612) روایات، یثیم بن عدی کی سولہ (16) روایات، محمد بن اسحاق بن سيار (سیر) کی ایک سو چونسٹھ (164) روایات

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
ہیں، ان سب کی روایات کا مجموعہ جن کو مؤرخ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے وہ انیس
سوتانوے (1999) ہے۔

ثقفہ راویوں کی روایات کا اجمالی خاکہ

زبیر بن بکار کی آٹھ (8) روایات، محمد بن سعد کی ایک سو چونتیس (164) روایات،
موسیٰ بن عقبہ کی سات (7) روایات، خلیفہ بن خیاط کی ایک (1) روایت، وہب بن معینہ کی
چھیالیس (46) روایات ہیں۔ تاریخ طبری کے ان پانچ ثقفہ راویوں کی روایات کا مجموعہ دو
سونو (209) ہے۔

تو کویا تاریخ طبری میں دو سونو (209) ثقفہ روایات کے مقابلہ میں ان سات دروغ
کو اور مہم بالکذب راویوں کی انیس سوتانوے (1999) روایات ہیں، ان دونوں کے
تناسب سے اندازہ لگا جاسکتا ہے کہ تاریخ طبری جیسی قدیم اور مستند سمجھی جانے والی کتاب کا
جب یہ حال ہے تو تاریخ کی باقی کتابوں کا کیا حال ہوگا۔۔۔

محترم قارئین کرام! کیا صرف سند کے ساتھ رطب و یابس، غٹ و سبکین اور ثقفہ وغیر
معتبر ہر طرح کی روایات کا نقل محض کسی بھی ثقفہ مصنف کے لئے معقول عذر بن سکتا ہے؟۔۔۔

... معاصر عرب اہل علم حضرات میں سے ڈاکٹر خالد علال کبیر صاحب (۲۳) نے اپنی
کتاب ”مدرسة الکلبیین فی رواية التاريخ الاسلامی و تلویحہ“ میں مؤرخ طبری
کے اس مخصوص طرز عمل کے بارے میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک انھوں نے یہ (یعنی تحقیق و
تحقیص کے بغیر صرف اسانید کے ساتھ روایات کو نقل کر کے) ایک ناقص کام کیا ہے، اور ان
تمام روایات کے وہ خود ذمہ دار ہیں جو انہوں نے اپنی تاریخ میں مدون کی ہیں، پس انہوں
نے عمداً دروغ کو راویوں سے بہ کثرت روایات نقل کیں اور ان پر سکوت اختیار کیا، یہ انتہائی
خطرناک معاملہ ہے جو بعد میں آنے والی بہت ساری نسلوں کی گمراہی کا سبب بنا، انھیں
(طبری) چاہیے تھا کہ وہ ان دروغ کو راویوں کا بغیر ضرورت کے تذکرہ نہ کرتے، یا ان پر
نقد کرتے اور ان کی روایات کی جانچ پڑتال کرتے، صرف ان کی اسانید کے ذکر پر اکتفا کر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کے سکوت اختیار نہ کرتے۔ نقد روایات اس لیے ضروری تھا کہ تاریخ طبری کا مطالعہ کرنے والوں میں غالب اکثریت ان لوگوں کی ہے جن میں اتنی علمی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ ان روایات پر سند متن کے اعتبار سے نقد کر سکیں، اگر اس سے استفادہ کرنے والے صرف حدیث، تاریخ و دیگر علوم میں پتھر ہوتے تو یہ طے شدہ بات تھی کہ وہ نقد و تحقیق کا عمل انجام دیتے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف مزید لکھتے ہیں کہ اس معاملہ کو اس سے بھی زیادہ سنگین اس بات نے کر دیا کہ طبری کے بعد آنے والے اکثر مورخین نے قرونِ ثلاثہ کے بارے میں ان سے بہ کثرت روایات نقل کی ہیں، جیسا کہ ابن جوزیؒ نے اپنی کتاب ”المختصر“ میں، ابن الاثیرؒ نے ”المکمل“ میں اور ابن کثیرؒ نے ”البدایہ“ میں بغیر سند کے نقل کیا ہے، اور ان حضرات کا اس طرح بغیر سند کے روایات نقل کرنے سے ثقہ اور دروغ کو راویوں کی روایات خلط ملط ہو گئی ہیں، بسا اوقات تاریخ طبری کی طرف مراجعت کے بغیر ان روایات میں تمیز مستحیل ہو جاتی ہے۔

افتراق و انتشار اور گروہی اختلافات کی اساس

غرض کذاب اور دروغ کو راویوں کی موضوع و من گھڑت اور نصوص شریعت و حاملین دین متین سے متصادم روایات ہی امت مسلمہ میں افتراق و انتشار اور تمام گروہی اختلافات کی اساس و بنیاد ہیں، جن کو صراطِ مستقیم سے منحرف فرقوں نے جب مذہبی قداس کا لبادہ اوڑھا دیا تو اس مکتبہ فکر کے ماننے والوں نے ان روایات کو دین اور رجال پر طعن کرنے، گمراہ افکار کی نصرت و تائید، مسلمہ حقائق اور متواتر تاریخ اسلامی میں تشکیک پیدا کرنے کے لیے ہلو ر سلاج کے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

(ماہنامہ دارالعلوم ”دیوبند“ شمارہ 6 جلد 98۔ شعبان 1435ھ مطابق جون 2014ء)

حضرت مفتی صاحب!

(۲۱۰) برائے مہربانی اور یا صاحب کے کالم اور مفتی ابوالخیر عارف محمود کے نقل کردہ متن میں فرق واضح فرمادیں؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۲۱۱) اگر کوئی فرق محسوس نہ ہو تو روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحہ پر 18 اکتوبر 2016 کو شائع ہونے والے مضمون میں پائی جانے والی جارحیت کے متعلق شرعی فتویٰ سے بھی آگاہ فرمادیں؟

کیونکہ مؤخر الذکر مضمون اور یا صاحب کے کالم سے 14 ماہ پہلے منظر عام پر آچکا تھا۔

حضرت مفتی صاحب!

راقم یا جناب اور یا مقبول جان صاحب ائمہ رجال کے حوالے سے ان جھوٹے راویوں کا اگر صرف نام لیں یا ان پر ائمہ رجال کی جرح نقل کریں تو ”محرم“ گردانے جائیں اور مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفری اگر ”فاتحہ خلف الام“ جیسے فردی مسئلہ میں اسی ”محمد بن اسحاق“ کے بیچے ادھیڑ کر رکھ دیں یا ان کے تلمیذ رشید مناظر اسلام، محقق اہلسنت، فخر حقیقت حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ صاحب ڈیروی ابن اسحاق کو ”مشہور روای“ تک کہہ دیں اور جامعہ فاروقیہ کراچی کے استاذ و رفیق شعبہ تصنیف و تالیف مفتی ابوالخیر عارف محمود صاحب تاریخ طبری کے ان راویوں کو جھوٹا قرار دیں جنہیں جناب اور یا صاحب نے جھوٹا قرار دیا تھا اور وہ مضمون دارالعلوم ”دیوبند“ والے اپنے شہرہ آفاق رسالے ”ماہنامہ دارالعلوم دیوبند“ میں شائع کریں تو اس سے نہ ”تاریخ وحدیث“ کا ذخیرہ مشکوک ہوتا ہے، نہ ہی ”دین کی عمارت“ منہدم ہوتی ہے اور نہ ہی ”روزنامہ اسلام“ کے سیکریٹریٹ میں کوئی بھونچال آتا ہے۔

جناب اور یا مقبول جان صاحب کو محمد بن اسحاق کا صرف نام لکھنے کی بناء پر روزنامہ اسلام میں ”غیر اسلامی، غیر انسانی اور غیر مہذبانہ انداز“ میں مخاطب کیا گیا ہے جس کے چند ”نمونے“ پیچھے گزر چکے ہیں مگر روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016 کو تیسری اور آخری قسط کا آغاز ہی کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ:

”موصوف کی تیسری غلط فہمی جو دراصل ایک شدید قسم کی بدگمانی ہے، اور وہی ان کی کج فکری کی اصل جڑ ہے... جان صاحب کا دل چاہے تو کسی کی ایک آدھ کی جرح کا پتھر اٹھا کر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

علی بن مدینی جیسے جرح و تعدیل کے امام پر بھی دے ماریں۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016)

حضرت مفتی صاحب!

(۲۱۲) اوپر امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر کے حوالے سے ابن اسحاق پر جو جرح نقل کی گئی ہے کیا وہ کسی ایک آدھ کی جرح ہے؟

دوسرے ائمہ رجال کی بات تو رہنے دیں خود علی بن المدینی نے اقرار کیا ہے کہ ابن اسحاق کو یہ دو نصاریٰ سے روایتیں بیان کرنے کی بناء پر ضعیف قرار دیا گیا ہے۔
خاطر جمع رکھیں! جناب اور یا مقبول جان صاحب کو کیا ضرورت ہے کہ وہ ”کسی کی ایک آدھ جرح کا پتھر اٹھا کر علی بن مدینی جیسے جرح و تعدیل کے کام پر دے ماریں“ کیونکہ یہ فریضہ ائمہ رجال اور خود علی بن مدینی بطریق احسن انجام دے چکے ہیں۔ بلکہ امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور ان کے شاگرد رشید مناظر اسلام شیخ الحدیث مولانا حبیب اللہ ڈیروی نے ابن اسحاق کے سر پر تو پوری ”چٹان“ ہی دے ماری ہے۔ پھر ڈیروی صاحب نے تو ابن اسحاق کے لئے ”مشہور دلائل“ لکھ کر ”جرح و تعدیل“ کے فن میں ایک نئی ”طرح“ ڈالی ہے جس سے تمام ائمہ رجال محروم ہی رہے کیونکہ اس سے پہلے امام مالک نے ابن اسحاق کے بارے میں دجال من الدجالہ فرمایا تھا۔

سخت تعجب ہے کہ روزنامہ اسلام والے ابن اسحاق کے بارے میں امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی جرح (1955ء)، فخر احناف، مناظر اسلام، شیخ الحدیث مولانا حبیب اللہ ڈیروی کی جرح (2002ء) اور مفتی ابوالخیر عارف محمود استاذ و رفیق شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی کی جرح (2014ء) جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہوئی ہے) سے براہِ مخطوطہ ہو رہے ہیں اور اس سے ان کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں پڑی۔ مگر جوئی جناب اور یا مقبول جان صاحب نے 4 ستمبر 2015ء کو اپنے کالم میں صرف یہ لکھا کہ محمد بن اسحاق طبری کے ان راویوں میں شامل ہیں جن پر جھوٹا ہونے کا الزام

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
ہے تو پھر روزنامہ اسلام والوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور لنگر لنگوٹ کس کرمیدان میں کود
پڑے۔ فی اللعجب

(۲۱۳) کیا روزنامہ اسلام کی اس روش پر ملک غلام علی صاحب کا یہ تبصرہ صادق نہیں آتا؟

”...صحیح بات سے جھٹنا اور غلط بات پر ڈٹنا ان کے لئے بالکل سہل ہے، جسے یہ اپنے
حلقے کا آدمی سمجھتے ہیں وہ اگر نہایت کمزور روایت کی بات کہہ دے تب بھی اسے لپک کر لیں گے
اور جوان کی یونین کا ممبر نہ ہو اس کے معاملے میں ان کی فراخ دلی فوراً ان کا ساتھ چھوڑ دے
گی۔“ (خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص 484)

بہر حال یہ بات خوش آئند ہے کہ ائمہ رجال نے حلال و حرام کے مسائل میں
بالاتفاق ابن اسحاق کی روایات کو مردود قرار دے کر ”پورے دین کی عمارت“ کو گرنے سے
بچالیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

سخت تعجب ہے کہ ”احکام حلال و حرام“ اور دیگر فروعی مسائل میں تو ابن اسحاق کو مستفقہ طور پر
”مردود الروایت“ ٹھہرا دیا جاتا ہے مگر منافی عصمت انبیاء و ائمہ بر توہین روایات کے نقل کرنے کی
وجہ سے اگر اس پر ائمہ رجال کے حوالے سے جرح نقل کی جائے۔

(۲۱۴) ”ادارہ روزنامہ اسلام“ میں معلوم نہیں کہ کیوں ”صف مائے“ بچھ جاتی ہے اور

انہیں کیوں دین کی عمارت گرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے؟

محمد بن اسحاق کی منافی عصمت مرویات

حضرت مفتی صاحب!

آپ کے ملاحظہ کے لئے امام طبری کی ”تاریخ“ سے نہیں بلکہ ان کی ”تفسیر“ سے محمد بن
اسحاق سے مروی چند منافی عصمت روایات پیش کی جاتی ہیں:

... عن ابن اسحاق کانت حواء تلد لآدم، فتعبدہم اللہ، و تسمیہ:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

”عبداللہ“ و ”عبداللہ“ و نحو ذلك، فيصيبهم الموت، فأتاها إبليس و آدم فقال: إنكما لو تسمياته بغير الذي تسمياته لعاش، فولدت له رجلا فسماه ”عبدالحارث“ ففيه أنزل الله تبارك و تعالیٰ: ”هو الذي خلقكم من نفس واحدة“، إلى قوله: ”جعل الله شركاء فيما اتهمنا“ إلى آخر الآية۔ ((جامع البیان فی تاول القرآن المجلد السادس ص 144۔ تحت رقم 15527))

حضرت عوا کی جو اولاد ہوتی تھی تو وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دیتی تھیں اور ان کے نام ”عبداللہ و عبداللہ“ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مر جاتے تھے۔ چنانچہ آدم اور عوا کے پاس ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ: اگر آپ اپنے بچے کا ان ناموں کے علاوہ کوئی دوسرا نام رکھیں گے تو وہ زندہ رہے گا۔ پس عوا کا ایک بچہ پیدا ہوا تو ان دونوں نے اس کا نام ”عبدالحارث“ رکھا۔ اسی کے متعلق یہ آیات (الاعراف 189-190) نازل ہوئی ہیں۔

حدثنا ابن حميد قال، حدثنا سلمة، عن ابن اسحاق قال: أكتبت عليه، يعني المرأة، تطمعه مرة وتخفيه أخرى، وتدعوه إلى لذة من حاجة الرجال في جمالها وحسنها وملكها، وهو شاب مستقبل يجرد من شبق الرجال ما يجرد الرجل، حتى رقى لها مما يرى من كلفها، ولم يتخوف منها حتى هم بها وهمت به، حتى خلوا في بعض بيوتہ...

قاما ما كان من هم يوسف بالمرأة وهما به، فان أجل العلم قالوا في ذلك ما أذاكره، وذلك ما... (تفسير الطبري المجلد السابع ص 181۔ تحت رقم 19024۔ طبع بيروت 1420ھ.....1999ء)

ابن حمید، سلمہ، ابن اسحاق سے روایت ہے کہ: وہ عورت یعنی زوجہ عزیز یوسفؑ پر جھک گئی۔ ایک مرتبہ انہیں ترغیب و لالچ دیتی اور دوسری مرتبہ عدم تعمیل کے نتیجے سے انہیں ڈراتی اور انہیں اس عیش و لذت کی طرف دعوت دیتی رہی جو عورت کے حسن و جمال میں مردوں کی ضرورت و احتیاج ہوتی ہے اور یوسفؑ بھی تمام مردانہ صفات کے حامل ایک خوبصورت

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

جوان تھے یہاں تک کہ اس عورت کی اپنے ساتھ بے تکلفی دیکھ کر اس کے لئے نرم پڑ گئے اور اس سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوا یہاں تک کہ یوسف نے اس عورت کا قصد کر لیا اور اس عورت نے بھی یوسف کا قصد کر لیا۔ پھر مکان میں علیحدہ چلے گئے...

. عن ابن اسحاق لما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم تولّى قومه عنه، و شق عليه ما يرى من مباحثهم ما جاءهم به من عند الله، تمنى في نفسه أن يأتيه من الله ما يقارب به و بين قومه، وكان يسره، مع حبه و حرصه عليهم أن يلين له بعض ما غلظ علمه من أمرهم، حين حلت بملك نفسه، و تمنى و أحبه، فأنزل الله: "وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۖ..... أَقْرَأَ يَتُومُ الْاٰثَ وَالْعُزَّىٰ ۚ وَ مَنَآةَ الثَّالِثَةِ اٰلْاٰخِرَىٰ"

اللقى الشيطان على لسانه، "تلك الغرائق العلى....." فلما سمعت قريش ذلك فرحوا و سرهم و أعجيبهم ما ذكر به آلهتهم، فأصاخوا له، والمؤمنون مصلقون نبهم فيما جاءهم به عن ربهم ولا يتهمونه على خطأ ولا وهم ولا زلل، فلما انتهى إلى المسجدة منها و ختم السورة سجد فيها، فسجد المسلمون بسجود نبهم، تصديقاً لما جاء به و اتباعاً لأمره، وسجد من في المسجد من المشركين، من قريش وغيرهم، لما سمعوا من ذكر آلهتهم، فلم يبق في المسجد مؤمن ولا كافر إلا سجد..... و خرجت قريش و قد سرهم ما سمعوا من ذكر آلهتهم، يقولون: قد ذكرنا محمد الهتبا بحسن الذكر..... و أتى جبريل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا محمد ماذا صنعت؟ لقد تلوت على الناس ما لم أتك به عن الله، و قلت ما لم يقل لك، فحزن رسول الله صلى الله عليه وسلم عند ذلك، و خاف من الله خوفاً كبيراً، فأنزل الله تبارك و تعالیٰ عليه: "وَكَانَ بِهِ رَحِيماً" يعزیه و يخفف عليه الأمر، و يخبره أنه لم يكن قبله رسول ولا نبي مني كما تمنى، ولا أحب كما أحب، إلا والشيطان قد ألقى في أمنيه، كما ألقى على لسانه صلى الله عليه وسلم.

نسخ الله ما ألقى الشيطان، و أحكم آياته، أي قانت كيعض الأنبياء والرسل، فأنزل الله: "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيَّ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

أُفِيَّتِيهِ... فَأَذْهَبَ اللَّهُ عَنْ نَبِيِّهِ الْحَزْنَ، مِنْهُ مِنَ الذَّنَى كَانَ يَخَافُ، وَتَسْخِ مَا أَلْقَى الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِهِ مِنْ ذِكْرِ الْهَيْتَمِ، أَنَّهَا الْغَرَاتِيْقُ الْعَلَى وَإِنْ شَفَاعَتُهُن تَرْضَى...
فلما جاءه من الله ما تسخ ما كان الشيطان ألقى على لسان نبيه، قالت قريش: تدم محمد على ما كان من منزلة آلهتكم عند الله، فغير ذلك وجاء بغيره، وكان ذلك الحرفان اللذان ألقى الشيطان على لسان رسوله قد وقعاه في قم كل مشرك، فازدادوا شراً إلى ما كانوا عليه. ((تفسير الطبري المجلد التاسع ص ۱۴۲-۱۴۵ تحت رقم ۲۵۳۲۸))

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کی قوم نے ان سے اعراض کیا ہے اور صرف اس حکم کی وجہ سے جو اللہ نے آپ کو دیا تھا، آپ کی قوم آپ سے علیحدہ ہو گئی ہے۔ آپ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا حکم نازل فرماتا جس سے آپ کے اور ان کے درمیان تعلقات پھر سے قائم ہو جاتے۔ آپ اپنی قوم سے محبت اور ان کی فلاح کے خیال سے یہ چاہتے تھے کہ ان کے معاملے میں جو شدت برتی ہے اس میں نرمی کر دیں۔ یہ خیال آپ کے دل میں آیا اور آپ نے اس کی آرزو اور تمنا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ (النجم) اتاری جب آپ نے یہ آیت پڑھی: "أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ..." "تو شیطان نے آپ کی اس خواہش کی وجہ سے جو آپ چاہتے تھے کہ اپنی قوم کو خوش کریں آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کر دیئے: "تلك الغراتيق العلى..." یہ الفاظ سن کر قریش بہت خوش ہوئے کہ محمد نے تعریفی الفاظ میں ہمارے معبودوں کا ذکر کیا ہے، انہوں نے خوشی میں نعرہ لگایا۔

مسلمان تو اپنے نبی پر ایمان کامل رکھتے ہی تھے کہ جو کچھ آپ ہمارے رب کی طرف سے کہتے ہیں وہ بالکل سچ ہے اور وہ آپ کو خطا، وہم اور لغزش سے معصوم سمجھتے تھے۔ جب اس سورۃ میں سجدہ کا مقام آیا اور سورت ختم ہوئی، رسول اللہ نے سجدہ کیا اور تمام مسلمانوں نے اپنے نبی کی اتباع، حکم اور وحی کی تصدیق میں آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور چونکہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنے معبودوں کی تعریف سنی تھی، اس لئے مشرکین قریش اور

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ اس طرح ساری مسجد میں جس قدر مومن یا کافر تھے سب سجدے میں گر پڑے البتہ ولید بن مغیرہ چونکہ نہایت بوڑھا تھا وہ سجدے میں تو نہ جا سکا مگر اس نے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر ان پر سر رکھ دیا اور اس طرح اس نے بھی سجدہ کر لیا۔ اس کے بعد تمام لوگ مسجد سے چلے گئے، قریش بھی بڑے خوش وہاں سے گئے اور ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے کہ محمد نے ہمارے معبودوں کا بڑے اچھے الفاظ میں ذکر کیا ہے اور اپنے قرآن میں یہ بات کہی ہے کہ ”یہ دراز گردن مورتیاں ہیں ان کی شفاعت مقبول ہوگی“

اس سجدے کی خبر ان مسلمانوں کو بھی ہوئی جو حبشہ میں ہجرت کر کے جا رہے تھے اور ان سے بھی یہ کہا گیا کہ قریش اسلام لے آئے ہیں اس خبر کو سن کر ان میں سے بعض وطن آنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ ہیں رہ گئے۔

حضرت جبریل رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا: آپ نے یہ کیا، کیا؟ آپ نے وہ الفاظ بطور وحی لوگوں کے سامنے پڑھے جو میں اللہ کی طرف سے آپ کے پاس نہیں لایا تھا اور آپ نے وہ کہہ دیا جو آپ سے نہیں کہا گیا۔ یہ سن کر رسول اللہ بہت سخت رنجیدہ اور ملول ہوئے اور آپ کو اللہ کا بڑا خوف ہوا کہ کیا ہوگا؟ مگر اللہ تعالیٰ چونکہ آپ پر نہایت مہربان تھا اس نے آپ کی تسلی و تشفی کے لئے وحی کے ذریعے آپ کو بتایا کہ آپ سے پہلے بھی جس نبی یا رسول نے خود کوئی خواہش کی ہمیشہ شیطان اس میں اس طرح شریک ہوا ہے جس طرح کہ آپ کے ساتھ معاملہ گذرا کہ اس نے اپنی بات آپ کی زبان سے کہلا دی مگر اللہ نے ہمیشہ شیطان کی بات منسوخ کر کے اپنی بات جمائی ہے۔ چونکہ آپ بھی دوسرے انبیاء کی طرح ہیں اس لئے اس کی فکر مت کرو پھر اللہ نے یہ آیت مازل کی: ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ...“ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے خوف کو دور کیا اور ان کو اطمینان دیا اور جو بات شیطان نے آپ کی زبان سے مشرکین کے معبودوں کے ذکر و تعریف میں کہلا دی... محو کر کے ”لات و عزی“ کا ذکر کر کے اپنی یہ آیات مازل فرمائیں:

”الْحُكْمَ الذِّكْرُ وَلَهُ الْآخِرَةُ... لَنْ يَنْشَأَ وَيَرْضَى“ یعنی اب کیوں کر تمہارے معبودوں کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

سفارش اللہ کے ہاں کام دے سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو منسوخ کر دیا جو شیطان نے آپ کی زبان سے کہلا دی تھی۔ قریش کو اس منسوخی کی خبر ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ اللہ کے ہاں ہمارے معبودوں کی جس قدر منزلت کا محمد نے پہلے ذکر کیا تھا اس پر وہ اب نام ہوا ہے اور اسی لئے اسے بدل کر اب اس نے کچھ اور کہا ہے۔ یہ دو جملے تھے جن کو شیطان نے آپ کی زبان سے ادا کر دیا تھا۔ یہ ہر مشرک کی زبان پر تھے مگر ان کے منسوخ ہونے کے بعد مسلمانوں (صحابہ کرامؓ) پر وہ اب تک جو سختیاں کرتے آئے تھے ان میں کفار نے اور شدت کر دی۔

حضرت مفتی صاحب!

(۲۱۵) ”فرصت“ ملے تو اس بات کی وضاحت ضرور فرمائیں کہ محمد بن اسحاق و امثالہ سے مروی منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات کو مردود و قرار دینے اور انبیاء عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جیسی ”شخصیات مقدسہ“ کے دفاع سے سارا ذخیرہ حدیث کس طرح مشکوک قرار دیا جاسکتا ہے اور ”پورے دین کی عمارت کیوں کرمہدم ہو سکتی ہے؟“

صد افسوس کہ روزنامہ اسلام نے زیر بحث مضمون میں ”طعن و تشنیع، کذب و افتراء اور فریب دہی“ کے میدان میں سیکولر اور غیر مہذبانہ صحافت کے علمبردار اخبارات کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیا۔

ائمہ اسلام اور مورخین

سادساً:

”روزنامہ اسلام“ میں محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب کو ”غیر اسلامی، غیر انسانی اور بالکل غیر مہذبانہ انداز میں اس لئے بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے کہ انہوں نے انبیاء عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توہین و تنقیص پر مبنی روایات نقل کرنے کی وجہ سے تعصب میں اتھڑے ہوئے مؤرخین اور راویوں کو غیر معتبر قرار دیا ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب!

(۲۱۶) کیا کوئی مسلمان اور ذی علم بقائمی ہوش و حواس اس کی تردید کر سکتا ہے کہ زیر

بحث روایات منافی عصمت نہیں ہیں؟

(۲۱۷) کیا کوئی مسلمان ایسے راویوں اور بلا جرح و نقد ناقلین کا دفاع کر سکتا ہے؟

(۲۱۸) کیا ہماری ”معتبر تاریخ“ میں ایسے ”افسانے“ نہیں پائے جاتے جن سے

عصمت ایٹا اور ناموس صحابہ مجروح ہوتی ہے؟

مگر صد افسوس کہ ”روزنامہ اسلام“ میں یہ کارنامہ بھی سرانجام دے دیا گیا ہے۔

جناب اور یا مقبول جان صاحب سے تو صدیوں پہلے ائمہ اسلام نے ایسے راویوں اور مؤرخوں سے بچنے کی تلقین کی ہے اس سلسلہ میں ائمہ رجال نے بطریق احسن اپنا کردار ادا کر دیا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی (543ھ) واشکاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

”فأقبلوا الوصية، ولا تلتفتوا إلا إلى ما صحَّح من الأخبار، واجتنبوا أهل التاريخ
فإنهم ذكروا عن السلف أخباراً صحيحةً يسيرةً يتوسلوا بذلك إلى رواية الأباطيل،
ومن نظر إلى أفعال الصحابة تبين منها بطلان هذه الهتوك التي يختلقها أهل التواريخ
فيسوتها في قلوب الضعفاء...”

”وقد بينت لكم انكم لا تقبلون على أنفسكم في دينار بل

في درهم إلا عدلاً برئاً من التهم، سليماً من الشهوة، فكيف تقبلون في أحوال السلف
وما جرى بين الأئمة ممن ليس له مرتبة في الدين، فكيف في العدالة“ (العواصم ص ۲۵۹)

”پس میری وصیت قبول کرو، اور صحیح روایات کے علاوہ کسی کی طرف توجہ مت کرو، اور اہل تاریخ سے بچو اور دور رہو کیونکہ انہوں نے سلف سے چند صحیح روایات اس مقصد کے لئے نقل کی ہیں تاکہ باطل اور موضوع روایات پھیلانے میں وسیلہ اور مدد مل سکے، اور جس کسی نے بھی صحابہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

کرام کے خلاف مؤرخین کے وضع کردہ الزامات پر نظر دوڑائی۔ ہے تو اس پر ان کا بطلان واضح ہو گیا اور جس کسی نے بھی صحابہ کرام کی طرف منسوب نامناسب اعمال و افعال کی طرف نظر دوڑائی ہے اس پر ان واقعات کا بطلان واضح ہو گیا ہے جنہیں مؤرخین نے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کرنے کی خاطر گھڑا ہے۔۔۔

میں تم سے برملا کہتا ہوں کہ جب تم اپنے خلاف دینار بلکہ درہم تک کا دعویٰ تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ مدعی سچا اور تہمتوں سے بری اور خواہشات نفسانی سے محفوظ نہ ہو۔ تو تم احوال سلف اور مشاہیرات صحابہؓ کے بارے میں ایسے آدمی کی بات کیسے مان لیتے ہو جس کا عدالت تو کجا دین میں بھی کوئی مقام نہیں۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) صحابہ کرام بالخصوص حضرت حکم بن ابی العاصؓ پر مؤرخین کے عائد کردہ الزامات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَأَمَّا قِصَّةُ الْحَكَمِ قَعَامَةً مِنْ ذَكَرْهَا أَمَّا ذَكَرْهَا مَرْسَلَةً، وَقَدْ ذَكَرَهَا الْمُرْخُونَ الَّذِينَ يَكْثُرُ الْكُذْبُ قِيمًا يَرْوُونَهُ، وَقُلْ أَنْ يَسْلَمَ لَهُمْ تَقْلَهُمْ مِنَ الزِّيَادَةِ وَالنَّقْصَانِ...“ (منهاج السنة الجزء الثالث ص ۱۹۶ - طبع بیروت)

”جہاں تک حضرت حکمؓ کے قصے کا تعلق ہے تو عام مؤرخین نے اسے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ اور یہ نقل مؤرخین اپنی روایات میں بکثرت جھوٹ بولتے ہیں اور ان کی منقولہ روایات کی بیشی سے کم ہی محفوظ ہوتی ہیں۔“

موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”وَأَمَّا هُوَ مِنْ جَنْسِ ثِقَلَةِ التَّوَارِيخِ الَّتِي لَا يَعْتَمِدُ عَلَيْهَا قَوْلُ الْأَبْصَارِ“ (حوالہ مذکور ص ۲۴۲)

یہ قصہ محض تاریخی منقولات میں سے ہے جس پر اباب بصیرت اعتماد نہیں کرتے۔

امام ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) اسی طرح کی ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”فَكُذِّبَ وَبُهْتَانٌ وَاقْتِرَاءٌ عَظِيمٌ بِالْزَمِّ مِنْهُ خَطَأٌ كَبِيرٌ مِنْ تَخَوُّنِ الصَّحَابَةِ... وَكُلُّ مُؤْمِنٍ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ يَحْقِيقُ أَنَّ دِينَ الْإِسْلَامِ هُوَ الْحَقُّ، يَعْلَمُ بِطُلَانِ هَذَا الْاِقْتِرَاءِ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

خبر الخلق بعد الأنبياء، وهم خير قرون هذه الأمة التي هي أشرف الأمم بنص القرآن و
إجماع السلف والخلف في الدنيا والآخرة والله الحمد۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۲۲-۲۲۵)

”یہ صریح جھوٹ، بہتان اور افتراء عظیم ہے۔ اس سے ایک بہت بڑی خطا یعنی
صحابہ کرام کی خیانت لازم آتی ہے اور اللہ اور رسول اور دین اسلام کی حقانیت پر ہر ایمان
لانے والا بخوبی جانتا ہے کہ یہ افتراء باطل ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام، حضرات انبیاء کے
بعد ساری مخلوق سے افضل ہیں، وہ اس امت کے خیر القرون ہیں جو نص قرآنی اور باجماع
سلف و خلف دنیا و آخرت میں تمام امتوں سے اشرف ہیں۔ واللہ الحمد۔“

علامہ سید محبت الدین الخطیب (م ۱۳۹۰ھ) ”تاریخی ورثہ“ سے متعلق اپنی تحقیق کا نچوڑ
یوں پیش کرتے ہیں کہ:

”وقد وصلت إلينا هذه التركة لا على أنها هي تاريخنا بل على أنها مادة غزيرة
للدرس والبحث يستخرج منها تاريخنا۔“ (العصا صم من القواصم بر حاشیہ ص ۱۷۷)
”تحقیق ہم تک جو یہ ”تاریخی“ ورثہ تر کہ پہنچا ہے وہ اس لئے نہیں کہ ہماری تاریخ ہے بلکہ
بحث و تدريس کے لئے صحیح و سقیم اور رطب و یابس روایات کا ایک ذخیرہ ہے جس سے ہماری تاریخ
کا استخراج کیا جاسکتا ہے۔“

جامعہ ازہر کے استاذ ڈاکٹر ابراہیم علی شعوط نے اپنی عظیم کتاب کا نام ہی ایسا تجویز کیا
جس سے ”تاریخ“ کے ”اکاذیب و باطیل“ واضح ہوتے ہیں یعنی ”اباطیل“۔ یجب
ان تمحی من التاريخ“ وہ واقعات جن کا اسلامی تاریخ سے مثایا جانا ضروری اور واجب
ہے۔ میرے پاس اس کتاب کا ساتواں ایڈیشن ہے جسے 1409ھ/1989ء میں
”دارالشرق“ جدہ نے شائع کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے عہد نبوی سے لے کر خلافت عباسیہ
کے دور تک کے جھوٹے اور باطل واقعات کی نشاندہی کی ہے۔ موصوف نے ان تاریخی
اکاذیب میں سے قصہ زید و زینب اور قصہ غرانیق کا عقلاً و قلباً، روایتاً و درایتاً نہایت ہی مفصل
و مدلل رد کیا ہے۔ فجزاء الله احسن الجزاء۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (م 1974ء) رقم طراز ہیں:

...ان ہی واقعات کے نتائج میں بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی۔ یہ سب بنی امیہ کے نہایت سخت دشمن تھے۔ اس لئے بنی امیہ کی مخالفت میں جو صد امیر معاویہؓ کے عہد میں اٹھی تھی وہ بنی عباس کے پورے دور حکومت تک برابر کوٹتی رہی بلکہ اس کا غلغلہ اور زیادہ بلند ہو گیا اور بنی عباس کی حکومت وہ تھی جس کا سکہ مشرق سے مغرب تک رواں تھا اس لئے امیر معاویہؓ کے مثالب ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئے۔

اسی زمانہ میں تاریخ نویسی کا آغاز ہوا۔ اس لئے بہت سی غلط روایتیں جو عرصہ سے زبانوں پر چڑھی چلی آ رہی تھیں، تاریخوں میں داخل ہو گئیں کیونکہ ایسے ابتدائی دور میں جبکہ تاریخ نویسی کا آغاز ہوا تھا روایات کی اتنی تحقیق و تنقید جس سے افسانہ و حقائق میں پورا پورا امتیاز ہو سکے، مشکل تھی، کو بہت سی بے سرو پا روایتیں جن کا لغو ہونا بالکل عیاں تھا تنقید سے مسترد ہو گئیں۔ پھر بھی بہت سے غلط واقعات تاریخ کا جزو بن گئے حتیٰ کہ مؤرخ ابن جریر اپنی محدثانہ تنقید کے باوجود اپنی کتاب کو غلط روایات سے محفوظ نہ رکھ سکے اور آغاز تاریخ اسلام میں جو واقعات پولیٹرکل مقاصد کے لئے تراشے گئے تھے اس میں داخل ہو گئے۔

(سیر الصحابہ حصہ ششم ص ۹۸-۹۹۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات نارنگی لاہور)

سخت تعجب ہے کہ یہی بات لکھنے پر جناب اوریا مقبول جان صاحب کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنادیا گیا۔ (ملاحظہ ہو روزنامہ اسلام 17 اکتوبر 2016ء)

جناب اوریا مقبول جان صاحب تو اس قدر لکھنے پر بھی ”مطعون“ ٹھہرائے گئے کہ: ”حالت یہ ہے کہ عباسی حاکم معتضد باللہ کا رسالہ بغیر کسی چھان پھانک کے تاریخ کا حصہ بنایا گیا جو خالصتاً بنو امیہ سے بغض و عناد اور قبائلی دشمنی کی بنیاد پر تحریر کیا گیا تھا۔ مہم بالکذب اور جھوٹے راویوں کی روایتیں طبری نے بلا کم و کاست تحریر کر دیں...“ (روزنامہ ایکسپریس 4 ستمبر 2015ء، زیر عنوان ”خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے“)

حضرت مفتی صاحب!

یہ ملحوظ رہے کہ اس رسالہ میں حضرت معاویہؓ اور حضرت ابوسفیانؓ کی تکفیر کی حد تک توہین کی گئی ہے۔ جناب اور یا مقبول جان صاحب کے مقابلے میں امام طبری کی اس باروا جسارت پر ترجمان اہل سنت مولانا محمد رفیع صاحبؒ جیسے معتدل مفکر نے سخت تنقید کی تو ”ادارہ روزنامہ اسلام“ میں سکوت طاری رہا۔ ملاحظہ فرمائیں:

”مغو طلب یہ بات ہے کہ صاحب التاریخ محمد ابن جریر الطبری کے لئے عباسیوں کے اس فراہم کردہ غلیظ مواد کو سن و عن نقل کر کے اپنی تصنیف میں شامل کرنے کا کون سا داعیہ تھا؟ اور اس نے کون سی مجبوری کی بناء پر یہ کار خیر پورا کیا؟ کو یا الطبری نے اس مواد کو اپنی تاریخ میں درج کر کے آنے والے لوگوں کو اس پر آگاہ کیا اور سب دشتم اور لعن طعن کے جو دلائل عباسیوں نے مرتب کروائے تھے ان پر اسندہ نسلوں کو مطلع کرنے کا ثواب کمایا۔ چنانچہ شیعہ اور روافض رسالہ مذکورہ میں مندرجہ مواد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کتب میں ابوسفیانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ پر مطاعن قائم کرتے ہیں اور شدید اعتراضات پیدا کرتے ہیں۔

درحقیقت الطبری نے اہل اسلام میں انتشار پھیلانے اور افتراق ڈالنے کے لئے بڑی عجیب تدبیر اور حکمت عملی اختیار کی، جس سے مخالفین صحابہ کو ایک کوندہ رہنمائی حاصل ہوئی اور ان کو عداوت پوری کرنے کے لئے ایک تیار شدہ مواد دستیاب ہو گیا۔

کئی لوگ ان دلائل پر نظر کرنے سے متذبذب ہوں گے، کئی ناظرین صحابہ کرام سے تحقیر ہوں گے اور بعض قارئین دل برداشتہ ہو کر اموی صحابہ سے منحرف ہو جائیں گے۔ الطبری کو اس باطل مواد کا اس تفصیل سے ذکر ہی نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ صرف ایک واقعہ تاریخی حیثیت سے اجمالاً ذکر کر دینا کافی تھا جیسا کہ باقی مؤرخین نے واقعہ ہذا کو اجمالاً درج کیا ہے اور دلائل کی تفصیل کی طرف نہیں گئے۔ اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ذکر کیا تھا تو پھر اس مواد کے بطلان پر کچھ کلام کرنا لازم تھا تا کہ لوگ اس سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں لیکن الطبری نے ایسا نہیں کیا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب التاریخ الطبری کی نیت بخیر نہ تھی بلکہ فاسد تھی اور ان صحابہ کرامؓ کے حق میں ”الطبری“ خود سو ظن کا مریض تھا۔“ (فوائد فی جلد اول ص 580-581)

حضرت مفتی صاحب!

محترم ادیب مقبول جان صاحب نے تاریخ اور حدیث میں فرق بتایا تو ان پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے کہا گیا کہ:

”دینی مدارس کا ایک معمولی فاضل بھی جانتا ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، رجال، علم تاریخ ان سب علوم پر کام کرنے والی اہل حق کی ایک جماعت ہے جو الحمد للہ شروع سے ایک چلی آ رہی ہے... اسی لئے سیرت و تاریخ کے سینکڑوں راوی حضرات کتب حدیث میں بھی جگہ جگہ دکھائی دیں گے، اسی طرح طرح حدیث کے سینکڑوں راوی تاریخ اور سیرت کی کتب میں دکھائی دیں گے۔ یہ بات اپنی جگہ ہے کہ معیار اور مقام کے لحاظ سے تمام راوی یکساں نہیں جیسا کہ ہر علم کے علماء میں فرق مراتب ہوتا ہی ہے۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016ء)

حضرت مفتی صاحب!

زیر بحث مسئلہ میں ”معیار اور مقام“ یا ”یکسانیت اور فرق مراتب“ کی تو کوئی بات ہی نہیں چل رہی ہے۔ اصل مسئلہ تو ”منافی عصمت اور منی بر توہین روایات“ بیان کرنے والے ”راویوں“ کا ہے ان میں ”یکسانیت اور فرق مراتب“ کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲۱۹)	کیا ”صادق و کاذب اور امین و خائن“ میں کوئی فرق نہیں ہے؟
(۲۲۰)	کسی راوی کے ”کذب“ کو بھی رہنے دیں اگر بالفرض منافی عصمت روایات کے تمام راوی ثقہ و صادق ہوں تو کیا پھر بھی انہیں خلاف ”نص“ ہونے کی بناء پر روئیں کیا جائے گا؟

شیخ العرب والعمم حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی فرماتے ہیں:

”صحابہ کرامؓ کی شان میں جو آیات وارد ہیں وہ قطعی ہیں، جو احادیث صحیحہ ان کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

متعلق وارد ہیں ان کی اسانید اس قدر قوی ہیں کہ تاریخ کی روایات ان کے سامنے پیچ ہیں۔ اس لئے اگر کسی تاریخی روایت میں اور احادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا تو تواریخ کو غلط کہنا ضروری ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں خصوصی متعدد روایات موجود ہیں... اس لئے اگر تاریخ کوئی واقعہ ان روایات کے خلاف پیش کرے گی تو تاریخ کی تعلیل ضروری ہوگی... ہم فرط عقیدت اہل بیت میں آخر ان کے مقامات اور اس زمانے کے احوال سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ مؤرخین بھی اس مقام میں اپنے فرائض سے کوتاہی کر بیٹھتے ہیں۔“

حضرت موصوف آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

”یہ مؤرخین کی روایتیں تو عموماً بے سرو پا ہوتی ہیں، نہ راویوں کا پتہ ہوتا ہے نہ ان کی توثیق و تخریج کی خبر ہوتی ہے، نہ اتصال و انقطاع سے بحث ہوتی ہے اور اگر بعض متقدمین نے سند کا التزام کیا بھی ہے تو عموماً ان میں عصب و شین سے اور ارسال و انقطاع سے کام لیا گیا ہے خواہ ابن اثیر ہوں یا ابن قتیبہ، ابن ابی الحدید ہو یا ابن سعد۔

ان اخبار کو مستفاض و متواتر قرار دینا بالکل غلط اور بے موقع ہے۔ صحابہ کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات صحیحہ احادیث کی بھی موجود ہوتیں تو مردود یا مآول قرار دی جاتیں چہ جائیکہ روایات تاریخی۔“ (مکتوبات مولانا مدنی جلد اول ص 242، 244، 266)

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

”تاریخی واقعات میں ان راویوں کے قابل اعتماد ہونے کے معنی یہ نہیں کہ ان کے بیان کئے ہوئے وہ واقعات بھی بے چون و چرا تسلیم کر لئے جائیں جن کی زوہد عقائد یا احکام پر پڑتی ہے، کسی بات کے محض ”تاریخی“ ہونے کا فیصلہ صرف اس بات سے نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی تاریخ کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے بلکہ اگر تاریخی کتابوں میں عقائد و احکام سے متعلق کوئی چیز آئے گی تو اسے جانچنے کے لئے لازماً وہی اصول استعمال کرنے پڑیں گے جو عقائد و احکام کے استنباط کے لئے مقرر ہیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

واقعہ یہ ہے کہ بعض راویوں کے بارے میں علماء نے جو یہ کہا ہے کہ ان کی روایتیں احکام کے معاملے میں مردود اور سیر و تواریخ میں مقبول ہیں، اس سے ان کی مراد سیر و تواریخ کے وہ واقعات ہیں جن سے عقائد و احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کون ساغزوہ کون سے سن میں ہوا؟ اس میں کتنے افراد شریک تھے؟ اس کی قیادت کس نے کی؟ اس میں کس کو فتح اور کس کو شکست ہوئی؟ ظاہر ہے کہ یہ اور اس جیسے دوسرے واقعات ایسے ہیں کہ ان سے عقائد و احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ ان معاملات میں ضعیف راویوں کی روایات کو بھی کوارا کر لیا گیا ہے۔ لیکن مشاجرات صحابہؓ و صحابہؓ کی عدالت کے وہ مسائل جو خالص عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کی بنیاد پر اسلام میں کئی کئی فرقے پیدا ہو گئے ہیں، ان میں ان راویوں کی روایات ہرگز قبول نہیں کی جاسکتیں۔ مذکورہ بالا مسائل کا فیصلہ قرآن و سنت اور اجماع کے مضبوط دلائل ہی سے ہو سکتا ہے۔۔۔“

(موصوف لفظ ”کوارا“ کی تشریح کرتے ہوئے نیچے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ) کوارا کرنے کا مفہوم یہاں بھی یہ نہیں ہے کہ ان روایتوں کا مطالعہ کرتے وقت نقد و نظر کے تمام اصولوں پر بالکل ہی نالاؤال دیا جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ صرف ان راویوں کے ضعف کی بنیاد پر ان روایتوں کو رد نہیں کر دیں گے چنانچہ اگر کچھ دوسرے دلائل ان کے خلاف مل جائیں تو ان روایات کو (سیر و تواریخ میں) بھی تسلیم کرنے پر اصرار نہیں کیا جائے گا۔“ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص 120)

حضرت موصوف ایک دوسری کتاب میں ”تاریخ اور حدیث“ میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اور پھر اگر بغرض محال تاریخ کی تمام روایتیں حدیث کی روایتوں کے خلاف ہوتیں تب بھی ہم تاریخی روایات کو چھوڑ کر احادیث کو ترجیح دیتے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جو درجہ ”بخاری، مسلم اور دوسری کتب حدیث کو حاصل ہے وہ تاریخ کی کسی مستند ترین کتاب کو بھی حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جس قدر چھان پھٹ کر کتب حدیث کی روایتیں جمع کی گئی ہیں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

اس قدر اہتمام تاریخ میں نہیں ہوا۔ اس کا ایک معمولی سا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ واقدی تاریخ اسلام کے نہایت مستند مؤرخ سمجھے جاتے ہیں جو روایت ان کی بیان کردہ ہوتی ہے اسے تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے مگر یہی علامہ واقدی جب حدیث میں پہنچتے ہیں تو محدثین حضرات ان کو ”ضعیف“ قرار دیتے ہیں اور اس حدیث پر جرح کرتے ہیں جو واقدی سے مروی ہو۔

اسی طرح محمد بن اسحاق ”سیر و مغازی“ کے مستند ترین مؤرخ ہیں لیکن یہی محمد بن اسحاق جب حدیث میں پہنچتے ہیں تو حضرات محدثین انہیں خصوصیت سے احکام کی روایت میں ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔

یہی حال ”ابن لہیعہ“ کا ہے کہ تاریخ کی مستند ترین کتابیں ان کی روایتوں سے بھری پڑی ہیں مگر یہی ”ابن لہیعہ“ جب کوئی حدیث روایت کرتے ہیں تو محدثین اس پر جرح کرتے ہیں...

غرض یہ ہے کہ بہت سے راوی ایسے ہیں جنہیں تاریخ قابل اعتماد قرار دیتی ہے مگر فن حدیث میں ان کی روایات نہیں لی جاتیں کیونکہ روایات حدیث میں راوی کا قوی حافظہ، دیانت، تقویٰ، عقائد کی درستی ہر چیز دیکھی جاتی ہے مگر تاریخ کا معیار اس قدر سخت نہیں ہے۔ اسی وجہ سے تاریخ کی بہت سی روایتیں ایک پلہ میں رکھ دی جائیں اور حدیث کی صرف ایک روایت دوسرے پلڑے میں تب بھی دوسرا پلڑا ہی بھکا رہے گا۔“ (ہمارے عائلی مسائل ص 178-179۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

حضرت مفتی صاحب!

”روزنامہ اسلام“ میں کمال ”خلط بحث“ سے کام لیا گیا ہے کہ ”سیرت و تاریخ کے سینکڑوں راوی حضرات کتب حدیث میں اور حدیث کے سینکڑوں راوی تاریخ اور سیرت کی کتب میں دکھائی دیں گے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(۲۲۱) بھلا محض ”دکھائی دینے“ اور ان راویوں کے حالات محفوظ ہونے سے ان کا ثقہ ہونا اور ان کی مرویات کا صحیح ہونا کیوں کر لازم آتا ہے؟

محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے کالم ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے کہ:

”ایک عمر تاریخ کی راہداریوں میں گھومتے اور اس کی بھول بھلیوں میں سفر کرتے ہوئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ گزشتہ دو ڈھائی ہزار سال پہلے مرتبہ تاریخ کے صفحات میں سچ ڈھونڈنا انتہائی مشکل اور تھکا دینے والا عمل ہے۔“ (روزنامہ ایکسپریس 14 اکتوبر 2016)

حضرت مفتی صاحب!

موصوف نے تو ”دو ڈھائی ہزار سالہ“ طویل تاریخ میں سے سچ ڈھونڈنے کو انتہائی مشکل اور تھکا دینے والا عمل قرار دے دیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں تو ”روزنامہ اسلام“ میں شائع ہونے والے ”19“ کالموں (تاریخ صحابہ اور راہ اعتدال، علامہ طبری... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز، احتیاط لازم ہے، ایک خط اور اس کا جواب، کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟) میں سے ”سچ“ تلاش کرنے کے عمل نے ”تھکا“ دیا ہے جس کی ایک مختصر دو داگذشتہ صفحات میں پیش کی گئی اور زیر بحث آخری قسط سے مزید ”سچ“ تلاش کرنے کا عمل ابھی جاری ہے۔

اسے بھی رہنے دیں 17 نومبر 2015ء کو ”بچوں کا اسلام“ کے ایڈیٹر جناب اشتیاق احمد صاحب کراچی ایئر پورٹ کے ڈیپارچر لاؤنج میں اچانک وفات پا گئے۔ ان کی خدمات کے حوالے سے ان کی وفات کے ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد 24 نومبر 2015 کو ممتاز کالم نگار جناب جاوید چوہدری صاحب کا کالم روزنامہ ایکسپریس میں زیر عنوان: ”مولوی صاحب مرچکے ہیں“ شائع ہوا۔ اسی دن ”روزنامہ جسارت“ میں جناب احمد حاطب صدیقی کا مضمون بہ عنوان: ”اشتیاق احمد کے انتقال کی افسوس ناک کہانی“ شائع ہوا اور دو دن بعد

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

26 نومبر 2015 کو ”روزنامہ اسلام“ نے بشکریہ ”روزنامہ جسارت“ شائع کیا۔ ہر دو کالم نگاروں نے یہ کہانی انتہائی ثقہ راوی جناب قاری عبدالرحمن صاحب کی زبانی بیان کی۔ ایک ہی ثقہ راوی سے دو ذمہ دار ثقہ حضرات ”براہ راست“ اور بلا واسطہ کہانی بیان کرتے ہیں ان کی روشنی میں ”سچ“ تلاش کر کے یہ واضح کر دیا جائے کہ اشتیاق احمد صاحب کی وفات کس طرح اور کس کی غفلت سے واقع ہوئی؟

حضرت مفتی صاحب!

ہفت روزہ خدام الدین کے سابق ایڈیٹر اور ممتاز عالم دین مولانا محمد سعید الرحمن علوی، محمد ابوالیسر عابدین کی مایہ ناز کتاب ”اغالیط المؤرخین“ مطبوعہ مطبع خالد بن ولید (1410ھ/1989ء) پر تبصرہ کرتے ہوئے فاضل مصنف کا تعارف کرانے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

فاضل مصنف نے اپنی ابتدائی تحریر میں بتلایا ہے کہ ”علم تاریخ ایسا علم ہے جو اہل علم اور جہاں ہر دو کو پسند ہے اس لئے کہ اس میں عجیب و غریب امور کا تذکرہ ہوتا ہے اور چٹخارے دار باتیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضرات مؤرخین کے سرمایہ علمی میں اغلاط بہت ہوتی ہیں۔ میں نے قدیم اور معاصر مؤرخین کی کتابوں میں اس قسم کی بہت اغلاط دیکھیں۔ (پھر بڑی تفصیل کے ساتھ ان میں سے بعض اغلاط کی نشاندہی کی)

”اغلاط المؤرخین“ میں بہت سے موضوعات ایسے ہیں جن کا تعلق صدر اسلام کی تاریخ سے ہے اور مؤرخین نے سب سے زیادہ گھپلائی دور میں کئے۔

مولانا علوی حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ”ہماری بہت سی تاریخی کتابیں صدیوں مخطوطات کی شکل میں پڑی رہیں انہیں بالعموم مستشرقین سامنے لائے وہ مستشرقین جو صلیبی جنگوں کے زخم خوردہ تھے انہوں نے انہیں ایڈٹ کر کے شائع کیا اس لئے ان پر آنکھیں بند کر کے اعتماد نہ کرنا چاہئے۔“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

(حضرت علویؒ لکھتے ہیں) مولانا کی بات بڑی اہم ہے ویسے بھی صدر اسلام کی تاریخ ایسی ہے کہ اس کا تعلق پیغمبر اسلام اور ان کی تربیت یافتہ جماعت سے ہے، وہی جماعت جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معیار حق و صداقت قرار دیا۔ اس دور کی ”شخصیات محض“ شخصیات نہیں، دینی شخصیات ہیں۔ ان کا احترام ایمان و عقیدے کا حصہ ہے اس لئے ان کے معاملے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

دنیا میں واحد متن قرآن مجید کا ہے جس میں تحریف کا سوال ہی نہیں اور اسے آنکھیں بند کر کے مانا جاتا ہے۔ باقی کوئی متن حتیٰ کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب روایات کی بھی چھان پھٹک کی جاتی ہے۔ حضرات محدثین (اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے) نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں رد و قبول کے اصول وضع کئے اور اصول حدیث کا پورا فن مدقون ہوا۔

یہاں طریقہ کی ایک جماعت نے احادیث کے ذخیرے میں بہت کچھ ملاوٹ کر ڈالی جسے چھانٹنے میں محدثین کی زندگیاں کھب گئیں۔ تو تاریخ کا معاملہ تو بہت دور کا ہے اس لئے کسی بھی دور کی تاریخ کے رد و قبول میں بہت احتیاط سے کام لےنا ہوگا اور خاص طور پر صدر اسلام کی تاریخ۔ اس میں بہت احتیاط اس لئے ضروری ہے کہ وہاں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ اور ایسی شخصیات کا سوال سامنے آ جاتا ہے جن کی دہنداری، تقویٰ شعاری، خدا خونی اور غیرت دینی کے خود رب العزت سب سے بڑے گواہ ہیں۔ ان اعظم رجال کو تاریخ کی گری پڑی روایات کے حوالہ سے مجروح قرار دیا جائے۔ اس جرأت و مہارت سے سو باتوں پر...

تاریخ کے حوالے سے سید سلیمان ندویؒ یاد آ گئے۔ بزم اشرف کے چراغ۔ فرماتے ہیں کہ آج اخبارات اور پریس کا دور ہے ایک واقعہ جہاں ہوا وہاں سے چل کر پریس رپورٹر، ڈیسک پر کام کرنے والے نیوز ایڈیٹر اور چھپنے تک کیا کیا ہو جاتا ہے۔ ایک واقعہ جس اخبارات میں جس انداز سے چھپتا ہے اور پھر یہ اخبارات رومی کی ٹوکری کی نذر ہو جاتے ہیں۔ جو لائبریریوں میں رہ جاتے ہیں وہی سالوں کے بعد تباہ قرار پاتے ہیں“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

سید صاحب کا کہنا ہے کہ آج پریس کے دور میں جب یہ حال ہے، جب پریس نہیں تھا اور معاملات کی غمازی حافظہ و روایت پر چلتی تھی تو کیا حال ہو گا۔ اس لئے کسی بات کے رد و قبول میں احتیاط شرط لازم ہے۔ سید صاحب کی بات بڑی وزنی ہے ہم اس پر اس اضافہ کی جسارت کریں گے کہ روایت کرنے والوں میں بہت سے ایسے اور منظم انداز سے داخل ہو گئے جو اسلام، اسلامی روایات اور اسلامی شخصیات سے عناد رکھتے، ہیر رکھتے۔ انہوں نے منافقت کی رواء اوڑھ کے جو شہر سامانی کی اب اس پر زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں، ہر شخص جان چکا ہے یہاں تو حدیث کو نہیں بخشا گیا اور اتنا کچھ گھڑ لیا گیا کہ تو پہنچلی۔

اس لئے آج جو لوگ جن میں ”غالیطہ المؤرخین“ کے فاضل مؤلف بھی شامل ہیں چلا رہے ہیں تو غلط نہیں چلا رہے۔ میرے (علوی صاحب) نزدیک اہل سنت برادری کو اس قسم کے حضرات کا ممنون ہونا چاہئے اور ایسی کتب و رسائل کو عام کرنا چاہئے جن میں حقائق کی نشاندہی کی گئی اور اغلاط کی تصحیح کی گئی۔ دنیائے عرب میں شیخ محبت الدینؒ فی الحقیقت اس روایت کے بانی ہیں۔ (چند روزہ الاحرار لاہور۔ 16 تا 30 ستمبر 1994ء۔ ص 13 تا 15)

اور یا مقبول جان اور فن اسماء الرجال

سابعاً:

محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب نے اپنے کاموں میں فن ”اسماء الرجال“ (جو تاریخ ہی کا ایک شعبہ ہے) کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھا کہ:

”سب جانتے ہیں کہ دنیا بھر میں مسلمانوں نے حدیث کی احتیاط کے سلسلہ میں اسماء الرجال کا ایک علم ایجاد کیا جو تاریخ کو مستند بناتا ہے۔ لیکن چونکہ مسئلہ تذلیل اور امت کی تذلیل ہے اس لئے جھوٹی افسانوی تاریخ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔“ (روزنامہ ایکسپریس 7 جولائی 2015ء تحت ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“).

مسلمان دنیا میں فخر کے ساتھ سینہ تان کر ایک بات کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے حدیث نو پس

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

جو مغرب کے ہاں بھی تاریخ ہی کی ایک قسم سمجھی جاتی ہے، اس میں جرح و تعدیل اور اسماء الرجال کا ایک ایسا علم ایجاد کیا، جس نے یہ طریقہ وضع کیا کہ ہر سنی سنائی بات یا روایت اس قابل نہیں ہوتی کہ اسے تحریر کیا جائے جب تک اس کو بیان کرنے والے اپنے کردار میں سچے، ایماندار اور صاحبِ امانت نہ ہوں۔ لیکن دنیا کی ہر تاریخ جھوٹے اور کذاب راویوں کی روایتوں سے بھری پڑی ہے۔ کسی بھی مسلمان مؤرخ نے کبھی بھی اس معاملے میں احتیاط سے کام نہیں لیا۔ (کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی کذابوں کی روایات موجود ہیں)۔

(روزنامہ ایکسپریس 4 ستمبر 2015ء۔ تحت ”خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے“،

”احادیث کے بارے میں انہوں نے کمال احتیاط برتی اور ایک ایک راوی کے کردار، اخلاق اور ایمان و عقیدے کو بھی زیر بحث لائے لیکن تاریخ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس رہا۔ شاہی درباروں کے پجاری اور نسلی تعصب سے اٹھڑے ہوئے مؤرخین نے اسلام کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی۔“ (روزنامہ ایکسپریس ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۶ء۔ تحت ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“)

حضرت مفتی صاحب!

جناب اوریا مقبول جان صاحب کے ان ہی کالموں کا جواب ”روزنامہ اسلام“ کی ”12“ (علامہ طبری... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز، پانچ۔ احتیاط لازم ہے، چار۔ کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟، تین۔) قسطوں میں دیا گیا ہے اور حسن اتفاق سے اوریا مقبول جان صاحب کے تینوں کالموں (ہمارے افسانہ ساز مؤرخین۔ خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے۔ ایک عظیم تحقیقی کتاب) میں علم اسماء الرجال کو انتہائی فخریہ انداز میں، سینٹان کر دنیا کی مستند ترین تاریخ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

جناب اوریا مقبول جان صاحب کے اس ”نظریہ“ پر اعتراض کی نہ کوئی گنجائش تھی اور نہ ہی کوئی ٹمک۔ مگر جناب اوریا مقبول جان صاحب کی مذکورہ تصریحات کے باوجود انہیں بالکل ناجائز طور پر ہدف تنقید بنا ڈالا گیا۔ چنانچہ روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحہ پر ان پر نقد کرتے ہوئے لکھا گیا کہ:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

”آخر میں ایک مسلمہ نکتے پر بات ختم کرنا ہوں۔ یہ تو موصوف کا لم لگا رہی مانتے ہیں کہ علم الرجال معتبر ہے اور اسی کے ذریعے حدیث کی حفاظت ممکن ہوئی ہے جیسا کہ وہ علمائے رجال کے متعلق فرماتے ہیں: ”ایک ایک راوی کے کردار، اخلاق اور ایمان کو زیر بحث لائے۔“ سوال یہ ہے کہ یہ علم الرجال کیا آسمان سے نازل ہوا تھا۔ نہ یہ وحی ہے، نہ یہ حدیث ہے۔ یہ لوگوں کے اقوال ہیں جو لوگوں کے بارے میں ہیں۔ لوگوں کے حالات کا یہ علم تاریخی مواد ہی تو ہے۔ اگر یہ فلسفہ مان لیا جائے کہ تاریخ غیر معتبر ہے تو فن رجال کہاں جائے گا جس میں ایک بہت بڑا حصہ اخباری راویوں کی روایات اور انسانی آراء کا ہے۔ (روزنامہ اسلام 18۔ اکتوبر 2016ء، عنوان: کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟)

حضرت مفتی صاحب!

محترم اور یا مقبول جان صاحب نے تو اس سوال کی ”پیدائش“ سے پہلے ہی اس کا جواب دے دیا تھا۔ لیکن اب اس سوال سے جو ”سوال“ پیدا ہوتا ہے اس کا جواب حضرت مفتی صاحب آپ سمیت روزنامہ اسلام کے تمام ذمہ داروں پر ”فرض اور قرض“ ہے۔

(۲۲۲) جو سوال روزنامہ اسلام میں اٹھایا گیا ہے! کیا اس سوال کی جناب اور یا مقبول جان صاحب کی تحریر میں سے کوئی ادنیٰ ترین گنجائش بھی نکل سکتی تھی؟

موصوف نے بھی علم الرجال کے بارے میں کبھی یہ نہیں کہا کہ یہ علم آسمان سے نازل ہوا ہے، یہ وحی ہے اور یہ حدیث ہے، بلکہ یہی کہا ہے کہ مسلمانوں نے اسماء الرجال کا ایک علم ایجاد کیا جو تاریخ کو مستند بناتا ہے اور تاریخ کا ہی ایک حصہ ہے۔ مسلمان دنیا میں فخر کے ساتھ سینہ تان کر ایک بات کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے جرج و تعدیل و اسماء الرجال کا ایک علم ایجاد کیا۔ (روزنامہ ایکسپریس 7 جولائی، 4 ستمبر 2015)

حضرت مفتی صاحب!

(۲۲۳) جناب اوریا مقبول جان صاحب نے ”علم الرجال“ کو ”تاریخ“ قرار دیتے ہوئے ”معتبر“، ”مستند“ اور ”محفوظ“ بھی مانا ہے تو پھر روزنامہ اسلام میں انہیں ہدف کیوں بنایا گیا؟	(۲۲۴) ”علم الرجال“ کے معتبر اور محفوظ ہونے سے یہ کیونکر لازم آگیا کہ باقی ساری تاریخ بھی ”منکرات، موضوعات اور اسرائیلیات“ سے پاک ہو کر معتبر ہوگئی ہے؟
---	--

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

بہر حال قرآن کے علوم خمسہ میں سے قصص و تاریخ بھی ایک اہم علم ہے جس کی تحصیل اپنی حد کے اندر واجب اور بہت بڑی طاعت ہے۔ پھر ذخیرہ حدیث اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کیا جائے تو وہ پورا ذخیرہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال کی تاریخ ہے اور حدیث کے راویوں میں جب غلط کاریاں جھوٹی حدیثیں بنانے والے لوگ شامل ہو گئے تو پورے ذخیرہ حدیث کے روایت کرنے والے راویوں کی تاریخ اور ان کے صحیح اور اصلی حالات کا معلوم کرنا حدیث کی حفاظت کے لئے ضروری ہو گیا۔ حضرات ائمہ حدیث نے اس کا بڑا اہتمام فرمایا۔ سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ جب راویوں نے جھوٹ سے کام لیا تو ہم نے ان کے مقابلہ میں تاریخ کو سامنے کر دیا۔ تاریخ کا یہ حصہ جس کا تعلق حدیث کے راویوں اور ان کے ثقہ، غیر ثقہ، قوی یا ضعیف ہونے سے ہے ایک حیثیت سے حدیث ہی کا جزء سمجھا گیا ہے اور ائمہ حدیث ہی نے اس حصے کے لکھنے کا اہتمام فرمایا اس کا نام بھی مستقل فن اسماء الرجال رکھا گیا، اس کے لئے ضروری اور واجب ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے... (مقام صحابہؓ 17-18۔ مطبوعہ دارۃ المعارف کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ علم ”اسماء الرجال“ جس پر حدیث کا حجت شرعی ہونا موقوف ہے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اور اس کے ضروری اور واجب ہونے پر جناب اوریا مقبول جان صاحب سمیت تمام مسلمان متفق ہیں۔ یہی نہیں بلکہ قرآن کریم کے علوم خمسہ میں قصص و تاریخ، ایام ماضیہ، اقوام سابقہ کے حالات، کتب حدیث میں بیان کردہ ”کتاب الانبیاء، کتاب البہاء و السیر، کتاب المغازی، کتاب المناقب کے علاوہ تاریخ سے متعلق دیگر مباحث ”تاریخی و ہجری تقویم“ اور ہر دور کے صحیح و مستند تاریخی حالات سے بھلا کس مسلمان کو انکار ہو سکتا ہے؟ کتب تاریخ میں تو ہر طرح کا ”مال“ دستیاب ہوتا ہے اس میں صحیح و سقیم، ضعیف و قوی، رطب و یابس، سچ اور جھوٹ پر مشتمل مواد کا انبار جمع ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

(۲۲۵)	جب ”روزنامہ اسلام“ کے ”تاریخی کالموں“ میں سے سچ تلاش کرنا دشوار ہے تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاریخ کے سمندر سے ”سچ“ تلاش کرنا کس قدر مشکل ہوگا؟
-------	--

ثامناً:-

تاریخ تو پھر ”تاریخ“ ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا خالص دینی لٹریچر تفسیر و حدیث بھی ”منافی عصمت یعنی بر توہین، اسرائیلی اور موضوع روایات“ سے پاک نہیں ہے۔ ان ہی کتب میں سے محقق علماء نے ایسی روایات چھانٹ کر ”اسرائیلیات اور موضوعات“ کے عنوانات سے مستقل کتابیں تصنیف کر کے امت کی رہنمائی کی لیکن اس کے باوجود یہ دعویٰ ممکن نہیں ہے کہ دینی لٹریچر سے ضعیف و سقیم اور منکر روایات کو علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ وضع حدیث کا فتوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری عہد میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ بعد میں سہابیوں، زندقوں، بے دینوں اور زاہدوں و صوفیوں نے ”احادیث“ گھڑنے میں اپنا کردار خوب ادا کیا۔

امام حماد بن زید فرماتے ہیں:

”وضعت الزنادقة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنی الف

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حدیث“ (الضعفاء الکبیر جلد اول ص 14)

”زندقیوں اور بے دینوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بارہ ہزار حدیثیں وضع کی ہیں“
جو طبقہ احادیث گھڑنے سے نہیں شرماتا تھا وہ ”سندیں“ بنانے سے کس طرح تامل
کر سکتا تھا چنانچہ محمد بن سعید شامی کہا کرتا تھا:

”لا بأس اذا كان كلام حسن أن يضع له اسنادا“ (کتاب الجرح والتعديل
جلد 7 ص 263، تذریب الراوی جلد 1 ص 284)

”کسی اچھے کلام کے لئے سند وضع کرنے میں کوئی قباحہ نہیں۔“

عابد و زاہد لوگ بھی احادیث گھڑا کرتے تھے۔ امام مسلم فرماتے ہیں:

”لم نر الصالحين في شئ الكذب منهم في الحديث“

ہم نے نیک آدمیوں یعنی درویشوں اور صوفیوں کو اتنا جھوٹا کسی چیز میں نہیں دیکھا جتنا
جھوٹا حدیث کی روایت کرنے میں دیکھا۔

امام مسلم اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”يجري الكذب على

ألسنتهم من غير عمد...“ (مقدمہ صحیح مسلم جلد اول ص 17)

”جھوٹی حدیث ان کی زبان سے نکل جاتی ہے لیکن وہ قصد اُجھوٹ نہیں بولتے۔“

امام مسلم (م ۲۶۱ھ) نے تو اس قدر اعتراف فرمایا کہ نیک آدمی یعنی درویش اور
صوفی حدیث روایت کرنے میں سب سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹی حدیث ان کی
زبان سے نکل جاتی ہے لیکن وہ قصد اُجھوٹ نہیں بولتے۔ بہر حال جھوٹی حدیث، جھوٹی ہی
ہوتی ہے خواہ راوی قصد بیان کرے یا بلا قصد اس کی زبان سے نکل جائے۔ راویوں کی
اپنے شیخ کی روایت میں اپنی طرف سے ملاوٹ و اضافہ اس پر مستزاد ہے۔ روایات سازی
کے دور میں نہ جائیں بلکہ ماضی قریب کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں جس میں ایک شاگرد
رشید نے اپنے استاذ کے ”امالی“ جمع کرتے وقت بہت سی مشکوک باتیں اپنے استاذ کی
طرف منسوب کر دیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

محدث کبیر مولانا بدر عالم صاحب نے اپنے استاذ خاتم المحدثین علامہ محمد انور شاہ کاشمیری کے صحیح بخاری کے ”امالی“ فیض الباری کے نام سے مرتب فرمائے جس میں حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف مشکوک و مشتبہ انتسابات پائے جاتے ہیں جن کی نشاندہی بالکل آغاز ہی میں کر دی گئی تھی اور اس بات کا اعتراف شیخ الحدیث مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے بھی فرمایا ہے جنہوں نے فیض الباری کی عبارات و مضامین کی اصلاح و پروف ریڈنگ وغیرہ کی زچتیں آٹھ نو ماہ تک برداشت کر کے اس پر باقاعدہ ایک ”مقدمہ“ بھی تحریر فرمایا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مصری طباعت میں حضرت بنوریؒ کا جو مقدمہ شائع ہوا تھا اس میں سے جا بجا عبارات میں حذف و الحاق کر کے لاہور کے ایڈیشن (جو مولانا سید آفتاب عالم کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے) میں شامل کر دیا گیا۔ اہل ذوق و تحقیق مصری و لاہوری ایڈیشن کے ”مقدمہ“ میں اس حذف و الحاق کے نامور نمونے اور مثالیں پیش خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

فیض الباری کے مقدمہ یا اپنے استاذ کی طرف مشکوک و مشتبہ باتیں منسوب کرنے والے حضرت علامہ کاشمیری کے شاگرد عزیز و محدث کبیر مولانا بدر عالم ہیں جنہوں نے اپنے استاذ کی وفات (۱۹۳۳ء) کے صرف پانچ سال بعد (۱۹۳۸ء) یہ کارنامہ سرانجام دیا اور اس بات کی کواہی دینے والے بھی دواختیائی ثقہ، صادق، معتبر اور حضرت کاشمیری کے شاگرد مولانا احمد رضا بجنوریؒ اور علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ ہیں۔

چنانچہ علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ کے داماد اور شاگرد اور مولانا بدر عالم صاحب کی ہم راز، ہمدرد و رفیق کار مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ فرماتے ہیں کہ:

”1938ء میں راقم الحروف نے محترم مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی رفاقت میں حرمین شریفین اور مصر و ترکی کا سفر کیا تھا اور مصر میں طویل قیام کر کے فیض الباری اور نصب الراية کو طبع کرایا تھا۔ فیض الباری کے شروع میں مولانا بنوریؒ کا مقدمہ بھی تھا جو کئی بار کی طباعتوں میں بدستور شائع ہوتا رہا پھر اس کے ساتھ عزیز ہی مولوی سید آفتاب عالم سلمہ کے اہتمام سے بھی پہلی دو جلدیں لاہور سے شائع ہوئیں۔ جن میں حضرت مولانا سید بدر عالم

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

صاحبؒ کے حاشی و استدراکات کا اضافہ ہے اور ان میں مفید علمی و حدیثی افادات دیکھ کر بہت مسرت ہوئی۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ مگر اس کے مقدمہ وغیرہ میں حذف و الحاق کا جو غیر موزوں اقدام کیا گیا ہے اس سے مجھے نہایت افسوس بھی ہوا۔

مولانا بنوری میرے رفیق سفر ہوئے اور قاہرہ جا کر یہ طے ہوا کہ مولانا، فیض الباری کے اصول و پرہیز و یکہیں۔ حتی الامکان عبارات و کتابت کی غلطیاں بھی درست کریں اور میں نصب الراية کا کام اس طرح کروں۔ 9/8 ماہ کا طویل عرصہ ہم نے اس کام میں لگایا۔ دوران طباعت میں مولانا نے مجھے بار بار کہا کہ تہذیب عبارات اور تصحیح پرہیز وغیرہ کا کام تو میں کر رہا ہوں اور کر بھی سکتا ہوں مگر کتاب میں دوسری خامیاں بھی ہیں جن کے لیے بیسیوں کتابوں کی مراجعت درکار ہے وہ اس وقت نہیں ہو سکتی۔ اور خاص طور سے حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف بکثرت انتسابات مشکوک و مشتبہ نظر آتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ اب تو صرف یہی ہو سکتا ہے کہ آپ مقدمہ میں ان امور کی طرف اشارہ کر دیں گے اور وہ بھی اس طرح کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی ذات بھی خطاؤں سے محفوظ ہو سکے اور مولانا (بد عالم صاحب) کو اس طرح بچائیں کہ وہ مراجعت کا وقت نہ پاسکے اور دوسرے فارغین طلبہ کی درسی تقاریر بھی ان کے سامنے تھیں، ان سے ایسی اغلاط کی دراندازی ہوئی ہوگی...

تو پھر یہ بات کیونکر مناسب تھی کہ مولانا بنوریؒ کی تنقید صحیح کی عبارت کو ان کے مضمون میں سے حذف کر کے دوسری عبارات داخل کر دی گئیں جن میں ان کے مقصد و منشاء کے بالکل خلاف یہ دعویٰ کیا گیا کہ مؤلف فیض الباری کو اس کام کے لیے خدا کی طرف سے توفیق کامل حاصل ہوئی تھی اور ان کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے یہ آسانی بھی مل گئی تھی کہ وہ حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم عالیہ کا احاطہ کر لیں اور انہوں نے اس کام کے لیے سعی بلیغ کی اور مالی شیخ کو ضبط نام کیا تھا اور انہوں نے اس کام کے لیے مصادر کی مراجعت تامہ مرۃ بعد مرۃ کی تھی اور بلا شک و شبہ حضرتؒ کے علوم کی خدمت ان سے زیادہ اتم و اکمل

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

کوئی دوسرا تلمیذ شیخ کر ہی نہ سکتا تھا۔

مولانا بنوریؒ نے اپنے نقد میں یہ بھی کہا تھا کہ ”ہاؤ جو دسعی“ مشکور کے مؤلف یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ انہوں نے حضرت کے امالی و مشکلات علوم و تراجم رجال وغیرہ کو بنفقیرہ و قسط میرہ جمع کر لیا ہے اور آپ کے فوائد علمیہ و نظریات عمیقہ میں سے کسی کو نظر انداز نہیں ہونے دیا۔“

اس عبارت کو سراسر بدل کر یہ دعویٰ بلسان العلامة البنوری درج کر دیا گیا کہ ”مؤلف نے امالی شیخ کو بنفقیرہ و قسط میرہ جمع کر دیا ہے اور حضرت کے تمام ہی مشکلات علوم، تراجم رجال، فوائد مختلفہ و نظریات عمیقہ کا احاطہ کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ امالی شیخ میں سے کوئی کلمہ بھی بغیر احصاء و ضبط کے نہیں چھوڑا اور خود مؤلف نے جو اپنے مقدمہ میں (اس کے خلاف) لکھا ہے وہ محض ان کی تواضع اور کسر نفسی ہے اور کچھ نہیں۔“

واضح ہو کہ یہ سب حذف و الحاق کی کاروائی ص 31 و ص 32 میں موجود ہے اور مولانا کا آخری مضمون سراسر بدل کر ان کا نام بھی آخر سے حذف کر دیا گیا ہے۔ قیسا للعجب!

اس کے علاوہ حضرت المؤلف کی طرف سے جو کلمۃ الشکر کا ایک صفحہ مصری ایڈیشن میں شائع ہوا تھا وہ بھی حذف کر کے عزیز آفتاب میاں سلمہ نے دوسرے مضمون کا کلمۃ الشکر شائع کیا ہے۔ تاکہ یہ امر صفحہ تاریخ سے محو ہو جائے کہ کس کی تحریک سے یہ تالیف فیض الباری کا کام شروع ہوا تھا، کس ادارہ نے پہلے سرپرستی کی، معاوضہ بھی ادا کیا اور پھر کس ادارہ نے اس کے مصارف طبع برداشت کیے اور کس نے طباعت قاہرہ کے زمانہ میں اس کتاب کی اصلاح مضامین و عبارات، تصحیح اصول و پردف ریڈنگ وغیرہ کی زحمتیں 9/8 ماہ تک کوارا کی تھیں۔ والی اللہ المشتکی....

آخر میں مختصراً گزارش ہے کہ ”فیض الباری“ میں اب بھی بہت سی مسامحات و اغلاط ہیں جن میں کچھ کی نشاندہی بھی اصحاب تصانیف نے کی ہیں یہ بھی عدم مراجعت اصول

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

اور عدم واقفیت تراجم رجال کا نتیجہ ہے جب کہ حضرت شاہ صاحبؒ ایسی اغلاط سے مبرا تھے اور اس کی طرف ان کی نسبت کسی طرح بھی موزوں نہیں ہے۔ اس لیے پاکی داماں کی حکایت طویل کرنے سے بہتر ہے کہ مریعات اصول اور مطالعہ تراجم رجال کر کے ان خامیوں کا ازالہ کیا جائے اور اس خوش فہمی کا سہارا نہ لیا جائے کہ خود حضرت مؤلف نے جن خامیوں کا اعتراف کر لیا تھا وہ محض تواضع و کسر نفسی تھی۔ پھر یہ کہ مولانا بنوریؒ کے مقدمہ میں جو حذف والحاق کیا گیا ہے اس کی معذرت شائع کی جائے... (موصوف نے اپنے مضمون کے آخر میں ”مصری طبع اور محرف طبع“ کے عکس بھی شائع کیے ہیں) (ماہنامہ بینات کراچی ص 13-24۔ شوال المکرم 1406ھ / جولائی 1986ء)

اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جھوٹی روایات صرف کذاب راوی ہی بیان نہیں کرتے بلکہ سچے دیندار، زاہد و عابد بھی یہ کام ہر دور میں کرتے رہے ہیں اور آج بھی ہر مسلک کے پیر، مولوی، صوفی، واعظ، مقرر، نعت خواں اور تبلیغی جماعت کے اراکین ”براہ راست“ منبر و محراب اور خانقاہوں سے شب و روز عام درجے کا ”ثواب“ سمجھ کر نہیں بلکہ ”انچاس کروڑ“ درجے کا ”ثواب“ اعتقاد کرتے ہوئے سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ وہ ”سچ“ ہے جس کی تلاش میں کوئی دشواری اور مشکل حائل نہیں ہے۔ اکابر علماء و مشائخ کے علاوہ ”اصاغر“ (جو مستقبل میں اکابر و اسلاف کے منصب جلیلہ پر فائز ہو جائیں گے) کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ خطبات و ملفوظات اور ”فضائل اعمال“ سے متعلق کتب میں ضعیف اور منکر کے علاوہ بکثرت موضوع روایات پائی جاتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

حضرت مفتی صاحب!

محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب نے ”مؤرخین“ کے حوالے سے صرف یہ لکھا کہ: ”شاہی درباروں کے عادی اور نسلی تعصب سے لتھڑے ہوئے مؤرخین نے اسلام کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی“ (روزنامہ ایکسپریس ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۵ء تحت ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“) یہ وہ ”کفر“ تھا جو پوری دنیائے اسلام میں سے صرف ”روزنامہ اسلام“ کو ہضم نہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
ہو سکا۔ بالآخر تین قسطوں پر مشتمل ایک مضمون ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کے ذریعہ
اس ”کفر“ کو طشت از بام کرنے کے بعد ہی اسے ”چین“ کی نیند نصیب ہوئی۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تاریخ کی باضابطہ تدوین کے دوران شاہی درباروں سے
منسلک اکثر ”مؤرخین“ نے نسلی تعصب سے لتھڑے ہوئے راویوں کی ”مرویات“ جمع
کر کے صدر اسلام کی تاریخ کو منسج کر کے پیش کیا۔ بلکہ عباسی خلفاء نے از خود حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ اور خلفائے بنی امیہ کے مثالب تیار کرائے۔ اس کی تفصیل ایک مستقل
کتاب کی متقاضی ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

جناب اور یا مقبول جان صاحب نے تو صرف ”تاریخ“ کے حوالے سے یہ بات کی
ہے کہ ”شاہی درباروں کے عادی اور نسلی تعصب سے لتھڑے ہوئے مؤرخین نے اسلام کی
تاریخ مرتب کرنا شروع کی“

(۲۲۶)	کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس وقت کے درباری ”حضرات“ حدیث وضع کرنے سے بھی نہیں شرمائے تھے؟
(۲۲۷)	تو پھر ”تاریخ“ کی حیثیت کا ”حدیث“ سے کیا موازنہ ہو سکتا ہے؟
(۲۲۸)	کیا حدیث وضع کرنا کسی عام دنیا دار مؤرخ کا کام ہو سکتا ہے؟
(۲۲۹)	کیا حضرت علامہ ”ابوزید سروجی“ جیسے کردار ہر دور میں نہیں پائے جاتے رہے؟
(۲۳۰)	کیا آج بھی ہمارا معاشرہ اور ہمارے دینی ادارے کلی طور پر ”ابوزید سروجی“ کے کردار سے پاک ہیں؟

علماء کرام نے ”فتنہ وضع حدیث“ کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی بیان کیا ہے کہ:
”وضع حدیث کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ لوگ اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کی
خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ وہ امراء اور سلاطین کے درباروں میں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

جاتے تھے اور ان کو خوش کرنے کے لئے جھوٹی روایات بیان کرتے تھے۔ مفاد پرست، لالچی اور درباری لوگ ہمیشہ بادشاہوں کے تقرب کو سعادت سمجھتے رہے اور اس مقصد کے لئے اس حد تک ذلت پر اتر آتے کہ اپنے دین و ایمان کا سودا کرنے سے نہیں چوکتے اور وضع حدیث کے ذریعے امراء و سلاطین سے نذرانہ ”کذب“ کے امیدوار رہتے تھے۔ یہ امراء و سلاطین کبھی تو ایسے لوگوں کو تنبیہ کرتے اور کبھی مجرمانہ چشم پوشی سے کام لیتے تھے۔

غیاث بن ابراہیم ان چند مجرموں میں سے ایک تھا جو یہ گھناؤنا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھا۔ ایک دفعہ غیاث عباسی خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا تو اس وقت مہدی کبوتر سے کھیل رہا تھا، اس نے خلیفہ سے کہا اے امیر المؤمنین! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”لا سبق الا فی فعل، أو خوف أو حاضر، أو جناح“ (نزہۃ النظر فی شرح تخبۃ الفکر ص ۱۵)

”مسابقت صرف نیز بازی میں یا اونٹ میں یا گھوڑے میں یا پرندہ میں ہے۔“

حدیث میں ”جناح“ کا تذکرہ نہیں ہے مگر چونکہ مہدی کبوتر سے کھیل رہا تھا اس لئے غیاث نے ”جناح“ کا اضافہ کر دیا۔

احمد بن یعقوب، عبد الملک کے پاس کھانے کے موقع پر حاضر تھا جہاں لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو خر بوزہ لایا گیا۔ اس پر احمد نے کہا: اے امیر المؤمنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا و ینذهب الداء اصلا“

کھانے سے پہلے خر بوزہ کھانا پیٹ کو صاف کر دیتا ہے اور بیماری کو بالکل ختم کر دیتا ہے۔

اس پر عبد الملک نے اسے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔ (میزان الاعتدال جلد اول ص ۷۸)

اسی طرح ایک اور کذاب مقاتل بن سلیمان بلخی (جن کے تفسیری اقوال تفسیر طبری کی وساطت سے کتب تفسیر میں بکثرت پائے جاتے ہیں) نے مہدی سے آکر کہا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد کے سلسلہ میں حدیث وضع کروں مہدی نے کہا!! اس کی ضرورت نہیں۔ (تذریب الراوی جلد 1 ص 286)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

درباری روایات کا ایک نمونہ یہ ہے:

”لذا كان سنة خمس وثلاثين ومائة فبقي لك ولولدك السفاح والمنصور والمهدي“

(السنة و مكانتها في التشريع الاسلامي ص ٩٦، ميزان الاعتدال جلد 1 ص ٤٦)

”جب ایک سو پینتیس (135) واں سال ہو تو وہ تمہارا ہوگا (عباسؑ) اور تمہاری

اولاد سفاح اور منصور اور مہدی کا ہوگا۔“

بعض لوگوں نے تو حدیث وضع کر کے پیٹ پالنے کو اپنا پیشہ ہی بنالیا تھا وہ صرف امراء اور سلاطین ہی کے لئے حدیث وضع نہیں کرتے تھے جو کوئی بھی ان کو رقم دیتا تو وہ حدیث وضع کر دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت شعبہ، ابی الحزم یزید بن سفیان البصری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ بصرہ کی مسجد میں پڑا رہتا تھا۔ اگر کوئی شخص اسے ایک درہم دیتا تو وہ اس کے لئے پچاس حدیثیں وضع کر دیتا۔ (الاباطیل والمناکیر جلد 1 ص 59)

امام زہری فرماتے ہیں:

”يخرج الحديث من عندنا شبرا فيرجع إلينا من العراق ذراعاً“

(السنة و مكانتها في التشريع الاسلامي ص 93)

”ہمارے یہاں سے حدیث ایک باشت کی ٹکٹی ہے اور جب عراق سے لوٹتی ہے تو

ایک گز کی ہو جاتی ہے۔“

اسی لئے امام مالک نے عراق کو ”دار الضرب“ یعنی حدیث ڈھالنے کی میکانی کہا تھا

جہاں سکوں کی طرح حدیث بڑی تعداد میں ڈھالی جاتی ہے۔

اس تفصیل سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ تاریخ ہی نہیں بلکہ خالص دینی لٹریچر تفسیر،

حدیث میں بھی منافی عصمت، منی بد توہین، اسرائیلی اور موضوع روایات پائی جاتی ہیں

جنہیں جانچنے کے لئے محدثین کرام نے باقاعدہ اصول روایت و درایت وضع کئے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

بعد میں آنے والے وہ حضرات محدثین جنہوں نے حدیث کی ابواب و فصول کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

صورت میں تدوین و تصنیف کا کام کیا ان سب حضرات نے اپنی لکھی ہوئی اور یاد کی ہوئی لاکھوں حدیثوں میں سے ایسی کڑی تنقید و تحقیق کے ساتھ صرف چند ہزار حدیثوں کو اپنی اپنی کتابوں میں جگہ دی۔ تدریب الراوی ص 12 میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ:

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ایک لاکھ حدیث صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حفظ یا دہیں انہیں سے صحیح بخاری کا انتخاب کیا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں کل غیر مکرر احادیث چار ہزار ہیں۔ امام مسلمؒ نے فرمایا کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے انتخاب کر کے اپنی کتاب صحیح لکھی ہے اس میں بھی صرف چار ہزار احادیث مکرر ہیں۔

ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی 5 لاکھ احادیث لکھی ہیں، جن میں سے انتخاب کر کے سنن مرتب کی ہے جس میں چار ہزار احادیث ہیں۔

امام احمدؒ نے فرمایا کہ میں نے مسند احمد کی احادیث کو سات لاکھ پچاس ہزار احادیث میں سے انتخاب کیا ہے...

دوسری کتب تاریخ کی تصنیف کرنے والے اگر تاریخی روایات کو اس معیار پر جانچتے جس پر روایات حدیث کو جانچا تو لاپے اور اتنی ہی کڑی تنقید و تحقیق کے ساتھ کوئی تاریخی روایات درج کتاب کرتے تو ذخیرہ حدیث میں اگر چار لاکھ، تین لاکھ میں سے چار ہزار کا انتخاب ہوا تھا تو تاریخی روایات میں وہ چار سو بھی نہ رہتیں، اس طرح ننانوے فیصد تاریخی روایات نسیا منیا ہو جاتی اور بہت سے ”دینی“ و دنیوی فوائد جو ان روایات سے متعلق تھے وہ مفقود ہو جاتے۔ (مقام صحابہؓ ص نمبر 27-28۔ مطبوعہ ادارۃ المعارف در العلوم کراچی)

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تاریخ میں تمام روایات صحیح متصور رہوں گی۔ کیونکہ جو راوی احکام سے متعلق روایات میں جھوٹ بول سکتا ہے تو وہ عام تاریخی روایات کے معاملے میں کئی گنا زیادہ جھوٹ بول سکتا ہے لہذا ان کے لئے بھی جانچ کا بیجا نہ دہی ہے جو حدیث کے لئے مقرر کیا گیا ہے بالخصوص عصمت و مشاہرات کا تعلق عقائد سے ہونے کی وجہ سے یہاں بھی کڑی شرائط لاکھوں کی اور مؤرخین کی روایات رد کردی جائیں گی۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
 مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب تاریخ کی غیر احکامی روایات کے حوالے سے فرماتے
 ہیں کہ:

”کو ارا کرنے کا مفہوم یہاں بھی یہ نہیں ہے کہ ان روایات کا مطالعہ کرتے وقت نقد و
 نظر کے تمام اصولوں پر بالکل ہی تالا ڈال دیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ صرف ان راویوں
 کے ضعف کی بنیاد پر ان روایتوں کو رد نہیں کر دیں گے چنانچہ اگر کچھ دوسرے دلائل ان کے
 خلاف مل جائیں تو ان روایات کو (بسیز و تاریخ میں) بھی تسلیم کرنے پر اصرار نہیں کیا جائے
 گا۔“ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص 120)

حضرت مفتی صاحب!

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے نزدیک تاریخی روایات کو حدیث کے معیار پر جانچنے
 سے 99 فیصد روایات سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ جناب مودودی صاحب کے نزدیک 90 فیصد جبکہ
 اوریا مقبول جان صاحب کے نزدیک ”آدھی سے زیادہ تاریخ جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوگی۔“
 سخت حیرت ہے کہ جنہوں نے سب سے کم تناسب (یعنی 50 فیصد) بتایا وہ تو
 ”مطعون“ ٹھہرا دیئے گئے۔ مگر جنہوں نے 90% یا 99 فیصد کا احتمال ظاہر کیا تو انہیں
 سرے سے ہی نظر انداز کر دیا گیا ہے!

بہر حال جھوٹ، جھوٹ ہے خواہ ”مذاق“ میں بولا جائے، خواہ بچوں سے، خواہ خالی
 جھولی اٹھا کر جانور کو بلایا جائے، خواہ احکامی روایات میں جھوٹ ہو یا تاریخی روایات میں۔
 ایسا ہرگز نہیں کہ ایک چیز احکامی روایت میں تو جھوٹ ہو اور وہی جھوٹ پر مبنی روایت جو
 ہی تاریخ میں پہنچے تو ”سچ“ میں تبدیل ہو جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: - كُفِيَ بِالسَّوْءِ كَلْبًا اَنْ يُحَدِّثَ
 بِكُلِّ مَا سَمِعَ“ (صحیح مسلم۔ باب الہی عن الحدیث بکل ما سمع۔ جلد ۱ ص ۸)
 ”کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے بس اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات
 بیان کرتا پھرے (اور اس کی تحقیق نہ کرے)۔“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اس حدیث میں صرف ”جھوٹ“ بولنے والے کو جھوٹا نہیں کہا گیا بلکہ بلا تحقیق کسی بات کو آگے بیان کرنے والے کو بھی جھوٹا قرار دیا گیا ہے حالانکہ اس بات میں سچ کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ سخت تعجب ہے کہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات کے کذاب راویوں پر تنقید کرنے کی وجہ سے ”روزنامہ اسلام“ میں یہ ”فتویٰ“ داغ دیا گیا کہ:

”تاریخ کی کمزوریوں کو آج ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے موصوف نے پرکھا ہے تو وہ کس منہ سے سنت کو محفوظ سمجھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۲۳۱)	”روزنامہ اسلام“ والوں نے کیوں یہ تصور کر لیا کہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات کی توثیق کرنے، انہیں تحفظ دینے یا ان کے بارے میں سکوت اختیار کرنے سے ہی ”سنت“ کو محفوظ سمجھنے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے؟
-------	---

جبکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ایسی روایات کا انکار کر دینے سے ہی ”سنت“ کو صحیح سمجھنے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی موقف پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ امین ثم امین یا اللہ العالمین

حضرت مفتی صاحب!

جہاں تک ”روزنامہ اسلام“ کی اس بات کا تعلق ہے کہ ”ایسی ذہنیت والے کے لئے بس دعائے ہدایت ہی کی جاسکتی ہے۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016)

ہم اس ”دعائے ہدایت“ کو دعائے ”ضلالت“ سمجھتے ہیں۔ اگر لکھنے والے کی قسمت میں اصل ہدایت نہیں ہے تو پھر یہ ”ضلالت“ خود انہیں اور ان کے سرپرستوں کو ہی ”مبارک“ ہو۔

لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح ”ہدایت“ کے چار درجات (اثابت، ہدایت، استقامت، رابطہ القلب) ہیں بالکل اسی طرح ”ضلالت“ کے بھی چار درجات (ریب، ضلالت، جدال، ختم علی القلب یعنی مہر جہاریت) ہیں۔ اس کی روشنی میں وہ خود اپنے بارے میں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ہم بتائی ہوئی حواس پورے شرح صدر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ انبیاء عظام اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں جن روایات کا حوالہ میری کتاب ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟“ یا زیر نظر ”کھلے خط“ میں آیا ہے وہ سراسر منافی عصمت اور مبنی بر توہین ہیں۔ لہذا ہم ان سے برأت کا اعلان کرنا اپنا اخلاقی، دینی و ایمانی فریضہ سمجھتے ہیں۔

”وَلَا أَعْمَالُنَا وَلَا كُفْمُ أَعْمَالِكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ“ (سورۃ البقرہ: 139)

حدیث کلاب حوآب اور ”عظیم تحقیقی کتاب“

تاسعاً:-

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں ”صريح“ جھوٹ بولتے ہوئے اور فکر آخرت سے عاری ہو کر مجھ پر ایک یہ بہتان بھی باندھا گیا ہے کہ:

”امام احمد کو ان (یعنی قیس بن ابی حازم) پر اتنا اعتماد ہے کہ اپنی مسند میں ان سے بعض روایات وہی لی ہیں جو امام طبری نے ماء حوآب کے حوالے سے نقل کی ہیں، جن کا نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016ء۔ تحت ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“)

832 صفحات پر مشتمل ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں سرے سے ”ماء حوآب“ کی روایت کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

(۲۳۲)	”ماطلقہ سر پہ گریباں ہے اسے کیا کہئے؟“
(۲۳۳)	معلوم نہیں کہ اس سے یہ نتیجہ کس طرح اخذ کر لیا گیا کہ اس کا نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے؟“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۲۳۴) اس جھوٹ اور بہتان کا جواب بھی آپ سمیت روزنامہ اسلام کے تمام ”ذمہ داروں“ پر ”فرض اور قرض“ ہے۔ کیا اس ”جھوٹ اور بہتان“ کی اس ”دین اسلام“ میں کوئی گنجائش ہے جس کا ذکر روزنامہ اسلام کی ”لوح“ پر بائیں الفاظ کیا گیا ہے کہ: ”بلاشبہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے“؟	(۲۳۵) اگر نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو پھر اس سلسلے میں ایک اخبار کے چیف ایڈیٹر اور ایک جامعہ کے شیخ الحدیث و مفتی ہونے کی حیثیت سے آپ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟
--	--

حضرت مفتی صاحب!

یہ بات اگرچہ اپنی جگہ صد فی صد صحیح ہے کہ ”ماءِ حوَاب“ کا ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں کوئی ذکر نہیں ہے تاہم قاضی ابوبکر ابن العربی (م 543ھ) کے نزدیک ”ماءِ حوَاب“ کی روایت کو صحیح سمجھنا (جیسا کہ روزنامہ اسلام کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اہانت کی وجہ سے یقیناً ”سخت گناہ بلکہ گمراہی“ ہے۔ اور میں بھی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دفاع میں قاضی ابوبکر ابن العربی کے مذکورہ قول کی تائید و تصدیق کرتا ہوں۔

(۲۳۶) معلوم نہیں کہ روزنامہ اسلام کے ”ذمہ داروں“ کو ہر اس ”روایت“ سے کیوں اتنا پیار اور لگاؤ ہے جس سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی روئے عصمت تار تار رہتی ہو؟ (قصہ زید و زینبؓ اور غرائق) یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین و تنقیص اور تفسیق تکفیر ہوتی ہو؟ یا ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر ”حوَاب“ کے مقام پر ”کتے“ بھونکائے گئے ہوں؟	
--	--

حضرت مفتی صاحب!

کتب حدیث کی روشنی میں حدیث ”کلابِ حوَّاب“ کا متن ملاحظہ فرمائیں:

1:- حدثنا ابواسامة قال حدثنا اسماعيل عن قيس قال لما بلغت عائشة بعض مياه بني عامر ليلا تبحت الكلاب عليها فقالت: ائى ماء هذا؟ قالوا: ماء الحوَّاب، فوقفت فقالت: ما اظننى ألا راجعة، فقال لها طلحة والزبير، مهلاً رحمك الله، بل تقلعين قيراء المسلمين فيصلح الله ذات بينهم قالت: ما اظننى ألا راجعة اتى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنا ذات يوم: كيف باحدا كن تنبح عليها كلاب الحوَّاب-

(مصنف ابن ابى شيبه كتاب الجمال جلد 15، ص 260، مطبوعه اداره القرآن والعلوم الاسلاميه كراچي)

2:- حدثنا عبد الله حدثني ابى ثنا يحيى عن اسماعيل ثنا قيس قال لما اقبلت عائشة بلغت مياه بني عامر ليلاً تبحت الكلاب قالت ائى ماء هذا؟ قالوا ماء الحوَّاب- قالت: ما اظننى ألا اتى راجعة فقال بعض من كان معها بل تقلعين قيراء المسلمين فيصلح الله عزوجل ذات بينهم قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لها ذات يوم كيف باحدا كن تنبح عليها كلاب الحوَّاب- (مسند احمد بن حنبل ص 52 ج 6)

مسند کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

3:- حدثنا عبد الله حدثني أبى ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبة عن اسمعيل بن ابى خالد عن قيس بن أبى حازم ان عائشة قالت لما اتت على الحوَّاب سمعت نباح الكلاب فقالت ما اظننى ألا راجعة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنا انى تكن تنبح عليها كلاب الحوَّاب فقال لها الزبير، ترجعين عسى الله عزوجل ان يصلح بك بين الناس، (حواله مذکور ص 97)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

4:- حدثنا ابو عبد الله محمد بن يعقوب الحافظ ثنا محمد بن عبد الوهاب العبدى ثنا يعلى بن عبيد ثنا اسماعيل بن ابي خالد عن قيس بن ابي حازم قال لما بلغت عائشة بعض ديار بني عامر تبحت عليها الكلاب فقالت: اى ماء هذا؟ قالوا: الحوَّابُ قالت: ما اظننى الا راجعة فقال الزبير لا بل تقدمى ويراك الناس ويصلح الله ذات بينهم قالت: ما اظننى الا راجعة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كيف باحد اكن اذا تبحتها كلاب الحوَّاب، (المستدرک على الصحيحين جلد 3 ص 120)

امام حاکم باب ”لن يفلح قوم ولوا امرهم امرأة“ کے تحت یہ روایت بھی لائے ہیں:

5:- عن أم سلمة قالت ذكر النبي صلى الله عليه وسلم خروج بعض امهات المؤمنين فضحكت عائشة فقال: انظري يا حميراء ان لا تكوني أنت ثم التفت الى علي فقال ان وليت من امرها شيئاً فارقق بها، (المستدرک على الصحيحين الجزء الرابع ص 85 طبع بيروت)

6:- علامہ ابن عبد ربہ الاندلسی (م 328ھ) روایت کرتے ہیں کہ:

وقد كان النبي صلى الله عليه وسلم قال لها يا حميراء كأتى بك ينبحك كلاب الحوَّاب تقاتلين عليًا وانت له ظالمة و الحوَّاب قرية في طريق المدينة الى البصرة و بعض الناس يسمونها الحوَّاب بضم الحاء و تثقيل الواو وقد زعموا أن الحوَّاب ماء في طريق البصرة قال في ذلك بعض الشيعة:

أتى أدين بحب آل محمد وبنى الوصى شهودهم والغيب
واتا برئ من الزبير وطلحة ومن التي تبحت كلاب الحوَّاب

(العقد الفريد الجزء الرابع ص 309 تحت: قولهم في اصخب الجمل)

7:- وقد مرَّوا في مسيرهم ليلاً بماء يقال لها الحوَّاب فنبحتهم كلاب عنده فلما سمعت ذلك عائشة قالت: ما اسم هذا المكان؟ قالوا: الحوَّاب،

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

قضربت باحدى يديها على الأخرى وقالت اتا لله واتا اليه راجعون ، ما اظننى
ألا راجعة قالوا: ولم؟ قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
لنساءه: ليت شعري أيتكن التى تنبجها كلاب الحوآب ثم ضربت عضد
بغيرها فأناخته وقالت رثوتى رثوتى أنا والله صاحبة ماء الحوآب -

وقد اوردنا هذا الحديث بطرقه والفاظه فى دلائل النبوة كما سبق قاناخ
الناس حولها يوما وليلة وقال لها عبدالله بن الزبير، ان الذى اخبرك ان هذا ماء
الحوآب قد كذب،

اس کے بعد نیچے حاشیہ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ:

جاء ابن الزبير بخمسين رجلاً شغلوا عند عائشة هذا الماء ليس بماء
الحوآب فكانت هذه أول شهادة زور شهد بها فى الاسلام، (البلدية والنهاية
ص 258 جلد 7، طبع بيروت)

8:- عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال لأزواجه أيتكن التى
تنبجها كلاب الحوآب، فلما مرّت عائشة ببعض مياه بنى عامر ليلاً تبحت
الكلاب عليها فسألت عنه فقيل لها هذا ماء الحوآب قوقفت وقالت ما اظننى
ألا راجعة اتى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ذات يوم كيف
احداكن تنبج عليها كلاب الحوآب قيل لها يا ام المؤمنين اتما تصلحين بين
الناس، (كنز العمال فى سنن الاقوال والافعال ص 334 ج 11)

9:- عن طاؤس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنساءه أيتكن
التي تنبجها كلاب كذا وكذا؟ اياك يا حميراء (حواله مذكور)

10:- عن عروة قال قلت لعائشة من كان احب الناس الى رسول الله صلى الله
عليه وسلم قالت: على بن ابي طالب، قال اى شئى كان سبب خروجك عليه، قالت لم
تزوج ابوك أمك؟ قلت ذلك من قبل الله قالت وكان ذلك من قبل الله - (حواله مذكور)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

حدیث ”کلاب حوآب“ کا مشہور یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہ نیت قصاص عثمانؓ مکہ مکرمہ سے بصرہ کے لئے روانہ ہوئیں تو رات کو نبی عامر کے چشمے پر پہنچیں تو کتے بھونکنے لگے۔ ام المؤمنینؓ نے دریافت فرمایا: یہ کون سی جگہ ہے؟ بتایا گیا۔ یہ حوآب ہے۔ فرمایا: اب تو میں اپنے آپ کو واپس ہونے والی سمجھتی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ہم سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کس پر ”حوآب“ کے کتے بھونکیں گے؟ آپ کے ہمراہیوں (طلحہؓ و زبیرؓ) نے کہا کہ نہیں۔ آپ کو آگے چلنا چاہئے شاید آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں صلح کرا دے۔

یہ ہے وہ حدیث جس کی بناء پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اقدام کی تعلیظ کی جاتی ہے۔ اس کے ذریعے آپ پر قرآن (وَقَدْ نَزَّلَ فِي بُيُوتِكُمْ) اور حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا الزام لگایا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ پر نہ صرف خود قصد اجموئی کو ابھی دینے بلکہ قرہی بہتی سے دیگر جھوٹے کوافراہم کرنے کا بھی بہتان باندھا جاتا ہے۔

مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور حدیث کلاب حوآب

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ”حدیث کلاب حوآب“ کا خلاصہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

”جب آپؐ بصرہ جاری تھیں تو راستے میں ایک جگہ پہنچاؤ ڈالا گیا، رات کے وقت وہاں کتے بھونکنے لگے، حضرت عائشہؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مقام ”حوآب“ ہے۔ ”حوآب“ کا نام سنتے ہیں حضرت عائشہؓ چونکہ انھیں، انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یاد آگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے خطاب کرتے ہوئے ایک دن فرمایا تھا:

”کیف باحدا کن تنبح علیہا کلاب الحوآب“

”تم میں سے ایک کا اس وقت کیا حال ہوگا جب اس پر حوآب کے کتے بھونکیں گے“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

حضرت عائشہؓ نے حوآب کا نام سن کر آگے بڑھنے سے انکار کر دیا، اور اپنے ساتھیوں سے اصرار کیا کہ مجھ سے واپس لوٹا دو اور ایک دن ایک رات وہیں ٹھہری رہیں، لیکن بعض حضرات نے کہا کہ آپ چلیں، آپ کی بیچہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہو جائے گی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ کسی نے آپ کے سامنے تردید بھی کی کہ یہ جگہ حوآب نہیں ہے۔ اور اس طرح جو مقدمہ میں تھا وہ پیش آیا، اور حضرت عائشہؓ نے سفر دوبارہ شروع فرما دیا۔۔۔

ان تمام واقعات سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہ کبھی حکومت کی سربراہی کی خواہش یا دعویٰ کیا، نہ کسی نے یہ تجویز پیش کی کہ ان کو سربراہ بنایا جائے، نہ ان کا مقصد کسی باقاعدہ جنگ کی قیادت تھی، وہ صرف ایک قرآنی حکم کے نفاذ اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کے لئے نکلی تھیں، لیکن دشمنوں کی سازش نے ان کے اس سفر کو بالآخر ایک جنگ کی شکل دے دی، لیکن چونکہ ان کا مشن فی الجملہ ایک محدود سیاسی حیثیت کا حامل تھا، اس لئے صحابہ کرامؓ نے بھی اس کو پسند نہیں کیا، اور وہ خود بھی انتہائی مادم ہوئیں، یہاں تک کہ اس ندامت کی بناء پر روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تدفین کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

اب خود انصاف سے فیصلہ کر لیا جائے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے اپنے جس اقدام کو بالآخر خود غلط سمجھا، اس پر روتی رہیں، اور اس پر ندامت کی بیچہ سے تدفین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے سے بھی شرمائیں، اس عمل سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے؟ اور استدلال بھی سربراہی کے جواز پر جس کا تصور بھی حضرت عائشہؓ کے حاشیہ خیال میں نہیں گزرا۔ (عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت ص 36، 44۔ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کا یہ مضمون پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند قاری یہی فیصلہ کرے گا کہ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین و تنقیص کے علاوہ ان کے اقدام کی تعلیل اور اہل تشیع کے موقف کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ موصوف کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ صدارتی فرمان جاری کریں کہ: ”انہوں نے خواتین کے مسلمہ دائرہ کار سے قدم باہر نکالا تھا، انہوں نے اجتماعی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
معاملات میں دخل دیا تھا، ان کا مشن ایک محدود سیاسی حیثیت کا حامل تھا، ان کا اقدام غلط
تھا، یا انہوں نے اپنے اقدام کو خود غلط سمجھا، انہوں نے جنگ جمل میں شرکت کے باعث
روضہ رسول میں دفن ہونے سے انکار کر دیا تھا“

دشمنان صحابہؓ و اہلبیتؑ اور حدیث کلاب حوآب

حضرت مفتی صاحب!

دشمنان صحابہؓ و اہلبیتؑ اس ”حدیث“ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
”جناب عائشہ کا خاندان نبوت کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے گھر سے نکلنا اور پھر راستہ میں
بی بی پر ”حوآب“ کے کتوں کا بھونکنا، اس چیز کے بارے میں تاریخ اسلام میں ایک ڈھائی ہے۔ کتابوں
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بی بی عائشہ نے گھر سے نکل کر جو ”حوآب“ کے کتے بھونکائے
ہیں یہ فعل حرام ہے اور یہی چیز بی بی عائشہ کے غلطی ہونے پر ٹھوس دلیل ہے۔
بی بی جی کو قرآن پاک نے گھر سے نکلنے سے روکا تھا، نبی پاکؐ نے بھی روکا تھا، نیز ام سلمہؓ
اور حضرت علیؓ نے بھی روکا تھا لیکن بی بی نے کوئی پردہ نہ کی۔ یہ ان کی پہلی غلطی تھی۔ پھر صرف
واپسی کا ارادہ کافی نہیں ہے کیونکہ وہ واپس ہوئی تو نہیں، ان کے لئے واپس ہونا ضروری تھا لہذا
ان کا واپس نہ ہونا، دوسری غلطی تھی۔ یہ عذر کہ ساتھی نہیں مانتے تھے بالکل غلط ہے۔ قتل کے کیس
میں اگر کسی کے ساتھی نہ مانیں تو بھی ان کے لئے رکنا واجب ہے۔ بی بی جی کے لئے ضروری تھا
کہ وہ ساتھیوں کی پردہ نہ کرتی اور واپس چلی آتی۔ جن لوگوں نے جھوٹے گواہ بھگتائے تھے وہ
کون ہیں؟ وہ بی بی کے دو بہنوئی ہیں طلحہ و زبیر اور ایک بھانجا عبداللہ بن زبیر۔

جناب عائشہ کے بعد ان لوگوں کے ہاتھوں میں قافلہ کی باگ ڈور تھی پس ایسے غیر
ذمہ دار لوگوں کے ساتھ بی بی کا سفر کرنا یہ ان کی تیسری غلطی ہے۔ قوم معاویہ قیامت تک
عذر پیش کرتی رہے تو بھی اپنی اس ماں کے دامن سے جنگ جمل والا بد نما داغ کسی صابن یا
سرف سے دھو نہیں سکتی۔“ (بغاوت بنی امیہ اور معاویہ ص 420-421)

حضرت مفتی صاحب!

آپ نے دیکھا کہ 36ھ میں ذریت ابن سبائے حضرت ام المؤمنین پر ”حواب“ کے مقام پر کتے بھونکوائے تھے آج چودھدیاں بعد بھی ان کی عجی ذریت برادر ”کلاب“ کو بھونکوا رہی ہے۔ حیرت و حیرت تو روزنامہ اسلام کے ”ذمہ داروں“ پر ہے کہ آپ کے کانوں میں یکا یک، بلا موقع و محل اور بغیر کسی ادنیٰ تحریک کے 1400 سال کے بعد ہزاروں میل کے فاصلے پر سے ”حواب“ کے کتوں کے بھونکنے کی صدا کیوں گونج گئی اور 18 اکتوبر 2016ء سے اب تک آپ ٹس سے مس تک نہ ہوئے اور اس صدا سے براہِ مظلوظ ہو رہے ہیں۔ یہ ہے اس روحانی ماں (جس کے ناموس پر ہماری کروڑوں نسبی مائیں قربان ہو جائیں) کا احترام؟

روزنامہ اسلام میں قارئین کو دھوکے اور مغالطے میں مبتلا رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ننانوے فی صد نہیں بلکہ نو سو ننانوے فی ہزار قارئین ”حواب“ کے اصل واقعے سے آگاہ ہی نہیں ہیں تو وہ ”ماءِ حوَاب“ کے ذکر سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟ البتہ وہ زیرِ تبصرہ عبارت سے بخوبی اور بہ آسانی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں ”ماءِ حوَاب“ کے حوالے سے امام طبری کی منقولہ روایات کو جو ”سخت گناہ بلکہ گمراہی“ قرار دیا گیا ہے وہ غلط ہے اور امام طبری کی روایات بالکل صحیح ہیں۔

امام طبری اور حدیث کلابِ حوَاب

حضرت مفتی صاحب!

”ماءِ حوَاب“ کے حوالے سے مختصر انفس واقعہ تو میں بتا چکا ہوں اب یہ بتانا چاہتا ہوں کہ امام طبری نے اس سلسلے میں جو مفصل روایت پیش کی ہے وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی صریح توہین پر مبنی ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اونٹ کی خریداری:

اسماعیل بن موسیٰ الفراری نے علی بن عابس الازرق، ابو الخطاب البحرى، صفوان بن قیسہ الحمصی کے حوالے سے عرفی کا یہ بیان ذکر کیا ہے کہ میں اونٹ پر سوار جا رہا تھا کہ میرے سامنے ایک سوار آیا اور مجھ سے سوال کیا کہ اے اونٹ والے کیا تو اپنا اونٹ بیچتا ہے؟

عرفی: ہاں!

سوار: اس کی کیا قیمت ہے؟

عرفی: ایک ہزار درہم۔

سوار: کیا تو پاگل ہے۔ کہیں اونٹ بھی ایک ہزار میں بکتا ہے۔

عرفی: ہاں میرا یہ اونٹ اونٹ ہے۔

سوار: اس میں ایسی کیا خوبی ہے؟

عرفی: میں نے اس پر سوار ہو کر جب بھی کسی کا پیچھا کیا تو میں نے اسے پکڑ لیا لیکن

مجھے کوئی نہیں پکڑ سکا۔ اور جب بھی میں اس پر سوار ہو کر بھاگا تو پیچھا کرنے والا مجھے نہ پاسکا۔

سوار: تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم یہ اونٹ کس کے لئے خریدنا چاہتے ہیں۔ اگر

تمہیں یہ معلوم ہو جائے تو تم کبھی اتنی قیمت طلب نہ کرو۔

عرفی: آخر آپ کس کے لئے یہ اونٹ خریدنا چاہتے ہیں؟

سوار: تیری ماں کے لئے۔

عرفی: میں اپنی ماں کو تو اپنے گھر بیٹھے چھوڑ آیا ہوں۔ اس کا سفر کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

سوار: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے۔

عرفی: تو آپ یہ اونٹ لے جائیے اور اب اس کی کوئی قیمت نہیں۔

سوار: میں بلا قیمت نہیں لیتا۔ تم میرے ساتھ قیام گاہ تک چلو میں تمہیں ایک

مہر یہ اونٹنی بھی دوں گا اور کچھ درہم بھی دوں گا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
عرفی کا بیان ہے کہ میں اس سوار کے ساتھ گیا ان لوگوں نے مجھے ایک مہری اونٹنی دی
اور چار سو یا چھ سو درہم دیئے۔

اس کے بعد سوار نے مجھ سے سوال کیا اے عرفی بھائی کیا تم راستہ سے واقف ہو؟
عرفی: ہاں! میں ان لوگوں میں سے ہوں جو دوسروں کو تلاش کر لیتے ہیں۔
سوار: تم تم ہمارے ساتھ چلو۔
عرفی کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ ہولیا۔ راہ میں جس وادی اور چشمہ سے ہمارا
گزر ہوتا تو یہ لوگ مجھ سے اس مقام کا نام دریافت کرتے۔

حواب کا چشمہ:

”چلتے چلتے ہم حوآب کے چشمے پر پہنچے تو وہاں کے کتے ہمیں دیکھ کر بھونکنے لگے
لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا یہ کون سا چشمہ ہے۔
عرفی: یہ چشمہ حوآب کے نام سے مشہور ہے۔

عرفی کہتا ہے کہ میرا یہ جواب سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زور سے چیخیں اور اپنے
اونٹ کے بازو پر چابک مار کر اسے ہٹا دیا۔ پھر فرمایا: خدا کی قسم حوآب کے کتوں والی میں ہی
ہوں۔ اے لوگو! مجھے واپس لے چلو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات تین بار فرمائی
اور اپنا اونٹ ہٹا دیا لوگوں نے بھی اپنے اونٹ تیز کئے اور وہ واپس لوٹیں حتیٰ کہ جب اگلے روز
ہوا اور وہ وقت آیا جس وقت ان لوگوں کی واپسی شروع ہوئی تھی تو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ
عنہما گھبرائے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور چیخ کر بولے۔

بچاؤ بچاؤ خدا کی قسم یہ علی رضی اللہ عنہ کا لشکر تمہارے سروں پر پہنچ گیا ہے۔ عرفی کہتا
ہے کہ ان لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا اور مجھے برا بھلا کہنے لگے۔ میں ان کے پاس سے
واپس چلا آیا۔ تھوڑی دیر چلا تھا کہ حضرت علیؓ اور ان کا لشکر مل گیا۔ ان کے ساتھ تین سو کے
قریب آدمی تھے۔ حضرت علیؓ نے مجھے آواز دی کہ اے سوار! دھڑ آؤ۔ میں ان کے پاس گیا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

تو انہوں نے سوال فرمایا۔ یہ لشکر کہاں ہے؟

عرفی: فلاں فلاں مقام پر مقیم ہے۔ اور یہ اس کی (حضرت عائشہؓ)

اونٹنی ہے۔ میں نے ان لوگوں کے ہاتھ اپنا اونٹ فروخت کیا تھا۔

حضرت علیؓ: کیا تم نے بھی ان کے ساتھ سفر کیا ہے؟

عرفی: ہاں میں نے ان کے ساتھ سفر کیا ہے۔ لیکن جب ہم خواب

کے چشمہ پر پہنچے تو اس عورت پر وہاں کے کتے بھونکنے لگے جس پر اس عورت نے ایسی ایسی

بات کہی تھی۔ لیکن جب میں نے ان لوگوں میں باہم اختلاف دیکھا تو میں واپس آ گیا۔ اور

یہ لوگ کوچ کر گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا تم ذی قار کا راستہ جانتے ہو؟

عرفی: ہاں

حضرت علی رضی اللہ عنہ: تو تم ہمارے ساتھ چلو۔

عرفی کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ چلا۔ حتیٰ کہ ہم ذی قار پہنچ گئے۔ حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے دو آدمی بلوائے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملا کر بٹھا دیا۔ اس کے

بعد ایک اور شخص طلب کیا گیا اور اسے ان دونوں پر بٹھا دیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس

اوپر والے شخص پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور ایک جانب اپنے پاؤں لٹکا لیے اور اللہ کی حمد و ثنا اور

درو و سلام کے بعد فرمایا۔ تم لوگوں نے دیکھ لیا کہ اس قوم اور اس عورت نے کیا کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اشارہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور

رونے لگے۔

حضرت علیؓ: یہ تم لڑکیوں کی طرح کیوں رو رہے ہو؟

حضرت حسنؓ: ہاں! میں نے آپ کو ایک بات کا مشورہ (اصل ترجمہ حکم) دیا

تھا۔ لیکن آپ نے میری مخالفت (اصل ترجمہ فرمائی) کی تو تم بھی نہایت مصیبت کے

ساتھ قتل کئے جاؤ گے اور تمہارا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا (اصل ترجمہ ”تو“ اور ”تیرا“ ہے)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

حضرت علیؑ: تو نے مجھے جو حکم دیا تھا وہ لوگوں سے بیان کر دے۔

حضرت حسنؑ: جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا تو میں نے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ بیعت کے لئے اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ پھیلائیے جب تک عرب کے تمام علاقوں کے لوگ آپ کو خلافت پر مجبور نہ کریں اور وہ آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ نہ بنائیں گے لیکن تم نے میرا یہ حکم نہ مانا۔

جس وقت اس عورت نے اور ان لوگوں نے سر اٹھایا میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہدینہ سے نہ جاؤ اور اپنے ان شیعوں کے پاس جو آپ کی بات قبول کرتے ہیں اپنے پیغام پہنچ دو۔

حضرت علیؑ: اس نے سچ کہا ہے۔ لیکن خدا کی قسم! میں کچھ کی طرح کمزور بننا نہیں چاہا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں اپنے سے زیادہ کسی کو خلافت کا حق دار نہ سمجھتا تھا۔ لیکن لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ کی بیعت کر لی تو جیسے لوگوں نے بیعت کی تھی تو میں نے بھی ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ پھر ابو بکرؓ ہلاک ہو گئے اس وقت بھی میں اپنے سے زیادہ کسی کو حقدار نہ سمجھتا تھا۔ لیکن لوگوں نے عمرؓ کی بیعت کر لی۔ پھر عمرؓ بھی ہلاک ہو گئے اور انہوں نے چھ آدمیوں میں سے ایک ممبر مجھے منتخب کیا لیکن اس وقت بھی لوگوں نے عثمانؓ کی بیعت کر لی جس کی وجہ سے میں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر لوگوں نے عثمانؓ کے ساتھ بغاوت کی اور اسے قتل کر دیا اور میرے پاس خوشی سے بیعت کے لئے آئے میں نے کسی پر زبردستی نہیں کی تو اب جو شخص بھی میری اور ان لوگوں کی مخالفت کرے گا۔ جو میرے قبیح ہیں تو میں اس سے جنگ کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (تاریخ طبری جلد سوم: حصہ دوم ص ۵۹۵-۵۹۶۔ خلافت راشدہ حصہ سوم تحت ۳۶ مترجمہ مولانا حبیب الرحمن صدیقی فاضل دیوبند نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی)

حضرت مفتی صاحب!

اس طویل کہانی کو پڑھنے کے بعد اس کے جھوٹے اور وضعی ہونے میں کسی شک و شبہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی مگر جس کے دل و دماغ پر غلاف چڑھے ہوئے ہوں یا وہ جو سبائیوں کا وظیفہ خوار یا نمک خوار ہوا ہے تو اس ”مکذوبہ موضوعہ“ کہانی کے ”سچا“ ہونے میں ذرہ برابر کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ شکر ہے کہ روزنامہ اسلام والے ”ماء جواب“ کے حوالے سے امام طبری کی منقولہ روایت کی تائید و تصدیق اور توثیق کر کے سخت گناہ بلکہ گمراہی سے بچ گئے ہیں! امام طبری نے یہ کہانی ”اسماعیل بن موسیٰ الفراری، علی بن عامر الازرق، ابو الخطاب البحر، صفوان بن قیسہ الاحسی“ کے حوالے سے نقل کی ہے۔

اس داستان کے تمام راوی ائمہ رجال کے نزدیک انتہائی ”مجروح اور ضعیف، مجہول، لیس بشئی اور غال فی التلویع“ جیسی جرح کے مستحق قرار پائے ہیں۔

میں نے اپنی تصنیف ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ میں اس داستان کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں کیا ہے البتہ اپنی دوسری متعلقہ کتابوں میں اس کہانی کے ہر ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کر کے امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھرپور دفاع کیا ہے اور الحمد للہ! آج بھی 20 سال (1997 تا 2016) کے بعد بھی اس موقف پر سختی سے قائم ہوں۔

مجھے ”حدیث کلاب جواب“ پر قلم اٹھانے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی تھی کہ 1988ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں بے نظیر بھٹو صلیبہ ”وزارت عظمیٰ“ کے منصب پر فائز ہو گئیں تو اس وقت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب ”عورت کی سربراہی“ کی ”شرعی حیثیت“ واضح کرتے ہوئے بالکل غیر ضروری طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ”فتوے“ میں زیر بحث لے آئے حالانکہ انہیں اپنے فتوے کو ”بے نظیر بھٹو اور عورت“ کے دائرے تک ہی محدود رکھنا چاہئے تھا۔ یہ فتویٰ کتابی صورت میں شائع ہونے سے پہلے 1988ء میں ماہنامہ البلاغ، ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ، اور روزنامہ جنگ کے صفحات کی زینت بھی بن چکا تھا۔ مولانا محمد اشرف صاحب عثمانی اس فتویٰ کی اہمیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”اسے ملک کے تمام علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ طالبان علم کو اپنے حوالہ جات کے لئے بکثرت اس مضمون کی ضرورت رہتی اور اس شمارہ البلاغ کے نسخے اب

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہلا خط

دستیاب نہ تھے اس لئے اس مضمون کو علیحدہ رسالہ کی شکل میں شائع کرنے کی حاجت محسوس ہوئی... امید ہے کہ مضمون کی یہ اشاعت جدید مفید ثابت ہوگی، ”عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت“ ص نمبر 4 تحت پیش لفظ۔ طبع جدید ستمبر 1994

مجھے مذکورہ ”رسالہ“ میں بیان کردہ ”عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت“ کے ساتھ تو مکمل اتفاق تھا لیکن اس ”رسالہ“ میں زیر عنوان ”حضرت عائشہؓ اور جنگ جمل“ از صفحہ نمبر 35 تا 44 کے بعض مندرجات کے ساتھ شدید اختلاف تھا جن میں حضرت عائشہؓ کے بسلسلہ مطالبہ قصاص عثمان ذوالنورینؓ، خروج الی البصرہ، اقدام کی بالکل غیر ضروری طور پر بے موقع و بے محل نہایت ہی ”مدلل“ انداز میں تغلیط بیان کی گئی تھی۔ چنانچہ میں نے اس ”فتویٰ“ کے مختلف فیہ مندرجات کے رد میں 152 صفحات پر مشتمل ایک کتاب ”حدیث حوآب کا مصداق کون؟“ کے نام سے 1997 میں طبع کرائی۔

”حدیث حوآب کا مصداق کون؟“ پر ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا تبصرہ

پروفیسر ذوالکفل بخاری مرحوم شہید (مدفون جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ) اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

تفسیر، حدیث فقہ، تاریخ، ادب، فلسفہ اور تصوف کے عظیم الشان اسلامی سرمائے کو، زیر کم عیار میں بدلنے کے لئے اس میں (مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم و مغفور کے الفاظ میں) جتنے بھی فتنے چور دروازے سے داخل کئے گئے، وہ سب رافضیوں اور سہائیوں کی دسیسہ کاریوں کے سبب سے تھے اور ان کا مقصد ہر ایک چشمہ صافی کو جو ہڑبانا تھا۔ شرار بولہبی کی اس ستیزہ کاری سے چراغ مصطفویٰ کو شاید کبھی بھی فراغ ممکن نہ ہو۔ لیکن دین و دانش، علم و فہم اور تحقیق و تفکر کے مقابل، تلخیص و تدلیس اور تحریف و تخریب کی صناعتی ہمیشہ جھوٹے ٹنگوں کی ریزہ کاری ہی ثابت ہوئی ہے۔

تلخیص و تدلیس اور تحریف و تخریب کی بات آہی گئی ہے تو کیوں نہ اسے ایک دو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مثالوں سے واضح ہی کر دیں۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکہ آراء کتاب ”سیرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں لکھتے ہیں:

...”امام حسنؑ نے 49ھ میں امیر معاویہؓ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ مدفون ہیں۔ ایک گوشہ میں ایک قبر کی جگہ اور باقی تھی۔ امام حسنؑ نے بھائی سے وصیت کی تھی کہ میری لاش اسی خالی جگہ میں دفن کی جائے اور اگر اس میں (کوئی) مزاحم ہو تو جنگ و جدال کی ضرورت نہیں۔ امام حسینؑ نے جب وصیت کی تعمیل کرنی چاہی تو مروان بن حکم نے مخالفت کی، کہ جب یہاں عثمانؓ کو باغیوں نے دفن نہ ہونے دیا تو کسی اور کو بھی اجازت نہیں ہو سکتی۔ دھرم امام حسینؑ کے ساتھ بنو ہاشم اور ادھر مروان کی معیت میں بنو امیہ تھیا روں سے آراستہ ہو کر باہر نکلے۔ قریب تھا کہ ایک خوزینہ جنگ شروع ہو کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے آکر بچ پچاؤ کیا۔ مروان سے کہا کہ نواسہ اگر اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہوتا ہے تو تم کو اس میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کی کہ امام مرحوم کی یہ بھی وصیت تھی کہ اگر مزاحمت ہو تو جنگ و جدال سے پرہیز کیا جائے۔ الغرض جنازہ جنت البقیع میں لایا گیا اور یہیں حضرت فاطمہ زہراؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (ص 151-150)

اسی کتاب میں آگے چل کر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عائشہ (سلام اللہ و رضوانہ علیہا) کی وفات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”...مرض الموت میں وصیت کی کہ اس حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے دفن نہ کیجئے۔ میں نے ایک جرم کیا ہے۔ مجھے دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کرنا اور رات ہی کو دفن کر دی جاؤں۔ صبح کا انتظار نہ کیا جائے۔ کسی نے عرض کی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ وغیرہ کے ساتھ دفن ہوتیں تو بہتر تھا۔ فرمایا اگر ایسا ہو تو پچھلا عمل جانا رہے اور نیا شروع کروں۔ 58ھ تھا اور رمضان کی سترہ (17) تاریخ مطابق 13 جون 678ء تھی، کہ نماز وتر کے بعد شب کے وقت وفات

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

پائی۔ ماتم کا شور سن کر انصار اپنے گھروں سے نکل آئے۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ عورتوں کا اثر دھام دیکھ کر رو زعید کا دھوکا ہوتا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ کو حہ اور ماتم سن کر بولیں، عائشہ کے لئے جنت واجب ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ یہ حاکم کی روایت ہے“

...مسروق تابعی بیان کرتے ہیں کہ اگر ایک بات کا مجھ کو خیال نہ ہوتا تو ام المؤمنین کے لئے میں ماتم کا حلقہ قائم کرتا۔ (ص 154-155)

سیدنا حضرت حسنؓ اور سیدہ حضرت عائشہؓ کی وفات کا حال آپ نے سید صاحب کی زبانی پڑھ لیا۔ اب ایک حدیث نبویؐ بھی پڑھ لیجئے... ”ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے ساتھ حجرہ مبارک میں دفن ہونے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...

”واتنی لی بذالک؟ من موضع ما قیہ الا موضع قبری وقبر ابی بکر و عمر و عیسیٰ بن مریم“

”بھلا میرے پاس کسی کو اس جگہ دفن ہونے کی اجازت دینے کی گنجائش کہاں ہو سکتی ہے، کہ جہاں صرف میرے مزار اور ابو بکر و عمر و عیسیٰ بن مریم کی قبروں کے لئے جگہ مخصوص ہو چکی ہے“ (کنز العمال ج 7، ص 228)

اب فرمائیے کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تدفین کی وصیت کرنا، سیدنا مروان کا مزاحم ہونا، بنی ہاشم اور بنی امیہ کے مسلح تصادم کے خطرہ کا پیدا ہو جانا، حضرت ابو ہریرہؓ کا حضرت مروانؓ کو فہمائش کرنا اور بالآخر حضرت حسنؓ کا بے بسی کے عالم میں جنت البقیع میں دفن کیا جانا... ایک افسانہ ہے کہ نہیں، جو بجا طور پر تلمیس و تدلیس اور تحریف و تحزیب کا شاہکار ہے۔

سید صاحب کے بقول حضرت عائشہؓ نے فرمایا... ”میں نے ایک جرم کیا ہے۔ مجھے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حجرہ مبارکہ میں دفن نہ کرنا۔“

آپ ہی کیسے حدیث کا اعتبار کیا جائے یا سید صاحب کے راوی کا؟ غور سے دیکھئے۔
یہ راوی پہلے تو ام المؤمنین پر نہایت دیدہ دلیری سے ماکر وہ جرم کی تہمت لگاتا اور بہتان
باندھتا ہے اور پھر بہت سو کو ارفضا پیدا کر کے، ان کی وفات پر ”نوحہ“ اور ”ماتم“ کا عمل بھی
ثابت کرتا ہے۔ پھر اسی عمل سے ایک تابعی بزرگ کو مہم کرتا ہے۔

جی فرمائیے! کچھ آیا خیال شریف میں؟ ماتم تو ہمیں کرنا چاہئے، لیکن کس کا؟
اب اور سنئے مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ (جانشین مفتی اعظم پاکستان، مہتمم
دارالعلوم کراچی) اپنی کتاب ”عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت“ (مطبوعہ 1994ء)
میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں...

”شروع میں آپ کی خواہش تھی کہ آپ کو خود اپنے گھر میں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے لیکن بعد میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
ایک بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔ اب مجھے دوسری ازواجِ مطہرات کے ساتھ دفن کرنا...
اس ندامت کی بناء پر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تدفین کو بھی پسند نہیں فرمایا“
(ص 43، 44)۔

سوال یہ ہے کہ وہ ”عمر“ اور وہ ”بدعت“ ہے کیا؟ وہ ہے جنگِ جمل میں شرکت اور
قصاص عثمان کا مطالبہ! یقیناً قاتلین عثمان، ان کے اعوان و انصار، اور ان کی روحانی و معنوی
اولاد یہ ”عمر“ کبھی معاف نہ کرے گی۔ لیکن علماء اور فضلاء کو کیا ہو گیا ہے؟
ع..... کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا!

اس ”عمر“ کی سنگینی میں اضافہ کرنے اور اس میں واقعیت کا رنگ بھرنے کے لئے
ایک قصہ یہ گھڑا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا تھا ”تم میں سے ایک
کی کیا حالت ہوگی جب اس پر حوآب کے کتے بھونکیں گے“ چنانچہ قصاص عثمانؓ کے
مطالبے کے لئے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ سے بصرہ روانہ ہوئیں تو راستے میں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

”حوأب“ کے مقام پر کہتے بھونکے۔ ام المومنین کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا تھی، اس لئے رونے لگیں اور عمر بھر اس عمل پر ماتم رہیں۔ یہی قصہ مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے اپنی کتاب میں دہرایا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

محترم پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الهاشمی نے اسی حوأب کے قصے کی حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ کتاب (حدیث حوأب کا مصداق کون؟) لکھی ہے۔ ان کی جرح شاندار، ان کے دلائل زوردار، ان کی محنت قابل دید اور ان کا اسلوب قابل داد ہے۔ صاف سادہ، رواں دواں، شستہ و زفتہ اور شائستہ و پختہ زبان و بیان... جس میں کوئی ایچ پیج، کوئی الجھاؤ نہیں۔ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں سہائیوں اور رافضیوں کی دسیسہ کاریوں کا جو منظر، ہاشمی صاحب دکھاتے ہیں وہ بہت ہو شرابا اور بہت پریشان کن ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر اضطراب انگیز اور قابل افسوس وہ بے خبری اور بے توجہی ہے جو علماء، فقہاء، محدثین، مؤرخین اور متکلمین کہلانے والے متاخرین اور معاصرین کو لاحق ہے۔

ہاشمی صاحب نے سیدنا عمر دین العاص، سیدنا خالد بن ولید اور سیدنا مروان بن الحکم رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں بعض اکابر علماء اور چند اجل فضلاء کی ایسی ایسی گستاخیوں کی نشاندہی کی ہے جن کا ارتکاب یقیناً شرمناک اور جن کا انجام لازماً ہولناک ہے۔

ہاشمی صاحب خوش قسمت ہیں کہ اللہ پاک ان سے دین کی یہ عظیم الشان اور جلیل القدر خدمت لے رہے ہیں، یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ بلکہ ہاشمی صاحب کی تو سب کتابیں پڑھی جانی چاہئیں۔

کاش اہل سنت والجماعت کہلانے والے حاملان دین متین اور حامیان شرع مبین اس طرف متوجہ ہوں۔ کاش ”حجۃ الاسلام“ کے سب ماننے والے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کو چنگیز اور ہلاکو جیسی ملوکیت کہنے سے توبہ کر لیں۔ کاش ”شیخ الكل فی الكل“ کے سب ماننے والے ان کے اس فتوے کے خفی جلی اثرات سے پناہ مانگیں کہ ”ایک ہی عبارت میں معاویہؓ اور حضرت علیؓ کا نام آئے تو معاویہؓ کے نام کے ساتھ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت نہ لکھا جائے، ”کاش“ ”اعلیٰ حضرت“ کے ماننے والے انہی کے فرمان و فتویٰ پر حضرت معاویہؓ کو خلیفہ راشد مان لیں۔ کاش! ایسا ہو جائے۔ ورنہ حوآب کے کتے بھونکتے رہیں گے۔ ایک حوآب کیا، عجم کے سب کتے بھونکتے رہیں گے۔۔۔ (ماہنامہ نقیب ختم نبوت جنوری 1998ء)

عظیم سکالر مناظر اسلام ڈاکٹر منظور احمد مینگل کے تاثرات

پروفیسر مفتی آصف محمود صاحب فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی، متخصص جامعۃ الرشید کراچی و مہتمم جامعہ ابو بکر سلطان پور حویلیاں، میرے نام ایک خط میں مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب کے تاثرات (بابت کتاب: ”حدیث حوآب کا مصداق کون؟“ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

از کراچی

3 ربیع الثانی 1425ھ

محترم و مکرم جناب حضرت قاضی صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں بدھ کے دن یہاں (کراچی) پہنچا اور اسی دن جامعہ فاروقیہ میں چہار ماہی امتحان کے بعد دس دن کی چھٹیاں ہوئی تھیں۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا کہ چھٹیوں میں حضرت مولانا منظور صاحب سے کتابوں کے مطالعہ کی درخواست کرنا آسان ہوگی لہذا جمعرات کے دن میں وہ تینوں کتابیں لے کر حضرت کی خدمت میں گیا۔ کافی طویل بات چیت ہوئی۔ آپ کا سرسری تعارف کرانے کے بعد تفصیلی تعارف کے لئے میں نے کتابیں پیش کر دیں، حضرت نے بہت بہت شکریہ ادا کیا اور مطالعہ کا وعدہ کر دیا۔

مجھے حضرت نے ایک کام ذمہ لگایا جو اگلے دن جمعہ کی نماز تک ختم ہوا۔ میں وہ کام کرتا رہا اور حضرت نے کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جمعہ کے دن دس بجے تک انہوں نے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

”حدیث حوآب کا مصداق کون؟“ کا مکمل مطالعہ کر لیا۔ لہذا اس کے بعد پھر تبصرہ کی ایک نشست ہوئی جس نے میرے تمام خدشات و خطرات کفر و کفر کے دل کو باغ باغ کر دیا۔

حضرت نے توقع سے بڑھ کر کتاب کو پسند کیا اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آپ کے لئے دعائیہ جملے کہتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ: ”العرف الہدیٰ“ میں مجھے یہ حوالہ ملا کہ تمام صحابہؓ سے دین کا ایک حصہ مروی ہے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے دین کے دو حصے مروی ہیں۔ کوپا حضرت عائشہؓ دو ڈھائی لاکھ صحابہؓ کی ہم پلہ ہیں لہذا ان کی صحیح و کالت کرنے میں حضرت قاضی صاحب ضرور اللہ کے ہاں سرخرو ہوں گے۔ باقی کوئی شخصیت کتنی ہی قد آور کیوں نہ ہو امام المؤمنین کی جوتی کی خاک کے ذرے کے برابر بھی نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا کہ ایک اصول میرے ذہن میں ہے کہ صحابہؓ کی ثقاہت و عدالت تو اتر سے ثابت ہے لہذا اس کے خلاف اگر کوئی خبر واحد آئے گی تو وہ اگرچہ صحیح ہی کیوں نہ ہو اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور دوسرا یہ کہ راویوں پر کلام اگرچہ قاضی صاحب نے کیا ہے لیکن ایک جہت وہ بھی چھوڑ گئے ہیں کہ روایت معلول ہے اور انقطاع بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ (میں نے انہیں بتایا کہ ”علمی محاکمہ“ میں اس پر بھی بحث کی گئی ہے)

انہوں نے کہا کہ اس واضح اور حق موقف کی طرف اگر حضرت مفتی صاحب رجوع نہیں کرتے تو یہ ان کی بڑی... ہے۔

امام حاکم کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے دور قدیم و دور جدید کے تمام محقق علماء اسے شیعہ ہی کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت شیخ سلیم اللہ دامت برکاتہم العالیہ نے جو اس کتاب (عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت) کی تصدیق کی ہے وہ محض اعتماد کی بنیاد پر کی ہے باقی حضرت شیخ اور مفتی رشید احمد صاحب وغیرہ صحابہؓ کے بارے میں حد و حدیث و روایات ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ حضرت قاضی صاحب کا کہنا ہے کہ میں چونکہ ذاتی طور پر حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب سے اس حوالے سے واقف ہوں اس لئے میں نے ان پر کوئی تبصرہ بھی نہیں کیا۔ البتہ حضرت لدھیانوی شہید کے بارے میں فرما

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

رہے تھے کہ حضرت لدھیانوی کے قلم میں جو برکت تھی اس سے ہمیں انکار نہیں اور یہاں بھی میں ان کی طرف سے کوئی توجیہ کرنا لیکن ان کی اپنی تحریر نے آکر سب کچھ واضح کر دیا۔
میں نے انہیں کہا کہ حضرت کیا ایسے نہیں ہے کہ حضرت لدھیانوی شہید اور قاضی مظہر حسین صاحب نے اکابر دیوبند کو حرفہ آخر کہہ کر اور ان کے اقوال کی توجیہ کے لئے صحابہؓ تک کا خیال نہیں کیا؟ تو فرمانے لگے بالکل یہی بات ہے..

والسلام

خیر اندیش آصف محمود کراچی

(3 ربیع الثانی 1425ھ)

حدیث کلاب حوالب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ کی وجہ تالیف
حضرت مفتی صاحب!

بہر حال ”حدیث حوالب کا مصداق کون؟“ کی طباعت کے بعد میں نے یہ کتاب مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کے ملاحظہ کے لئے بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ارسال کی۔ حضرت موصوف نے اس کے جواب کے لئے اپنے شاگرد اور روحانی فرزند مفتی شاہ تفضل علی آف کراچی کی ”خدمات“ حاصل کیں تو انہوں نے اپنے استاذ کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے محنت ”شاقہ“ کے بعد 214 صفحات پر مشتمل ایک کتاب ”حدیث کلاب حوالب پر قیل و قال کا علمی محاسبہ“ کے نام سے شائع کرادی، جس پر مبصر ماہنامہ البلاغ نے انتہائی تعصب اور واضح جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ:

”اسلامی مملکت میں عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت سے متعلق ایک مفصل مضمون کافی عرصہ قبل حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم صدر دارالعلوم کراچی کے قلم سے ”البلاغ“ میں طبع ہوا تھا۔ اس مضمون پر کئی اکابر علماء کے دستخط بھی ثبت تھے۔ یہ مضمون بعد میں ایک رسالہ کی شکل میں بھی طبع ہوا۔ اس رسالہ پر پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی صاحب نے ”حدیث حوالب کا مصداق کون؟“ کے نام سے ایک تنقیدی کتاب تحریر کی جس میں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت مفتی صاحب مدظلہم، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب مرحوم اور بعض قدیم اکابر علماء کا مضحکہ بھی اڑایا گیا تھا۔

زیر تبصرہ کتاب ہاشمی صاحب کی اسی تنقیدی کتاب کا مفصل جواب ہے جس میں موصوف کی علمی، تحقیقی غلطیوں کی نشاندہی کر کے حقیقت حال واضح کی گئی ہے۔ امید ہے کہ اس موضوع کے شائقین کے لئے جناب مولانا شاہ محمد تفضل علی صاحب کی یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔“ (ماہنامہ ابلاغ کراچی ص 59۔ شوال 1421ھ جنوری 2001ء)

حضرت مفتی صاحب!

یہ تبصرہ پڑھنے کے بعد میں نے یہ کتاب اپنے ذرائع سے حاصل کی لیکن اس کا عنوان ”خبرائے اولین“ ہی پڑھنے کے بعد یہ خوش فہمی دور ہو گئی کہ اس کتاب میں میری ”علمی اور تحقیقی غلطیوں“ کی نشاندہی نہیں مل سکتی ہے۔ اس کے برعکس حیرت انگیز طور پر یہ کتاب بھی روزنامہ اسلام کے مضمون ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ ہی کی طرح ”ظفر و تعریض، طعن و تشنیع، خلط مباحث، خود تراشیدہ مضامین، الزامات، اتہامات، تضادات، ہدایات، خرافات اور مغالطات“ سے بھر پور تھی۔

اگر ماہنامہ ”ابلاغ“ میں اس کتاب پر تبصرہ شائع نہ ہوتا تو اس ”طرح کی“ کتاب کا ہرگز جواب نہ دیا جاتا لیکن قارئین کی غلط فہمی دور کرنے کی خاطر مجھے اس کا مفصل و مدلل جواب تحریر کرنا پڑا۔ 608 صفحات پر مشتمل یہ کتاب نومبر 2002ء میں ”حدیث کلاب حوالب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ“ کے نام سے منصہ شہود پر آئی۔ ملک کے مختلف دینی جرائد و رسائل میں اس کتاب پر ناسیدی تبصرے شائع ہوئے جن میں سے دو تبصرے آپ کی بھی نذر کر رہا ہوں تاکہ آپ کو یہ اندازہ ہو سکے کہ ”روزنامہ اسلام“ کے کالم ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ میں حدیث ماء حوالب کی جو ”تحسین“ کی گئی ہے اس سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کس قدر اہانت ثابت ہوتی ہے۔

”حدیث کلاب حوآب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ“ پر

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کا تبصرہ

”کچھ عرصہ پہلے پاکستان کی ایک معروف علمی شخصیت محترم محمد رفیع عثمانی صاحب کے قلم سے ”عورت کی سربراہی کی شرعی حیثیت“ کے عنوان سے ایک مضمون علمی مجلہ ”البلارغ“ میں چھپا اور بعد میں اس مضمون کو ایک پمفلٹ کی شکل دے دی گئی جس میں عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر ایک حدیث ”کلاب حوآب“ (جس میں امام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کا حضرت علیؓ کے مقابلہ میں نکلنے کا عجیب انداز سے ذکر ہے) کا سہارا لیا گیا۔ جس کے ضمن میں کچھ ایسے الفاظ نوک قلم پر آگئے جو بجائے خود ناقابل بیان تھے جبکہ جس حدیث کا سہارا لیا گیا وہ بھی منصب صحابیت کے خلاف تھی۔ منصب صحابیت کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

”صحابہؓ کے متعلق ان قطعی اور متواتر نصوص اور دلائل عقلیہ و نقلیہ کی موجودگی میں اگر روایات، صحیح حدیث کی بھی موجود ہوتیں تو مردود و مآول قرار دی جاتیں۔ نہ معلوم کیوں حضرت مفتی صاحب سے اس مسئلہ میں سہو ہو گیا کہ وہ اپنے مضمون میں ایسی حدیث لائے جو اس قصہ کے ساتھ کسی طور پر صحیح نہیں ٹپکتی اور پھر یہ بھی کہ وہ اپنے راویوں کے اعتبار سے بھی نہایت پریشان کن ہے۔

جس پر ایک ہمدرد عالم جناب قاضی محمد طاہر علی الہاشمی صاحب نے گرفت کی اور حضرت کوان کے تسامح کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی مگر حضرت کے ساتھی شاہ محمد تفضل علی، جو ان کے تربیت یافتہ ہیں نے اس کے جواب میں ایک کتاب تحریر کر دی۔

پہلے کیا غلطی تھی کہ اب اس غلطی کو اور بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا۔ جو کچھ جوابی طور پر لکھا گیا، معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ اہل سنت کی ترجمانی ہے یا رد انفس کی؟ یقیناً اس کا جواب دینا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

اور اہل سنت کے موقف کو واضح کرنا ضروری تھا۔ جس پر محترم مولانا قاضی محمد طاہر علی الہاشمی صاحب نے پھر قلم اٹھایا اور اسی حدیث کلاب حوآب پر سیر حاصل مواد جمع کیا کہ اس روایت کی کیا حیثیت ہے؟ اگر اس کی کوئی حیثیت ہے تو اس کا اصل مصداق کون ہے؟ اور بے شمار جگہوں پر شاہ تفضل علی کی غلطیوں کی نشاندہی کی اور سیدہ عائشہؓ کی عظمت کا تحفظ کیا۔ غلطی بہر حال غلطی ہوتی ہے اور اس کی اصلاح بھی اشد ضروری ہے۔ اصلاح کے راستے میں شخصی تشخص کو حائل کر کے اسے رد رکھنا کسی بھی صورت درست نہیں۔ ام المومنین کی شخصیت کا تقدس نص قطعی ہے اور اس مقدس نسبت کے مقابلے میں کسی کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ کتاب لائق مطالعہ ہے۔“ (ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان ص 57۔ ستمبر 2003۔ تمبرہ از مولانا محمد مغیرہ خطیب جامع مسجد الاحرار چناب نگر ضلع سرگودھا)

ممتاز اسکالر شیخ الحدیث مولانا عبد القیوم حقانی کا تبصرہ

حضرت مفتی صاحب!

ممتاز دینی سکالر، شیخ الحدیث جامعہ ابو ہریرہؓ، نوشہرہ اور مدیر اعلیٰ ماہنامہ القاسم ”حدیث کلاب حوآب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ“ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”ایک نہایت تحقیقی کتاب پیش نظر ہے، ایک علمی محاکمہ ہے، ایک علمی بحث ہے جس میں تاریخی دلائل چل رہے ہیں اور بحث آج سے نہیں صدیوں سے چل رہی ہے۔ مسئلہ صرف روایات کے صحیح یا ضعیف ہونے کا ہے۔ ورنہ سیدہ عائشہ صدیقہ کائنات کا مقام قرآن نے متعین کر دیا۔ جس میں تبدیلی، تحریف ناممکن ہے۔ راغبین فی العلم، محققین، محدثین کرام، جرح و تعدیل کے کام ہی کسی روایت کو صحیح یا ضعیف کہہ سکتے ہیں۔

اور یہ بحث محمود ہے بشرطیکہ بحث ہو اور جہاں جدال ہو وہاں بحث ممکن نہیں رہتی۔ زیر نظر کتاب بحث پر مبنی ہے، جدال پر نہیں۔ اس کو پڑھنے کے بعد مؤلف کے علمی مقام کا بھی صحیح اندازہ ہوتا ہے اور یہ علمی مقام بھی ”غیر مشہور“ ہونے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جو ”مشہور“ ہو گیا وہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

معروف ہو گیا اور جو معروف ہو گیا اس سے کسی کتاب کا جواب تو کیا کسی بات کا جواب بھی مشکل ہو جاتا ہے اور یہ مؤلف کتاب ہذا کی خوش قسمتی ہے کہ وہ زیادہ مشہور نہیں ہیں جس کی وجہ سے سارا وقت روایات کی جرح و تعدیل میں اور کتاب لکھنے میں صرف ہوتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو مشہور ہو گئے ہیں انہوں نے کوئی کتاب نہیں لکھی، کتابیں لکھیں ہیں تو مشہور ہوئے ہیں اور یہ طبقہ مصنفین کا ہے اور جو مد رسہ کے مفتی ہیں تاریخ کے بجائے فقہ میں راسخ ہوئے، ان کو فتاویٰ دینے سے فرصت ملے تو کسی کتاب کا جواب الجواب لکھیں۔ اور جو محدث ہیں وہ ترسیل علم حدیث میں اس قدر مگن ہیں کہ اب فرصت ملے بھی تو اپنی ایک نئی تصنیف کیوں نہ میدان علم و ادب میں لے آئیں۔ چارو ناچار وہ یہی کریں گے کہ اپنے کسی شاگرد کو یہ جواب کا کام سونپ دیں گے اور شاگرد ظاہر ہے استاد کے موقف کی ہی طرف داری کرے گا۔

زیر نظر کتاب ایسے ہی شاگرد کی کتاب کا ”جواب الجواب“ ہے اور نہایت تفصیل سے ہے۔ پڑھنے کی چیز ہے۔ جس کلام سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے مقام کا تحفظ ہوتا ہو، اسے پڑھنا ہی چاہئے۔ یہ کتاب صاحب مستدرک امام حاکم کا جو علمی محاکمہ امام ذہبی، امام ابن حجر نے کیا ہے اس کو بھی مبرہن کرتی ہے اور حدیث ”کلاب حوآب“ کا بھی تاریخی جائزہ لیتی ہے اور حدیث ”کلاب حوآب“ کا اصل مصداق ام زحل سلمیٰ کو قرار دیتی ہے۔ فرصت میں اس کتاب کا مطالعہ قاری کو تاریخی روایات کی جرح و تعدیل کے فن سے آشنا کرے گا اور ساتھ ہی ساتھ حقیقت تک رسائی ہوگی۔“ (ماہنامہ القاسم۔ اشاعت خاص تعارف و تبصرہ کتب نمبر یعنی حقانی تبصرے جنوری/فروری 2007ء، ص 39-40)

محقق اہلسنت حضرت مولانا عبدالغفور سیالکوٹی کا تبصرہ

حضرت مفتی صاحب!

سابق استاذ جامعہ فریدیہ اسلام آباد اور سابق شیخ الحدیث، محقق اہل سنت مولانا ابو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط
ریحان عبدالغفور سیالکوٹی صاحب ”حدیث کلاب حوالب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ“
پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”... اگر کوئی شخص صحابہ کرامؓ کے منازعات و مشاجرات کو صحیح بنانے اور بتانے کی
 بجائے ان کو غلط بنانے اور بتانے لگ جائے یا ان کا کوئی صحیح محمل بیان کرنے اور مناسب
 تاویل تلاش کرنے کی بجائے ان کی بھرپور تغلیط و تردید پر کمر بستہ ہو جائے پھر اپنی اس
 تردید و تغلیط کی تائید میں مخدوش و مشکوک روایات تک سے بھی بلا تکلف استدلال کرتا چلا
 جائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی اس کارروائی کے بالکل صحیح ہونے پر مُصر بھی ہو تو ایسا
 شخص علم و عمل اور ذاتی و جاہلی و فحاش مت کے اعتبار سے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اس کا یہ طرز عمل
 عقائد و قواعد اہلسنت کی رو سے بالکل غلط قرار پائے گا۔

اصول اور ضابطے کے طور پر ماننے کی حد تک تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق ان
 دونوں اصولوں کو سارے ہی اہلسنت مانتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو بڑے ہی
 افسوس اور دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض بڑے بڑے اہل سنت تک بھی ان اصولوں کو یکسر ہی
 نظر انداز کرتے ہوئے صحابہؓ کے منازعات و مشاجرات پر اس طرح بے باکانہ گفتگو
 کر جاتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ان کی اور غیروں کی گفتگو میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس کی ایک تازہ مثال گرامی قد رحضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ العالی
 صدر جامعہ دارالعلوم کراچی کا وہ مضمون ہے جو انہوں نے ”عورت کی سربراہی“ کے رد میں لکھا
 ہے۔ دورِ حاضر کے بعض اہل زلیغ و اہل ہوانے ”عورت کی سربراہی“ کو اسلام میں جائز
 ثابت کرنے کے لئے واقعہ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی امارت لشکر سے
 استدلال کیا تھا، حضرت مفتی صاحب موصوف نے ان کے اس استدلال کا ہر وقت نوٹس لیتے
 ہوئے اس کا مفصل رد لکھا جس کو دوسرے علماء اہلسنت کی طرف سے سراہا بھی گیا اس میں
 انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مشاجراتی و اجتہادی موقف کا
 اہل سنت کے مذکورہ اصول کی پیروی میں کوئی مناسب محمل بیان کرنے اور اس کی کوئی عمدہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

توجیہ و تاویل کرنے کی بجائے مذکورہ اصولوں کے بالکل علی الرغم اس کی بھرپور تردید و تعلیظ پر پورا زور صرف کر دیا جہاں صحیح حدیثی روایات بھی مآول یا مردود و ٹھہرائی تھیں وہاں غیر صحیح تفسیری اور تاریخی روایات تک سے ام المؤمنین کی تعلیظ و تردید کر ڈالی۔ ان کے رد کا حاصل یہ تھا کہ ’از روئے شرع حضرت عائشہ کا اصحاب جمل کی قیادت کرنا ہی چونکہ سرے سے غلط تھا اس لئے اس سے عورت کی سربراہی کے جواز کے لئے استدلال نہیں ہو سکتا‘۔

پھر حضرت صدیقہؓ کے اس اقدام و موقف کو غلط ثابت کرنے کے لئے حدیث کلاب حوآب، ان کے اظہارِ رندامت اور قرار فی البیوت والی آیت کی تلاوت کے وقت زار و قطار رونے پر مشتمل روایات نیز بعض صحابہؓ بعض ازواج مطہراتؓ کے ان خطوط سے جن میں انہوں نے حضرت صدیقہؓ کو ان کے اس اقدام پر فہمائش کی تھی اور اس سے روکا تھا بڑے زور و شور سے استدلال کیا تھا۔

اہل زلیخ کے اس استدلال کا اصولی و قانونی اور نہایت ہی معتدل و مسکت جواب حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس زوردار تعلیظ و تردید کے بغیر بھی بہت عمدہ دیا جاسکتا تھا چنانچہ بعض حضرات نے ایسے جوابات دیئے بھی تھے لیکن حضرت مفتی صاحب موصوف نے ان کی بھرپور تردید و تعلیظ والا جواب ہی پسند فرمایا۔

اس پر براء اور مکرم و محبت محترم جناب مولانا پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی صاحب وامت برکاتہم نے اپنی کتاب ----- ”حدیث حوآب کا مصداق کون؟“ ---- میں اس کا ویسا ہی بھرپور تعاقب کیا تھا اور ان کے دلائل و استدلالات پر روایت و درایت کے اعتبار سے مفصل و مدلل اور دھواں و حار گفتگو کر کے ثابت کیا تھا کہ حضرت مفتی صاحب کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کو غلط ثابت کرنا بجائے خود غلط ہے اور انہوں نے جو دلائل دیئے اور ان سے جو استدلالات کئے ہیں وہ ان کا یہ مقصد پورا کرنے سے بالکل قاصر ہیں۔

جناب پروفیسر صاحب نے اپنی کتاب حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی خدمت میں بھیجی اور ان سے جواب کی درخواست بھی کی تو انہوں نے یہ کام اپنے ایک شاگرد

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

--- جناب مولانا مفتی شاہ محمد تفضل علی صاحب ----- کے سپرد کیا موصوف نے ”حدیث کلاب حوآب پر قیل و قال کا علمی محاسبہ“ کے نام سے جناب پروفیسر صاحب کی کتاب کا جواب لکھا جس میں انہوں نے حضرت عائشہؓ کی تردید و تغلیط اور ان کے مقابلہ میں اپنے استاذ محترم کی تائید و تصویب کرتے ہوئے بڑے طعنہ و طعنا سے یہ ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کی ہے کہ حضرت الاستاذ جناب مفتی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے بالکل بجا اور صحیح لکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ کیا تھا وہی بالکل غلط تھا اور جناب پروفیسر ہاشمی صاحب نے جناب مفتی عثمانی صاحب کے دلائل و استدالات پر روایت و درایت اور عقلاً و ظہلاً جو مدلل گفتگو کی تھی اس سب کو انہوں نے غلط اور مبنی بر جہالت و خیانت بتایا۔

زیر نظر کتاب ”حدیث کلاب حوآب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاسبہ“ جناب مفتی محمد تفضل علی شاہ صاحب کی اسی کتاب کا جواب الجواب ہے جس میں پروفیسر ہاشمی صاحب نے پہلے سے کہیں زیادہ تفصیل کے ساتھ بڑے مضبوط و ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مفتی صاحب موصوف نے حضرت عائشہؓ کے مقابلے میں اپنے استاذ محترم کی حمایت و وکالت میں جو کچھ لکھا ہے بجائے خود ہی بالکل غلط اور وہی مبنی بر بے جا حمایت و تعصب اور جہالت و خیانت ہے۔

نہجۃ کلاب حوآب قابل استناد ہے اور نہ ہی حضرت عائشہ صدیقہؓ بطریقین طور پر اس کا مصداق ہیں نیز نہ وہ خطوط ہی روایت و درایت صحیح و ثابت ہیں جو بنام حضرت عائشہؓ بعض صحابہؓ اور بعض ازواج مطہراتؓ کی طرف سے منسوب کئے گئے ہیں اور نہ شرم و ندامت کی وجہ سے روضہ رسولؐ میں دفن نہ ہونے کی روایت ہی عقلاً و ظہلاً صحیح و ثابت ہے۔

اسی طرح نہ تو قرآن فی البیوت والے قرآنی حکم کے حوالہ سے ان کے اقدام و موقف کو غلط قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ اس آیت کی تلاوت کے وقت ان کے زار و قطار رونے والی روایت کے حوالہ سے ہی ان کی تردید و تغلیط کی جاسکتی ہے۔

قارئین ہمارے اس خیال کی ان شاء اللہ بھرپور تائید کریں گے کہ جناب پروفیسر ہاشمی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

صاحب اپنے اس موقف کو ثابت کرنے میں حد درجہ کامیاب رہے ہیں زیادہ سے زیادہ کسی قاری کو زیر نظر کتاب میں ”لب و لہجہ“ کی سختی محسوس ہو سکتی ہے تو اس کی وضاحت جناب پروفیسر صاحب خود ہی زیر عنوان ”عرض مؤلف“ کر چکے ہیں کہ وہ جناب ترجمان صاحب کے خود اپنے لب و لہجہ کی سختی اور انداز گفتگو کا ہی رد عمل ہے بلکہ اکثر مقامات پر خود ان ہی کے الفاظ ان کی خدمت میں لوٹائے گئے ہیں۔

زبان کے اس ثقل سے قطع نظر اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ ہاشمی صاحب نے مفتی اعظم صاحب کے ترجمان کی تحقیقی و علمی غلطیوں کی نشان دہی کر کے موضوع کی تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے بلکہ اس لحاظ سے وہ نہایت ہی خوش قسمت رہے ہیں کہ ان کو حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دفاع اور ان کے موقف کی تائید و تصویب کی سعادت نصیب ہوئی ہے جبکہ ان کے معترضین جناب مفتی محمد تفضل علی شاہ صاحب کی قسمت میں اماں عائشہؓ کی تردید و تعلیل اور ان کے مقابلہ میں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی تائید و تصویب آئی ہے۔ نصیب اپنا اپنا قسمت اپنی اپنی۔ فقہین! لہما کل امری یا کل زائدہ۔“ جناب پروفیسر ہاشمی صاحب صدیقہ طاہرہ کی حمایت و کالت کی سن جانب اللہ توفیق پر جتنا بھی اللہ کا شکر ادا کریں بجا ہے۔

(حدیث کلاب حوالب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ ص 11 تا 15)

حضرت مولانا ابوریحان عبدالغفور سیالکوٹی صاحب اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ: ”میں چونکہ مفتی تفضل علی صاحب کی کتاب سے خود متاثر ہو گیا تھا اس لئے میں نے آپ کی کتاب بڑے شوق اور جستجو نیز تلاش حق اور تمیز حق و باطل کی نیت اور نظریے سے پڑھی اور مکمل پڑھی اور شاہ صاحب کے اعتراضات کو سامنے رکھ کر پڑھی۔ سو الحمد للہ! مجھے ہر طرح سے تسلی ہو گئی اور آپ کو دادِ تحسین دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ کی عمر میں برکت دے۔ آمین ثم آمین۔“

10 جمادی الاخریٰ 1423ھ / 20 اگست 2002ء

ادیب شہیر مولانا قاری حمید الرحمن کا تبصرہ

مولانا قاری حمید الرحمن صاحب خطیب جامع مسجد عمر فاروق منگرا ل ماڈل ٹاؤن راولپنڈی کتاب ”حدیث کلاب حوآب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ“ پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”ہمارے لاشعور میں مفتی عزیز الرحمن صاحب کا زہد و ورع، مفتی کفایت اللہ صاحب کی فقاہت اور مفتی امین الحسنی صاحب کا اخلاص و للہیت رچے بسے ہیں، یہ اپنی روایات کے امین ہیں اور ماضی مرحومہ کے پاسان جو نہ ابن الوقت بنے اور نہ ہی ہوا و ہوں کے اسیر۔ جسے حق جانا، حق سمجھا اور حق یقین کیا اسے بھاگ دہل کہا، اس کا مدلا اظہار کیا اور کھلے بندوں اسے زندگی کا مقصد بنایا نہ یہ مفتی اعظم تھے، نہ مفتی اعلیٰ اور نہ ہی مفتی بالا۔ یہ صرف مفتی تھے قرآن و سنت کی روح کو جاننے والے اور اسی کی روشنی میں عوام کے مسائل حل کرنے والے، ان میں سے کسی نے اپنی روحانی ماں پر کتے نہیں بھونکوائے تھے۔ جلب منفعت یا کسی کا دل رکھنے کے لئے دور کی کوڑیاں نہیں لائے تھے اور قرآن و سنت کے منافی فتوے دے کر جگ ہنسائی کا نشان نہیں بنے تھے وہ عظمت رفتہ کا وقار تھے اور عہد گذشتہ کے نقیب۔

جب سے ”مراتب“ کی تقسیم ہوئی ہے اور ”درجات“ کی حد بندی، تب سے نظریاتی سرحدیں غیر محفوظ ہو گئی ہیں اور دین باز بچہ اطفال بن گیا ہے، عالم دین مفقود اور عالم لوہاروں کا ڈار آ گیا ہے بچہ مفتی سے لیکر بالا و صدر مفتی تک اپنی اوجھی فتوے بازی کی بدولت معاشرہ میں ہدف تضحیک بن کر رہ گئے ہیں مگر وہ:

ہم طالب شہرت ہیں ننگ سے کیا عار
بدنام گر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا؟
کی سرنال میں سرمست والست ہیں۔

مفتی شاہ تفضل علی صاحب کی زیر تبصرہ کتاب ”حدیث کلاب حوآب پر قیل و قال کا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

علمی محاسبہ، بظاہر حضرت قاضی صاحب زید مجدہ کی کتاب ”حدیث حوالب کا مصداق کون؟“ کا جواب ہے مگر حقیقت میں اس کی حیثیت ”سوال از آسماں جواب از رہ سماء“ سے زیادہ کی نہیں ہے۔ جبکہ حضرت قاضی صاحب نے اپنی کتاب میں از ابتداء تا انتہاء قارا و رمتانت کو مجروح نہیں ہونے دیا اور جس تحقیقی انداز میں وقت نظری اور اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر حقائق کا انکشاف کیا ہے وہ نہ صرف تاریخی اعتبار سے ایک اہم دستاویز ہے بلکہ اصالت رائے کا ایک عظیم شاہکار بھی ہے۔ آں موصوف نے جہاں مذہبی پایائیت کی بنیہ دری کی ہے وہاں زبان و بیان کے باکلیں اور اسلوب و انداز کے متانت آگیاں دامن کو بھی نہیں جانے دیا جس سے اردو زبان پر قدرت و گرفت کے ساتھ ساتھ ان کی نجیب الطریقہ و شرافت بھی ہویدا ہوتی ہے۔

میں انگشت بدنداں ہوں کہ ایک کوہ و کھو کی کھائیوں کے پاسی نے کس حوصلہ و قوت ارادی، کس اولوالعزمی و بالغ النظری اور کس ہمت و جواں مردی سے اس معرکہ کارزار کو سر کیا ہے اور سرنگریاں ہوں کہ کیونکر اس وادی پر خار میں گامزن ہو کر اس نے اپنے دامن کو تارنا رہونے سے بچا لیا ہے۔

خجر پہ کوئی داغ نہ دامن پہ کوئی چھینٹ

میں اسی فکر میں غلطاں ہو کر شدھ بدھ کھویا چاہتا ہوں کہ ہاتھ غیبی کی صدا آتی ہے کہ جو تحقیق و تجسس کی راہوں میں پامرد کاہ ہوتے ہیں اور طلب و خواست گاری کو مقصد حیات بنا لیتے ہیں وہ اکیلے و تنہا نہیں ہوتے بلکہ اللہ الواحد کی معیت و ہمراہی انہیں حاصل ہوتی ہے قدم قدم و گام گام پر مدد و نصرت انہیں درآغوش رکھتی ہے اور رحمت و رأفت اپنے جلو میں لئے چلتی ہے اور پھر اگر اس تحقیق و تجسس کا دائرہ عمل صدیقہ و محسنہ کائنات علیہا التحیات والتسلیمات کی ذات ہائے کات ہو اور محقق کا مطمح نظر آں مخدومہ کی ردائے عصمت و عفت پر لگائے گئے ہفتات کی تردید کرنا ہو تو لاریب اس کی حمایت و کار سازی دو چند ہو کر جتو و خواست گاری کو سہ آتھہ بنا دیتی ہے۔ رنگ رنگ میں طلب کے رنگ بھر دیتی ہے اور سر تا پا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ہر بال و بن میں اہیضر بن کی جوت جگا دیتی ہے۔

سورہ نور ہمیں یہ آگاہی بخشتی ہے کہ بنت ابی بکرؓ پر انگشت نمائی کرنے والا ایسا سنگ بد اطوار ہے جو اولین مجسمہ شیطنیت کی سنت تازہ کرتا ہے، مسلمانوں کے دلوں کو مجروح اور اپنے محبت باطنی کا اظہار کرتا ہے جبکہ اس کی سگائیت کو عصائیت کی کاری ضرب لگانے والا اللہ کی مرضی و منشاء پر عمل کرتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ کا احیاء کرتا ہے۔ ایک ابن ابی کی روایات کا امین ہے اور دوسرا اللہ التقویٰ کا خلیفہ متین ہے اس کی شان بے نیازی پر قربان جانیے وہ چاہے تو دین کے بڑے بڑے بر جوں کو راندہ درگاہ کردے اور دھتکار کر رفض و سبائیت کا حدی خواں بنا دے، اور ایک دانش گاہ کے دانش ور کو اپنی نیابت سے نواز دے اور ام الامت کی وکالت کا فریضہ تفویض فرما دے۔

تم سشدر روحیران ہو کہ ایسا کام جسے ایک ادارہ دانشمن کے ہناسر انجام دینا کارے دارو ہے اور ایک اکیڈمی و جماعت کے بغیر پایہ تکمیل تک پہنچانا ناممکن ہے اسے ایک کوہستانی فرد واحد نے کیونکر ممکن کر دیا؟ مگر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جس کام کی طرح خود ذات باری تعالیٰ نے ڈالی اس پر جو بھی گرہ لگائے گا اس کی خصوصی عنایتوں اور مہربانیوں کو اپنے ہم سنگ و ہم رکاب پائے گا۔ رحمت حق اس کے کلک کو رواں کرے گی، دل و دماغ کے در پیچھے واکرے گی اور اس کی سوچ و فکر کے دھاروں کی غماز ہوگی کیونکہ وہ اللہ کے کام کو آگے بڑھانے والا اور اس کے نقش اولین میں قانونیت کا کردار ادا کرنے والا ہے۔

آج وہ لوگ جن کی اسناد حبسی و نسبی، جن کی ارتباط فقہی و نظری اور جن کی انضباط منصوبی و محدثی ماضی قریب کے کسی اولوالعزم شخص سے نکتہ اتصال رکھتی ہو تو وہ جامے میں پھولے نہیں سماتے، عجب ورعونت کے پندار اور فخر و مباہات کے چولے میں بیٹھے بیٹھے جاتے ہیں اور اس انداز سے چلتے اور قدم اٹھاتے ہیں کہ جیسے ارض اللہ کو پامال کر ڈالیں گے اور آسمان کی رفعتوں کو مرگلوں کر دیں گے تو جس خوش طالع کی سند زاپنے پالتہار سے مضبوط ہو جائے اور وہ اللہ کے بعد یگانوں اور بیگانوں کی جارحانہ و ناقدا نہ نشانہ بازیوں سے ام الامت کی روئے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

عصمت و عفت کے وکیل و محافظ ٹھہریں ان کی سعادت مندی کے کیا کہنے؟

اگر وہ ”ارض حوآب“ کے وضعی و فرضی کلاب کی آڑ میں ام المؤمنین کی ذات ستودہ صفات پر بھونکنے والے کسی ”سگ سہائی“ کو آئینہ حقیقت دکھاتے ہیں تو بلاشبہ وہ امت مرحومہ کی طرف سے قرض چکانے اور اپنا مذہبی فرض ادا کرتے ہیں۔ اپنے خالق و مالک کے مقرب بندے اور اپنی جلیل القدر ماں کے عظیم سپوت ٹھہرتے ہیں ہم جہاں ام الامت کے اس عظیم فرزند کی خوش قسمتی پر رشک کناں ہیں تو وہاں اپنی ما اہلی و تیرہ بختی پر ماتم کناں بھی۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی صاحب نے زیر نظر کتاب تحریر کر کے پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے انہیں اس راہ میں کٹھن سے کٹھن مراحل سے بھی گزرنا پڑا ہے، بڑی بڑی صعوبتیں جھیلنا پڑیں اور طعن و تشنیع کے نشتروں سے اپنے دامن کو بھی تارتا رکھنا پڑا ہے مگر وہ اپنی دھن کے پکے ٹکے اور انہوں نے محسنہ کائنات ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کا جس طرح سے دفاع کیا، ان پر بھونکنے والے سہائی کتوں کی بھونکاہٹ کا جس انداز سے سدباب کیا اور ”کلاب حوآب“ بھونکانے والے بزدلمروں کا جیسے تعاقب کیا ہے لاریب یہ ان ہی کا حوصلہ تھا اور قدرت قادر قدیر نے ان کے لئے ہی یہ کام مقدر کر رکھا تھا۔

ہر کدومہ کے لئے یہ دار و رکن کہاں؟

آخر میں دعا ہے کہ باری تعالیٰ زیر نظر کتاب کو قبول و مقبول فرمائے اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین

مفتی اعظم آزاد کشمیر مولانا قاضی محمد رولیس خان ایوبی صاحب

کے تاثرات:

برادر عزیز، عالم نبیل، محقق و مدقق، علامہ محمد طاہر علی الہاشمی حفظہ اللہ تعالیٰ عنہ نواب الزمان

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۶ جون کو آپ کی ملاقات ایک انوکھا تجربہ تھا۔ میں نے حویلیاں میں مرکزی جامع مسجد کو اصحاب رسول کے اسمائے گرامی سے سجا ہوا پایا، اور مجھے حیرت اور فخر محسوس ہوا جب میں نے ایک سادہ شخصیت کو دیکھا جس میں کوئی استکبار یا علمی فخر نہ تھا، کوہا کہ وہ ایک عام پاکستانی ہے، کوئی علماء اور سیاست حاضرہ کے قائدین کا چہ نہ تھا اور نہ ہی فقہاء، صلحاء اور مرشدین کا علامہ تھا، لیکن جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث پر بات کا آغاز کیا تو مجھ پر ظاہر ہوا کہ وہ اسلامی علوم کا ہمہ جہتی انسائیکلو پیڈیا ہے، خصوصاً اسمائے رجال اور صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کی تنقیص پر مبنی روایات کی تحقیق کے میدان میں۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اور صرف اسی کو عطا ہوتی ہے جس کا اللہ عز و جل کے ساتھ مضبوط تعلق ہو۔

میں آپ کے قیمتی ہدیے پر انتہائی شکر گزار ہوں جو آپ کی تصنیف شدہ کتابوں کی صورت میں تھا۔

میں نے آپ کی کتاب ”مستوط جامعہ سیدہ خضہ“ کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب علماء کے لئے ایک دستاویز ہے، ادباء کے لئے مرجع، اور اہل تقویٰ باحثین کے لئے منبع ہے۔ آپ نے ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جو آکسفورڈ، جامعہ ازہر، جامعہ ریاض اور جامعہ امام القری جیسی عالمی یونیورسٹیوں کے باحثین کے لئے بھی ممکن نہیں ہوتا، حالانکہ ان کے پاس بے انتہا وسائل، کثیر اموال اور بے دریغ مواقع ہوتے ہیں۔

اس کتاب کی عظمت شان کی معراج وہ تصاویر ہیں جو آخری صفحات پر دی گئی ہیں، ظلم وعدوان کی تصویریں، اور ان قائد علماء کی تصاویر جو رقص و سرود کی محفل میں محو تفریح ہیں، ان علماء کی مدامت پر تعجب ہے، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین کو دنیا کے بدلے بیچ ڈالا، کیا ہی خسارے اور ذلت کا مقام ہے۔

حج میرور: اپنے موضوع پر عظیم کتاب ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
سرگزشت ہاشمی: شیخ ہاشمی کی حیات، آپ نے فرزندگی کا حق ادا کر دیا اور اپنے والد کی
میراث کی حفاظت کی۔

علمی محاکمہ: ایک طاقتور طمانچہ، ان جہاں ذہ کے چہروں پر جو روح انفس اور ان کی روایات
پر اعتماد کرتے ہیں، اور صحابہ کرامؓ سے متعلق نصوص قرآنیہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ بے شک قرآن
کریم نے صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار قرار دیا ہے اور ان کو مغفرت کا پروانہ عطا فرمایا ہے۔
اور ان کو جنت کی بشارت دی ہے۔ آپ نے اس پیغام پر عمل کر دکھایا ہے جس کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا: میری طرف سے آگے پہنچاؤ، اگرچہ ایک آیت ہی
کیوں نہ ہو، کئی پہنچائے جانے والے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ
تعالیٰ تمام مسلمانوں کی طرف سے آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ کلاب حواب کی تحقیق میں
علمی گہرائی و عمق نگاہی نمایاں ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرمائے اور آپ کو قیامت کے
دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب
فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

آپ کا باوقار بھائی

قاضی محمد رویس خان ایوبی

رکنیں مجلس الافقاء حکومت آزاد کشمیر

رکنیں الافقاء میرپور آزاد کشمیر

روزنامہ اسلام کا شرعی و اخلاقی حدود سے تجاوز

حضرت مفتی صاحب!

سخت حیرت ہے کہ روزنامہ اسلام میں کس قدر ”ویدہ دلیری“ کا مظاہرہ کرتے
ہوئے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے خالص اجتہادی اقدام کو غلط ثابت کرنے والی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

روایت کا دفاع کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

”امام احمد کو ان پر اتنا اعتماد ہے کہ اپنی مسند میں ان سے بعض روایات وہی لی ہیں جو امام طبری نے ماء حوآب کے حوالے سے نقل کی ہیں جن کا نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے۔۔۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016)

حضرت مفتی صاحب!

(۲۳۷)	حدیث کلاب حوآب کے حوالے سے آپ کا ”ذاتی“ نکتہ نظر جو بھی ہو یہ آپ کا حق ہے لیکن کیا آپ کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ مسلمانان پاکستان کے ترجمان اخبار میں ”مختلف فیہ“ مسائل پر یکطرفہ بحث چھیڑیں؟
(۲۳۸)	کیا حدیث کلاب حوآب سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجتہادی و مشاہراتی اقدام کی تعلیظ ثابت نہیں ہوتی؟
(۲۳۹)	کیا اس سے ام المومنین کے بارے میں سبائیوں کے نظریہ کو تقویت نہیں ملتی؟
(۲۴۰)	کیا آپ روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والی اس عبارت کا مفہوم واضح کرنا پسند فرمائیں گے کہ: (ماء حوآب کی روایات) جن کا نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے؟
(۲۴۱)	کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ”کلاب حوآب“ سے متعلق روایات کو صحیح سمجھنا ”سخت گناہ بلکہ گمراہی نہیں ہے“؟
(۲۴۲)	کیا روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والی زیر بحث عبارت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ”کلاب حوآب“ سے متعلق روایات کو صحیح سمجھنا ”ثواب اور عین ہدایت“ ہے؟
(۲۴۳)	جب ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں کلاب حوآب کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں تھا تو پھر اسے کس مقصد اور کس طبقہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر روزنامہ اسلام میں زیر بحث لایا گیا؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۲۴۴)	کیا یہاں کلاب حوآب کا ذکر چھیڑ کر روزنامہ اسلام کے خلاف عائد کردہ فرد
جرم (قصہ زید و زینب، قصہ غرائیق کی ایک کونہ تائید و تصدیق کے علاوہ) میں	تخلیط اقدام المؤمنین عائشہؓ کی شق کا اضافہ نہیں ہو گیا؟

گذشتہ تفصیل سے ”حدیث کلاب حوآب“ کی ”حیثیت“ اچھی طرح واضح ہو گئی ہے جسے روزنامہ اسلام نے کچھ اس انداز کے ساتھ نقل کیا کہ جس سے قارئین کے گمراہی اور غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا شدید اندیشہ تھا۔ حالانکہ اس ”منکر“ روایت کو کسی بھی درجے میں صحیح سمجھنے کی روزنامہ اسلام کے ”سرپرستوں“ کو اگر کوئی مجبوری لاحق تھی بھی تو ”تاریخ اسلام“ سے ہی اس کا مصداق تلاش کیا جاسکتا تھا اور میں نے اپنی کتاب کا نام ہی اسی مناسبت سے ”حدیث حوآب کا مصداق کون؟“ اور اس میں اس روایت کو ”صحیح“ سمجھنے کی صورت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بجائے ام زحل سلمیٰ کو اس کا مصداق قرار دیا تھا۔

”حدیث کلاب حوآب“ کے حوالے سے ”نفس مسئلہ“ اگرچہ واضح ہو چکا ہے تاہم یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ”حدیث حوآب“ کا مصداق قرار دینے کو قاضی ابوبکر ابن العربی (م ۵۴۳ھ) نے ”بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے“ چنانچہ موصوف فرماتے ہیں کہ:

”اور تم نے جو ”حوآب“ کے پانی کے متعلق شہادت دی ہے تو تم اس میں بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ تمہاری بیان کردہ شہادت کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی بات کہی تھی اور نہ ہی ایسی کوئی گفتگو ہوئی تھی اور نہ ہی کسی آدمی نے شہادت دی تھی اور تمہاری یہ جھوٹی شہادت بھی لکھ لی گئی ہے اور تم سے اس کا سوال کیا جائے گا۔“ (العصوامم من القوامم اردو ص 267)

قیس بن ابی حازم کو منکر الحدیث قرار دینے کا الزام

عاشراً:-

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام کے ”اکاذیب“ کا قلم عروج یہ ہے کہ:
 ”...جن مؤرخین اور سیرت نگاروں کو جھوٹا قرار دینے کے لئے ”عظیم تحقیقی کتاب“
 والے بزرگ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، ان میں سے کئی وہ ہیں جن پر نہ صرف سیرت
 اور دو صحابہ کی اکثر تاریخی روایات بلکہ احادیث کے ایک بڑے حصے کا دارومدار ہے۔ ان
 میں ایک بڑی تعداد تابعین کرام اور ایسے محدثین کی ہے جن سے فقط امام طبری ہی نے نہیں،
 بلکہ امام بخاری، امام مسلم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام طحاوی جیسے جہاں علم نے بھی
 روایات لی ہیں۔

ان میں سے ایک قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ ہی کو لے لیں جن سے تاریخی روایات
 بکثرت منقول ہیں۔ یہ بھی نسلِ عرب ہیں۔ ساری زندگی صحابہ کی خدمت کی۔ یہ واحد تابعی
 ہیں جنہوں نے عشرہ مبشرہ میں سے نوکی شاگردی کی ہے۔ ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں تو انہیں
 منکر الحدیث قرار دیا گیا ہے۔ مگر انہی قیس بن ابی حازم سے صحیح مسلم میں ۱۴، ابو داؤد میں ۳،
 ترمذی میں ۱۸، نسائی میں ۲، ابن ماجہ میں ۱۴ احادیثیں لی گئی ہیں۔ امام بخاری نے تو کمال ہی
 کر دیا کہ ان سے ۲۱ روایات لی ہیں۔ ائمہ اربعہ نے بھی ان کی روایات کو قبول کیا ہے۔ مؤطا
 مالک میں ان کی ایک، کتاب الاثر (امام ابو یوسف) میں ایک، مسند امام شافعی میں چار،
 اور مسند احمد میں ۱۷ روایات نقل کی گئی ہیں۔ امام احمد کو ان پر اتنا اعتماد ہے کہ اپنی مسند میں ان
 سے بعض روایات وہی لی ہیں جو امام طبری نے ماءِ حوآپ کے حوالے سے نقل کی ہیں جن کا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے۔ اب ایسی ”تحقیقات“ کرنے اور انہیں ماننے والوں کے دین و ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ بخاری شریف کی ۲۱، مسلم کی ۱۴، مسند احمد کی ۱۷ اور مسند امام شافعی کی ان چار احادیث کو یکسر مردود قرار دیں اور ان محدثین اور ائمہ مجتہدین کو بھی انہی مؤرخین کی صف میں لا کر خائن شمار کریں یا بہت رعایت مطلوب ہو تو فہم حدیث اور فہم رجال سے ناواقف سمجھیں۔ یہ تو ہوا صرف ایک قیس بن ابی حازم کو لے کر موصوف اور موصوف کے مدد و ح کی تحقیقات کا شرہ۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016ء)

”كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ لَا يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا (سورة الكهف 5)

”کتنی بڑی چوہات جو نکلتی ہے ان کے مونہوں سے وہ نہیں کہتے مگر (سرنامر) جھوٹ“

حضرت مفتی صاحب!

روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والا یہ ”کالم“ حقیقت سے کوسوں دور اور تعصب میں اتھرا ہوا ہے اور یہ ایک مسلمہ صداقت ہے کہ متعصب نظر حقیقت شناس نہیں ہوا کرتی۔

(۲۴۵)	کیا آپ کو اس ”کذب و افتراء“ پر مبنی کالم کی اشاعت کے بعد تمام قارئین سے تحریری اور اعلانیہ معذرت نہیں کرنا چاہئے تھی؟
(۲۴۶)	کیا اس کالم کی اشاعت سے روزنامہ اسلام کے ہزاروں قارئین کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچی؟
(۲۴۷)	کیا مذکورہ کالم قارئین کی گمراہی کا سبب نہیں بنا؟
(۲۴۸)	کیا اس کالم کی اشاعت سے روزنامہ اسلام کے ذمہ دار ”خلط بحث، طعن و تشنیع، بہتان طرازی، افتراء پروازی، اور کذب بیانی“ کے مرتکب نہیں ہوئے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

<p>(۲۴۹) کیا آپ روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے اس ”جملے“ کا مطلب واضح کرنا پسند فرمائیں گے کہ:</p> <p>”یہ تو ہوا صرف ایک قیس بن ابی حازم کو لے کر موصوف اور موصوف کے مدوح کی تحقیقات کا ثمرہ۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016)</p>	<p>(۲۵۰) آپ سے گزارش ہے کہ آپ ملک بھر میں پھیلی ہوئی اپنی پوری ٹیم کے تعاون سے اس ”حقیقت“ کو طشت ازبام کر دیں کہ ”موصوف“ یعنی اوریا صاحب نے ”قیس بن ابی حازم“ کے حوالے سے اپنی ”تحقیقات“ کب اور کہاں پیش کیں؟</p>
<p>(۲۵۱) اگر آپ یہ ”تحقیقات“ نہیں دکھا سکتے تو کیا پھر آپ جناب اوریا متبول جان صاحب کے خلاف ”افتراء پر دازی“ کے مرتکب نہیں ہوئے؟</p>	<p>(۲۵۲) کیا آپ روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے اس جملے کا مطلب بھی واضح کرنا پسند فرمائیں گے کہ:</p> <p>”جن مؤرخین اور سیرت نگاروں کو جھوٹا قرار دینے کے لئے ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے بزرگ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، ان میں سے ... (ایک قیس بن ابی حازم بھی ہیں)؟“</p>
<p>(۲۵۳) کسی کے موقف کی تردید کے لئے ”راہنما اصولوں“ (جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے) سے یہ بات واضح ہوگئی تھی کہ ”عظیم تحقیقی کتاب“ پر قلم اٹھانے سے پہلے کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہوگا۔ لیکن یہاں ’ہیڑی چوٹی کا زور لگایا...‘ کے الفاظ سے کیا یہ معلوم نہیں ہوتا کہ زیر تبصرہ کتاب کا بنظر عمیق مطالعہ کیا ہوگا؟ (تبھی تو کالم میں صرف ”زور“ لگانے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مطالعہ کے دوران ’ہیڑی چوٹی کا زور بھی‘ محسوس کیا گیا)</p>	

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۲۵۴) کیا یہ بات باعث تعجب نہیں ہے کہ کتاب میں ”ایڑی چوٹی کا زور“ تو معلوم کر لیا گیا لیکن یہ نہیں جانا جا سکا کہ جس مرکزی نکتے یعنی قیس بن ابی حازم کی بناء پر کتاب کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے اس میں تو کہیں بھی اس راوی کو مکرر الحدیث قرار نہیں دیا گیا؟

832 صفحات پر مشتمل ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ میں صفحہ نمبر 274 پر صرف ایک جگہ حضرت قیس بن ابی حازم کا اسم گرامی اس طرح آیا ہے:

صحابہ کے علاوہ اکابر تابعین نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کی روایت کی ہے مثلاً: ابو ادریس خولانی، سعید بن مسیب، خالد بن معدان، ہمام بن منبہ، قیس بن ابی حازم، عبداللہ بن الحرث، بن نوفل، عیسیٰ بن طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبدالرحمن بن عوف، ابو مجلہ، علقمہ بن وقاص، عمیر بن ہانی، مطرف بن عبداللہ، محمد بن سیرین، عکرمہ مولیٰ ابن عباس وغیرہم۔ (بحوالہ: الناہیۃ عن طعن معاویہ ص ۱۰۱، الاصابہ جلد ۳ ص ۴۳۴.....)

روزنامہ اسلام کا خود کشیدہ باطل نتیجہ

حضرت مفتی صاحب!

(۲۵۵) کیا اس سے جو نتیجہ روزنامہ اسلام میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، وہی برآمد ہوتا ہے؟

”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ میں سرے سے قیس بن ابی حازم پر ”سرج“ کا کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی موجود نہیں ہے۔ سخت تعجب ہے کہ کسی ”صغریٰ“ کے بغیر اس کے ساتھ ”کبریٰ“ کو نتھی کر کے ظلم عظیم پر مشتمل وہ نتیجہ اخذ کر لیا گیا ہے جس کا ذکر اوپر ہوا۔ روزنامہ اسلام کے ذمہ داروں تک ”براہ راست“ یہ بات پہنچائی گئی مگر پھر بھی انہوں نے اس کا ذرہ برابر بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

<p>(۲۵۶) سوال یہ ہے کہ قیس بن ابی حازم پر پوری کتاب میں کوئی ”مہرج“ نہیں پائی جاتی تو پھر اس پر ”کذب و افتراء“ کی اتنی بلند و بالا عمارت کس مقصد کے لئے اور کس طبقہ کی خوشنودی کے لئے تعمیر کی گئی ہے؟</p>	<p>(۲۵۷) اس کذب بیانی اور افتراء پر دازی سے خود کشیدہ بالکل ہی غلط اور باطل نتیجے سے کیا روزنامہ اسلام کے ہزاروں قارئین کو فریب اور دھوکا نہیں دیا گیا کہ عظیم تحقیقی کتاب میں قیس بن ابی حازم جیسے ایک کثیر الروایت راوی جو نسلاً عرب، صحابہ کے خدمت گار اور نو اصحاب عشرہ مبشرہ کے تلمیذ رشید (جن کی کتب حدیث ”بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک، کتاب الآثار، مسند امام شافعی اور مسند احمد میں روایات پائی جاتی ہیں) پر ”مہرج“ کی گئی ہے جس سے کتب حدیث میں ان کی تمام مرویات کو ”یکسر مردود“ قرار دینا پڑے گا؟</p>
--	---

حضرت مفتی صاحب!

یہ وہ ”نزلاً“ اصول ہے جو اس سے پہلے پوری علمی دنیا میں کسی محدث اور کسی عالم کے حاشیہ ذہن میں بھی نہیں آیا۔ تمام محدثین نے ایک ہی راوی کی بعض روایات کو قبول بھی کیا ہے اور اسی راوی کی بعض روایات کو جو ان کی شرط پر پوری نہیں اترتی تھیں، مردود اور منکر بھی قرار دیا ہے۔

<p>(۲۵۸) کیا روزنامہ اسلام میں قیس بن ابی حازم کا مکمل تعارف کرانے کے بعد قارئین کو گمراہ کرتے ہوئے یہ نہیں لکھا گیا کہ:</p> <p>”عظیم تحقیقی کتاب“ میں تو انہیں منکر الحدیث قرار دیا گیا ہے؟“</p>	<p>اس کے جواب میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ:</p>
---	---

سبحانک ہذا بہتان عظیم

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

یہ تو خیر، ”عظیم تحقیقی کتاب“ کے حوالے سے ایک صریح بہتان تھا، البتہ میری جس دوسری کتاب میں قیس بن ابی حازم کو ”منکر الحدیث“ قرار دیا گیا ہے تو اس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ روزنامہ اسلام میں حضرت قیس بن ابی حازم کی وثاقت ثابت کرنے پر جو ”زور آزمائی“ کی گئی ہے اس کا تو زیر بحث موضوع کے ساتھ کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ان کی ”وثاقت“ زیر بحث ہے۔

روزنامہ اسلام میں لکھا گیا ہے کہ:

”امام احمد کو ان پر اتنا اعتماد ہے کہ اپنی مسند میں ان سے بعض روایات وہی لی ہیں جو امام طبری نے ماہ حوآب کے حوالے سے نقل کی ہیں جن کا نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016)

<p>(۲۵۹) کیا یہ کذب بیانی و افتراء پر دازی نہیں ہے کہ قیس بن ابی حازم کو منکر الحدیث قرار دیا گیا ہے؟</p> <p>(عظیم تحقیقی کتاب کے حوالے سے اس بہتان کی وضاحت ہو چکی ہے لیکن یہاں ”منکر الحدیث“ کے الفاظ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جو ایک دوسری بہتان طرازی اور فریب دہی ہے)</p>	<p>(۲۶۰) کیا منکر الحدیث کے الفاظ استعمال کر کے روزنامہ اسلام کے نوے فیصد سے زائد قارئین کو فریب اور مغالطہ نہیں دیا گیا کہ قیس بن ابی حازم کو منکر الحدیث کہا گیا ہے؟</p>
<p>(۲۶۱) کیا یہ قارئین ان الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کریں گے کہ قیس بن ابی حازم کو بھی ”پرویز یوں“ کی طرح منکر الحدیث قرار دیا گیا ہے؟ (کیونکہ ان قارئین کی نوے فیصد سے زائد اکثریت یہ جانتی ہی نہیں کہ ”منکر الحدیث“ علم حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔)</p>	

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کلام خط

(۲۶۲)	کیا یہ بدترین خیانت نہیں ہے کہ روزنامہ اسلام میں ”منکر الحدیث“ کے قول کو میری طرف منسوب کیا گیا ہے؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی کتاب ”حدیث کلاب حوآب کا تاریخی، تحقیقی، علمی محاکمہ“ میں یہ لکھا تھا کہ: ائمہ رجال نے قیس بن ابی حازم کو کلاب حوآب کی روایات کی بناء پر منکر الحدیث کہا ہے۔
-------	--

حضرت مفتی صاحب!

ایک ادارے کے شیخ الحدیث ہونے کی حیثیت سے یقیناً آپ بھی اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ”منکر الحدیث“ علم حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔ اور قیس بن ابی حازم کو ائمہ رجال نے حدیث کلاب حوآب وغیرہ کی روایت کرنے کی بناء پر منکر الحدیث قرار دیا ہے۔

(۲۶۳)	کیا آپ روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والی اس ”کذب بیانی، افتراء پر دازی، فریب دہی اور خیانت“ کے ارتکاب کے حوالے سے بحیثیت مفتی کوئی فتویٰ جاری کرنا پسند فرمائیں گے؟
-------	--

حضرت مفتی صاحب!

یہ بھی ”فریب دہی“ کی ایک بھونڈی مثال ہے کہ جامعین صحاح ستہ سمیت محدثین کی مذکورہ اتنی بڑی قطار میں سے صرف امام احمد اور ان کی اتباع میں امام طبری کو حضرت قیس بن ابی حازم پر اتنا ”اعتماد“ کیوں ہوا؟

(۲۶۴)	سوال یہ ہے کہ باقی محدثین نے قیس بن ابی حازم سے مروی ”حوآب“ والی روایت کیوں نقل نہیں کی؟
(۲۶۵)	جامعین صحاح ستہ نے جہاں قیس بن ابی حازم کی کثیر تعداد میں روایات نقل کی ہیں تو انہوں نے کلاب حوآب والی روایت پر کیوں اعتماد نہیں کیا؟

حضرت مفتی صاحب!

آپ شیخ الحدیث ہونے کی حیثیت سے بخوبی جانتے ہیں کہ ائمہ فن کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ فقط صحیحین کے راوی ہونے کی بناء پر کسی حدیث کو "علی شرط الصحيح" یا "علی شرط الشیخین" یا فقط "صحیح" کہنا درست نہیں ہے۔ بلکہ اس میں موجود دوسرے علل کی تحقیق و تفتیش ضروری ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کسی حدیث کے متعلق محدثین کا یہ قول "رجالہ رجال الصحيح" (اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں) اس روایت کی صحت کی دلیل نہیں ہوتا۔

شیخ محمد جمال الدین قاسمی نے "قواعد التحدیث" میں اس بارے میں ایک عنوان یوں مقرر فرمایا ہے: "بیان من روی له حدیث فی الصحيح لا یلزم صحة جميع حدیثه" پھر اس کے تحت بیان کرتے ہیں:

"علامہ شعرائی مقدمہ میزان میں فرماتے ہیں: حافظ مزنی اور حافظ زیلعی کا قول ہے کہ متکلم فیہ رواۃ جن سے شیخین نے تخریج کی ہے... وہ ان سے صرف اسی وقت روایت کرتے ہیں جب متابعت پائی جاتی ہو یا اس کے شاہد ظاہر ہوں یا ان کو علم ہو کہ اس کا کوئی اصول ہے۔ شیخین نے اپنی صحیحین میں جن رواۃ سے احتیاج کیا ہے ضروری نہیں کہ ان سے مروی جو حدیث بھی ہمیں ملے وہ اس صاحب صحیح کی شرط پر صحیح ہی ہو۔" (قواعد التحدیث ص 198)

حافظ ابن حجر عسقلانی مزید صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

"لا یلزم من الاسناد محتجا بروایة فی الصحيح أن یکون الحدیث الذی یروی به صحیحاً" (النکت ص 25)

علامہ جمال الدین زیلعی فرماتے ہیں کہ:

"لا یلزم من کون الراوی محتجا به فی الصحيح انه اذا وجد فی حدیثه حدیث کان ذلك الحدیث علی شرطه" (تصب الراية ص ۳۴۲)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

”کسی راوی سے صحیح میں احتیاج کیا گیا ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ جس حدیث میں بھی ہو گا اس کی حدیث صحیح کی شرط پر ہوگی۔“

علاوہ ازیں ابن نمبر فن کے نزدیک ایک مسلمہ اصول یہ بھی ہے کہ رجالِ سند کا ثقہ ہونا حدیث کے صحیح ہونے کے لئے کافی نہیں ہوتا حالانکہ محدثین کے قول ”رجالہ ثقات“ سے عموماً یہی مفہوم اخذ کیا جاتا ہے۔ ثقہ راوی کی حدیث بھی معلول ہو سکتی ہے یہ مشہور و مشہور دامر ہے۔

حافظ ابن حجر ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”لا يلزم من كونه رجاله ثقات أن يكون صحيحاً“ (تلخیص الخبیر جلد ۳ ص ۱۹)

”راویوں کے ثقہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث بھی صحیح ہے۔“

علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ:

”صحة الاسناد بتوقف على ثقة الرجال ولو فرض ثقة الرجال لم يلزم منه

صحة الحديث“ (نصب الراية جلد ۱ ص ۳۴۷)

اسناد کا صحیح ہونا رجال کے ثقہ ہونے پر موقوف ہے اور اگر راوی ثقہ ہوں تو اس سے حدیث کی صحت لازم نہیں آتی۔

حضرت مفتی صاحب!

اس تفصیل سے اتنی بات واضح ہو گئی ہے کہ حضرت قیس بن ابی حازم کے ثقہ ہونے یا بخاری و مسلم کے راوی ہونے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی زیر بحث حدیث ”کلاب حوآب“ بھی صحیح ہو۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ حضرت قیس اس روایت میں متفرد ہیں ان کا کوئی متابع نہیں ہے۔ حضرت قیس خود شریک واقعہ نہیں ہیں یعنی وہ جنگ جمل میں شریک نہیں ہوئے، انہوں نے ”کلاب حوآب“ والی روایت کس سے لی ہے اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہے۔

”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ میں نہ تو حضرت قیس پر کوئی جرح کی گئی ہے اور نہ ہی انہیں ”منکر الحدیث“ لکھا گیا ہے۔ ابن حجر رجال نے خود حضرت قیس کو ”حوآب“ والی روایت کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
حوالے سے ”منکر الحدیث“ قرار دیا ہے:

حضرت مفتی صاحب!

حضرت قیس بن ابی حازم پر ”منکر الحدیث“ ہونے کی جرح کو روزنامہ اسلام کی
حسب ذیل ”عبارت“ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

”... دوسرے حصے میں رجال کا علم ہے۔ راویوں اور شخصیات پر پھر پور بحث کی گئی
ہے۔ اب اگر کوئی خود کو حافظ ذہبی سے بڑا، ماہر رجال سمجھتا ہے اور اس کا خیالی خام یہ ہے کہ
ان جیسے علماء کو تو کچھ پتا ہی نہیں تھا... اور یہ کہ تاریخ کی کمزوریوں کو آج ”عظیم تحقیقی کتاب“
والے موصوف نے پرکھا ہے...“ (روزنامہ اسلام ۱۱۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء)

رجال کے سب سے بڑے امام جن کے کاندھوں پر اس علم کی عمارت کھڑی ہے حافظ
شمس الدین ذہبیؒ باقاعدہ نیت باندھ کر بروایت علی بن المدینی لکھتے ہیں:

قیس بن ابی حازم منکر الحدیث ہیں۔ پھر ان کی بیان کردہ روایت ”کلاب حوآب“ کا
حوالہ دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ تحت قیس بن ابی حازم)

امام ذہبیؒ اپنی ایک دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:

”... منکر الحدیث ثم سمی له احادیث استنکرها... ماروی من ذلك
حدیث کلاب الحوآب...“ (میزان الاعتدال جلد ۳ ص ۳۱۲ تحت قیس بن ابی حازم)
علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ:

”... کبر قیس حتی جاوز المأة بسنين كثيرة حتى خرف و ذهب عقله
وقال ابن الملبینی قال لی یحییٰ بن سعید قیس بن أبی حازم منکر الحدیث ثم
ذکر له احادیث مناکیر فیها حدیث کلاب حوآب“ (تہذیب التہذیب جلد
۸ ص ۳۴۷ تحت قیس بن ابی حازم)

علامہ ابن حجر ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

”... کبر قیس حتی جاوز المائۃ بسنین، کبر و خرف...“ (الاصابہ جلد 3۔

ص 272۔ تحت قیس بن ابی حازم)

”قیس کی عمر ایک سو سال سے کچھ زائد ہو چکی تھی جس کی وجہ سے وہ آخر میں سٹھیا گئے اور ان کی عقل جاتی رہی۔ ابن المدینی کہتے ہیں کہ مجھ سے یحییٰ بن سعید نے کہا کہ قیس بن ابی حازم ”منکر الحدیث“ ہیں پھر ان کی کچھ منکر احادیث بیان کیں ان میں سے ایک حدیث ”کلاب حوآب“ بھی ہے۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۲۶۶)	کیا روزنامہ اسلام والے قیس بن ابی حازم کو منکر الحدیث کہنے کی وجہ سے جرح و تعدیل کے ”امام علی بن مدینی، رجال کے سب سے بڑے امام جن کے کاندھوں پر اس علم کی عمارت کھڑی ہے حافظ شمس الدین ذہبی، اور علامہ ابن حجر عسقلانی“ کے خلاف بھی کوئی فتویٰ جاری کرنا پسند فرمائیں گے؟
(۲۶۷)	کیا یہ حضرات بھی روزنامہ اسلام میں ”شمار کردہ“ احادیث کے منکر قرار پائیں گے؟
(۲۶۸)	قیس بن ابی حازم کو منکر الحدیث کہہ کر ان حضرات نے دین کی عمارت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا؟

یہ ملحوظ رہے کہ یہاں ”حدیث کلاب حوآب“ کے حوالے سے بات ہو رہی ہے جسے روایت کرنے کی بناء پر ائمہ رجال نے حضرت قیس بن ابی حازم کو ”منکر الحدیث“ قرار دیا۔ یہ بحث میرے موضوع سے اگرچہ خارج تھی لیکن روزنامہ اسلام کے زیر بحث کالم میں سب سے زیادہ زور قیس بن ابی حازم کی وثاقت و تعدیل ثابت کرنے (حالانکہ اس کا کوئی بھی منکر نہیں ہے) اور کتب حدیث میں ان کی مرویات کی تعداد بتا کر ”علم و انصاف اور دیانت و امانت کا خون کر کے طعن و تشنیع، خلط و محث اور کذب و افتراء کے سہارے ”عظیم

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
تحقیقی کتاب“ پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ اس میں قیس بن ابی حازم جیسے کثیر الروایت کو
”منکر الحدیث“ قرار دیا گیا ہے جس سے کتب حدیث میں ان سے مروی حدیث ”کلاب
حوأب“ سمیت تمام احادیث کو مردود و ٹھہرا دیا جائے گا۔
جبکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں اس چیز کا سرے سے
کوئی ذکر ہی نہیں پایا جاتا۔

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناکوار گذری ہے

حضرت مفتی صاحب!

”عظیم تحقیقی کتاب“ میں قیس بن ابی حازم پر ”منکر الحدیث“ کے الفاظ سے جرح یا
حدیث کلاب حوأب کا اشارہ تک نہیں لیکن آپ کے اخبار روزنامہ اسلام میں یہ ظلم ڈھایا گیا
کہ خود ہی ”صغریٰ اور کبریٰ“ لگا کر بالکل خلاف حقیقت اور منفی نتیجہ اخذ کر لیا گیا کہ:
”اس طرح تو قیس بن ابی حازم کی جملہ مرویات کو کتاب میں مردود و ٹھہرا دیا گیا ہے تو
پھر ”وہ کس منہ سے“ ”سنت“ کو محفوظ سمجھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایسی ذہنیت والے کے لئے بس
دعائے ہدایت ہی کی جاسکتی ہے۔“ (روزنامہ اسلام 18 اکتوبر 2016)

(۲۵۰) اوپر دی گئی تفصیل کی روشنی میں ”ایسی ذہنیت والے کے لئے“ اخلاقی و شرعی
تقاضے کے پیش نظر کیا آپ کوئی فتویٰ دینا پسند فرمائیں گے؟

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کر لیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تلك عشرة كاملة

حضرت مفتی صاحب!

زیر نظر ”کھلے خط“ میں ”روزنامہ اسلام“ میں بتائی گئیں ہدایات (حوالے پیچھے گذر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

چکے ہیں) کے عین مطابق معروضات پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے زیر تبصرہ ”مضامین“ کے برعکس ”خط بحث، طعن و تشنیع، مغالطہ دہی، فریب دہی، کذب بیانی اور افتراء پردازی“ سے کلی طور پر اجتناب کرتے ہوئے ”اختلاف رائے کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بحث کے علمی اصولوں کے مطابق، دوسرے کے موقف کے دلائل کو خوب سمجھ کر اور اس کے ”مالہ و ماعلیہ“ پر عبور حاصل کرنے کے بعد پوری احتیاط کے ساتھ ”قلم“ استعمال کیا گیا ہے۔“

علاوہ ازیں اس ”ہدایت“ کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے کہ:
”خط بیانی دشمن کے بارے میں بھی نہیں کرنی چاہئے، اور اگر کوئی کرے تو پھر حقیقت کا بیان کر دینا فرض ہے۔“

مزید برآں اس ”ہدایت“ کی بھی سختی کے ساتھ پابندی کی گئی ہے کہ:
کھلا خط لکھنے سے پہلے روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے 12 کالموں (علامہ طبری... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز، احتیاط لازم ہے اور کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟) کا یہ نظر عمیق اور تازہ مطالعہ کیا گیا ہے۔

نیز اس ”ہدایت“ کو بھی بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے کہ:
جب کوئی سیکولر یا نادان صحافی ”سہواً“ یا کوئی دانا ”عالم“ قصداً و عمداً خلاف تحقیق طبع آزمائی کرے تو اسے ضرور آئینہ دکھانا چاہئے۔
پوری کوشش کے باوجود ”سہو یا نادانستہ“ طور پر اگر کسی ”ہدایت“ پر عمل نہیں ہو سکا تو معافی کا خواست گار ہوں۔

حضرت مفتی صاحب!

آپ نے اپنے اخبار میں شائع ہونے والے مضامین بالخصوص ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کی تیسری اور آخری قسط کا ”تجزیہ“ ملاحظہ فرمایا ہے اس کی رو سے کم از کم یہ بات تو آپ پر اب روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہوگی کہ ایک دینی اور اسلامی اخبار میں قصداً و عمداً ”کذب و

توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
افتراء کا عظیم مظاہرہ کیا گیا ہے اور کسی ”صغریٰ“ کی اشارت بھی موجودگی کے بغیر اپنی طرف سے
گھڑ کر انتہائی غلط اور بالکل باطل نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ جس کی مثال کسی بھی مہذب
معاشرے میں ناپید ہے۔ صد افسوس کہ روزنامہ اسلام نے یہ کارنامہ بھی سرانجام دے دیا۔

کتاب ”امام طبری کون؟ مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز“

سے متعلق چند توضیحات

حضرت مفتی صاحب!

اب چند امور میری کتاب ”امام طبری کون؟ مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ کے متعلق بھی
ملاحظہ فرمائیں:
اولاً:-

کتاب کا نام روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے پانچ قسطوں پر مشتمل مضمون
”علامہ طبری.. مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ سے ماخوذ ہے۔ صرف ”علامہ“ کے بجائے
”امام“ لکھ دیا گیا اور ”کون؟“ کے سوالیہ کلمہ کا اضافہ کیا گیا۔ یعنی ”امام طبری کون؟...
مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز“

ثانیاً:-

اصل ”نفس مسئلہ“ صرف یہ ہے کہ ”قصہ زید و زینب“ اور ”غرائق“ سے متعلق امام طبری
کی منقولہ روایات منافی عصمت ہیں یا نہیں؟

ثالثاً:-

اس ضمن میں ”حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت
سلیمان علیہم السلام“ سے متعلق بھی طبری کی منقولہ روایات زیر بحث آئی ہیں جنہیں پڑھ کر ہر

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
مومن پکارا ٹھے گا کہ یہ روایات یقیناً ”منافی عصمت اور مبنی بر توہین“ ہیں۔
رابعاً:-

کتاب میں صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت معاویہؓ کی توہین کے حوالے سے بھی امام طبری کے
”تعارف“ اور روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحات کی زینت بننے والے بالاقساط مضامین ”تاریخ
صحابہ اور روادا اعتدال، ایک خط اور اس کا جواب“ کے رد عمل کے طور پر ضمناً بحث آئی ہے۔
خامساً:-

کتاب میں ”وَأُتُخِيفُ فِي نَفْسِكَ“ کے تحت مفسرین کے دو اقوال پیش کر کے ایک
تیسرے ”احتمال“ کا بھی ذکر کر کے اس پر پیدا ہونے والے ”نحوی“ اشکال کو رفع کیا گیا
ہے۔ اسے میرا ”تقرّد“ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔
سادساً:-

اسی طرح حضرت زیدؓ سے متعلق دیگر موضوعات، سیدہ ام ایمنؓ، سیدہ ام کلثومؓ بنت
عقبہ، سیدہ درّہؓ بنت ابی اہب، سیدہ زینبؓ بنت جحشؓ، بھی ضمناً زیر بحث آئے ہیں تاکہ
قارئین کو ایک ہی کتاب میں تمام متعلقات کے بارے میں آگاہی حاصل ہو جائے۔
سابعاً:-

قصہ زیدؓ و زینبؓ کا تعلق ظاہر ہے کہ تین ”شخصیات مقدسہ“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم،
حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے ساتھ ہے۔ حضرت زینبؓ کے بارے میں (طلاق کے سبب
کے طور پر) ہماری کتب میں جو باتیں منسوب کی گئی ہیں وہ ہرگز ان کے شایان شان نہیں ہیں۔
اس پر ایک مستقل عنوان ”کیا حضرت زینبؓ ہی قصور وار ہیں“ کے تحت بحث کی گئی ہے۔ اسے بھی
محققین و متاخرین اور دیگر محققین کے چند ”تقرّدات“ کی طرح میرا ”تقرّد“ قرار دیں۔
ثامناً:-

جو لوگ ”سند“ پیش کرنے کی بناء پر امام طبری کا ”دفاع“ کرتے ہیں۔ ان کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

خدمت میں ”عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام اور مشاجرات صحابہ کا شرعی حکم“ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ”بلا تحقیق نقل روایت“ کے شرعی حکم کی طرف بھی ان کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲۶۹)	کیا امام طبری بلا تحقیق نقل روایت کے شرعی حکم سے مستثنیٰ ہیں؟
(۲۷۰)	کیا امام طبری پر فرمان الہی کہ: یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم قاصد منہ فاعتقبنہ... اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: کفنی بالمر کذبہا ایحدث بکل ما سمع“ کا اطلاق نہیں ہوتا؟

تاسعاً:-

کتاب میں اصل بحث اور اصل نفس مسئلہ امام طبری کی منقولہ روایات (در بارہ انبیاء عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان) کا منافی عصمت اور نبی بر توہین ہونا یا نہ ہونا ہی ہے۔

جہاں تک اس بحث کا تعلق ہے کہ امام طبری دو تھے یا ایک تھا، وہ سنی تھا یا شیعہ تھا؟ ان کی منقولہ روایات میں ”سنیت“ کی تائید پائی جاتی ہے یا شیعیت کی، ان روایات سے شیعہ استدلال کرتے ہیں یا سنی؟ تو میرے نزدیک کسی بھی معنف یا مؤلف کی ذات سے متعلق اس طرح کی بحث یا گفتگو ”ٹانوی“ حیثیت رکھتی ہے کیونکہ مسئلہ کی تحقیق خصوصاً امام طبری کی منقولہ روایات کی تحقیق میں ان کے ”رفض و تشیع، یا جلالت و امامت اور تسنن“ کی پرکاش کے برابر بھی کوئی حیثیت نہیں ہے جب تک کہ کوئی شخص ان کے ”نظریے، عقیدے اور امامت“ سے استدلال نہ کرے۔

لیکن اگر بات ”روایت“ کی ہے تو وہ ”سنی ہو یا شیعہ“ ہماری بلا سے ہم تو ”روایت و حدیث“ پر ”اصول درایت و روایت حدیث“ کی روشنی میں ہی گفتگو کریں گے۔
امام بخاری کی شخصیت اور امامت و جلالت قدر پر کون انگلی اٹھا سکتا ہے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۲۷۱) کیا ان کی دیگر تصنیفات ”جزء رفع یدین، جزء قرآن فاتحہ خلف الامام، تاریخ کبیر اور تاریخ صغیر“ کو ان کی شخصیت کی وجہ سے اس وجہ میں آپ مان لیں گے جس وجہ میں ان کی تالیف ”صحیح بخاری“ کو تسلیم کرتے ہیں؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر بات ”مصول“ کی ہوئی نہ کہ شخصیت کی۔

اس لئے امام طبری ”سنی اور کسری“ بھی ثابت ہو جائیں اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ان کی منقولہ ”منافی عصمت اور نبی بر تو ہیں“ روایات بھی ”صحیح اور سنی“ ہو جائیں گی۔

عاشراً:-

سہو و خطاء کا صدور تو ہر ”انسان“ سے ممکن ہے۔ یہ نہ تو کوئی ”عیب و جرم“ ہے اور نہ ہی اس کے اعتراف سے کسی کی توہین و تنقیص واقع ہوتی ہے بلکہ اس کے مقام و مرتبے میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اہل علم اور سلف صالحین کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ جوں ہی ان پر حق بات واضح ہوئی تو انہوں نے فوراً بلا تاخیر اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لیا۔ اس طرح کی مثالوں سے تو ہمارا دینی لٹریچر بھرا ہوا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صرف دو مثالیں عرض کر دی جائیں اگرچہ وہ آپ کے لئے ”تحصیل حاصل“ کے درجے میں ہیں:

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب ”زاد السعید نشر الطیب اور نیل الشفاء بنعل المصطفیٰ“ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعلین مبارک کا نقشہ اور اس کے فضائل و مناقب کا ذکر کیا تھا۔ لیکن کافی عرصہ بعد جب انہیں اس کے مفاسد کی طرف توجہ دلائی گئی تو موصوف نے یوں وضاحت فرمائی کہ:

”اب الحمد للہ! دوسرے علماء کی تحریر سے بھی میرے مقصود کی تائید ہو گئی، پس کسی کو غلطی کی گنجائش نہیں رہی اور اس مفصل و مکمل تحقیق کے بعد احقر کی تحریرات میں باہم بھی اور دوسرے حضرات اہل تحقیق کی تحریر سے تعارض کا شبہ ہو تو اس کے لئے میں اعلان کر رہا ہوں کہ دوسرے حضرات کی تحقیق پر عمل کیا جائے، اور میری تحریر کو ”مرجوع بلکہ مجرد و ممنوع عنہ بلکہ مرجوع عنہ“ سمجھا جاوے فقط ۲۱۔ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ“ (امداد الفتاویٰ ص ۳۷۵ جلد ۲۔ مطبوعہ دارالعلوم کراچی)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے حضرت تھانویؒ کے اس رجوع سے عدم تحقیق کی بناء پر حضرت کا وہی سابقہ موقف اپنے ایک خطبے میں پیش کر دیا کہ:

”اس رسالے میں حضرت تھانویؒ نے ایک کام کی چیز اور ایک نعمت اور دے دی ہے وہ ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا نقشہ اس نقشے کے بارے میں ہزاروں کا تجربہ یہ ہے کہ سخت مصیبت، بیماری اور پریشانی کی حالت میں اگر نعلین مبارک کے اس نقشے کو اپنے سینے پر رکھ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے پریشانی اور مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں، اس لئے کوئی گھر اس رسالے سے خالی نہیں ہونا چاہئے“ (اصلاحی خطبات جلد ۶ ص ۹۵)

پھر جب حضرت عثمانی صاحب کو بتایا گیا کہ حضرت تھانویؒ نے اس سے رجوع فرمایا تھا تو موصوف اور مرتب ”اصلاحی خطبات“ مولانا عبد اللہ مومن صاحب دونوں نے یقین دہانی کرائی کہ ”صحیح والے نسخے میں اس کو قلم زد کر دیا ہے جدید طباعت میں اس کو نکال دیا جائے گا... دوسرے ایڈیشن میں اس کو حذف کر دیا جائے گا۔

لیکن یہ بات باعث تعجب ہے کہ موصوف واضح الفاظ میں رجوع نہیں کر سکے اور بعد والے ایڈیشن میں اس چیز کا سرے سے کوئی ذکر نہیں کیا گیا البتہ متعلقہ مقام یعنی صفحہ نمبر ۹۵ پر اس ”عنوان“ کو حذف کر دیا گیا۔ لیکن یہ عنوان فہرست مضامین سے حذف نہ کیا جاسکا۔ چنانچہ ”درویش شریف ایک اہم عبادت“ کے تحت نمبر شمار ۲۳ کے ذیل میں سابقہ عنوان ہی قائم کیا گیا ہے: ”نعلین مبارک کا نقشہ اور اس کی فضیلت“ صفحہ نمبر ۹۵۔

مزید یہ ہوا کہ کتاب کے صفحہ ۲ پر تاریخ اشاعت اول فروری ۱۹۹۶ء والی لکھی گئی۔ یہ بات یقیناً باعث حیرت ہے کہ ۱۹۹۶ء میں اس عبارت کو نکالنے کا وعدہ کیا گیا اور حسب وعدہ ”مرجوع عنہ“ عبارت نکال دی گئی لیکن فہرست مضامین میں اسے جوں کا توں برقرار رکھا گیا اور اس طباعت کی تاریخ بھی ”اشاعت اول“ والی ہی ظاہر کی گئی ابہر حال نئی عبارت یہ ہے:

”اس لئے صرف وہ درود پڑھنے چاہئیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، دوسرے درود نہیں پڑھنے چاہئیں لہذا حضرت تھانویؒ کی کتاب ”زاد السعید“ ہر شخص کو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط
 اپنے گھر میں رکھنا چاہئے اور اس میں بیان کئے ہوئے درود شریف پڑھنے چاہئیں۔
 (اصلاحی خطبات ص ۹۵۔ شاعت اول فروری ۱۹۹۶ء)
 البتہ ایک دوسرے ”فتویٰ“ سے واضح الفاظ میں ”رجوع“ کیا گیا ہے جسے عفت روزہ
 ”ضرب مومن“ نے بڑے اہتمام سے شائع بھی کیا ہے۔

”کر نسی نوٹوں کے بارے میں ایک سابق فتویٰ سے رجوع“
 مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ۔
 اس ”رجوع نامے“ پر ”ضرب مومن“ نے اپنی طرف سے حسب ذیل ”تمہیدی
 نوٹ“ بھی دیا ہے:

”علم و تحقیق کی دنیا میں دیانت و امانت کا جو مظاہرہ ہمارے اکابر نے کیا ہے اس کی
 مثال دنیا میں کم ہی پائی جاتی ہے۔ ہمارے اسلاف کی یہ شان رہی ہے کہ انہیں اپنے کسی
 فتویٰ یا علمی تحقیق پر نظر ثانی کی طرف توجہ دلائی گئی اور انہیں غور و فکر کے بعد اس سے رجوع
 کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے برملا اس کا اعلان کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں
 کی۔ یہ ان کے اخلاص کامل اور للہیت کی روشن دلیل ہے۔
 شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کا شمار اس دور کی نابغہ
 روزگار علمی ہستیوں میں ہوتا ہے۔ زیر نظر مضمون میں انہوں نے اپنے شاگردوں جیسے ایک
 نوجوان فاضل کے توجہ دلانے پر اپنی ایک تحقیق سے رجوع کا اعلان اور اپنی دو کتابوں میں
 ترمیم کی ہے جو ان کی بلند پایہ علیت کے ساتھ ان کے اخلاص و تقویٰ کامل کی علامت ہے۔
 ”ضرب مومن“ ان کی بھیجی گئی اس تحریر کو ان کے انتہائی تشکر اور اپنے لئے اعزاز و افتخار کے
 احساس کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔“

کاش! اس ”رجوع“ پر ”نوٹ“ لگانے والے بزرگ ”شاگردوں جیسے نوجوان فاضل“
 کا ذکر کرنے سے پہلے حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کی بھیجی گئی تحریر سے ان کے استاد محترم کا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ذکر بھی کر دیتے۔ چنانچہ موصوف خود اسی تحریر کے بالکل آغاز میں فرماتے ہیں کہ:

”احقر کے استاذ و محترم حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے ازراہ شفقت اس مضمون کا مطالعہ فرمانے کے بعد ایک مرتبہ احقر سے زبانی طور پر اس مضمون کے بارے میں کچھ اشکالات ذکر فرمائے تھے جو اس وقت کی سرسری گفتگو میں مجھ پر پوری طرح واضح نہ ہو سکے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت مدظلہم نے اس کے بارے میں کوئی تحریر بھی مرتب فرمائی ہے جو حضرت والا کے مجموعہ فتاویٰ ”احسن الفتاویٰ“ میں شائع ہو چکی ہے۔ احقر کی اپنی کوتاہی، مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے اس تحریر سے عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ اب کچھ روز پہلے مولانا محمد عامر صاحب کے توجہ دلانے پر مجھے یہ تحریر اطمینان سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے نتیجے میں مجھے ایک مسئلہ میں اپنی سابق رائے سے رجوع کا اعلان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اس غرض سے یہ تحریر شائع کی جا رہی ہے۔“ (فت روزہ ضرب مومن: 13، 19، 1425ھ/ 5، 11، 12 مارچ 2004ء)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا ایک اور ”رجوع“ بھی ملاحظہ فرمائیں:

1960ء کی دہائی میں مولانا مودودی صاحب کو یہ ”شرف“ حاصل ہوا کہ انہوں نے اپنے ایک طویل مضمون ”خلافت راشدہ سے ملوکیت تک“ میں حضرت عثمان، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عمرو بن عاص، حضرت ابوسفیان، حضرت معاویہ اور حضرت مروان رضی اللہ عنہم کی خوب توہین و تنقیص کی۔ ان مضامین کو پہلی بار اکتوبر 1966ء میں کتابی صورت دی گئی جو ”خلافت و ملوکیت“ کے نام سے لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کے خلاف علماء کرام نے اپنے شدید رد عمل کا اظہار کیا۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب پہلے ”البلاغ“ میں اس کتاب کا جواب لکھتے رہے جسے بعد میں ”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق“ کے نام سے 1971ء میں کتابی صورت میں شائع کیا۔ (راقم الحروف کے پاس اس کا جوائنڈیشن ہے اس پر تاریخ طباعت جمادی الثانیہ 1401ھ/ اپریل 1981ء درج ہے) جس کا جواب الجواب وفاق شرعی عدالت کے سابق جج اور جماعت اسلامی کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ترجمان جناب ملک غلام علی صاحب نے ماہنامہ ترجمان القرآن میں ”خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ“ کے نام سے دیا۔ جو کتابی صورت میں پہلی مرتبہ اکتوبر 1972ء میں شائع ہوئی۔ راقم الحروف کے پاس اس کتاب کا پانچواں ایڈیشن (نومبر 1984ء) ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے خلاف مودودی صاحب کی ”متنبدل“ اس روایت (کہ ”مروان کے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی جب کہ مروان ابھی تک اس کی صلب میں تھا۔“ خلافت و ملوکیت ص 151) کو پہلے ”ابلاغ“ (ذی الحجہ 1390ھ / فروری 1971ء) میں مشکوک و مشتبہ قرار دیا لیکن بعد میں ملک غلام علی صاحب کے دلائل سے متاثر ہو کر اس ”دعویٰ“ سے رجوع کر لیا۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں کہ:

”یہاں ایک بات کا اعتراف کرنا میں دینا ضروری سمجھتا ہوں اگرچہ وہ براہ راست موضوع سے متعلق نہیں اور وہ یہ کہ میں نے مروان بن حکم کی مذکورہ روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے ضمنیاً یہ بھی لکھا تھا کہ اس روایت کے آخری الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ ”لعن اللہ الحکم و ما ولد“ بہت مشکوک اور مشتبہ ہیں۔ مجھے اس وقت تک اس حدیث کی تحقیق نہیں تھی۔ ملک غلام علی صاحب کے قیاس دلانے پر میں نے مستدرک حاکم کی طرف رجوع کیا۔ ملک صاحب کے دیے ہوئے حوالے کے مطابق اس کے صفحہ ۴۸۱ جلد ۲ پر مجھے یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ مل گئی جس کی امام ذہبی نے بھی توثیق کی ہے۔“

(حضرت معاویہؓ اور تابعین حقائق ص ۱۴۵-۱۴۶۔ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی جمادی الثانیہ ۱۴۰۱ھ / اپریل ۱۹۸۱ء)

اس طرح موصوف نے حضرت مروان رضی اللہ عنہ کے خلاف امام حاکم کی اس موضوع روایت کو امام ذہبی کی توثیق کے ساتھ صحیح تسلیم کرتے ہوئے دینا اپنے سابقہ قول سے رجوع کر لیا۔ فیہ اسفا!

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس ”رجوع“ پر بھی زیادہ سے زیادہ چارہا تک ہی قائم رہ سکے پھر اس ”رجوع“ سے بھی ”رجوع“ کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

”احقر نے ذی الحجہ (1390ھ) کے ابلاغ میں لکھ دیا تھا کہ ملک صاحب کے دیے ہوئے حوالے کے مطابق مستدرک صفحہ 481 جلد 4 پر مجھے یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ مل گئی جس کی حافظ ذہبی نے بھی توثیق کی ہے۔ اب ربیع الثانی (1391ھ) کے بینات میں حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹوکی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے میری اس عبارت پر گرفت کر کے حدیث کی مکمل تحقیق درج فرمائی ہے۔ اب میں مولانا مفتی ولی حسن صاحب مدظلہم کی تحقیق پر مطمئن ہوں اور اس تنبیہ پر ان کا شکریہ گزار۔ مجھے مدیر بینات (مولانا محمد ادریس میرٹھی) کے ان الفاظ سے بھی پورا اتفاق ہے کہ ہمارے بزرگوں کا ذوق یہی ہے کہ مردان کو نہ صحابہ کرام کے مخصوص لقب رضی اللہ عنہ سے جا بھلایا کرتے ہیں نہ اس پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔“ (ماہنامہ ابلاغ۔ جمادی الاولیٰ 1391ھ / جولائی 1971ء بحوالہ خلافت و ملوکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص 483)

موصوف کے اس ”رجوع عن الرجوع“ پر تبصرہ کرتے ہوئے ملک غلام علی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اب ابلاغ کی یہ مراجعت کیا اس امر کا واضح ثبوت نہیں ہے کہ یہ لوگ اپنے گروہ کی حد تک ”من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو“ کی روش پر کاربند ہیں۔ صحیح بات سے ہلنا اور غلط بات پر ڈنکان کے لیے بالکل سہل ہے جسے یہ اپنے حلقے کا آدمی سمجھتے ہیں وہ اگر نہایت کمزور اور وہابی بات کہہ دے تب بھی اسے لپک کر لیں گے اور جوان کی یونین کا ممبر نہ ہو اس کے معاملے میں ان کی ”فراخ دلی“ غوراً ان کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ ان حضرات سے میری یہ گزارش ہے کہ ”جمہور اہل سنت کے مسلک“ اور ”آپ کے اکابر کے ذوق“ کی تحقیق کے تقاضے محض ستائش باہمی سے پورے نہیں ہو سکتے۔ نہ علمی بحثوں میں بودا اور غیر محکم استدلال محض اس طرح کی پھبتیوں سے مؤثر اور جاندار ہو سکتا ہے۔“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

دلیل سے بات مایسے اور منوائے، محض طعن و تشنیع اور ہمز و لمز سے کام نکالنے کی سعی نہ کام نہ فرمائیے۔“ (خلافت و ملکیت پر اعتراضات کا تجزیہ ص 483-484 طبع مجم۔ نومبر 1984ء)

حضرت عثمانی صاحب پر ملک صاحب کی اس ”نصیحت“ کا بھی خاطر خواہ اثر ہوا اس لیے انہوں نے مفتی ولی حسن صاحب کو تو البلاغ جمادی الاولیٰ 1391ھ / جولائی 1971ء میں یہ اعلان کر کے مطمئن کر دیا کہ ”میں ان کی تحقیق پر مطمئن ہوں اور اس تنبیہ پر ان کا شکر گزار“ کہ حدیث ”لعن اللہ الحکم و ماولد“ صحیح نہیں ہے۔

اور ملک غلام علی صاحب کو یوں مطمئن کر دیا کہ آپ کی ”مستدل“ حدیث صحیح ہے جس کی توثیق امام ذہبی جیسی شخصیت کر چکی ہے اس لیے میں نے اپنے سابقہ الفاظ (کہ ”لعن اللہ الحکم و ماولد“) ”مشکوک اور مشتبہ“ ہیں سے تو پہلے ہی رجوع کر کے البلاغ ذی الحجہ 1390ھ / فروری 1971ء میں دیا تھا اس کا باقاعدہ اعلان کر دیا تھا۔

بعد میں جب مفتی ولی حسن صاحب نے اس ”رجوع“ پر میری گرفت فرمائی (ملاحظہ ہو پینات ربیع الثانی 1391ھ / جون 1971ء) تو ”ادباً“ میں نے ان کی تحقیق کے ساتھ بھی اتفاق کا اعلان البلاغ جمادی الاولیٰ 1391ھ / جون 1971ء میں کر دیا؛ لیکن وہ صرف البلاغ کے اسی شمارے تک محدود رہے گا اور اپنے سابقہ رجوع کو ہی کتاب کا حصہ بنادیا جائے گا جس سے حدیث ”لعن اللہ الحکم و ماولد“ کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے (العیاذ باللہ)

چنانچہ حضرت موصوف نے بعد میں ملک غلام علی صاحب کی تائید میں اپنے سابقہ موقف سے رجوع کو ہی حضرت معاذیہ گورتا ریختی حقائق کا حصہ بنایا۔

اگر راقم الحروف کا یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط ہے تو حضرت عثمانی صاحب خود ہی اس بات کی وضاحت فرمادیں کہ:

جب ان دونوں حضرات نے البلاغ اور ترجمان القرآن کے سلسلہ مضامین کو (قلمی بحث کے اختتام پذیر ہونے کے بعد) کتابی صورت میں شائع کیا تو جس طرح ملک غلام علی صاحب نے اس سلسلہ میں ترجمان القرآن کے تمام مندرجات کو (مع اضافات) اپنی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

کتاب کا حصہ بنایا تو موصوف نے مفتی ولی حسن صاحب کی تحقیق کے ساتھ اتفاق کے اعلان (البلاغ جمادی الاولیٰ 1391ھ / جولائی 1971ء) کو اپنی مایہ ناز کتاب ”حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق“ کا حصہ کیوں نہیں بنایا؟

نیز اس کتاب کو خلافت و ملوکیت کے جواب میں البلاغ کی آخری قسط (ذی الحجہ 1390ھ) تک ہی کیوں محدود رکھا؟ جب کہ موصوف کی کتاب بھی مفتی ولی حسن صاحب کی تحقیق کے ساتھ ”اتفاق“ کے اعلان (البلاغ جمادی الاولیٰ 1391ھ) کے بعد شائع ہوئی تھی اور اب تک اس کے متعدد ایڈیشن بھی شائع ہو چکے ہیں۔

کیا یہ قابل افسوس بات نہیں ہے کہ حضرت عثمانی صاحب کی کتاب میں حدیث ”لعن اللہ الحکم وما ولد“ کے بارے میں ملک غلام علی صاحب کے ساتھ ”اتفاق“ کا ”دیباچہ“ اعلان تو موجود ہے لیکن پوری کتاب میں مفتی ولی حسن صاحب کی تحقیق کے ساتھ اتفاق کا کہیں اشارہ و کنایہ بھی ذکر نہیں ملتا؟

کیا کتاب ”حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق“ کے قارئین اس سے یہ نتیجہ اخذ کریں گے کہ موصوف نے اس ”رجوع“ پر اب بھی قائم ہیں کہ؟ ”یہاں ایک بات کا اعتراف کرنا میں دیباچہ ضروری سمجھتا ہوں اگرچہ وہ براہ راست موضوع سے متعلق نہیں اور وہ یہ کہ میں نے مروان بن حکم کی مذکورہ روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے ضمنیاً بھی لکھا تھا کہ اس روایت کے آخری الفاظ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ ”لعن اللہ الحکم وما ولد“ بہت مشکوک اور مشتبہ ہیں۔

مجھے اس وقت تک اس حدیث کی تحقیق نہیں تھی۔ ملک غلام علی صاحب کے توجہ دلانے پر میں نے مستدرک حاکم کی طرف رجوع کیا۔ ملک صاحب کے دیے ہوئے حوالے کے مطابق اس کے صفحہ 481 جلد 2 (4) پر مجھے یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ مل گئی جس کی امام ذہبیؒ نے بھی توثیق کی ہے۔“ (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص 175-176 طبع اپریل 1981ء)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حضرت عثمانی صاحب کے اس ”رجوع“ اور حدیث ”لعن اللہ الحکم وما ولد“ کی صحیح و توثیق کے بعد ان کے متعدد دقارمین حضرت حکام رضی اللہ عنہ اور حضرت مردان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یقیناً بدظنی اور ضلالت کا شکار ہوں گے۔

حضرت مفتی صاحب!

(۲۷۲) معلوم نہیں کہ ”روزنامہ اسلام“ میں منافی عصمت و منی بر توہین روایات کی اشاعت کو 15 ماہ کا عرصہ گزر جانے کے بعد ”ادارہ“ کو مذکورہ روایات اور طعن و تشنیع، کذب بیانی، فریب دہی اور افتراء پردازی پر مبنی مضامین سے ”رجوع“ کرنے اور ہفت روزہ ضرب مومن اور روزنامہ اسلام میں اس طرح کا ”تمہیدی نوٹ“ لگانے کی توفیق کب نصیب ہوتی ہے؟

تلك عشرة كاملة

معاصر دینی جرائد کی اور یا مقبول جان کے کالم کی تائید

حضرت مفتی صاحب!

(۲۷۳) یہ بات بھی بعید از فہم ہے کہ محترم اور یا مقبول جان صاحب کے مضمون بعنوان ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ کی اشاعت کے صرف ایک دن بعد اتنی عجلت میں اور یا مقبول جان صاحب اور زیر تبصرہ کتاب ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ کے ساتھ عناد اور غیظ و غضب کا مظاہرہ کرتے ہوئے ”روزنامہ اسلام“ نے تین قسطوں میں اس مضمون کا جواب دینا کیوں ”فرض عین“ سمجھا؟

حضرت مفتی صاحب!

اس مضمون کی ”علمی و اسلامی“ حیثیت تو میں نہایت ہی تفصیل کے ساتھ واضح کر چکا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ہوں یہاں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر جناب اوریا صاحب کے کالم میں فی الواقع کوئی ”خلاف شرع“ بات ہوتی (جس کے ”ازالہ“ کی ضرورت صرف روزنامہ اسلام کو محسوس ہوئی) تو ملک کے دینی جرائد اوریا مقبول جان صاحب کے کالم کی تائید و تصدیق کرتے ہوئے اسے اپنے رسائل و جرائد میں (بالخصوص اس کالم کے خلاف روزنامہ اسلام میں مسلسل تین دن کی ”یلاخارہ جارحیت“ کے بعد) کیوں شائع کرتے؟ حالانکہ ان رسائل کو ”تحفظ موس رسالت و صحابہ“ کے محاذ پر مالی و جانی خدمات بجالانے کی وجہ سے جو مقام حاصل ہے وہ روزنامہ اسلام اگر آئندہ پوری احتیاط اور پورے اخلاص کے ساتھ بھی کام کرے تو سو سال بعد بھی اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

خانوادہ امیر شریعت کی دینی و ملی خدمات سے برصغیر کا ہر تعلیم یافتہ اور ہر مسلک سے وابستہ فرد بخوبی آگاہ ہے۔ ماہنامہ نقیب ختم نبوت نے روزنامہ اسلام میں (16 تا 18 اکتوبر 2016) زیر تبصرہ کتاب اوریا محترم اوریا مقبول جان صاحب پر کی گئی ”یلاخارہ“ کے بعد اپنے نمبر کے شمارے میں جناب اوریا مقبول جان صاحب کا کالم ”من و عن“ شائع کر دیا۔ ملاحظہ ہو: ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان ص 12 تا 14۔ نومبر 2016ء)

جناب اوریا مقبول جان صاحب نے تو ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ کے عنوان سے کالم لکھا تھا مگر ”نقیب ختم نبوت“ نے فہرست عنوانات میں ہی پورا نام دے دیا کہ: ”ایک عظیم تحقیقی کتاب: ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ اوریا مقبول جان۔ (حوالہ مذکور ص 1) ”ماہنامہ الاحرار“ کو تو جناب اوریا صاحب پر ”اتنا اعتماد ہے کہ“ وہ ایک عرصہ سے منتخب کالم ”مخبر راز“ کے تحت اپنے شمارے میں ان کے کالم باقاعدگی سے شائع کر رہا ہے۔ ان میں وہ کالم بھی شامل ہے جو اوریا صاحب نے روزنامہ ایکسپریس میں ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ماہنامہ الاحرار ص 42 تا 44۔ نومبر 2016ء۔ کالم کے شروع میں ”الاحرار“ کا یہ نوٹ ملاحظہ فرمائیں:

”اوریا مقبول جان صاحب پاکستان کی بیوروکریسی اور صحافت کا ایک معروف نام

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ہیں۔ موصوف کی فکر انگیز تحریریں مختلف اخبارات و جرائد میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل وہ ایک بڑے اخبار سے منسلک ہیں اور کالم تحریر کرتے ہیں۔ قارئین الاحرار کی خدمت میں اوریا مقبول جان کے چند منتخب کالم پیش کئے جا رہے ہیں۔“ (ادارہ)

اس پر مستزاد یہ کہ ماہنامہ الاحرار نے ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ کے آغاز ہی میں ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟“ کے مضمون کی خوبصورت تصویر بھی شائع کر دی۔ (حوالہ مذکور ص ۴۲)

ماہنامہ شمس الاسلام نے ”تو کمال ہی کر دیا کہ“ اس نے جناب اوریا صاحب کے کالم ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ سے پہلے ”ادارہ“ کی طرف سے حسب ذیل تمہیدی نوٹ تحریر کیا کہ:

”مسلمانوں کی تاریخ تعصب، عناد، فرقہ واریت اور ذاتی انا کا مجموعہ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے چہرہ کو مسخ کرنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے۔ آج کی تمام فرقہ واریت اسی تاریخ کا نتیجہ ہے۔ روایات نے بھی اس میں اپنا حصہ ڈال کر معاملہ الجھایا۔

جناب اوریا مقبول جان صاحب بڑی جرأت سے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرتے ہیں۔ دین پسند حضرات ان کے کالموں کو شوق سے پڑھتے اور داد تحسین دیتے ہیں۔ ان کا ایک کالم روزنامہ ایکسپریس میں ”ہمارے افسانہ ساز مؤرخین“ شائع ہوا۔ حسب دستور، ”روایات و نظریات“ کے پابند حضرات نے رد عمل کا اظہار کیا۔

معروف محقق عالم دین جناب علامہ قاضی محمد طاہر علی الہاشمی صاحب مدظلہ کی اس موضوع پر ایک عظیم تحقیقی کتاب ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟“ حال ہی میں منظر عام پر آئی۔ ان شاء اللہ اس کا تعارف و تبصرہ اگلی اشاعت میں ہدیہ قارئین شمس الاسلام ہوگا۔

ہم جناب اوریا مقبول جان صاحب کی اس کاوش کو مسلمانوں کے روشن چہرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اب بے بنیاد باتوں کی تردید کی جانی چاہئے۔ شخصیات اور اکابر کے نام پر فروغ جہالت کو بند کیا جانا چاہئے۔ (ادارہ)

ماہنامہ شمس الاسلام نے ”اس نوٹ“ کے بعد جناب اوریا صاحب کا مکمل کالم ”من و عن“ شائع کر دیا۔ ملاحظہ ہو: ماہنامہ شمس الاسلام ص 32 تا 36۔ اکتوبر، نومبر 2016ء۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

یہ ملحوظ رہے کہ ”بگوی“ خاندان گذشتہ تقریباً چار سو سال (1160ھ) سے دینی خدمات انجام دیتا چلا آ رہا ہے جبکہ ماہنامہ شمس الاسلام 1925ء یعنی 91 سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔

علاوہ ازیں ملک بھر سے عصری جامعات سمیت علماء، وکلاء، ڈاکٹرز، صحافی حضرات اور ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے متعدد حضرات نے کتاب کے مطالعہ کے بعد اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور باقاعدہ اپنے تاثرات سے بندہ کو آگاہ کیا۔

امام طبری کی منقولہ منافی عصمت روایات میں خاکوں کی نسبت

کیا کم توہین پائی جاتی ہے؟

حضرت مفتی صاحب!

اس موقع پر روزنامہ اسلام ہی میں 2006 میں ”ہتم“ کے عنوان سے شائع ہونے والے ایک مضمون کا ایک ”مقتباس“ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کو جی چاہتا ہے اگر آپ بھی قسم اٹھانے والوں میں شامل ہیں تو پھر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ آپ اپنے مخصوص ساتھیوں سمیت ”ہتم“ توڑ کر باقاعدہ ”جائنت“ ہو چکے ہیں۔ اس کا ”کفارہ“ بھی خود آپ نے ہی ادا کرنا ہے۔ ہم اگرچہ کمزور ہیں ”تلوار“ سے کام نہیں لے سکتے لیکن ہم نے بھی سلطان ایوبؑ (جب اس نے ”ریجی مالڈ“ کو شان رسالت میں گستاخی کا ارتکاب پر کیفر کردار تک پہنچانے کی ”ہتم“ اٹھائی تھی) کی پیروی میں ”ہتم“ اٹھا رکھی ہے جس کسی نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی شان میں تحریر کیا تقریراً ”ہرزہ سرائی“ کی یا اس کے وکیل صفائی کا کردار ادا کیا تو اس کا اسی محاذ پر تعاقب جاری رکھیں گے اور اس کے لئے ہمارے ”قلم“ کی دھار ان شاء اللہ تلوار سے زیادہ تیز ثابت ہوگی۔“

امام طبری کی منقولہ ”منافی عصمت... روایات“ اور ”گستاخانہ خاکوں“ کے مابین موازنہ

حضرت مفتی صاحب!

اب روزنامہ اسلام کا وہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں تاکہ آپ اپنی ”قسم“ کا ”کفارہ“ دینے کا کچھ ”عزم“ ہی کر لیں:

”آج نہ معلوم کیوں تاریخ اسلام کا یہ واقعہ خود بخود نوک قلم پر آگیا۔ جی چاہتا ہے کہ آج پھوٹ پھوٹ کر روؤں کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر بیا نگ دہل تو ہیں ہوری ہے، شان اقدس میں وہ وہ گستاخیاں ہوری ہیں جو ابو جہل اور ابولہب بھی نہ کر سکتے۔ مگر ہم! ہم سوائے چیخنے چلانے کے کچھ نہیں کر پا رہے۔ کاش! کاش! ہم کچھ کر سکتے۔ کاش! ہمارے حکمرانوں میں کوئی ایک تو صلاح الدین ایوبی ہوتا جو ان گستاخیوں کا بدلہ لینے کی قسم کھا لیتا... وہ قسم پوری کر پاتا یا نہیں۔ مگر ہمیں تو کچھ اطمینان ہو جاتا۔ ہم اپنے آپ سے اتنے شرمندہ اور شرم سار تو نہ ہوتے۔“

اب یہ یہ سوچ کر گنبد خضراء کا تصور کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی کہ کالی کالی والے کے دشمن ہماری غیرت پر تازیانے برسا رہے ہیں اور ہم افغانستان، لٹا، عراق تباہ ہوا، زلزلے نے ہمیں برباد کیا، کتنی آزمائشیں آئیں مگر زندگی سے ایسی شرمندگی کبھی نہ ہوئی تھی جو اب ہوری ہے۔ ایسی زندگی سے تو موت بدرجہا بہتر معلوم ہوتی ہے جس میں ہمیں آئے روز اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں کے مناظر دیکھنا پڑ رہے ہوں۔ عالم اسلام کے رہنماؤ! تم بیانات سے آگے بڑھ کر کچھ کر کے کب دکھاؤ گے؟ (روزنامہ اسلام۔ 9 فروری 2006ء تحت ”قسم“)

حضرت مفتی صاحب!

2006ء میں تحریر کردہ مذکورہ کالم پڑھنے کے بعد میں ورطہ حیرت میں ڈوب گیا ہوں کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف اہانت آمیز ”خاکوں“ پر اس قدر شرمندہ و شرم سار ہو کہ وہ گنبد خضریٰ کا تصور کرنے کی بھی ہمت نہ رکھتا ہو اور اس زندگی سے موت کو بہتر سمجھتا ہو، کیا وہ اس حد تک بھی ”بے حمیت و بے حس“ ہو سکتا ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سمیت دیگر انبیائے عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں ”خاکوں“ سے بھی بدرجہا زیادہ درجنوں روایات میں صریح توہین اور گستاخیوں کے مناظر دیکھ کر الٹا ان کذاب راویوں کے دفاع میں خم ٹھونک کر میدان عمل میں ”کود“ پڑے اور روزنامہ اسلام کا پورا ”مدارہ“ خاموش تماشا شائی کا کردار ادا کرے۔ اس حد تک تو ”خاکوں“ کے خالقین کے دفاع میں یورپی ممالک کے سربراہ بھی نہیں گئے۔ فی اللعجب

قانون توہین رسالت کو ”کالا“ کہنا بڑا جرم ہے یا امام طبری کی

منقولہ منافی عصمت روایات کا دفاع؟

(۲۷۴)	کیا یہ ”خاکوں“ کو انسانوں کے بنائے ہوئے توہین رسالت کے ”قانون“ کو ”کالا“ کہنے سے کم توہین ہے؟
-------	---

کورس مسلمان تاثیر کو اسی ”جرم“ کے ارتکاب پر قتل کی سزا دی گئی۔ حالانکہ اس نے ”مبراہ راست“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کی تھی۔ کاش کہ اس وقت بھی ”احتیاط لازم ہے“ کی طرح یہ لکھ دیا جاتا کہ: ”کسی کے قول و فعل پر کفر کا فتویٰ لگانا فقہاء اور مفتیان ہی کو زیب دیتا ہے... پھر اگر معاملہ کفر کی اس خاص قسم کا ہو جسے توہین رسالت کہا جاتا ہے تو ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے... ورنہ احتیاط لازم ہے۔ ایسا نہ ہو ہم اپنے جذبہ باقی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
 پن یا کم علمی کی وجہ سے کسی کی بات کو غلط پیرائے میں لے کر اسے توہین رسالت سے تعبیر
 کر دیں، (روزنامہ اسلام 11 اگست 2015ء)

حضرت مفتی صاحب!

اب آپ توہین رسالت کے قانون کو فقط ”کالا“ کہنے اور انبیائے عظام علیہم السلام
 اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے خلاف امام طبری کی منقولہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین
 روایات میں موازنہ کر لیں:

امام طبری نے آیت: ”يَجْعَلُ لَهُ شُرَكَاءَ...“ کا مصداق حضرت آدم اور حضرت حوا کو قرار
 دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے شیطان کے حکم پر اپنے بیٹے کا نام شیطان کے نام پر عبدالحارث رکھا
 تھا اور اس طرح وہ دونوں ”یعنی آدم و حوا“ شرک فی الطاعت کے مرتکب ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے دل میں شیطان نے شک ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے
 اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ: ”رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُنْخِى الْمَوْتٰى“ یعنی احیاء موقی کے بارے میں
 شیطان نے قدرت الہی کے متعلق شک ڈالا تھا۔ ”لَقِيَ الشَّيْطَانُ فِيْ نَفْسِهٖ“
 امام طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی شدید ترین توہین پر مبنی روایات نقل کی ہیں
 جن میں بتایا گیا ہے کہ:

زہرہ عزیز حضرت یوسفؑ کے سامنے چٹ لیٹ گئی اور یوسفؑ نے اس کے اور اپنے کپڑے اتار
 دیئے اور عورت کے اس مقام یعنی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گئے جہاں ایک مرد اپنی بیوی سے
 جماع کرتے وقت بیٹھتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے پڑوس میں اپنے ایک سپاہی کی خوبصورت بیوی کو غسل
 کرتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کو بھاگتی پھر اس کے خادمہ کو قتل کرانے کی نیت سے بار بار دشمن
 کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے محاذ پر بھیجا یہاں تک کہ وہ تیسری مرتبہ قتل ہو گیا تب اس کی
 بیوہ سے خود شادی کر لی۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

شیطان نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی حاصل کر کے ان کو ایوان اقتدار سے بے دخل کر دیا اور سلیمان کی شکل اختیار کر کے 40 دن تک امور سلطنت انجام دیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کی مدد سے بیوی کو دیکھا تو ان کی خوبصورتی آپ کے دل میں واقع ہو گئی جس کے نتیجے میں حضرت زیدؓ کے دل میں اپنی بیوی کی کراہت آ گئی اور آپؐ ظاہری طور پر تو حضرت زیدؓ کو سیدہ زینبؓ کو طلاق دینے سے روک رہے تھے لیکن آپؐ دل میں یہ خواہش لئے ہوئے تھے کہ وہ طلاق دے دیں تاکہ میں اس کے ساتھ نکاح کر لوں۔

شیطان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شرکیہ کلمات جاری کر دیئے جنہیں آپؐ کی زبان مبارک سے سن کر مشرکین بہت خوش ہوئے کہ آپؐ نے بطور قرآن ہمارے معبودوں کا تعریفی الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ بعد میں یہی شرکیہ کلمات آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی سنائے تو انہوں نے کہا:

”اے محمدؐ! آپؐ نے یہ کیا کیا؟ آپؐ نے وہ الفاظ لوگوں کے سامنے پڑھے جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کے پاس نہیں لایا تھا۔ یہ سن کہ آپؐ بہت سخت رنجیدہ اور غمگین ہوئے اور فرمایا کہ میں نے یہ شرکیہ کلمات پڑھ کر اللہ پر جھوٹ باندھا ہے اور وہ کلمات پڑھ دیئے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نہیں کئے تھے۔ تفسیر طبری کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں کہ:

”الْقَىٰ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ كَلِمَتَيْنِ، فَلَمَّا أَمْسَىٰ أَتَاهُ جِبْرِيلُ، فَعَرَضَ عَلَيْهِ السُّورَةَ، فَلَمَّا بَلَغَ الْكَلِمَتَيْنِ اللَّتَيْنِ أَلْقَىٰ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ، فَقَالَ: مَا جِئْتُكَ بِهَاتَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَرَيْتَ عَلَى اللَّهِ وَقُلْتَ عَلَى اللَّهِ مَا لَمْ يَقُلْ...”

امام طبری نے قصہ غرائق سے متعلق منقولہ تمام روایات کے ذریعے یہ بات ثابت کی ہے کہ: شیطان نے بتوں کی تعریف پر مبنی کلمات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری کرا دیئے تھے:

”الْقَىٰ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ كَلِمَتَيْنِ، أَلْقَى الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِهِ، فَأَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أَمْنِيَّتِهِ، فَأَجْرَى الشَّيْطَانُ عَلَى لِسَانِهِ، فَأَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي تِلَاوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اللہ علیہ وسلم: تلك الغرانيق العلى... إذا حدث ألقى الشيطان في حديثه“
اس کے بعد طبری کی روایات کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے القاء کردہ شرکیہ
کلمات باقاعدہ اپنی زبان سے ابھی فرمائے اور جبریل کے سامنے بھی دہرائے۔ ”فكلم بها،
فجعل يطلوها فقرأها النبي صلى الله عليه وسلم بذلك، فعرض عليه (أى على جبريل).
امام طبری نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مبنی روایات، آپ پر شیطان کا
تسلط، آپ کے کلام میں شیطان کے کلام کی آمیزش وغیرہ نقل ہی نہیں کی بلکہ انہیں صحیح بھی
تسلیم کیا۔ کیا کوئی مومن بالقرآن طبری کی منقولہ صریح توہین آمیز روایات کی کوئی تاویل
کر سکتا ہے؟ یا انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی صحیح تسلیم کر سکتا ہے؟

امام طبری نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد بن
عبادہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ابوسفیان، حضرت عباس بن
عبدالمطلب اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی توہین، تنقیص اور تحقیر (اصل عبارات وحوالہ
جات میری کتاب ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ میں متعلقہ مقامات پر ملاحظہ
فرمائیں) کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جابجا لعن طعن اور ان کی تکفیر سے متعلق
روایات بھی نقل کی ہیں۔

فقال سمرة: لعن الله معاوية، وتوفى جعفر في وسط خلافة معاوية لعنه
الله، وتوفى توفى بالمدينة في خلافة يزيد بن معاوية لعنهما الله، ان معاوية بن
ابى سفيان ضالّ مضلّ، اذا رأيت معاوية على منبري فاقتلوه، و ممّا استحق به
اللعنة من الله ورسوله، ان معاوية في تابوت من تار في أسفل درك منها
والعنوا من لعنه الله ورسوله وقارقوا من لا تبالون القرية من الله ورسوله ألا بمفارقة،
اللهم العن أبا سفيان بن حرب ومعاوية ابنه، اللهم العن أئمة الكفر وقادة الضلالة وأعداء
الدين ومجاهدي الرسول ومغري الأحكام ومبدلي الكتاب وسفاكي الدم الحرام،
اللهم إنا نتبرأ اليك من موالاة أعدائك ومن الاغماض لأهل معصيتك كما

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

قلت: ”لا تجد قوماً يؤمنون بالله واليوم الآخر يولدون من حادّ الله ورسوله“۔

سمرة بن جندب نے کہا: اللہ معاویہ پر لعنت کرے، جعفر، معاویہ لعنہ اللہ کی خلافت کے درمیان میں فوت ہوئے، نوفل نے مدینہ میں یزید بن معاویہ (ان دونوں پر اللہ لعنت کرے) کی خلافت میں وفات پائی، معاویہ بن ابی سفیان یقیناً گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے، نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اس کو قتل کر دینا۔ آپؐ نے فرمایا معاویہ جہنم میں آگ کے صندوق میں ہے جو اس کے سب سے نیچے کے درجے میں ہے، جملہ ان امور کے جن کی وجہ سے معاویہ اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کا مستحق ہے۔ (کچھ اور امور بھی ہیں مثلاً قتل حجر بن عدی، ابن الحنفی، استیلاقی زیادہ اختلاف یزید وغیرہ...)۔

امام طبری کا حضرت معاویہؓ پر لعن طعن سے ابھی دل سیر نہیں ہوا اور معلوم نہیں کہ وہ کس ”حال“ میں یہ بد دعا نقل کر گئے کہ:

اور اس پر لعنت کرو جس پر اللہ و رسول نے لعنت کی، اس سے علیحدگی اختیار کرو جس سے علیحدگی کے بغیر تم اللہ کی قربت نہیں حاصل کر سکتے۔ اے اللہ لعنت کر ابو سفیان بن حرب اور اس کے بیٹے معاویہ پر... اے اللہ لعنت کر کفر کے اماموں، گمراہی کے پیشواؤں، دین کے دشمنوں، رسول سے لڑنے والوں، احکام میں تغیر کرنے والوں، کتاب کے بدلنے والوں اور محترم خون بہانے والوں پر۔ اے اللہ ہم تیرے دشمنوں کی دوستی سے، تیرے گناہ گاروں سے چشم پوشی کرنے سے تیرے سامنے اپنی بے زاری ظاہر کرتے ہیں جیسا کہ تو نے کہا ہے کہ: ”تو کسی جماعت کو جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں ایسا نہ پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۲۷۵)	امام طبری کی منقولہ مذکورہ بالا منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات پڑھنے کے بعد بھی کیا ”خواب غفلت“ سے بیدار ہونے کا وقت نہیں آیا؟
-------	---

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۲۷۶)	کیا روزنامہ اسلام کا موجودہ کردار (یعنی توہین آمیز روایات اور ان کے کذاب راویوں کا دفاع) 9 فروری 2006ء کو شائع ہونے والے کالم کے مندرجات کے بالکل برعکس نہیں ہے۔ کیا آج پھوٹ پھوٹ کر رونے کا وقت نہیں آیا؟
(۲۷۷)	کیا آپ کے ”ادارے“ میں سے کسی کے لئے صلاح الدین ایوبی کی طرح ”قسم“ اٹھانے کی ”جرات“ نہیں ہے؟
(۲۷۸)	کیا توہین آمیز روایات کا دفاع کرنے پر اب بھی زندگی سے کوئی شرمندگی اور شرم ساری محسوس نہیں ہوئی؟

آپ خود ہی انصاف فرمائیں کہ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر فی الواقع ایسی زندگی سے موت بدرجہا بہتر ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

(۲۷۹)	کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ”خاکے“ وغیرہ غیر مسلم کبھی کبھار بناتے ہیں تو دینی حمیت بیدار ہو جاتی ہے جبکہ مذکورہ بالا منافی عصمت اور تہیٰ بر توہین روایات کے راوی اور ناقل ہمارے ”امام“ ہیں؟
-------	--

چونکہ آپ جیسے ’اہل علم‘ اس کا مطلب جانتے ہیں اس لئے بار بار پڑھ کر بھی ”آپ“ کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی مگر ”ہمارے جیسا“ ایک دوسرے شیعہ کافر و جب ان موٹی موٹی علمی کتب کا از خود مطالعہ شروع کر دے اور اپنی فہم ناقص کو ہی حرف آخر تصور کر لے تو اسے تاریخ ہی نہیں حدیث اور تفسیر میں بھی جھٹکے لگ سکتے ہیں“ (روزنامہ اسلام 31 جولائی 2015)

سخت حیرت ہے کہ آپ کو ”خاکوں“ میں تو، توہین نظر آرہی ہے لیکن امام طبری کی منقولہ صریح منافی عصمت اور تہیٰ بر توہین روایات میں کوئی توہین نظر نہیں آرہی!

آخری گزارشات

حضرت مفتی صاحب!

زیر نظر ”کھلے خط“ میں میری معروضات کا مطالعہ غصے کے بجائے مکمل غور و فکر کے ساتھ اور غیر جانب دارانہ طور پر حسب ذیل آیت کی روشنی میں فرمائیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ
أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ... (النساء 135)

اے ایمان والو! ہو جاؤ مضبوطی سے قائم رہنے والے انصاف پر، کواہی دینے والے محض اللہ کے لئے۔ چاہے کواہی دینا پڑے تمہیں اپنے نفسوں کے خلاف یا اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف...

حضرت مفتی صاحب!

چونکہ آپ روزنامہ اسلام کے چیف ایڈیٹر ہیں اس لئے جذبہ نصیح و خیر خواہی کے تحت چند امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ حدیث نبوی: ”الاکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ...“ ”آگاہ ہو جاؤ کہ تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک تم میں سے اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے“ کی رو سے یہ اخبار سے وابستہ حضرات آپ کی ”رعیت“ ہیں اور آپ ان کے بارے میں ”مسئول“ ہیں۔ اسی لئے اس ”کھلے خط“ میں آپ کو ہی مخاطب کیا گیا ہے۔

اس خط میں جہاں کہیں بھی لب و لہجہ کی سختی یا نامناسب الفاظ محسوس ہوں تو ان کے متعلق گزارش یہ ہے کہ ان میں سے اکثر الفاظ روزنامہ اسلام کے مختلف کالموں سے ہی ”مستعار“ لئے گئے ہیں اور اگر بعض الفاظ زائد بھی پائے جائیں تو اس کی وجہ بھی محض ”نفس مسئلہ“ ہے۔ جب برملا ”شخصیات مقدسہ“ کی توہین ہو رہی ہو اور ان پر کذاب راویوں اور باقلوں کے دفاع کو ترجیح دی جا رہی ہو، علاوہ ازیں خلط ممحٹ، طعن و تعریض، فریب دہی،

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

کذب بیانی اور افتراء پردازی کی جارہی ہو تو لامحالہ جذبات میں شدت کا آجانا ایک فطری عمل ہے لہذا ایسے ”زائد“ نامناسب الفاظ کو دینی ”حمیت و غیرت“ پر محمول کرتے ہوئے مجھے ”معدور“ تصور کر لیں چونکہ اس ”بد مزہ“ بالکل بے مقصد اور بے موقع و بے محل بحث کا آغاز بھی تو آخر آپ کی زیر ادارت روزنامہ اسلام ہی کی طرف سے ہوا تھا حتیٰ کہ ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء کی اشاعت میں افتراء پردازی اور کذب بیانی کے سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے اس لئے:

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ (النساء 148)

”نہیں پسند کرتا اللہ تعالیٰ کہ بے ملامتی جائے بری بات مگر (اس سے) جس پر ظلم ہوا“

وَلَمَنْ اتَّخَضَ بَعْدَ ظُلْمِهِ قَوْلًا يَمُنُ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۚ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ... (سورة الشورى آیت 41، 42)

”اور جو بدلہ لیتے ہیں اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد پس یہ لوگ ہیں جن پر کوئی ملامت نہیں۔ بے شک ملامت تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں...“

”ان رجلا تقاضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فأغلظ له، فهم به أصحابه فقال دعوه فان لصاحب الحق مقالاً...“

”ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (قرض واپس لینے کا) تقاضا کیا اور سخت کلامی کی۔ صحابہ کرامؓ نے اس شخص کو مزاد دینی چاہی، آپؐ نے فرمایا: اسے کچھ نہ کہو، بلا شک و شبہ صاحب حق ”گرم“ گفتگو کرنے کا مجاز ہے یعنی جس شخص کا کچھ حق نکلتا ہو تو وہ باتیں کر سکتا ہے۔“ (صحیح بخاری کتاب الاستقراض باب استقراض الابل رقم الحدیث 2390)

المستبان ما قالاً فعلى البادى، ما لم يعتد المظلوم

آپس میں سخت سست کہنے والے دو شخص جو کچھ کہیں اس کا گناہ پہل کرنے والے پر ہے بشرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کر بیٹھے۔

(صحیح مسلم۔ کتاب البر والصلة والادب باب النهی عن المیاب۔ المجلد الثانی ص ۲۲۱)

علاوہ ازیں یہ ”مثیل“ بھی تو مشہور ہے کہ: ”معوذ ومعاوضہ گمہ دار“

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

اس کے باوجود ”نفس مسئلہ“ کو چھوڑ کر ”امام طبری کون؟ مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ یا زیر نظر ”کھلے خط“ کے کسی لفظ یا جملے سے آپ سمیت دیگر ”متعلقین“ کو اگر کوئی اذیت پہنچی ہو تو میں تہہ دل سے معذرت خواہ ہوں۔

میری اس ساری تلک و دو کا مقصد محض انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عزت و ناموس کا تحفظ ہے اور اس حوالے سے گزشتہ چالیس سال سے برآمد اس ”محاذ“ پر تحریر و تقریر اُس گرم عمل ہوں حتیٰ کہ ایبٹ آباد و رکوہاٹ کی مختلف عدالتوں میں آٹھ سال تک پچیس مقدمات بھی ”جنگت“ چکا ہوں۔ باری تعالیٰ اس عمل کو شرف قبول عطا فرمائیں۔ آمین

زیر نظر ”کھلے خط“ میں مختلف پہلوؤں سے گفتگو کی گئی ہے اور بعض ”اکابر“ کے اسمائے گرامی بھی اس لئے آئے ہیں کہ اگر ”ناموں پر“ غیرت“ بیدار ہو سکتی ہے تو انبیائے عظام اور صحابہ کرام جیسی ”شخصیات مقدسہ“ کے اسماء گرامی پر ”دینی حمیت“ کیوں نہیں بیدار ہو سکتی؟

اگر کچھ کم ہو جو کچھ ہو چکا بیدار کرنے کو
تو کل افسانہ عبرت کے عنوان اور بھی ہوں گے

حضرت مفتی صاحب!

میں نے ”بیداری“ مہم کے تحت ”نفس مسئلہ“ کے حوالے سے بطور اتمام حجت ہر ہر اعتبار سے گفتگو کر دی ہے اور اپنے مکلف ہونے کی حد تک عند اللہ وعند الناس بری الذمہ ہو چکا ہوں۔ جبکہ آپ اپنے اور اپنے ادارے کے بارے میں عند اللہ وعند الناس خود ہی موصول و جواہدہ ہیں۔

لَعَمْرِي لَقَدْ نَبَّهْتُ مَنْ كَانَ نَائِمًا

وَأَسْمَعْتُ مَنْ كَانَتْ لَهُ أُذُنَانِ

لیکن منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات اخبار میں ”من وعن“ نقل کرنے اور امام طبری کون...؟ کتاب وصول کرنے کے تین ماہ بعد بھی جو لوگ بیدار نہ ہوئے ہوں بلکہ الٹا

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

اسی ”روزنامہ“ میں مسلسل (16 تا 18 اکتوبر 2016) تین قسطوں پر مشتمل کالم ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ میں ”غیر شرعی بلکہ غیر انسانی اسلوب بیان، طعن و تشنیع، خلط و محض، فریب دہی، مغالطہ دہی اور کذب و افتراء“ کا وہ مظاہرہ کیا گیا ہو جس کی توقع کسی عام مہذب انسان سے بھی نہیں رکھی جاسکتی ایسے لوگوں کو آخر کیوں کر جگایا جاسکتا ہے؟ اللہ نہ کرے کہ وہ اس سطح تک پہنچ گئے ہوں:

أَسْمَعْتُ لَوْ نَاذَيْتَ حَيًّا

وَلَكِنْ لَا حَيَاةَ لِمَنْ تَنَادَى

”اگر تو کسی زندہ کو آواز دیتا تو (ہم کہتے کہ) تو نے اس کو سنا دیا ہے۔ لیکن کیا کریں جسے تو آواز دے رہا ہے اس میں تو ذرہ بھر حیات ہی نہیں۔“

چمن میں تلخ نوائی میری کوارا کر

کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاتی

زیر نظر ”کھلے خط“ کے آخر میں مولانا مناظر احسن گیلانی کا ایک درد بھرا اقتباس پیش خدمت ہے۔ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی اور مولانا سید عبید اللہ سندھی کے مابین ”اختلاف“ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”لیکن مولانا گیلانی کا یہ توسع اور ان کی تمام عصریت و حکمت، تحریر و تعبیر اور استدلال ہی میں تھی۔ عقائد و نصوص اور حدود دین کے بارے میں وہ اتنے ہی مصلح و متشدد اور ویسے ہی غیور و حساس واقع ہوئے تھے جیسے ان کے اساتذہ و شیوخ کرام اور علمائے حق، جب کبھی وہ تحریف دین کی کوئی کوشش یا دین کی تہمتی میں کوئی بے اعتدالی یا آزادی یا غلط اجتہاد دیکھتے تو برداشت نہ کر سکتے۔ مولانا سندھی مرحوم جب ہندوستان واپس آئے تو...

ان مرحوم نے بعض ایسے خیالات اور افکار کا اظہار کرنا شروع کیا جن میں توازن کی بڑی کمی تھی اور جو بڑی غلط فہمیوں اور مغالطوں کا باعث ہو سکتے تھے۔ ان کے کسی مضمون میں قرآن وحدیث وفقہ سے متعلق بعض ایسے نظریات و تحقیقات تھے، جو جمہور اہل اسلام

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کے عقیدہ سے مختلف تھے یا ان کی تعبیر میں کوتاہی تھی۔

مولانا (گیلانی) نے مدرسی و جماعتی عصیبت سے بالکل بے نیاز و بالاتر ہو کر اس مقالہ کی تردید میں ایک پُر زور مقالہ لکھا۔ بعض اہل علم معاصرین مولانا عبید اللہ صاحب مرحوم سے ذاتی واقفیت کی بناء پر ان کو اس شدید مخالفت کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے مولانا کی طرف سے کچھ صفائی پیش کی اور اپنے ذاتی معلومات کی بناء پر ان کے ساتھ نرمی اور حسن ظن کی تلقین کی۔

مولانا (گیلانی) نے اس موقع پر اپنے موقف کی حمایت اور مولانا سندھی مرحوم سے اظہار اختلاف اور ان کے افکار و آراء کی کھلی ہوئی تنقید و تردید کو دین کی حمایت کا تقاضا سمجھا۔ مندرجہ ذیل اقتباس سے ان کے دینی جذبہ و تہ صلب فی الدین کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

”میرا مقصود ہی اس سے ’حدی را تیز ترمی خواں چو ذوق نغمہ کم یابی تھا۔ یہی بتانا چاہتا تھا کہ خواہ وہ ہماری جماعت ہی کا آدمی کیوں نہ ہو، لوگوں میں اس کی بڑائی جس حد تک بھی مسلم ہو لیکن حق کا قدم جب درمیان میں آئے گا تو پھر کسی کا کچھ لحاظ نہیں کیا جائے گا خواہ وہ کوئی ہو: ”وَلَوْ أَنَّ قَاظِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ أَعَاذَهَا اللَّهُ تَعَالَى سَرَقَتْ لَقَطَعْتَ يَدَهَا“ ہمارے دین کا امتیازی نشان ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا مرنے سے پہلے العیاذ باللہ، میں بھی اس کا قائل ہو جاؤں گا کہ ابو حنیفہ کی فقہ، عجمیوں کے قانون سے متاثر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سر زمین عرب کے ایک خاص تاریخی دور کی اصلاح کی حد تک محدود ہے۔ قرآنی قوانین کی حیثیت صرف مثالی باتوں کی ہے۔ بخاری و مسلم، انجیل و تورات جیسی محرف کتابوں کے ہم وزن ہیں۔ العیاذ باللہ۔ کیا میں اپنی خودی کے اعتقاد کو خدا اعتمادی سمجھنے لگوں گا۔ قبل اس کے کہ میرے اندر خدا نخواستہ اس قسم کے خیالات کی صداقت واضح ہو، اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس دنیا سے اٹھالے۔ (مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ) اس اقتباس سے جو دینی حمیت اور حفاظت دین کے جذبہ میں ڈوبا ہوا ہے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عقائد و فصوص اور دین کی بیعت و حقیقت کی حفاظت میں مولانا کا قدم اور قلم کسی بڑے سے بڑے عالم راسخ سے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

پیچھے نہیں۔“ (پرانے چراغِ ہدایت ص 86-88۔ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی۔ سہ ماہی 1975ء)

حضرت مفتی صاحب!

اگر امام ابو حنیفہ کی فقہ کو عجمیوں کے قانون سے متاثر ہونے کی بناء پر...

مولانا عبید اللہ سندھی کے مذکورہ الفاظ پر مولانا مناظر احسن گیلانی کے رد عمل کو ”دینی

حمیت و حفاظت دین پر محمول کیا جاسکتا ہے“ تو پھر

(۲۸۰)	حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام اور صحابہ کرام بالخصوص سیدنا معاویہ بن ابی سفیانؓ کے بارے میں امام طبری کی سراسر ”منافی عصمت“ اور مبنی برتوہین منقولہ روایات سے ”اظہار اختلاف اور اظہار برأت“ کو حمایت دین اور دفاع صحابہ کا تقاضا کیوں نہیں قرار دیا جاسکتا؟
-------	--

حضرت مفتی صاحب!

مجھ میں نہیں آتا کہ روزنامہ اسلام میں امام طبری کی منقولہ منافی عصمت اور مبنی برتوہین

روایات کے دفاع میں پیش کردہ ”دلائل“ پڑھنے کے بعد مرنے سے پہلے کیا میں بھی العیاذ باللہ عجم

العیاذ باللہ! ان منافی عصمت اور مبنی برتوہین روایات کی صحت کا قائل ہو جاؤں گا کہ:

☆	حضرت آدم علیہ السلام، شیطان کی اطاعت کر کے شرک فی الطاعت کے مرتکب ہوئے۔
☆	شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں شک ڈال دیا تھا۔
☆	زوجہ عزیز کی ”خواہش“ کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام اپنی شلوار تار کر اس عورت کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گئے، جس طرح ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتے وقت بیٹھتا ہے۔
☆	حضرت داؤد علیہ السلام اپنے سپاہی اور پڑوسی کی خواہش پر بیوی کو برہنہ غسل کرتے ہوئے دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے، پھر حیلے بہانے سے اس کے خاوند کو قتل کرانے کے بعد انہوں نے اس عورت کے ساتھ خود نکاح کر لیا۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

☆	شیطان نے حضرت سیدان علیہ السلام کی شکل اختیار کر کے خود زمام حکومت سنبھال لی، پھر چالیس دن تک حکومت کرتا رہا۔
☆	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے جیسے صحابی حضرت زیدؓ کی ”خوبصورت اور متاثر کن“ بیوی سیدہ زینبؓ کو برہنہ سر دیکھنے کے بعد اس کی محبت اپنے دل میں جما بیٹھے، جس سے حضرت زیدؓ کے دل میں بیوی کی کراہت و ناپسندگی آگئی۔ بالآخر انہوں نے طلاق دینے کے بارے میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپؐ نے بظاہر تو طلاق سے روک دیا لیکن دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ طلاق دے دیں تاکہ خود اس سے نکاح کر لیں۔
☆	شیطان نے مسجد (الحرام) میں سورۃ النجم کی تلاوت کے دوران، آپؐ کی قرأت میں آپؐ کی زبان مبارک پر شرکیہ کلمات جاری کر دیئے۔ آپؐ نے باقاعدہ وہ شرکیہ کلمات پڑھے بلکہ بعد میں جبریل امین کو بھی یہی شرکیہ کلمات پڑھ کر سنائے تو جبریل امین نے ٹوکا کہ میں نے تو آپؐ کو یہ شرکیہ کلمات نہیں بتائے تھے اس تنبیہ کے بعد آپؐ سخت خوفزدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں نے تو اللہ پر افتراء باندھ دیا کہ جو کلمات اس نے مجھ پر نہیں اتارے تھے وہ میں نے اس کی طرف منسوب کر دیئے۔
☆	اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ”توہین و تنقیص، تہسین و تکفیر“ سے متعلق منقولہ روایات کو روزنامہ اسلام میں زیر عنوان ”علامہ طبری... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ شائع ہونے والے مضمون پر ”اعتماد“ کرتے ہوئے کیا میں بھی ان توہین آمیز روایات کو صحیح تسلیم کر لوں گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اگر منافی عصمت اور نبی بر توہین روایات کی صداقت کا میں ”قائل“ ہو جاؤں تو پھر میرے لئے اس زندگی سے ”موت بدرجہا بہتر ہے۔“

حضرت مفتی صاحب!

آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اہل حق کا شیوہ ”رجوع اور توبہ“ ہے۔ اور توبہ کی توفیق بھی اسی کو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

نصیب ہوتی ہے جو ”گناہ“ کو گناہ سمجھ کر کرے۔ لیکن اس کے برعکس جو شخص ”گناہ بدعت“ کو ثواب سمجھ کر کرے تو اس سے توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ اور وہ مرتے دم تک توبہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جب کسی گناہ کو ثواب سمجھ کر کر رہا ہو یا منافی عصمت اور مبنی بر توبہ بین روایات کو ”عصمت و مکرم“ کے عین مطابق ہی قرار نہ دے رہا ہو بلکہ ان کا پورا پورا ”دفاع“ بھی کر رہا ہو تو بھلا اس طرح کے ”ثواب“ کے کام سے وہ کس طرح توبہ کر سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قل هل ينفعكم بالا خسرين اعمالا الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعاً۔ (سورة الكهف آیت 102-103)

”فرمائیے! (اے لوگو!) کیا ہم مطلع کریں تمہیں ان لوگوں پر جو اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ گھاسٹے میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیوی زندگی کی آرائیگی میں کھو کر رہ گئی اور وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ کوئی بڑا عمدہ کام کر رہے ہیں۔“ ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

... قہم يحسبون انهم مهتلون فلا يستغفرون (الترغیب والترہیب)

چونکہ وہ ان کاموں کو نیکی سمجھتے ہیں اس لئے اپنے آپ کو ہدایت پر جانتے ہیں لہذا استغفار نہیں کرتے۔

حضرت مفتی صاحب!

اس کے باوجود جن حضرات کو روزنامہ اسلام میں ”منافی عصمت اور مبنی بر توبہ“ روایات کے دفاع کرنے پر اب بھی کوئی ندامت اور شرمندگی نہیں ہے تو پھر وہ قرآن و حدیث کے مذکورہ احکام کی روشنی میں اپنا انجام خود ہی سوچ لیں۔

واقض امری الی اللہ ، واللہ حمید یوم القیامۃ

یقیناً میدان حشر میں ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ جہاں منافی عصمت اور مبنی بر توبہ بین روایات گھڑنے والوں اور ان کا دفاع کرنے والوں کا معاملہ پیش

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ہوگا تو وہیں ان روایات سے اعلان برأت کرنے والوں کا معاملہ بھی ضرور پیش ہوگا۔

رَبَّنَا افْتَحْ لَنَا ذِلَّةً وَارْحَمْنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ (الاعراف 89)

”اے ہمارے رب فیصلہ فرما دے ہمارے درمیان اور ہماری ”قوم“ کے درمیان

حق کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔“ آمین یا الہ العالمین

والسلام مع غایۃ الاحترام

دعا کو:

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

خطیب مرکزی جامع مسجد، سیدنا معاویہؓ چوک، حویلیاں ہزارہ

14 صفر 1438ھ

15 نومبر 2016ء

پس تحریر:

جھوٹ پلس (+) ”اعتذار“ — ”عذر گناہ بدتر از گناہ“

خط مکمل ہو کر ”کمپوزنگ کے مرحلے سے گزر کر پریس کے حوالے کیا جا رہا تھا کہ:

بعض احباب نے توجہ دلائی کہ 29 نومبر 2016 کو روزنامہ اسلام میں ایک کالم

”مصطفیٰ کمال سے طیب اردوان تک“ کے آخر میں ایک اعتذار شائع ہوا ہے۔ جس سے

خوشی کی انتہاء نہ رہی اور فوری طور پر ”کھلے خط“ کا باقی کام رکوا دیا مگر جو نبی وہ ”اعتذار“ نظر

سے گزرا تو تمام تر خوشی دکھا اور افسوس میں تبدیل ہو گئی۔

اے کاش! اے کاش! اے کاش!

”روزنامہ اسلام“ والے اس ”وسعت نظری اور تکلف“ کا مظاہرہ نہ کرتے تو کم از کم

جگ ہنسائی اور کذب بیانیوں میں اضافہ تو نہ ہوتا۔ اس اعتذار پر مختصر تبصرہ کرنے سے پہلے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روزنامہ اسلام میں 18 اکتوبر 2016 کو شائع ہونے والے کالم ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کی تیسری قسط کی جس عبارت پر ”اعتذار“ شائع کیا گیا ہے اس ”عبارت“ اور ”اعتذار“ کی عبارت دونوں کے عکس کو زیر نظر ”ایک عظیم تحقیقی، تاریخی اور علمی کھلے خط“ کا باقاعدہ حصہ بنا دیا جائے۔

کالم کا حصہ ملاحظہ فرمائیں:

”...جن مؤرخین اور سیرت نگاروں کو جھوٹا قرار دینے کے لئے ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے بزرگ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، ان میں سے کئی وہ ہیں جن پر نہ صرف سیرت اور دور صحابہ کی اکثر تاریخی روایات بلکہ احادیث کے ایک بڑے حصے کا دارومدار ہے۔ ان میں ایک بڑی تعداد تابعین کرام اور ایسے محدثین کی ہے جن سے فقط امام طبری ہی نے نہیں، بلکہ امام بخاری، امام مسلم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام طحاوی جیسے جہاں علم نے بھی روایات لی ہیں۔

ان میں سے ایک قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ ہی کو لے لیں جن سے تاریخی روایات بکثرت منقول ہیں۔ یہ بھی سلاطین عرب ہیں۔ ساری زندگی صحابہ کی خدمت کی۔ یہ واحد تابعی ہیں جنہوں نے عشرہ مبشرہ میں سے نو کی شاگردی کی ہے۔ ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں تو انہیں منکر الحدیث قرار دیا گیا ہے۔ مگر انہی قیس بن ابی حازم سے صحیح مسلم میں ۱۴۱۱، ابوداؤد میں ۱۸۰۸، ترمذی میں ۱۸۰۸، نسائی میں ۲۰۱، ابن ماجہ میں ۱۴۱۱ حدیثیں لی گئی ہیں۔ امام بخاری نے تو کمال ہی کر دیا کہ ان سے ۲۱ روایات لی ہیں۔ ائمہ اربعہ نے بھی ان کی روایات کو قبول کیا ہے۔ موطا مالک میں ان کی ایک، کتاب الاثر (امام ابو یوسف) میں ایک، مسند امام شافعی میں چار، اور مسند احمد میں ۱۷ روایات نقل کی گئی ہیں۔ امام احمد کو ان پر اتنا اعتماد ہے کہ اپنی مسند میں ان سے بعض روایات وہی لی ہیں جو امام طبری نے ماء حوآب کے حوالے سے نقل کی ہیں جن کا نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے۔ اب ایسی ”تحقیقات“ کرنے اور انہیں ماننے والوں کے دین و ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ بخاری شریف کی ۲۱، مسلم کی ۱۴۱۱، مسند احمد کی ۱۷ اور مسند امام شافعی کی ان چار احادیث کو یکسر مردود قرار دیں اور ان محدثین اور ائمہ مجتہدین کو بھی انہی مؤرخین کی صف

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
میں لا کر خائن شمار کریں یا بہت رعایت مطلوب ہو تو فہم حدیث اور فہم رجال سے ناواقف
سمجھیں۔ یہ تو ہوا صرف ایک قیس بن ابی حازم کو۔ لے کر موصوف اور موصوف کے ممدوح کی
تحقیقات کا شمرہ۔ (روزنامہ اسلام ۱۸/ اکتوبر ۲۰۱۶ء)

اب اعتذار ملا حظہ فرمائیں:

اعتذار: راقم کے کالم ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کی تیسری قسط کے دوران
”عظیم تحقیقی کتاب“ میں قیس بن ابی حازم کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر کیا گیا تھا۔ بعد میں بعض
قارئین کے توجہ دلانے اور غور کرنے سے پتا چلا کہ یہ بالکل غلط تھا۔ مذکورہ کتاب میں قیس
بن ابی حازم کا ذکر نہیں ہے۔ راقم اس غلطی پر قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ توجہ دلانے
والوں کو اللہ جزائے خیر دے۔ (روزنامہ اسلام ۲۹ نومبر ۲۰۱۶ء)

حضرت مفتی صاحب!

یہ ”اعتذار“ پڑھنے کے بعد یورپ کی سیاست کا یہ ”مسلوگن“ معلوم نہیں کیوں مجھے یاد
آ گیا کہ: ”جھوٹ بولو، بار بار بولو، کثرت سے بولو اور پورے اعتماد سے بولو یہاں تک کہ وہ
سچ نظر آنے لگے“

حقیقت یہ ہے کہ یہ ”اعتذار“ اس ”مسلوگن“ کا پورا مصداق ہے۔ ”کیا تاریخ غیر
اسلامی علم ہے؟“ کی تیسری قسط میں ”اکاذیب“ نہایت ہی تفصیل کے ساتھ زیر نظر ”کھلے
خط“ میں واضح کئے جا چکے ہیں۔ اور یہ ”اعتذار“ بھی ان ”اکاذیب“ ہی کا تسلسل ہے۔

محترم جناب اور یا مقبول جان صاحب کے کالم ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ پر تو محض
ایک دن کے وقفے سے ادھر پر نیچے مسلسل تین قسطیں لکھ دی گئیں۔ جبکہ زیر تبصرہ سات سطری
”اعتذار“ روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے کالم ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کی
تیسری قسط (18 اکتوبر 2018) کے ٹھیک 41 دن بعد منظر عام پر آیا۔ جس سے روزنامہ
اسلام کے ذمہ دار حضرات ضرور عرش عرش کراٹھے ہوں گے۔ لیکن اگر ”اعتذار“ کو قوت کو پائی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

حاصل ہوتی تو وہ خود ہی یہ پکارا ٹھٹھا کہ:

معذرت را خندہ مے آید بر استعذار

یا

معصیت را خندہ مے آید بر استغفار

حضرت مفتی صاحب!

زیر بحث سات سطرى اعتذار کی پہلی دو اور آخری دو سطرىں تو محض خانہ پرى کے لئے ہیں، پھر چھٹی سطرى میں قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکی گئی ہے۔

”راقم اس غلطی پر قارئین سے معذرت خواہ ہے، توجہ دلانے والوں کو اللہ جزائے خیر دے“

اتنی نہ بڑھا پاکى داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ظاہر ہے کہ ”وہ قارئین“ (جن سے اعتذار میں معذرت اور ان کے لئے دعاء کی گئی ہے) نہ تو اصل متاثرین ہیں اور نہ ہی صاحب حق۔ پھر یہاں ”قارئین“ سے مراد بھی عام قارئین ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ وہ زمانہ اسلام کے چیف ایڈیٹر مفتی محمد زرین خان، ایڈیٹر مولانا انجینئر محمد افضل احمد خان، مولانا محمد شفیع چترالی، مولانا عنایت الرحمن شمسى کے علاوہ شاید چند دیگر خواص قارئین بھی ان میں شامل ہوں۔ کیونکہ توجہ دلانے والے بھی یہی ”قارئین“ ہیں۔ مذکورہ قارئین نہایت ہی خوش قسمت ثابت ہوئے ہیں ”معذرت“ بھی ان سے کی گئی اور ان کا ”ثواب اور دعاء“ بھی وہی لے گئے۔

باقی اصل صاحب حق جن کے خلاف کالم میں ”طعن و تشنیع، کذب بیانی اور افتراء پر دازی کا بدترین مظاہرہ کیا گیا تھا، ان کی مثال تو قربانی کے جانوروں کی ہی ہوگئی۔

یہ عجب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں

وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

حضرت مفتی صاحب! آپ اور مولانا انجینئر محمد افضل خان صاحب بخوبی جانتے ہیں

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

کہ 18 اکتوبر 2016 کو ہی میں نے محمد انجائز سابق فنانس فیچر روزنامہ اسلام کے ذریعے نہ صرف اپنا ”احتجاج“ ریکارڈ کرایا بلکہ جناب اوریا مقبول جان صاحب کے کالم سمیت زیر بحث کالموں کی فوٹو اسٹیٹ نقول پیش کیں اور باقاعدہ آگاہ کیا کہ مضمون میں خلط مبحث، طعن و تشنیع، کذب بیانی، افتراء پر دازی اور فریب دہی ”کابدترین مظاہرہ کیا گیا ہے۔ جس کی دین اسلام تو کجا کسی مہذب انسانی معاشرے میں بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۲۸۱)	آپ ہی انصاف فرمائیں کہ کیا اس ”استغفار“ پر ”معصیت“ کو نہیں آتی؟
(۲۸۲)	کیا اس ”استغفار“ پر معذرت بھی خندہ زن نہیں ہے؟
(۲۸۳)	کیا صاحب حق کو نظر انداز کر کے ”معافی و معذرت“ کی کوئی مثال پائی جاتی ہے؟
(۲۸۴)	کیا یہ درست ہو گا کہ میں ”کذب بیانی اور افتراء پر دازی“ تو آپ کے خلاف کروں اور ”معذرت“ میں اوریا مقبول جان صاحب سے کروں؟
(۲۸۵)	کیا ”کذب بیانی، طعن و تشنیع اور افتراء پر دازی“ سے حقوق العباد پر زد نہیں پڑتی؟
(۲۸۶)	کیا حقوق العباد کی پامالی گناہ اور جرم نہیں ہے؟
(۲۸۷)	کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ اگر گناہ کا تعلق ”حقوق العباد“ کے ساتھ ہو تو ”صاحب حق“ سے ”معافی و تلافی“ توبہ کی شرائط میں سے ہے؟

حضرت مفتی صاحب!

جہاں تک ”اعتذار“ کی ایک کالمی سات سطروں میں سے باقی تین سطروں کا تعلق ہے تو ان میں بھی واضح طور پر چار جھوٹ بولے گئے ہیں:

”جھوٹ“ کی مذمت پر آیات و احادیث پیچھے گر چکی ہیں۔ یہاں ایک مزید حدیث ملاحظہ فرمائیں: ”... ان الکذب یھدی الی الفجور و ان الفجور یھدی الی النار و ان الرجل لیکنب حتی ینکب عند اللہ کذابا“ (صحیح بخاری۔ کتاب الادب، رقم الحدیث ۶۰۹۲)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

یقیناً جھوٹ بدکاری کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور بدکاری جہنم میں لے جاتی ہے اور آدمی برا بد جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

”اعتذار“ کی حسب ذیل عبارت کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

”... کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟ کی تیسری قسط کے دوران ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں قیس بن ابی حازم کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر کیا گیا تھا۔ بعد میں بعض قارئین کے توجہ دلانے اور غور کرنے سے پتا چلا کہ یہ بالکل غلط تھا۔ مذکورہ کتاب میں قیس بن ابی حازم کا ذکر نہیں ہے۔“

سات سطری اعتذار میں پہلا اور دوسرا جھوٹ:

”اعتذار“ میں پہلا جھوٹ تو یہ ہے کہ مذکورہ قسط (کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟) میں ”عظیم تحقیقی کتاب“ سے متعلق قیس بن ابی حازم کے ”غیر ثقہ“ ہونے کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا گیا تھا۔ ہاں تو سات سطری ”اعتذار“ سے چار گنا زائد ”بہتیں سطروں“ میں حضرت قیس بن ابی حازم کا تعارف و مقام اور ان کی وثاقت و تعداد روایات بتا کر مجھ پر یہ الزام عائد کیا تھا کہ: ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے بزرگ نے (دیگر عرب مؤرخین و سیرت نگاروں کے علاوہ) قیس بن ابی حازم کو بھی جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ پھر صغریٰ کبریٰ ملا کر اس سے یہ غلط اور باطل نتیجہ اخذ کیا گیا کہ:

”اب ایسی تحقیقات کرنے اور انہیں ماننے والوں کے دین و ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ قیس سے مروی کتب حدیث میں ان کی تمام روایات کو یکسر مردود قرار دیں۔ اور ان محدثین اور راہ مجتہدین (جنہوں نے قیس کی مرویات اپنی کتب میں روایت کی ہیں) کو بھی خائن شمار کریں یا کم از کم فتن حدیث اور فتن رجال سے ماواقف سمجھیں۔“

حضرت مفتی صاحب!

(۲۸۸)	کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟ کی تیسری قسط میں حضرت قیس بن ابی حازم سے متعلق عبارت ”اعتذار“ والی عبارت کے ساتھ کوئی مطابقت رکھتی ہے؟
-------	---

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۲۸۹)	کیا اس ”اعتذار“ پر ”عذر گناہ بدتر از گناہ“ کا مقولہ صادق نہیں آتا؟
(۲۹۰)	کیا زیر بحث قسط کی پوری 32 سطروں میں قیس بن ابی حازم کے حوالے سے کہیں بھی ”غیر ثقہ“ کے الفاظ دکھائے جاسکتے ہیں؟
(۲۹۱)	کیا یہ صریح غلط بیانی اور کذب بیانی نہیں ہے؟
(۲۹۲)	کیا یہ افتراء پر دازی اور بہتان طرازی نہیں ہے؟
(۲۹۳)	کیا یہ فریب دہی کی بھی بدترین مثال نہیں ہے؟

حضرت مفتی صاحب!

آپ کو ہرگز یہ تکلیف نہیں دی جارہی کہ 832 صفحات پر مشتمل ”ایک عظیم تحقیقی کتاب“ میں سے قیس بن ابی حازم کے بارے میں غیر ثقہ کے الفاظ دکھا دیں۔ آپ کو تو صرف یہ زحمت دی جارہی ہے کہ 18 اکتوبر 2016 کو روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والی قسط میں حضرت قیس بن ابی حازم سے متعلق صرف 32 سطروں میں کہیں ”غیر ثقہ“ کے الفاظ دکھا دیں۔ اس طرح یہاں حضرت قیس کے ”غیر ثقہ“ ہونے کے حوالے سے دو جھوٹ بولے گئے ہیں۔ ایک جھوٹ عظیم تحقیقی کتاب کے بارے میں اور دوسرا جھوٹ خود روزنامہ اسلام میں 18 اکتوبر 2016 کو شائع ہونے والی قسط کے بارے میں۔ ”تیسری قسط کے دوران... میں قیس بن ابی حازم کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر کیا تھا“ کیونکہ ”قسط“ میں غیر ثقہ ہونے کے الفاظ نہیں پائے جاتے۔

سات سطر کی اعتذار میں تیسرا جھوٹ:

”بعد میں بعض قارئین کے توجہ دلانے اور غور کرنے سے پتا چلا کہ یہ بالکل غلط تھا...“
18 اکتوبر 2016 کی قسط میں تو میرے بارے میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ:
میں نے قیس بن ابی حازم کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ”ہیری چوٹی“ کا زور لگایا ہے۔
ان الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث کالم ”عظیم تحقیقی کتاب“ کے بالاستیعاب

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کلام خط

مطالعہ کے بعد لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں صرف ”زور“ پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اسے ”ایڑی چوٹی“ کے زور سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ”ایڑی چوٹی“ کا زور بھی محسوس کیا ہوگا جب قیس کو جھوٹا (العیاذ باللہ) ثابت کرنے کے لئے اس موقف پر کچھ دلائل نظر سے گزرے ہوں گے۔

(۲۹۴) سوال یہ ہے کہ پھر ”اعتذار“ میں قیس کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر کیوں کیا گیا؟

کیونکہ میں نے تو انہیں جھوٹا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت قیس کے حوالے سے غیر ثقہ ہونے کا ذکر نہ تو 832 صفحات پر مشتمل ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں ملتا ہے اور نہ ہی 18 اکتوبر 2016 کو روزنامہ اسلام میں قیس سے متعلق شائع ہونے والی 32 سطروں میں کہیں اس کا ذکر ہے۔ یہ بحث تو خیر حضرت قیس سے متعلق ”غیر ثقہ“ کے الفاظ کے استعمال یا عدم استعمال کے بارے میں تھی، جہاں تک ”اعتذار“ کی اس بات کا تعلق ہے کہ

”بعد میں قارئین کے توجہ دلانے اور غور کرنے سے پتا چلا کہ یہ بالکل غلط تھا۔“

حضرت مفتی صاحب!

پہلے ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں ایڑی چوٹی کا زور محسوس کر کے یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ: حضرت قیس کو جھوٹا اور منکر الحدیث کہا گیا ہے۔

بعد میں قارئین نے توجہ دلائی کہ کتاب میں حضرت قیس کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر صحیح نہیں ہے۔

پھر احتیاط لازم ہے کہ پیش نظر قارئین کے محض توجہ دلانے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ خود بھی از سرے نو خوب غور و خوض کیا گیا تب کہیں جا کر یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ ”یہ بالکل غلط تھا“ یعنی حضرت قیس بن ابی حازم کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں نہیں ہے اور اس چیز کو کتاب کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط تھا۔

حضرت مفتی صاحب!

کیا یہ بات باعث تعجب نہیں ہے کہ کتاب کی اشاعت کے پانچ ماہ (جولائی تا نومبر 2016) کے بعد تک اس میں ایڑی چوٹی کا زور محسوس کر لینے، قارئین کے متوجہ کرنے اور خود بھی اکتالیس دن (19 اکتوبر تا 28 نومبر 2016) تک مسلسل غور کرنے کے باوجود ”اعتذار“ میں جو موقف پیش کیا گیا تو وہ بھی بالکل غلط نکلا۔ کیونکہ قیس بن ابی حازم کے ”غیر ثقہ“ ہونے کا ذکر نہ تو 832 صفحات پر مشتمل ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں کہیں ہے اور نہ ہی روزنامہ اسلام میں 18 اکتوبر 2016 کو شائع ہونے والے کالم میں قیس بن ابی حازم سے متعلق 32 سطروں میں غیر ثقہ کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔

(۲۹۵) سخت حیرت ہے کہ پھر اس طویل مشقت اور خامہ فرسائی سے کیا حاصل ہوا؟

سات سطر ”اعتذار“ میں چوتھا جھوٹ:

”مذکورہ کتاب (”عظیم تحقیقی کتاب“) میں قیس بن ابی حازم کا ذکر نہیں ہے۔“

سات سطر اعتذار میں پہلا جھوٹ تو ”عظیم تحقیقی کتاب“ کے حوالے سے تھا اور دوسرا جھوٹ 18 اکتوبر 2016 کو روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والی قسط کے حوالے سے تھا کیونکہ کتاب اور زیر بحث قسط دونوں میں غیر ثقہ کے الفاظ نہیں پائے جاتے تھے۔ تیسرا جھوٹ یعنی قارئین کے توجہ دلانے اور خود بھی اکتالیس دن تک خوب غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ کتاب میں قیس بن ابی حازم کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر بالکل غلط ہے۔ اس سے بعض قارئین یہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ اگر ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں حضرت قیس کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر نہیں ہے تو پھر ان کے ثقہ ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے۔

قارئین کے اس احتمال کو غلط ثابت کرنے کے لئے پیش قدمی کے طور پر چوتھا جھوٹ یہ بولا کہ: ”مذکورہ کتاب میں قیس بن ابی حازم کا کوئی ذکر نہیں ہے“

یعنی مذکورہ کتاب میں حضرت قیس کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے کا کیا سوال بلکہ خود حضرت

توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
قیس کا ذکر ہی سرے سے نہیں ہے۔

حضرت مفتی صاحب!

سات سطری "اعتذار" کے اس دعویٰ کو پیش نظر رکھیں کہ کتاب میں قیس بن ابی حازم کا
ذکر نہیں ہے۔

یہ دعویٰ بالکل غلط قطعی طور پر بے بنیاد اور انتہائی صریح جھوٹ ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے
کہ "عظیم تحقیقی کتاب" میں حضرت قیس کا ذکر پایا جاتا ہے جس سے ان کا لقمہ ہونا بھی واضح
کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"صحابہ کے علاوہ اکابر تابعین نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کی روایت
کی ہے مثلاً: ابودریس خولانی، سعید بن مسیب، خالد بن معدان، ہمام بن منہ، قیس بن ابی حازم
عبداللہ بن الحرث بن نوفل، عیسیٰ بن طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبدالرحمن بن عوف، ابو مجلہ
، علقمہ بن وقاص، عمیر بن ہانی، مطرف بن عبداللہ، محمد بن سیرین، عکرمہ مولیٰ ابن عباس
وغیرہم۔" (الناہیۃ عن طعن معاویۃ ص ۷۱، الاصابہ جلد ۲ ص ۴۳۲)
("امام طبری کون؟ مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز" ص 274)

حضرت مفتی صاحب!

مذکورہ عبارت سے جہاں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ "عظیم تحقیقی کتاب" میں حضرت
قیس بن ابی حازم کا ذکر موجود ہے۔ وہیں روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے "اعتذار"
کا یہ دعویٰ بھی از خود ہی بالکل بے بنیاد، قطعی طور پر باطل اور اس کا صریح جھوٹا ہونا بھی ثابت
ہو گیا ہے، کہ مذکورہ کتاب میں قیس بن ابی حازم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
جہاں تک حضرت قیس کے لقمہ ہونے کا تعلق ہے تو اس کا ثبوت بھی خود مذکورہ عبارت
کے اندر موجود ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

محدثین کرام نے صحابی کی تعریف میں جتنے اقوال پیش کئے ہیں اور صحابی کی معرفت کے جتنے طریقے بتائے ہیں تو میں نے اپنی کتاب میں صحابیت کی تعریف میں وارد ہر قول اور صحابیت کی معرفت کے ہر طریقے کی رو سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا ثابت کیا ہے۔

محدثین کرام نے صحابیت کے معرفت کا ایک طریقہ یہ بھی بتایا ہے کہ کوئی تابعی کسی صحابی سے حدیث روایت کرے، یہ چیز بھی اس کے صحابی ہونے کا واضح ثبوت ہے کیونکہ ایک تابعی کو ابی دے رہا ہے کہ یہ حدیث میں نے فلاں صحابی سے سنی ہے جسے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کیا ہے۔

تو صحابی کی معرفت کے اس اصول کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ثابت کرنے کے لئے جہاں میں نے اور بہت سے طویل دلائل دیئے ہیں یہ دلیل بھی دی ہے کہ اکابر تابعین (جن میں حضرت قیس بن ابی حازم بھی شامل ہیں) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب!

(۲۹۶)	کیا عظیم تحقیقی کتاب میں حضرت قیس کا ذکر نہیں پایا جاتا؟
(۲۹۷)	کیا میں حضرت قیس کا حوالہ معرض استدلال میں نہیں لایا؟
(۲۹۸)	اپنے موقف کے حق میں حضرت قیس کو میرے بطور دلیل پیش کرنے سے کیا انہیں اللہ تسلیم کرنا لازم نہیں آتا؟
(۲۹۹)	کیا سات سطری ”اعتذار“ کا یہ دعویٰ بالکل غلط قطعی طور پر بے بنیاد اور صریح جھوٹ ثابت نہیں ہو گیا؟
(۳۰۰)	کیا ”توجہ“ دلانے والے ”قارئین“ اس ”اعتذار“ سے مطمئن ہو گئے ہوں گے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۳۰۱)	کیا توجہ دلانے والے ”قارئین“ کذب و افتراء کے مرتفع اس سات سطری ”اعتذار“ میں جھوٹ کو فروغ دینے میں معاون کا کردار ادا کرنے پر ”بجزائے خیر“ کے بجائے ”سزا“ کے مستحق نہیں ہوں گے؟
(۳۰۲)	کیا اس جھوٹے ”اعتذار“ کے بارے میں ”سکوت“ کا روزہ تو ذکر شرعی فتویٰ جاری کرنے کا اب بھی وقت نہیں آیا؟
(۳۰۳)	کیا آپ کے نزدیک ”جھوٹ لکھنا، جھوٹ بولنا، جھوٹ کو فروغ دینا“ گناہ نہیں ہے؟
(۳۰۴)	اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو پھر روزنامہ اسلام میں ”جھوٹ“ کو فروغ کیوں دیا جا رہا ہے؟
(۳۰۵)	کہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ روزنامہ اسلام میں جھوٹ کو سچ سمجھ کر لکھا جاتا ہے؟

حضرت مفتی صاحب!

”جھوٹ“ کو ”سچ“ سمجھ کر بولے یا لکھے جانے پر ایک واقعہ یاد آ گیا ہے کہ:
 ”وکی لیکس کی رپورٹ میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کے بارے میں یہ انکشاف کیا گیا کہ:

انہوں نے 2007ء میں امریکی سفیر کے ساتھ ملاقات (بلکہ ان کے اعزاز میں اپنی طرف سے دیئے گئے عشائیہ تقریب) میں امریکا سے خود کو وزیراعظم بنوانے کی درخواست کی تھی۔ اس کے جواب میں مولانا فضل الرحمن صاحب نے اخبارات کو ایک تردیدی بیان جاری کیا کہ یہ انکشاف صحیح نہیں ہے۔ مولانا فضل الرحمن صاحب کے اس تردیدی بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے محترمہ طیبہ ضیاء چیمہ صاحبہ اپنے کالم میں لکھتی ہیں کہ:

”ایک ایک چیز وکی لیکس پر موجود ہے جسے کوئی مسترد کر سکتا ہے اور نہ ہی تردید بخور مولانا فضل الرحمن کے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جھوٹ کو سچ سمجھ کر بولتے ہیں وگرنہ انہیں جھوٹ سے شدید نفرت ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت ۱۲ دسمبر ۲۰۱۰ء تحت ”وکی اوٹنسی کی ہدای“)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مولانا فضل الرحمن صاحب کے بارے میں جو کچھ محترمہ نے لکھا ہے وہ صحیح ہے یا غلط یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن مولانا فضل الرحمن صاحب کے برعکس روزنامہ اسلام میں 18 اکتوبر 2016 اور 29 نومبر 2016 کو شائع ہونے والے کالم اور سات سطر ”اعتذار“ میں کذب بیابانیاں روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب!

اگر اب بھی آپ اسے جھوٹ نہیں سمجھتے تو پھر محترمہ طیبہ ضیاء چیمہ صاحبہ کی یہ بات کیا روزنامہ اسلام والوں کے حق میں بالکل صحیح نہیں ہے کہ:

”انہیں جھوٹ سے شدید نفرت ہے اس لئے وہ جھوٹ کو سچ سمجھ کر لکھتے ہیں“

(۳۰۶)	کیا جھوٹ کو سچ سمجھ کر بولنے سے فی الواقع وہ جھوٹ سچ میں تبدیل ہو جاتا ہے؟
-------	--

اگر بالفرض ”قارئین“ جھوٹ سے آگاہ نہیں ہیں تو لکھنے والا تو یقیناً جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔

بہر حال اس ”اعتذار“ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ یہ جھوٹ کا مرقع ہونے کے علاوہ تعصب پر بھی مبنی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ متعصب نظر حقیقت شناس نہیں ہوتی

”قاتل الله التعصب ما اقضحه لصاحبه“

حضرت مفتی صاحب!

(۳۰۷)	کیا اس طعن و تشنیع، کذب و افتراء، خود فریبی یا فریب دہی اور تعصب یا سوء ظن کے خلاف بھی کوئی فتویٰ جاری ہو سکتا ہے؟
(۳۰۸)	کیا حسن ظن کا باب صرف ”اپنوں“ کے لئے ہی کھلا رہتا ہے؟
(۳۰۹)	کیا ”دوسرے طبقات“ کے افراد حسن ظن کے مستحق نہیں ہیں؟

آپ کے چند رد مای طرز عمل سے گلنا یہی ہے کہ آج دارالافتاء بند ہے۔ اور مسلک و

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

ادارے کے تمام مفتیان کرام ”رخصت“ پر ہیں۔ کیونکہ معاملے کا تعلق ادارے کی ایک اہم ”شخصیت“ کے ساتھ ہے۔ اس لئے اس شخصیت کے خلاف فتویٰ صادر کرنے سے ”روزنامہ اسلام“ کے پورے ادارے کی بدنامی مول لیما پڑتی ہے۔

ہوئے کس درجہ فقہیان حرم بے توفیق

(۳۱۰)	حضرت مفتی صاحب! روزنامہ اسلام میں جھوٹے کالموں اور جھوٹے اعتذار کی اشاعت کے بارے میں کوئی فتویٰ صادر فرمائیں گے؟
(۳۱۱)	اگر کوئی شخص جھوٹ کو سچ سمجھ کر لکھ رہا ہے تو کیا یہ دھوکا گناہ نہیں ہے؟ (جھوٹ بولنا اور جھوٹ کو سچ سمجھنا)

حضرت مفتی صاحب!

سخت تعجب ہے کہ امام طبری کی منقولہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات کے بارے میں ڈیڑھ سال بعد بھی کوئی ”اعتذار“ سامنے نہ آسکا۔

جبکہ ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں حضرت قیس کو غیر ثقہ قرار دینے کے حوالے سے ”قارئین“ کے متوجہ کرنے اور خود بھی اکتالیس دن تک غور کرنے کے بعد بعد سات سطرے ”اعتذار“ شائع کر دیا گیا۔

(۳۱۲)	کیا انبیاء عظام کی عصمت اور صحابہ کرامؓ کے ناموس کا تحفظ زیادہ ضروری ہے یا میری کتاب کی طرف ایک غلط بات منسوب کر دینے پر ”اعتذار“ شائع کر دینا زیادہ اہم ہے؟
(۳۱۳)	پھر کیا وجہ ہے کہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات کے مقلدین کا دفاع کرنے پر کوئی اعتذار ابھی تک سامنے نہیں آیا؟
(۳۱۴)	کیا عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کا حصہ نہیں ہے؟

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

(۳۱۵)	کیا عصمت انبیاء علیہم السلام کا تحفظ نظریاتی سرحدوں کا تحفظ نہیں ہے؟
(۳۱۶)	کیا ناموس صحابہ کا تحفظ نظریاتی سرحدوں کا تحفظ نہیں ہے؟
(۳۱۷)	اگر آپ عصمت انبیاء اور ناموس صحابہ کے تحفظ کو نظریاتی سرحدوں میں داخل سمجھتے ہیں تو پھر ان کے تحفظ کے لئے کوئی اقدام کیوں نہیں اٹھاتے؟

حضرت مفتی صاحب!

آپ 29 نومبر 2016 کو شائع ہونے والے روزنامہ اسلام کا ادارتی صفحہ اٹھائیں اور اسے اپنے سامنے رکھیں تو آپ کو بائیں جانب کذب بیانیوں کا مربع سات سطری ”اعتذار“ نظر آئے گا، اور اسی صفحہ پر دائیں جانب اخبار کا ادارتی بھی ملاحظہ فرمائیں جس کا عنوان کچھ یوں ہے کہ:

نظریاتی سرحدوں کے تحفظ کے لئے بیداری کی ضرورت

اس ادارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ ”مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے این جی او ”پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن“ کی جانب سے نصاب تعلیم میں تبدیلی کی سفارشات کو سیکولرازم کا ایجنڈا قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔ علماء کرام نے خبردار کیا ہے کہ اگر نصاب تعلیم سے نظریہ پاکستان کو نکالنے کی کوشش کی گئی تو عوام کی طاقت سے انہیں ناکام بنایا جائے گا۔“

محترم جناب مدیر صاحب فرماتے ہیں کہ:

”... روشن خیال لیبرلزم اور آزاد فکری کے علمبردار طبقات و افراد کی ملک کی نظریاتی سرحدوں پر ہونے والی نازہ یلغار کے سد باب کے لئے تمام مکاتب فکر سے متعلق علماء کرام مذہبی شخصیات اور دینی جماعتوں کی کوششیں اور بیداری وقت کی اہم ضرورت ہیں، اس میں شک نہیں کہ پاکستان جس روشن اور آفاقی نظر و فکر کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، آج اسے منہدم کرنے کی سازشیں اور کوششیں اقتدار کے ایوانوں سے عمل میں لائی جا رہی ہیں جس کا اب سے قبل تصور بھی محال تھا۔۔۔ وقت کی پکار ہے کہ ملک کے جید علماء کرام، مشارح عظام، دینی جماعتیں اور کارکنان بلا تفریق مسلک و مشرب ایک مرتبہ پھر وقت کے مازک تقاضوں اور سیکولرازم کے فروغ کے

توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

نام پر اسلام دشمن کارروائیوں کا ادراک کریں اور جو سازشیں رو بہ عمل ہیں ان کے تدارک پر سوچ بچار کریں... اس تناظر میں بھی مرکزی حکومت کو اپنے محاسبے پر توجہ صرف کرنی چاہئے اور عوام کے حساس دینی جذبات و احساسات کا پاس کرنا چاہئے۔“ (روزنامہ اسلام 29 نومبر 2016 تحت ”اداریہ“)

حضرت مفتی صاحب!

مجھے معلوم نہیں کہ یہ ادارہ مدبر اعلیٰ یا مدبر میں سے کس کا تحریر کردہ ہے۔ لیکن اس کے متن کے ساتھ مجھے کامل اتفاق ہے کیونکہ مجھے بھی اسی مقصد کے تحت (یعنی روزنامہ اسلام کے ادارے کو بیدار کرنے کے لئے) ”امام طبری کون؟ مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ جیسی ایک ضخیم کتاب لکھنا پڑی۔ جبکہ زیر نظر ”کھلے خط“ کا مقصد بھی یہی ہے۔

آپ نصاب میں تبدیلی سے متعلق ایک این جی او کی محض ”تجویز“ (جس کے نفاذ میں محکمہ تعلیم، صوبائی حکومتیں، کابینہ، اسمبلی اور صدر کی منظوری تک تمام مراحل ابھی باقی ہیں) پر اس قدر ”حساس“ ثابت ہوئے ہیں کہ ترجیحی بنیادوں پر نہ صرف یہ کہ روزنامہ اسلام کا تقریباً پورا ادارہ وقف کر دیا بلکہ ”تجویز“ کی سطح پر ہی عوام کو بیدار کرنے کی مہم بھی شروع کر دی اور بجا طور پر اس ”تجویز“ کو ملک کی نظریاتی سرحدوں (یعنی اسلام) پر تازہ یلغار قرار دیتے ہوئے کہا کہ: ”اس کے سدباب کے لئے تمام مکاتب فکر سے متعلق علماء کرام، مذہبی شخصیات اور دینی جماعتوں کی کوششیں اور بیداری وقت کی اہم ضرورت ہیں...“

یہی نہیں بلکہ مرکزی حکومت کو بھی خبردار کرتے ہوئے کہا کہ:

”اس تناظر میں بھی مرکزی حکومت کو اپنے محاسبے پر توجہ صرف کرنی چاہئے اور عوام کے حساس دینی جذبات و احساسات کا پاس کرنا چاہئے۔“

حضرت مفتی صاحب!

مذکورہ این جی او کی طرف سے ابھی محض ایک تجویز سامنے آئی ہے جسے حکومت کی جانب

توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

سے عملی جامہ پہنانے کا زیادہ سے زیادہ امکان پایا جاتا ہے۔ سامکان کی حیثیت تو ثانوی ہے لیکن آپ نے اس تجویز کو بھی پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پر تازہ یلغار قرار دے دیا ہے۔

جبکہ روزنامہ اسلام میں (امکان سے بہت آگے نکل کر وقوع کے درجے میں) تاریخ صحابہ اور راہ اعتدال، علامہ طبری... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز، ایک خط اور اس کا جواب اور احتیاط لازم ہے، جیسے عنوانات پر شائع ہونے والے کالموں کے ذریعے ”معتقد عصمت انبیاء اور مشاجرات صحابہ“ جیسے حساس مسائل پر بالکل بے موقع و بے محل عملی طور پر باقاعدہ یلغار کر کے اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی دیواروں میں بڑے بڑے شکاف کر ڈالے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ کا ”احساس“ بیدار نہیں ہوا۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دوسروں کو بیدار کرنے سے پہلے خود اپنا بیدار ہونا ضروری ہے۔

(۳۱۸)	کیا آپ امام طبری کی منقولہ منافی عصمت اور مبنی برتوہین روایات سے برأت کا واضح اعلان کر کے اپنے بیدار ہونے کا عملی ثبوت فراہم کریں گے؟
(۳۱۹)	کیا آپ تفسیر حدیث، تاریخ اور دیگر کتابوں میں پائی جانے والی منافی عصمت مبنی برتوہین اور اسرائیلی روایات کے تذکرہ پر سوچ بچار کرنا پسند فرمائیں گے؟
(۳۲۰)	کیا اس تناظر میں یہ ضروری نہیں ہے کہ روزنامہ اسلام کی مرکزی قیادت خود اپنے ”محاسبے“ پر توجہ صرف کرے؟
(۳۲۱)	کیا روزنامہ اسلام کے سرپرستوں کو امام طبری کی منقولہ (بالخصوص قصہ زید و زینبؑ) اور غرائق سے متعلق (سراسر منافی عصمت مبنی برتوہین روایات کا دفاع کرنے پر مسلمانوں کے حساس دینی جذبات و احساسات کا پاس دلنا ٹھیک نہیں کرنا چاہئے؟

حضرت مفتی صاحب!

اس تناظر میں اور موقع کی مناسبت سے روزنامہ اسلام کا دین اسلام کے تقاضے کے عین مطابق اور مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کرنے والا زیر بحث ادارہ غور و فکر اور

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
عملی اقدام اٹھانے کے لئے خود روزنامہ اسلام کے پورے ادارے کی نظر کرتا ہوں۔

اگر کچھ کم ہے جو کچھ ہو چکا بیدار کرنے کو
تو کل افسانہ عبرت کے عنوان اور بھی ہوں گے

اعاذنا اللہ منہ

لَعُمْرِي لَقَدْ نَبَّهْتُ مَنْ كَانَ نَافِئًا
وَأَسْمَعْتُ مَنْ كَانَتْ لَهُ أُذُنَانِ

اللہ کرے کہ آپ اپنے ہم خیال رفقاء سمیت اس حد تک نہ پہنچ گئے ہوں جس کی منظر
کشی کرتے ہوئے کسی شاعر نے یوں کہا تھا کہ:

اسمعت لوتاديت حيا

ولكن لا حياة لمن تنادي

حضرت مفتی صاحب!

آخر میں ایک مرتبہ پھر مکرر عرض ہے کہ میں اس بات کا ہرگز ہرگز خواہاں نہیں ہوں کہ
روزنامہ اسلام میں 18 اکتوبر 2016ء کو شائع ہونے والی ”خلط مبحث، طعن و تشنیع، خود
فریبی، فریب دہی، کذب بیانی اور افتراء پردازی“ پر مبنی ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“
تیسری قسط کی بناء پر مجھ سے کسی قسم کی ”معذرت خوانی“ کی جائے کیونکہ میں نے اپنا
”مقدمہ“ حکم الحاکمین کی بارگاہ میں درج کرا دیا ہے۔

جہاں تک طعن و تشنیع، کذب بیانی و افتراء پردازی کا تعلق ہے تو میں نے جب سے
اس میدان کا رزار میں قدم رکھا ہے تو میں اپنوں اور بیگانوں سے اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر
مغالطات سننے کا عادی ہو چکا ہوں اور یہ طعن و تشنیع اور مغالطات تو میرے اللہ نے اپنے
بندوں کی ایک پہچان بتائی ہے کہ:

لا يخافون لومة لائم ■ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء (المائدہ ۵۴)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
 ”وہ نہیں ڈرتے ملامت سے اور ملامت کرنے والوں سے، یہ تو (ان پر) اللہ کا فضل
 و کرم ہے جو نوازتا ہے اس سے جسے چاہے۔“

سیرت انبیاء و سیرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہے کہ اس راستے میں طعن و
 تشنیع اور گالیاں سننا و سہنا تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

جو حضرات راقم الحروف سے ذاتی طور پر یا بذریعہ تحریر آگاہ ہیں وہ بخوبی جانتے
 ہیں کہ راقم 1980ء سے مسلسل اور بلا تعطل دشمنان صحابہؓ اہلبیتؑ کے خلاف برسرِ پیکار
 ہے۔ دو درجن سے زائد مقدمات پر عدالتی ریکارڈ (جس کی تفصیل ان شاء اللہ العزیز ”روداد
 مقدمات“ کے نام سے ایک مستقل کتاب کی صورت میں پیش کی جائے گی) آج بھی محفوظ
 ہے اس لئے راقم نے اپنا سارا زور قلم اور زور بیان عقیدہ عصمت انبیاءؑ، ماموس صحابہؓ اور مذہب
 اہل سنت کے تحفظ اور فرق باطلہ کے رد اور تعاقب کے لئے وقف کر رکھا ہے۔

زیر بحث مسئلہ کی حساسیت کے پیش نظر آپ جیسے صاحب علم و تقویٰ سے بجا طور پر یہ
 توقع تھی کہ آپ خود اس معاملے کا جائزہ لے کر کوئی اطمینان بخش جواب دیں گے۔ لیکن صد
 افسوس کہ آپ نے ابھی تک ”عقیدہ“ کے ساتھ متعلق اس انتہائی اہمیت کے حامل مسئلے کو کوئی
 وقعت اور اہمیت نہیں دی۔

امام طبری کی منقولہ منافی عصمت اور مبنی بر توہین روایات سے اظہارِ برأت میں اپنا
 دینی و ایمانی فریضہ سمجھتا ہوں اور ان سے اختلاف کا برملا اعلان کرتا ہوں، کیونکہ میں ہرگز
 شخصیت پرست نہیں ہوں۔ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی کو بھی معصوم نہیں سمجھتا۔
 آپ جانتے ہیں کہ ”احترام“ میں اور ”شخصیت پرستی“ میں بڑا فرق ہے۔ شخصیت
 پرستی سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے ہر قول و عمل کو اصولِ روایت و درایت کی رو سے پرکھے
 بغیر مبنی بر صداقت تسلیم کر لیا جائے۔

امام طبری کا تو پھر ایک مقام ہے میں تو کسی عام انسان کی توہین کو بھی جرم سمجھتا ہوں۔
 لیکن اس کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر کسی شخص کی عقیدت یا ادب و احترام اظہارِ حق

توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
کے راستے میں رکاوٹ بن جائے تو یہ بھی بارگاہ الہی میں جرم عظیم ہے۔ میں اس جرم کے
ارتکاب سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

مولانا سید احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں کہ:
”جو ادب یہ ضرورت بھی اظہار حق کا روادار نہ ہو اس کو ادب سمجھنا ہی بڑا ظلم ہے“
(انوار الباری جلد ۲ ص ۴۷)

میں ”توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟“ کے سلسلے میں اپنے اس
”کھلے خط“ کو اس موقع کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ آپ ادب و احترام، شخصیت پرستی اور نفس
مسئلہ کے بنیادی نکتہ نظر انداز نہیں فرمائیں گے اور میری ”ناکوار“ گزرنے والی باتوں پر
میری طرف سے معذرت قبول فرمائیں۔

”والعذر عند کرام الناس مقبول“

والسلام

مع غایۃ الاحترام

دعا کو و دعا جو

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

مرکزی جامع مسجد سیدنا معاویہ چوک حویلیاں ہزارہ

7 ربیع الاول 1438ھ مطابق 7 دسمبر 2016ء

کاپی: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ

ضمیمہ

اور یا مقبول جان صاحب کے روزنامہ ایکسپریس میں شائع ہونے والے کالم اور روزنامہ اسلام میں شائع ہونے والے جوابی کالم جن کا حوالہ زیر نظر ”کھلا خط“ میں آیا ہے۔ وہ ”من وعن“ اس ضمیمہ میں یکجا کئے گئے ہیں تاکہ مراجعت کرتے وقت ”حق و سچ“ کی تلاش میں کوئی وقت و دشواری پیش نہ آئے۔

(۱) تاریخی کالم اور آپ کی رائے۔ ”روزنامہ اسلام“ ۹/ اکتوبر ۲۰۱۶ء

(۲) ایک عظیم تحقیقی کتاب۔ ”روزنامہ ایکسپریس“ ۱۴/ اکتوبر ۲۰۱۶ء

(۳) کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟ ”روزنامہ اسلام“ ۱۶ تا ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء (تین

اقساط)

(۴) مصطفیٰ کمال سے طیب اردوان تک (اعتذار)

”تاریخی کالم..... آپ کی رائے“

تاریخی کالم سے میری مراد تاریخی موضوعات پر لکھے جانے والے کالم ہیں۔ روزنامہ اسلام کے پرانے قارئین جانتے ہیں کہ راقم نے 2001ء میں جب اس روزنامے کے اجراء کے ساتھ اس میں کالم نگاری کا آغاز کیا، تو دیگر کالم نگاروں کی طرح میرا موضوع سخن بھی حالاتِ حاضرہ ہی تھے۔

یہ سلسلہ 2010ء تک جاری رہا۔ اپریل 2011ء میں راقم نے اپنی کالم نگاری کا انداز تبدیل کیا اور تاریخ کے مختلف گوشوں کو بنیاد بنا کر کالم لکھنا شروع کیے۔ اگرچہ بیچ میں کبھی کبھار حالاتِ حاضرہ پر بھی لکھ دیتا ہوں بلکہ نفث روزہ ضربِ مومن میں تو اکثر بیشتر تازہ حالات ہی کو موضوعِ سخن بناتا ہوں، تاہم روزنامہ اسلام کے کالموں میں تاریخی رنگ غالب ہو گیا۔ یہ طرزِ اختیار کرنے کی کچھ وجوہ تھیں۔ ابتدائی بیہ بینی کہ روزنامہ اسلام میں ایک کالم چھپا، جس کے مسندِ رجاء کسی تاریخ پر نہیں بلکہ تاریخی ناول پر مبنی تھے۔ کالم نگار بھینا اسے حرفِ بحر ف سچ سمجھ رہے تھے، اس لیے ناول کے اس قصے کو جو شروع سے آخر تک من گھڑت تھا، انہوں نے اپنے استدلال کی بنیاد بنالیا۔ کالم نگار اچھی علمی استعداد کے حامل اور پختہ دین دار ہیں مگر ان کی تحریر تاریخ سے دلچسپی کے باوجود اصل تاریخ کے مطالعے میں کمی کی عکاسی کر رہی تھی۔ اس سے راقم کو بڑی شدت سے خیال ہوا کہ اس وقت اپنے نوجوان ساتھیوں کو تاریخی حقائق سے آگاہ کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ تاریخ راقم کی دلچسپی اور تحقیق کا خاص میدان ہے۔ اگرچہ اس میدان کے اصل شہسواروں یعنی پرانے علماء اور اکابر کے سامنے راقم طفلِ کتب ہے اور بلاشبہ تاریخ کے وسیع سمندر میں اب تک میں خود کو ایک طالب علم یقین کرتا ہوں، تاہم اس کے ساتھ میں اس ذمہ داری سے بھی زیادہ مدت تک بے اعتنائی نہ بردہ رکھا کہ ماضی کے حقائق کو قدیم مآخذ اور اصل عبارات سے کشید کر کے دلچسپ اور مفید انداز میں قارئین کے سامنے لانا چاہیے اور وہ بھی اس طرح کہ وہ اس سے موجودہ حالات اور پیش آمدہ قضایا میں درست فیصلے کرنے کی استعداد حاصل کر سکیں۔

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

تاریخی موضوعات پر کالم لکھنے کی ایک دوسری جہہ ادارتی صفحے کے تنوع کو بہتر کرنا تھا۔ ادارتی صفحے پر حالاتِ حاضرہ کے تقریباً تمام اہم موضوعات پر بحث ہو جاتی ہے۔ ادارے، شذرے اور کالموں میں اکثر ایک ہی قصبے کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بات ہو جاتی ہے۔ اہم واقعے یا حادثے پر متعدد کالم آ جاتے ہیں۔ تاہم تاریخی پہلو رکھنے والے کالم بہت کم ہوتے ہیں، یعنی ایسے کالم جو ماضی کے آئینے میں حال کے خدوخال واضح کر سکیں۔ تاریخی کالم لکھنے سے راقم کی ایک غرض یہ بھی تھی کہ ادارتی صفحے کا تنوع بہتر ہو اور ہر ذوق کے قارئین اس میں زیادہ دلچسپی لیں۔

یہاں یہ عرض کر دوں کہ حالاتِ حاضرہ پر لکھنا میرے لیے تاریخی کالموں کی نسبت آسان ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حالاتِ حاضرہ پر لکھنے کے لیے کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا پڑتا۔ آدھ گھنٹے میں دو چار تازہ اخبارات دیکھ کر ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ایک پورا کالم لکھ دینا آسان سی بات ہے۔ ضربِ مومن کے لیے کالم لکھنے میں اب بھی راقم کا تقریباً اتنا ہی وقت صرف ہوتا ہے، مگر جب تاریخ کے کسی پہلو پر لکھنا ہو تو کتابوں کی طرف رجوع کرنا ہی پڑتا ہے۔ باوجود اس کے کہ راقم تین عشروں سے تاریخی کتب کا مطالعہ کرنا چلا آیا ہے، سب کچھ حافظے میں من و عن محفوظ نہیں ہوتا۔ احتیاط بھی اسی میں ہے کہ اصل کتب کو دیکھے بغیر نہ لکھا جائے۔ اس لیے راقم کے جو کالم روزنامہ اسلام میں لگ رہے ہیں، ان میں سے اکثر کالموں کے لکھنے میں چاہے کم وقت لگا ہو، مگر اس سے پہلے مطالعہ کرنے میں خاصا وقت لگ جاتا ہے۔ راقم شروع میں عبارت کے ساتھ محولہ کتب کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر سمیت پورے پورے حوالے بھی دیتا تھا مگر پھر بعض صحافی دوستوں نے کہا کہ اس سے ”کالم“ کالم نہیں رہتا جس میں ہکا بھکا ہونا شرط ہے، بلکہ کسی علمی جریدے کا بھاری بھر کم تحقیقی مضمون بن جاتا ہے۔ ان دوستوں کے مشورے پر عبارات کے نیچے میں حوالہ جات کا سلسلہ ختم کر دیا گیا، البتہ عموماً اختتام پر بعض مآخذ کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے۔

اپریل 2011ء سے اب تک روزنامہ اسلام میں جو تاریخی کالم شائع ہوئے ہیں، انہیں جمع کیا جائے تو ایک پوری کتاب بن جائے گی۔ ان میں بہت سے کالم ایسے ہیں جن میں تاریخ کو

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

محشیہ تاریخ بیان نہیں کیا گیا، بلکہ ماضی اور حالاتِ حاضرہ میں تطبیق کے بعد اسباق و عبرت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، مگر بہت سے کالم ایسے بھی ہیں جن میں کسی تاریخی واقعے کی تحقیق ہی مقصود تھی، جس کے متعلق قارئین شکوک و شبہات کا شکار تھے۔ بعض کالم ایسے موضوعات پر لکھے گئے جن پر کسی سیکولر یا نادان صحافی نے غلط اور خلاف تحقیق طبع آزمائی کی تھی۔ راقم انہیں آئینہ دکھانے پر مجبور ہو گیا۔ بہت سے موضوعات ایسے تھے کہ جن کے متعلق قارئین ہی کی جانب سے استفسار کیا گیا کہ اس بارے میں تاریخی حقائق سے ہمیں آگاہ کیا جائے۔ اس قسم کے کالموں میں چونکہ متعلقہ کئی پہلو سامنے لانا ہوتے ہیں، اس لیے قدرتی طور پر یہ کالم کئی کئی سطحوں پر پھیل گئے۔ قارئین کے خطوط اور برقی پیغامات سے ہی معلوم ہوا کہ کالموں کے اس سلسلے میں تاریخ کے بہت سے ایسے گوشے ان کے سامنے آئے ہیں جن سے وہ بالکل نادان تھے یا اس بارے میں ان کی معلومات سطحی تھیں۔ بہت سے قارئین ایسے بھی تھے جو سیکولر اور گمراہ قسم کے مفسدین کی کتب پڑھ کر بہت سے تاریخی واقعات کے بارے میں غلط ذہنیت اختیار کیے ہوئے تھے۔ الحمد للہ ان سب کو ان کالموں سے بہت فائدہ ہوا۔ اگرچہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو بعض کالموں پر معترض ہوئے مگر ایسی مثالیں کم ہیں۔ بعض مخلصین کی طرف سے اب ایک رائے یہ دی جا رہی ہے کہ آپ اپنے پرانے رنگ پر آجائیں اور حالاتِ حاضرہ کو ہی موضوع بنائیں۔ اس سے لوگوں کو زیادہ فائدہ ہوگا، کیونکہ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے کم ہیں اور حالاتِ حاضرہ کے بارے میں تبصرے پڑھنے والے زیادہ۔ میرے لیے اپنے تمام قارئین قابلِ احترام ہیں اور سب کی رائے میرے لیے اہم ہے۔ تاہم اس فیصلے کے لیے کہ آیا تاریخی رنگ کو باقی رکھا جائے یا حالاتِ حاضرہ کو ترجیح دی جائے، راقم اپنے تمام قارئین سے بطور خاص استصواب رائے کرنا چاہتا ہے تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو۔ ایسا نہ ہو کہ طرزِ تبدیلی ہوتے ہی دیگر قارئین کی طرف سے اصرار ہو کہ ہم تو تاریخی کالم پڑھنا چاہتے ہیں اور یہ کہ فلاں فلاں تاریخی موضوع پر لکھا جائے۔

اپنی قیمتی رائے سے آگاہ کرنے کے لیے درج ذیل فون نمبر پر صرف میسج بھیجیں۔ نمبر میرا نہیں، ایک دوست کا ہے۔ اس پر فون نہ کریں، ورنہ انہیں زحمت ہوگی:

5758344-0322 نیز پیغام اس ایڈرس پر ای میل بھی کیا جاسکتا ہے:

rehanbhai@gmail.com (بشکر یہ روزنامہ اسلام۔ 9 اکتوبر 2016)

ایک عظیم تحقیقی کتاب

ایک عمر تاریخ کی راہداریوں میں گھومتے اور اس کی بھول بھلیوں میں سفر کرتے ہوئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ گزشتہ دو ڈھائی ہزار سال سے مرتبہ تاریخ کے صفحات میں سچ ڈھونڈنا انتہائی مشکل اور تھکا دینے والا عمل ہے۔

جو بھی اس راستے کا راہی بنا اس نے سب سے پہلے اپنے اندر موجود تعصبات کے بتوں کو پاش پاش کیا اپنے نظریات اور عقائد کو پس پشت ڈالا اپنے آباء و اجداد اور اسلاف کے بارے میں احترام کے رشتے کو ختم کیا اور پھر وہ اگر تاریخ میں سچ ڈھونڈنے نکلا تو اسے سچ ضرور ملا۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ سچ اس قدر کم ہے کہ انسان کی مرتبہ کردہ تاریخ کے خزانوں میں اتنا ہی پختا ہے جتنا چیل کے گھونسلے میں ماس۔ لیکن یہی سچ مقدس ہے، محترم ہے اور لائق اعتبار ہے۔

اسلامی تاریخ کا حال دنیا بھر کی تواریخ سے کہیں زیادہ خراب ہے۔ اس لیے عرب تاریخ سے فن سے بالکل نا آشنا تھے بلکہ ان کے ہاں شاعری نے اس قدر اہمیت اور مقام حاصل کر لیا تھا کہ باقی علوم کی جانب ان کی توجہ ہی نہ گئی۔ سب سے تعلقات وہ سات قصیدے تھے جو خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکائے گئے تھے، یہ ان سات بڑے شاعروں کے تھے جنہیں عرب صاحب معلقہ کہتے اور معاشرے میں سب سے اہم مقام عطا کرتے۔

ایک اور فن جس میں یہ طاق تھے وہ انساب تھا، یعنی نام و نسب، نسلی پہچان اور تفاخر۔ صدیوں پرانے اپنے آباء و اجداد کے ناموں کی بنیاد پر وہ اپنے شجرے مرتب کرتے انہیں یاد رکھتے اور فخر کے طور پر اپنے اشعار میں ان کا تذکرہ کرتے۔ چونکہ عرب کا معاشرہ دیباہوں، شائشی کرہز اور محلات سے کھوکھوں دور تھا اس لیے ان کے ہاں کسی نے بھی نیت باندھ کر تاریخ مرتب نہیں کی۔

تاریخ تو بادشاہوں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے وجود اور اپنی سلطنت کے امور کو اُن نے والی نسلوں تک منتقل کریں اور شاہی مورخ ایک خاص شاہانہ تعصب کے ساتھ تاریخ لکھتا، بادشاہ کے گن گانا اس کے دشمنوں کے فحائش بیان کرتا تھا، بلکہ اپنی قوم، نسل،

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

علاقے اور زبان کے حوالے سے ہر تعصب کو ذہن میں رکھ کر تاریخ مرتب کرنا تھا۔

اسلام کی تاریخ کا سب سے بڑا سچ یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی خلفاء حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جسے اس بات کا ذرا سا بھی شوق ہو کہ ان کے دور کی تاریخ مرتب ہو یا ان کے کارنامے کتابوں کی زینت بنیں۔ وہ تو خلافت کو ایک بار امانت تصور کرتے ہوئے ہر وقت اللہ کے سامنے جوابدہی کے خوف سے لرزتے رہتے تھے۔

دنیا کی دو عالمی طاقتوں کو شکست دے کر ان کے علاقوں پر حکمرانی کرنے والے ان خلفاء کا نہ کوئی دربار تھا اور نہ ہی محل، بلکہ اتنی بڑی سلطنت کا کوئی سیکریٹریٹ تک نہیں تھا جب کہ روم اور ایران دونوں کے وسیع سیکریٹریٹ تھے۔ رومی علاقے شام و مصر اور ایرانی علاقے عراق، آذربائیجان، ایران وغیرہ میں کتنے ایسے موزنین اور قلم کار تھے جو بادشاہوں کی تاریخ مرتب کرتے، قصیدے کہتے اور اپنی روزی روٹی کا بندوبست کرتے۔

یہ سب کے سب چشم زدن میں پیروزگار ہو گئے۔ دونوں خطوں کے لوگ عربوں کو اپنے سے کمتر، پسماندہ اور تہذیب سے عاری تصور کرتے تھے، بلکہ ایرانیوں کا یہ فخر تو مدتوں قائم رہا اور شاہنامہ فردوسی میں یہ اس قدر کھل کر سامنے آیا کہ اس کے اشعار میں جا بجا مسلمان فاتحین کو عرب کہہ کر نفرت بھرے اشعار لکھے گئے

شیر شتر خوردن سو سمار
عرب را بجائے رسید است و کار
کہ تخت کیہاں را کنند آرزو
تفو بر توای چرخ گرداں تفو

ترجمہ: ”افیشیوں کا دودھ پینے اور گوہ کا گوشت کھانے والے عربوں کو یہ کیا ہو گیا ہے کہ یہ کیہاں یعنی ایران کے تخت کی آرزو کرنے لگے ہیں۔ اے ٹیڑھی چال والے آسمان تم پر نفرت میں ہے۔“ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام علاقے جہاں سید الانبیاءؐ کے صحابہؓ اسلام لے کر پہنچے وہاں کی مادری زبان تک عربی ہو گئی۔ عراق، شام، اردن، مصر، تیونس، الجزائر وغیرہ میں کبھی عربی نہیں بولی جاتی تھی لیکن آج وہ عرب دنیا کا حصہ ہیں۔ ایرانیوں نے اپنی تہذیب کا تشخص

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

مقرر رکھنے کے لیے پوری جدوجہد اور سر توڑ کوشش کی۔ اسی ایرانی تہذیب کے خوشہ چیں اور اس کی مدح سرائی میں گم کتنے مؤرخ، شاعر، دیب ایسے تھے جو حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

یوں مسلمان جو فن تاریخ سے نا آشنا تھے اور اپنے عقائد کی بنیاد قرآن اور رسول اکرم کی سنت پر رکھتے تھے ان کے ہاں کتب تاریخ کا رواج نہ پڑ سکا۔ سنت کا تو ان کے ہاں ایک تسلسل تھا کیونکہ ہر کوئی رسول اکرم کی سنت کو اولاد تک منتقل کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے انھوں نے آپ کے ارشادات پر مبنی احادیث کا ایک ذخیرہ بھی مرتب کر لیا تھا۔ یہ ذخیرہ خود رسول برحق کی زندگی میں ہی مرتب ہونا شروع ہو گیا تھا جس کی مثال صحیفہ ہمام ابن منبہ ہے۔

احادیث کے بارے میں انھوں نے کمال احتیاط برتی اور ایک ایک راوی کے کردار اخلاق اور ایمان و عقیدہ کو بھی زیر بحث لائے۔ لیکن تاریخ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس رہا۔ شاہی درباروں کے عادی اور نسلی تعصب سے لتھڑے ہوئے مورخین نے اسلام کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی۔ حدیث تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص جیسے اصحاب نے مرتب کرنا شروع کر دی تھی اور ان کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ لیکن تاریخ کی پہلی کتاب سیرت النبی پر ابن اسحاق کی سیرت ہے جو آپ کے وصال کے سو سال بعد لکھی گئی۔

اس وقت امام مالک بن انس مدینہ منورہ میں موجود تھے اور لوگ انھیں رسول اللہ کے دین کے حوالے سے حجت مانتے تھے۔ انھوں نے جب ابن اسحاق کی کتاب دیکھی تو حیرت سے بولے کہ اس نے تو رسول اکرم کے بارے میں بے بنیاد قصے اور نظمیں گھڑی ہیں۔ جس پر محمد بن اسحاق کو مدینہ بدر کر دیا گیا وہ مصر اور پھر عراق چلا گیا۔

یہ کتاب نابید ہو گئی لیکن اس کی ایک سو سال بعد تلخیص ابن ہشام نے اپنی کتاب سیرت ابن ہشام میں پیش کی۔ لیکن اس کتاب کو طبری نے اپنی تاریخ میں خصوصی جگہ دی۔ وہ کتاب جسے امام مالک نے بے بنیاد قصوں اور نظموں کی ملاوٹ سے؟ لودہ کتاب قرار دیا تھا کئی صدیاں گزرنے کے بعد طبری کے ہاں معتبر تاریخی مواد بن گئی اور آج ہر کوئی اس کی بنیاد پر اسلام کی تاریخ پر سوالیہ نشان اٹھاتا ہے۔

توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

آج سے ایک سال قبل 7 جولائی 2015ء کو میں نے طبری کے بارے میں ایک کالم ”ہمارے افسانہ ساز مورخین“ کے نام سے تحریر کیا تھا۔ جس میں اس کی تاریخ کے مواد پر اعتراضات کیے تھے۔ اس کے بعد اخبارات میں ایک طویل بحث چل نکلی۔ میرے سیکولر دوست طبری کے دفاع میں آئے لیکن پھر خاموش ہو گئے جب کہ منبر و محراب سے محمد اسماعیل ریحان صاحب نے کالموں کا ایک سلسلہ ”علامہ طبری۔ مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ تحریر کیا۔ جس کے جواب میں 4 ستمبر 2015ء کو میں نے ”خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے“ کے عنوان سے کالم تحریر کیا اور طبری کے ان رادیوں پر طویل بحث کی جنہیں 7 نمبر جرح و تعدیل جھوٹے اور کذاب کے طور پر گردانتے ہیں۔

کالموں کا دامن بہت مختصر ہوتا ہے۔ اس میں علمی بحث دلائل کے ساتھ نہیں سیٹی جاسکتی۔ اس کے لیے موثر تحقیق چاہیے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میرے ان دو کالموں اور محمد اسماعیل ریحان صاحب کے نوعد کالموں کو بنیاد بنا کر پروفیسر قاضی طاہر علی الہاشمی نے ساڑھے آٹھ سو صفحات پر مشتمل ایک جامع تحقیق مرتب کر کے چھاپ دی۔ کتاب کا عنوان ہے ”امام طبری کون؟ مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز۔ یہ کتاب بہت ہی عرق ریزی اور محنت سے تحریر کی گئی ہے اور تاریخ کے متعصب اور من گھڑت مواد میں سے سچ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی حویلیاں، ہزارہ کی جامع مسجد میں خطیب بھی ہیں۔ پروفیسر صاحب پبلشنگ کے مراکز لاہور، اسلام آباد اور کراچی سے بہت دور ہیں۔ اس دوری نے ان میں ایک اور طرح کی جرات و ندانہ بخشی ہے۔ انھوں نے ہمت کر کے یہ کتاب خود چھاپی ہے اور کمال خوبصورت چھاپی ہے اور قاضی جن پیر الہاشمی اکیڈمی، مرکزی جامع مسجد حویلیاں، ہزارہ کے زیر اہتمام طباعت کی گئی ہے۔ کتاب اس قدر وسیع اور تحقیق اس قدر خوبصورت ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمان علماء، فقہاء اور فضلاء یاد آجاتے ہیں۔ تاریخ کے کوڑے دان سے سچ کو تلاش کرنے کا یہ کام بہت عظیم ہے۔ مدتوں بعد منبر و محراب اور مدرسے کی چٹائیوں سے ایک اہم کام ہوا ہے۔ (بشکریہ: روزنامہ ایکسپریس ۱۱۴ اکتوبر ۲۰۱۶ء)

کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟

تاریخ کیا ہے؟ کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟ تاریخ لکھنا اور پڑھنا خلاف اسلام ہے؟ کیا تاریخ ایسی چند کتب کا نام ہے جو کسی رومی یا فارسی مصنف نے لکھی؟ کیا تاریخ کا اطلاق تاریخ الرسل والملو، البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن خلدون اور اکبر شاہ نجیب آبادی کی تاریخ اسلام پر ہی ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ سوچ بہت ہی سچی ہے۔

تاریخ گزشتہ واقعات و حالات کا نام ہے۔ تاریخ ہر قوم کا اجتماعی حافظہ ہے۔ جب یہ حافظہ نہ رہے تو پھر قوم کی وہی حالت ہوتی ہے جو حافظے سے محروم کسی بھی مرئیض کی۔ تاریخ جادو اور کالے علم جیسا کوئی گھناؤنا علم نہیں۔ ایک شریف، مفید اور معزز علم ہے جس کی ترغیب خود اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء کرام کو بھی دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے متعلق تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

”اور یاد دلاؤ ان کو دن اللہ کے“ (سورۃ ابراہیم: 5)

مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد بنی اسرائیل کی تاریخ کے وہ گزشتہ بڑے بڑے واقعات ہیں جن میں انہیں اللہ کی مدد و نصرت سے فتح یا کوئی اور نعمت ملی یا جن میں وہ شکست یا عذاب سے دوچار ہوئے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوتا ہے: ”اور پیغمبروں کے وہ سب حالات جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں، ان سے ہم تمہارے دل کو مضبوط رکھتے ہیں۔“ (سورۃ ہود: ۱۲۰) قرآن مجید کی درجنوں سورتیں امم ماضیہ کے قصوں کو بیان کرتی ہیں تاکہ ان کے انجام بد سے عبرت پکڑی جائے۔ امت مسلمہ کو سمجھایا جاتا ہے: ”بے شک ان لوگوں کے قصوں میں عقل والوں کے لئے عبرت کا سامان ہے۔“ (سورۃ یوسف: ۱۱۱)

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

ہمارے نزدیک فن تاریخ کے اصل بانی اہل فارس و روم اور یونانی نہیں جن کے پاس چند رزمیہ داستانوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ہماری تاریخ کے بانی خود حضرت آقائے مہدٰی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین اور محدثین ہیں۔ کس طرح؟ تاریخ نام ہے گزشتہ اہم حالات و واقعات کا۔ (چاہے فتح کے ہوں یا شکست کے، نعمت کے ہوں چاہے عذاب کے۔ اچھے ہوں یا برے۔ ان سے حوصلہ ملے یا عبرت حاصل ہو۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزشتہ دور کیا تھا۔ از آدم علیہ السلام تا بنو ہاشم۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث دیکھ لیجئے۔ ایک پورا ذخیرہ مل جائے گا ان احوال کا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پیغمبروں کے بزبان خود بیان کیے۔ نعوذ باللہ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت آدم، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو تو کوئی شوق نہ تھا اپنی شہرت کا، اپنے کارناموں کو دنیا تک پہنچانے کا، پھر یہ واقعات کیوں نقل کیے جاتے ہیں۔

یہی نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ غیر اقوام کے برے لوگوں کے حالات بھی بیان کیے۔ عام لوگوں کے واقعات بھی نقل کیے۔ بنی اسرائیل کے اندھے، گنچے اور کوڑھی کا واقعہ تو بچہ بچہ جانتا ہے۔ یہ کسی یہودی، فارسی، رومی یا یونانی نے نقل نہیں کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے۔ کوئی تو بچہ ہوگی اس کی۔ ظاہر ہے گزشتہ امت کا کوئی واقعہ چاہے انبیائے کرام کا کیوں نہ ہو تشریحی طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اس کی حیثیت تاریخی ہی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تاریخی واقعات بلکہ زمانہ جاہلیت کے واقعات بھی سنا کرتے تھے۔ صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سناتے تھے اور آپ مسکراتے رہتے تھے۔ (شامل ترمذی)

صحابہ کرام کے زمانے تک کے تاریخی یعنی گزشتہ حالات کیا تھے؟ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری مبارک زندگی کا اضافہ ہو چکا تھا۔ جس کا غالب حصہ تشریحی تھا۔ مگر اسی میں ایک حصہ ایسا ہے جو سیرت سے تعلق رکھتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ”کتاب المغازی“ دیکھ لیں جس کا موضوع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات تاریخی ترتیب سے بیان کرنا ہے۔ پھر انہی صحابہ

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

کرام کے دور میں تاریخی تقویم تیار ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جب فتوحات پر فتوحات ہوئیں تو مدینہ منورہ کے مرکزی دفتر اور صوبوں کے ذیلی دفاتر میں مراسلوں اور دستاویزات کا انبار لگ گیا۔ یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا کہ کون سی تحریر کس تاریخ کی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط آیا جس پر صرف شعبان لکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ کون سے سال کا شعبان ہے۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا: لوگوں کے لئے کوئی وقت مقرر کر دو، جس سے وہ تاریخ شمار کیا کریں۔ بعض نے کہا: اہل روم کی تاریخ اختیار کر لی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رومیوں کی تاریخ کا شمار بہت طویل ہے، وہ سکندر کے دور سے شمار کرتے ہیں۔ کسی نے کہا: اہل فارس کی تاریخ اختیار کر لیں۔ آپ نے فرمایا: ان کے ہاں ہر بادشاہ کی تخت نشینی پر تاریخ نئے سرے سے شروع ہوتی ہے۔ آخر یہ طے پایا کہ اپنی الگ تقویم رکھی جائے۔ اب سوال اٹھا کہ کب سے؟ تین آراء سامنے آئیں، حضور اکرم! کی ولادت سے..... ہجرت سے..... وفات سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا: ”ہجرت سے تقویم کا آغاز کیا جائے کیونکہ اسی سے حق و باطل کے درمیان فرق ہوا۔“

چونکہ ہجرت ربیع الاول میں ہوئی تھی اس لئے بعض کی رائے اسی مہینے کو ہجری سال کا آغاز قرار دینے کی تھی۔ بعض نے ماہ رمضان کی فضیلت کی بناء پر اس کا مشورہ دیا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ”محرم سے تقویم شروع کی جائے کہ یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ یہی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ اس میں لوگ حج سے لوٹتے ہیں۔“ ان کی رائے کو سب نے بہتر سمجھا اور فیصلہ ہو گیا کہ سال ہجری محرم سے شروع ہوگا۔ یہ واقعہ سن 17 یا 18 ہجری کا ہے۔ یہ ہجری تقویم کا آغاز تھا جو اسلامی تاریخ نگاری کا بنیادی بیانیہ ہے۔

صحابہ کرام خود بھی تاریخی واقعات شوق سے سنتے تھے۔ تاریخی روایات سننے اور نقل کرنے کا ذوق عام کرنے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نمایاں ہے جن کے ہاں روزانہ عشاء کے بعد تاریخ واقعات کی ایک مجلس لگتی تھی۔ اب آئے تابعین کرام، ان کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

دور تک صحابہ کرام گزر کر تاریخ کا حصہ بن چکے تھے۔ ان کے حالات نقل اور جمع کرنا بھی اُمت نے اہم سمجھا۔ یہ بھی تاریخ کا حصہ بن گیا۔

اسی طرح تابعین کے حالات تبع تابعین نے جمع کیے اور ان کے حالات بعد والوں نے۔ اس طرح اس تاریخی مواد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور پھر اسی مواد کو الگ الگ شکلوں میں مرتب کیا جاتا رہا اور مختلف تاریخی کتب سامنے آتی رہیں۔ (روزنامہ اسلام ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۶ء)

دوسری قسط:

تاریخ کے بارے میں یہ وضاحت اس لئے کرنا ضروری ہوئی کہ محترم اور یا مقبول جان صاحب نے ایک بار پھر حدود و قیود سے بہت آگے بڑھ کر یہاں تک فرما گئے ہیں کہ ”اسلامی تاریخ کا حال دنیا بھر کی تواریخ سے کہیں زیادہ خراب ہے۔“

جناب کا یہ دعویٰ تین غلط فہمیوں کی بنیاد پر قائم ہے۔ پہلی غلط فہمی یہ کہ تاریخ کے راویوں اور رجال پر کوئی کام نہیں کیا گیا۔ صرف حدیث کے راویوں پر یہ کام ہوا ہے۔

دوسری غلط فہمی موصوف کو یہ ہوئی ہے کہ تاریخ کی کتب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے ڈیڑھ سو سال بعد منظر عام پر آئیں، جبکہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی مرتب ہو گئی تھی۔ سو ڈیڑھ سو سال بعد والے سیرت نگاروں اور مؤرخین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے حالات پیش قدم خود نہیں دیکھے تھے۔ اس لئے انہوں نے جو کچھ لکھا، وہ قصے کہانیاں ہیں۔ حدیث و زہد ہی میں لکھ لی گئی تھی۔ اس لئے وہ معتبر ہے۔

تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ حدیث پر کام کرنے والی جماعت علماء کی تھی جو بڑی دیانت دار تھی، دین کو محفوظ کرنا چاہتی تھی۔ تاریخ و سیرت کا کام کرنے والے جماعت درباری منشیوں کی تھی جو بالکل الگ تھی، بددیانت اور خائن تھی اور اس کا مقصد اسلام کو نہیں، اپنی برادری، قبیلے، نسل یا اپنے بادشاہ کو خوش کرنا تھا۔

موصوف کی تینوں غلط فہمیاں اسلامی علوم سے حد درجے ناواقفیت پر مبنی ہیں اور افسوس ناک حد تک خود رائی کا شاخسانہ ہیں۔ یہ خواب پریشاں ہیں جو موصوف نے کسی اور عالم کی

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

سیر کرتے ہوئے دیکھے ہیں۔ حقیقت کی دنیا سے ان باتوں کا کوئی تعلق نہیں۔

پہلی غلط فہمی موصوف کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ فرماتے ہیں: ”احادیث کے بارے

میں علماء نے کمال احتیاط برتی۔ ایک ایک راوی کے کردار، اخلاق اور ایمان کو زیر بحث لائے۔“

مگر اگلے ہی سانس میں فرماتے ہیں: ”تاریخ کا معاملہ اس کے بالکل برعکس رہا۔“

موصوف کی یہ بات حقائق کے برعکس ہے۔ جس طرح حدیث کے راویوں کے ایمان،

عقیدے، امانت و دیانت یا کذب و ضعف کے حالات محفوظ ہیں، اسی طرح چوتھی پانچویں صدی

ہجری تک کے تاریخی راویوں کے حالات بھی حرف بحرف محفوظ ہیں۔ اسماء الرجال کی کتب میں

یہ شرط ہے ہی نہیں کہ اس میں راویان حدیث کے حالات جمع کیے جائیں گے، تاریخی راویوں کے

نہیں۔ علم اسماء الرجال کی کام مسلمانوں میں منقول ہونے والی روایات کے ہر راوی کے

حالات کو محفوظ کرنا ہے۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس نے روایات سنائی ہیں اور کس موضوع پر۔

عقائد پر، تفسیر پر، سیرت پر، سنت پر، فضائل و مناقب پر یا تاریخ پر۔ مقصد صرف ہر اس شخص کے

حالات محفوظ کرنا ہے جس کا کسی سلسلہ سند میں نام آیا ہے۔ پس جس طرح حدیث کے راویوں

کے حالات کی تحقیق کی جاتی رہی ہے، تاریخ کا بھی کوئی راوی علمائے جرح و تعدیل کی زد سے

باہر نہیں رہا۔ اور جس طرح حدیث کے راویوں میں ضعیف اور ثقہ موجود ہیں اور علم رجال کے

ذریعہ ان کی تحقیق کی جاتی ہے، اسی طرح راویان تاریخ و سیرت کی بھی تحقیق کی جاتی رہی ہے۔

موصوف کی دوسری غلط فہمی (کہ کتب حدیث بہت پہلے لکھی گئیں اور کتب تاریخ بہت بعد

میں) اس سے عیاں ہے کہ وہ سنت کے ذخیرے کے متعلق فرماتے ہیں: ”یہ ذخیرہ خود رسول برحق

صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں مرتب ہونا شروع ہو گیا تھا، جس کی مثال صحیفہ ہمام بن منبہ ہے۔“

پھر بزرگ خود راہ انکشاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”لیکن تاریخ کی پہلی کتاب سیرت

النبیؐ پر ابن ابی حنیفہ کی سیرت ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے سو سال بعد لکھی گئی۔“

یہ ارشادات بھی جہالت کا نامور نمونہ ہیں، کیونکہ اس حقیقت پر امت و اتر کے ساتھ یقین

رکھتی ہے کہ پہلی صدی ہجری سے دوسری صدی ہجری کے وسط تک اسلامی علوم کی حفاظت کا اصل

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

داروداد حافظے اور سلسلہ اسناد پر تھا۔ جزوی طور پر روایات کو لکھ لینے کی مثالیں موجود تھیں، مگر علم کا انحصار اس پر ہرگز نہیں تھا۔ اسی لئے اس قسم کی اسلامی صحیفوں کو محفوظ کرنے کی بھی کوشش نہیں کی گئی اور یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین سمیت کسی صحابی کی کوئی تالیف ہمارے پاس نہیں پہنچی۔ بلکہ ہزاروں تابعین میں سے بھی صرف ایک تابعی ہمام بن منبہ کا صحیفہ ملتا ہے، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فقط ۱۳۸ روایات پر مبنی ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے صحیفہ صادقہ کا ذکر ضرور آتا ہے، مگر کتابی شکل میں وہ بھی اُمت تک نہیں پہنچا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایات بھی زبانی سنداً اُمت تک پہنچی ہیں جو کتب حدیث میں منقول ہیں۔

اس وضاحت کے بعد اور یا صاحب دیکھیں کہ وہ اپنے بیانات کی روشنی میں کہاں کھڑے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک وہی مواد معتبر ہو سکتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے دور میں لکھ لیا گیا ہو اور اسی وقت سے کتابی شکل میں نقل ہوتا چلا آیا ہو تو انہیں چاہئے کہ اپنے اصول کے مطابق صحیفہ ہمام بن منبہ کی ۱۳۸ روایات پر ہی اکتفا فرمائیں۔ مجتہد بن کروضو، نماز، زکوٰۃ، حج، قربانی وغیرہ کے تمام مسائل بھی انہی روایات سے اخذ فرمائیں۔ اس تمام ذخیرہ حدیث کو ناقابل اعتماد سمجھیں جس کا مدار دوسری اور تیسری صدی ہجری تک محض زبانی نقل و نقل پر ہے۔ کیونکہ حدیث کا پہلا کتاب شکل میں مجموعہ یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتاب الآثار لنگ بھگ سوا صدی بعد منظر عام پر آیا ہے۔ اور یہی وہ دور ہے جس میں محمد بن اسحاق کی سیرت لکھی گئی ہے۔ امام مالک کی مؤطا اس کے بعد منصوبہ ہو پر آئی ہے۔ صحاح ستہ کا تو ذکر ہی کیا جو تیسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی ہیں۔ ان محترم کے معیار کے مطابق کیونکہ ان حضرات میں سے کوئی بھی دور نبوت یا دور صحابہ کا نہیں تھا، اس لئے یہ سارا ذخیرہ قصبے کہانیاں شمار ہونا چاہئے۔

لیکن اگر ایسا نہیں بلکہ ڈیڑھ دو صدی بعد سینہ بہ سینہ اور زبانی نقل ہونا والا غیر تحریری مواد بھی (جس سے صحاح ستہ سمیت تمام کتب حدیث مرتب ہوئیں) پوری طرح قابل اعتماد ہے تو یہ کہہ کر صرف سیرت نبویہ اور تاریخ پر پانی پھیرنے کی کیا ٹانگ ہے کہ "تاریخ کی پہلی کتاب سیرت النبی پر ابن اسحاق کی سیرت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط
سوسال بعد لکھی گئی۔ ”اور ایسے میں جناب کا علمائے اسلام کے متعلق یہ غلط بیانی کرنے کا کیا
وزن رہ جاتا ہے کہ ”ان کے ہاں کتب تاریخ کا رواج نہ پڑ سکا“

بھلا ہمیں بھی تو پتا چلے کہ کس صدی تک رواج نہ پڑنا مراد ہے؟ اگر پہلی صدی مراد
ہے تو اس وقت کتب حدیث کا رواج بھی نہیں تھا۔ اگر دوسری صدی مراد ہے تو اس وقت
کتب تاریخ کا رواج بھی پڑ چکا تھا، امام بخاری نے ابھی صحیح بخاری مرتب نہیں کی تھی کہ
اس سے بہت پہلے ان کے استاذ امام خلیفہ بن خیاط ”نہیت باندھ کر“ پہلی باقاعدہ سند وار
اسلامی تاریخ لکھ چکے تھے، جو آج بھی ہر کتب خانے میں موجود ہے۔ تاریخی روایات کا
نہایت منضبط ماخذ طبقات ابن سعد جو آٹھ جلدوں میں ہے، وہ بھی بخاری و مسلم سے بہت
پہلے مشہور ہو چکا تھا۔ ان مثالوں کے ہوتے ہوئے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں
کتب تاریخ کا رواج نہیں پڑ سکا۔ (روزنامہ اسلام 17 اکتوبر 2018)

تیسری اور آخری قسط:

”موصوف کی تیسری غلط فہمی جو دراصل ایک شدید قسم کی بدگمانی ہے، اور وہی ان کی کج
فکری کی اصل جڑ ہے، یہ ہے کہ حدیث پر کام کرنے والی جماعت علماء کی تھی الگ تھی اور
تاریخ و سیرت کا کام کرنے والی جماعت الگ۔ اور یہ کہ تاریخ و سیرت پر کام کرنے والی
جماعت غمی تھی، نسلی تعصب کا شکار تھی۔

دیہی مدارس کا ایک معمولی فاضل بھی جانتا ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، رجال،
علم تاریخ، ان سب علوم پر کام کرنے والی اہل حق کی ایک جماعت ہے، جو الحمد للہ شروع سے
ایک چلی آرہی ہے۔ علوم میں تخصص کے لحاظ سے امتیاز اس وقت بھی تھا اور آج بھی ہے مگر
تابعین کرام، ائمہ حدیث اور ماہرین جرح و تعدیل میں کی بہت بڑی تعداد بیک وقت
محدث، فقیہ، سیرت نگار اور مؤرخ بھی تھی۔ اسی لئے سیرت اور تاریخ کے سینکڑوں راوی
حضرات کتب حدیث میں بھی جگہ جگہ دکھائی دیں گے، اسی طرح حدیث کے سینکڑوں راوی،
تاریخ اور سیرت کی کتب میں دکھائی دیں گے۔ (یہ بات اپنی جگہ ہے کہ معیار اور مقام کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

لحاظ سے تمام راوی یکساں نہیں جیسا کہ ہر علم کے علماء میں فرقی مراتب ہوتا ہی ہے۔ جن تاریخچی راویوں کو کالم نگار موصوف نے ”نسلی تعصب سے لتھڑے ہوئے“ کہا ہے، ان کی اکثریت شریف النسل عرب تھی۔ امام طبری سے نصف صدی پہلے اسلامی تاریخ پر آٹھ جلدیں لکھنے والے امام محمد بن سعد (م 230ھ) قریشی، ہاشمی تھے۔ غلیفہ بن خیاط (م 240ھ) جو اپنے شاگرد امام بخاری سے پہلے اپنی تاریخ کو رواج دے چکے تھے، عرب تھے۔ جن مؤرخین اور سیرت نگاروں کو جھوٹا قرار دینے کے لئے ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے بزرگ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، ان میں سے کئی وہ ہیں جن پر نہ صرف سیرت اور دو صحابہ کی اکثر تاریخچی روایات بلکہ احادیث کے ایک بڑے حصے کا دارمدا رہے۔ ان میں ایک بڑی تعداد تابعین کرام اور ایسے محدثین کی ہے جن سے فقط امام طبری ہی نے نہیں، بلکہ امام بخاری، امام مسلم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام طحاوی جیسے جبالِ علم نے بھی روایات لی ہیں۔

ان میں سے ایک قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ ہی کو لے لیں جن سے تاریخچی روایات بکثرت منقول ہیں۔ یہ بھی نسلاً عرب ہیں۔ ساری زندگی صحابہ کی خدمت کی۔ یہ واحد تابعی ہیں جنہوں نے عشرہ ہشرہ میں سے نو کی شاگردی کی ہے۔ ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں تو انہیں منکر الحدیث قرار دیا گیا ہے۔ مگر انہی قیس بن ابی حازم سے صحیح مسلم میں ۱۴۱، ابوداؤد میں ۳۰۲، ترمذی میں ۸۱۸، نسائی میں ۱۰۲، ابن ماجہ میں ۱۴۱ حدیثیں لی گئی ہیں۔ امام بخاری نے تو کمال ہی کر دیا کہ ان سے ۲۱ روایات لی ہیں۔ ائمہ اربعہ نے بھی ان کی روایات کو قبول کیا ہے۔ مؤطا مالک میں ان کی ایک، کتاب الاثر (امام ابویوسف) میں ایک، مسند امام شافعی میں چار، اور مسند احمد میں ۱۷ روایات نقل کی گئی ہیں۔ امام احمد کو ان پر اتنا اعتماد ہے کہ اپنی مسند میں ان سے بعض روایات وہی لی ہیں جو امام طبری نے، ماہِ حوآب کے حوالے سے نقل کی ہیں جن کا نقل کرنا ”عظیم تحقیقی کتاب“ کی روشنی میں سخت گناہ بلکہ گمراہی قرار پایا ہے۔ اب ایسی ”تحقیقات“ کرنے اور انہیں ماننے والوں کے دین و ایمان کا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ بخاری شریف کی ۲۱، مسلم کی ۱۴، مسند احمد کی ۱۷ اور مسند امام شافعی کی ان چار احادیث کو یکسر مردود قرار دیں اور ان محدثین اور مجتہدین کو بھی انہی مؤرخین کی صف میں لا کر خائن شمار کریں یا بہت رعایت

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

مطلوب ہو تو فہم حدیث اور فہم رجال سے ما واقف سمجھیں۔ یہ تو ہوا صرف ایک قہیں بن ابی حازم کو لے کر موصوف اور موصوف کے مدوح کی تحقیقات کا ثمرہ۔

ان اخباری حضرات میں عروہ بن زبیر بھی تھے۔ کیا وہ عجمی النسل تھے؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نواسے تھے۔ ان کی روایات کا بہت بڑا حصہ سیرت اور صحابہ کی تاریخ پر ہی تو مشتمل ہے۔ انہی بزرگوں میں امام ابن شہاب الزہری بھی تھے۔ عجمی نہیں قریشی تھے۔ اولین مؤرخین اسلام میں سے ایک ہیں۔ جن سے امام طبری سمیت مؤرخین نے بے دریغ سیرت اور تاریخ کی روایات لی ہیں۔ یہی زہری صحیح مسلم کی چار سو سے زائد اور بخاری شریف کی چھ سو سے زائد احادیث کے راوی ہیں۔ کیا زہری اور ان سے استفادہ کرنے والے محدثین بھی ”تھڑے ہوئے“ تھے؟

اب محمد بن اخطب کو دیکھئے۔ محمد بن اخطب بن یسار بن خیبار۔ پورا شجرہ نسب ہی عربی ہے۔ رہے بھی یحییٰ بن سعید بن مہینہ میں۔ تابعی ہیں۔ مکحول، قاسم بن محمد اور سعید بن المسیب کے شاگرد ہیں۔ علی بن مدینی فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا دار و مدار چھ افراد پر ہے اور ان چھ کا دار و مدار بارہ راویوں پر ہے جن میں سے ایک محمد بن اخطب ہیں۔“ (جان صاحب کا دل چاہے تو کسی کی ایک آدھ کی جرح کا پتھر اٹھا کر علی بن مدینی جیسے جرح و تعدیل کے امام پر بھی دے ماریں) مگر یہ بات یہیں تک نہیں رکے گی، ان تحقیقات جدیدہ کے بانہوں سے ان کے پیروکار یہ سوال ضرور کریں گے کہ جب بخاری و مسلم سمیت کوئی بھی (کتب) حدیث مردود روایات سے محفوظ نہیں تو سارا ذخیرہ حدیث ہی مشکوک ہو گیا ہے۔ اس کی صفائی اور تدوین حدیث کا کام از سر نو شروع کریں۔ اس طرح اصلاح دین اور دفاع شخصیات مقدسہ کے نام پر پورے دین کی عمارت ہی ڈھادی جائے گی تب ہی کہیں جا کر تحقیقات کا بھوت اترے گا۔

آخر میں ایک مسلمہ نکتے پر بات ختم کرنا ہوں۔ یہ تو موصوف کا لم لگا رہی مانتے ہیں کہ علم الرجال معتبر ہے اور اسی کے ذریعے حدیث کی حفاظت ممکن ہوئی ہے جیسا کہ وہ علمائے رجال کے متعلق فرماتے ہیں: ”ایک ایک راوی کے کردار، اخلاق اور ایمان کو زیر بحث لائے۔“ سوال یہ ہے کہ یہ علم رجال کیا آسمان سے نازل ہوا تھا۔ نہ یہ وحی ہے، نہ یہ حدیث ہے۔ یہ لوگوں کے

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف بہ کھلا خط

اقوال ہیں جو لوگوں کے بارے میں ہیں۔ لوگوں کے حالات کا یہ علم تاریخی مواد ہی تو ہے۔ اگر یہ فلسفہ مان لیا جائے کہ تاریخ غیر معتبر ہے تو فن رجال کہاں جائے گا جس میں ایک بہت بڑا حصہ اخباری راویوں کی روایات اور انسانی آراء کا ہے۔ علم رجال کا انتہائی اہم ماخذ محمد بن سعد کی ”المطبوعات الکبریٰ“ ہے۔ بعد کے تمام ائمہ فن رجال نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اس کا بیشتر مواد تاریخی روایات پر ہے۔ اس میں صحیح السند روایات کے ساتھ ساتھ محمد بن الحنفیہ اور واقدی سمیت سینکڑوں ضعیف راویوں سے مروی ہزاروں روایات ہیں۔ محمد بن سعد شخصیات کا ذکر کر کے آخر میں اپنی رائے بتاتے ہیں کہ وہ ثقہ مانا گیا ہے یا ضعیف۔ یہ محمد بن سعد، واقدی کے سب سے نامور شاگرد ہیں جو علماء اسلام کے نزدیک معتبر مؤرخ اور ہمارے جدید محقق کے نزدیک سبائی ایجنٹ تھے۔ اسی طرح بعد میں مدون کی گئی فن رجال کی کتب جن میں تمام آراء کو جمع کیا گیا ہے دیکھ لیں، مثلاً سیر اعلام النبلاء۔ اس کا بہت بڑا حصہ تاریخی اسناد کی روایات پر مشتمل ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فن رجال کے ان جلیل القدر ائمہ نے ایسی کتب بھی مدون کی ہیں جن میں بیک وقت تاریخ بھی ہے اور علم رجال بھی۔

رجال کے سب سے بڑے امام جن کے کاندھوں پر اس علم کی عمارت کھڑی ہے، حافظ شمس الدین ذہبی ہیں۔ ۴۵ جلدوں میں ان کی تاریخ الاسلام اٹھا کر دیکھ لیں۔ ہر جلد میں دو حصے کیے گئے ہیں۔ ایک حصے میں تاریخی واقعات سن و دار اور باقاعدہ ”نہایت باندھ کر“ نقل کئے گئے ہیں۔ محمد بن اسحاق، زہری، طبری، بلاذری، سبکی کی روایات نہایت عمدہ ترتیب سے لی گئی ہیں۔ دوسرے حصے میں رجال کا علم ہے۔ راویوں اور شخصیات پر گہر پور بحث کی گئی ہے۔ اب اگر کوئی خود کو حافظ ذہبی سے بڑا، ماہر رجال سمجھتا ہے اور اس کا خیال خام یہ ہے کہ ان جیسے علماء کو تو کچھ پتا ہی نہیں تھا کہ وہ کیا کچھ جمع کرتے چلے گئے اور کس کس کو ثقہ ہونے کی سند پکڑاتے گئے اور یہ کہ تاریخ کی کمزوریوں کو آج ”عظیم تحقیقی کتاب“ والے موصوف نے پرکھا ہے تو وہ کس منہ سے سنت کو محفوظ سمجھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایسی ذہنیت والے کے لئے بس دعائے ہدایت ہی کی جاسکتی ہے۔ (شکریہ روزنامہ اسلام ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۶ء)

مصطفیٰ کمال سے طیب اردوان تک

.....

اعتذار: راقم کے کالم ”کیا تاریخ غیر اسلامی علم ہے؟“ کی تیسری قسط کے دوران ”عظیم تحقیقی کتاب“ میں قیس بن ابی حازم کے غیر ثقہ ہونے کا ذکر کیا گیا تھا۔ بعد میں بعض قارئین کے توجہ دلانے اور غور کرنے سے پتا چلا کہ یہ بالکل غلط تھا۔ مذکورہ کتاب میں قیس بن ابی حازم کا ذکر نہیں ہے۔ راقم اس غلطی پر قارئین سے معذرت خواہ ہے۔ توجہ دلانے والوں کو اللہ جزائے خیر دے۔ (روزنامہ اسلام ۲۹ نومبر ۲۰۱۶ء)

محتویات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	کھلا خط لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟	6
2	کیا چیف ایڈیٹر ”مسئول“ نہیں ہیں؟	7
3	امام طبری کا تشیع	14
4	رفض طبری اور توہین صحابہؓ	15
5	تفسیر طبری اور توہین انبیاء علیہم السلام	46
6	تفسیر طبری اور توہین آدم علیہ السلام	47
7	تفسیر طبری اور توہین ابراہیم علیہ السلام	52
8	تفسیر طبری اور توہین یوسف علیہ السلام	57
9	تفسیر طبری اور توہین داؤد علیہ السلام	68
10	تفسیر طبری اور توہین سلیمان علیہ السلام	71
11	تفسیر طبری اور توہین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم روزنامہ اسلام میں بد مزہ بحث کا آغاز	77
12	امام طبری اور قصہ زید و زینبؓ	100
13	قصہ زید و زینبؓ اور اقوال مفسرین	105
14	توہین و تنقیص پر مبنی الفاظ	110
15	اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب ایک فرضی قصہ	113
16	اکابر علماء دیوبند کی طرف منسوب چند صحیح واقعات	119
17	امام طبری اور قصہ غرانیق	135

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

18	قصہ غرائیق اور اقوال مفسرین	144
19	روزنامہ اسلام کا جھوٹ پلس (+) کالم	175
20	روزنامہ اسلام کے جھوٹ پلس (+) کالم کا غیر اسلامی و غیر مہذبانہ اسلوب	180
21	روزنامہ اسلام کے جھوٹ پلس + کالم کی چند کذب بیابیاں	190
22	روزنامہ اسلام کے جھوٹ پلس کالم کی تیسری قسط ”جھوٹ + جھوٹ + جھوٹ“ ہے	194
23	روزنامہ اسلام کے ”جھوٹ + جھوٹ + جھوٹ“ کالم سے متعلق چند گزارشات	215
24	محمد بن اسحاق	220
25	محمد بن اسحاق امام اہلسنیف مولانا محمد سر فراز خان صفدر کی نظر میں	224
26	اوریا مقبول جان اور محمد بن اسحاق	235
27	محمد بن اسحاق کی منافی عصمت مرویات	241
28	ائمہ اسلام اور مورخین	246
29	اوریا مقبول جان اور فن اسماء الرجال	259
30	حدیث کلاب حوآب اور ”عظیم تحقیقی کتاب“	275
31	مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور حدیث کلاب حوآب	280
32	دشمن صحابہ اہلبیتؑ اور حدیث کلاب حوآب	282
33	امام طبری اور حدیث کلاب حوآب	283
34	”حدیث حوآب کا مصداق کون؟“ پر ماہنامہ نقیب ختم نبوت کا تبصرہ	289
35	عظیم سکا لرمناظر اسلام ڈاکٹر منظور احمد میمنگل کے تاثرات	294

توضیحات امام طبری کون... مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

36	حدیث کلاب حوالب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ کی وجہ تالیف	296
37	”حدیث کلاب حوالب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاکمہ“ پر ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کا تبصرہ	298
38	ممتاز اسکالرشپ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی کا تبصرہ	299
39	محقق اہلسنت حضرت مولانا عبدالغفور سیالکوٹی کا تبصرہ	300
40	ادیب شہیر مولانا قاری حمید الرحمن کا تبصرہ	305
41	مفتی اعظم آزاد کشمیر مولانا قاضی محمد روپس خان ایوبی صاحب کے تاثرات:	308
42	روزنامہ اسلام کا شرعی و اخلاقی حدود سے تجاوز	310
43	قیس بن ابی حازم کو منکر الحدیث قرار دینے کا الزام	313
44	روزنامہ اسلام کا خود کشیدہ ہاٹل نتیجہ	316
45	کتاب ”امام طبری کون؟ مورخ، مجتہد یا افسانہ ساز“ سے متعلق چند توضیحات	326
46	معاصروں کی جرأت کی اور یا مقبول جان کے کالم کی تائید	337
47	امام طبری کی منقولہ ”منافی عصمت... روایات“ اور ”گستاخانہ خاکوں“ کے مابین موازنہ	341
48	قانون توہین رسالت کو ”کالا“ کہنا بڑا جرم ہے یا امام طبری کی منقولہ منافی عصمت روایات کا دفاع؟	342
49	آخری گزارشات	348
50	جھوٹے پلس (+) ”اعتذار“ _____ ”عذر گناہ بدتر از گناہ“	356
51	ضمیمہ	376

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز؟ المعروف پہ کھلا خط

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی کی علمی و تحقیقی کتب

نمبر شمار	نام کتاب	صفحات
1	اصلاح معاشرہ	96
2	تحقیق نکاح سیدہ	144
3	اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون؟ طبع جدید مع اضافات	448
4	فرقہ مسعودیہ نام نہاد جماعت المسلمین کا علمی محاسبہ	240
5	حدیث حوآب کا مصداق کون؟	144
6	حدیث کلاب حوآب کا تاریخی، تحقیقی اور علمی محاسبہ	608
7	سرگزشت ہاشمی (سوانح قاضی چمن پیر الہاشمی)	344
8	حج مبرور	448
9	کھلا خط بنام مولانا اللہ وسایا	52
10	زلزلہ لولاک اور آفرین شاکس	368
11	عمر عائشہ پر تحقیقی نظر..... ایک تقابلی مطالعہ	448
12	شیعیت..... تاریخ و افکار	824
13	سقوط جامعہ سیدہ خضہ	908
14	تعارف سیدنا معاویہؓ	96
15	تذکرہ سیدنا معاویہؓ	488
16	سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ	576
17	عقیدہ امامت و خلافت راشدہ	832
18	علیؓ کی جہنمی کوشش..... ایک تنقیدی جائزہ	432
19	سیدنا معاویہؓ کے ناقدین۔ طبع جدید مع اضافات	464
20	امام طبری کون؟ مفسر، مؤرخ، مجتہد یا افسانہ ساز	832
21	توضیحات امام طبری کون؟ المعروف پہ کھلا خط بنام چیف ایڈیٹر روزنامہ اسلام	400
22	سیدنا مروانؓ شخصیت و کردار (زیر طبع)	576
23	گلزار یوسف اور توہین انبیاء (زیر طبع)	
24	رودادہ مقامات (زیر ترتیب)	

توضیحات امام طبری کون... مؤرخ، مجتهد یا افسانه ساز؟ المعروف به کلام خط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام طبری کون؟

مؤرخ مجتہد یا افسانہ ساز

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

امام طبری
کون؟
مؤرخ مجتہد یا افسانہ ساز

پروفیسر قاضی
محمد طاہر علی الہاشمی



قاضی چن علی الہاشمی آئیدی
سیدنا معاویہؓ چوک دہلیاں ایسٹ آباد

